تسہیل
تربیت السالک

تالیف:

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ

صاحب تسہیل

حضرت مولانا ارشاد احمد فاروقی
استاذ مدرسہ باب الاسلام مسجد برنس روڈ کراچی

زمزم پبلشرز

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى

تسہیل

تربیت السالک

جلد سوم

شیخ و مرید کے آداب، آدابِ طریقت، نسبتِ ولایت کے حصول کا طریقہ اور علامات، ذکر و اشغال کے طریقے، مراقبات کی ضرورت و افادیت۔

اصطلاحاتِ تصوف کے معانی کے اشاریہ کے ساتھ

حال و مقام، صحو و سکر فنا و بقاء، عروج و نزول ذکر کے انوار و امثال قبض و بسط کی کیفیات مختلف تجلیات کی تحقیق۔

سالک کیلئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے

راہِ سلوک میں سالک کو پیش آنے والے احوال کی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے قلم سے گراں قدر تحقیقات کا مجموعہ

تالیف:

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ

صاحبِ تسہیل

حضرت مولانا ارشاد احمد فاروقی

اُستاذ مدرسہ باب الاسلام مسجد برنس روڈ کراچی

ناشر

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد اُردو بازار کراچی

کتاب کا نام ــــ تسہیل تربیت السالک جلد سوم

تاریخ اشاعت ــــ جون ۲۰۰۹ء

باہتمام ــــ احباب زمزم پبلشرز

ناشر ــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-2760374 - 021-2725673

فیکس: 021-2725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: http://www.zamzampub.com

ملنے کے دیگر پتے

- دارالھدیٰ اردو بازار کراچی ۔فون:2726509
- دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کرسکتا۔ سہواً جو اغلاط ہوگئی ہوں اس کی تصحیح و اصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر کتاب کی تصحیح پر ہم زرِ کثیر صرف کرتے ہیں۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو اسی گزارش کو مدنظر رکھتے ہوئے، ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ اور آپ "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" کے مصداق بن جائیں۔

جَزَاكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى جَزَاءً جَمِيْلًا جَزِيْلًا

ــــ مِنْجَانِب ــــ

احباب زمزم پبلشرز

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

ISLAMIC BOOK CENTRE
119-121 Halliwell Road, Bolton Bl1 3NE
Tel/Fax : 01204-389080
Mobile: 07930-464843

AL-FAROOQ INTERNATIONAL
36,Rolleston Street Leicestor
LE5-3SA
Ph: 0044-116-2537640
Fax: 0044-116-2628655
Mobile: 0044-7855425358

فہرست مضامین

دوسرا باب ۷۶

اخلاق حمیدہ کے بیان میں ۷۶

پانچواں باب ۳۰۹

احوال کے بیان میں ۳۰۹

چھٹا باب ۳۵۹

ذکر و شغل کے بیان میں ۳۵۹

نواں باب ۴۳۴

متفرقات کے بیان میں ۴۳۴



پیشِ لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تر تعریف، حمد وستائش کے لائق وہی ذات جل وعلا ہے جس نے اپنے عاشقوں کے لئے اپنے جلوہ میں سکون وراحت رکھی اور اسی تمنا سے ان کے دلوں کو معمور فرمایا کہ ان کے دن رات اسی کے شوق لقاء اور تمنائے دیدار میں گزرتے ہیں اور اسی کی تجلیات کے پرتو میں وہ قرب الٰہی کی منازل طے کر کے تازیست سیرالیٰ اللہ سے آگے سیر فی اللہ میں مشغول رہتے ہیں اور درود وسلام ہو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو سارے عاشقوں کے سردار، زاہدوں کے مونس وغمخوار اور عابدوں کے مددگار ہیں اور آپ ﷺ کی آل واولاد اور تمام صحابہ، تابعین اور علماء اصفیاء وصلحاء شہداء پر کہ جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کے ظاہر وباطن کی بقا واستحکام کا انتظام فرمایا۔

امابعد! شریعت کے علوم دو قسم کے ہیں ایک ظاہری اور ایک باطنی علوم۔ باطنی علوم کے حصول کے بغیر ظاہری علوم سے استفادہ ممکن نہیں ہے۔ شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال یوں بیان فرمائی ہے کہ جو شخص علوم ظاہری سے متصف ہو لیکن عمل کا کورا ہو جو علوم باطنی کے عدم حصول کا نتیجہ ہے تو یہ شخص ایسا ہے جیسے ایک نابینا آدمی ہو اور اس کے ہاتھ میں قندیل (لال ٹین) ہو تو اس کی روشنی سے لوگ تو فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن وہ خود سے اس استفادہ سے محروم ہے۔

تصوف وسلوک اسی ظاہری و باطنی علوم کے امتزاج کا دوسرا نام ہے جو اصطلاح میں طریقت کہلاتا ہے۔ چنانچہ علمائے تصوف ظاہری علوم کے ساتھ باطنی علوم کی طرف بلاتے ہیں جس کو ان کی اصطلاح میں معرفت اللہ کی طرف بلانا کہتے ہیں۔

اس معرفت اللہ کے راستے میں دو چیزیں ہیں ایک اچھی صفات جیسے تقویٰ، توکل، صبر وشکر، قناعت، تواضع و انکساری تعلق مع اللہ کا حصول ضروری ہے دوسرے بری صفات جیسے عجب، کبر، بے صبری، ناشکری، قناعت کا نہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی رکاوٹوں سے بچنا ضروری ہے۔ مطلوبہ اشیاء کے حصول اور غیر مطلوبہ سے بچنے کے لئے نفس کو جس اصلاح وتربیت کی ضرورت ہوتی ہے اور جس حیلہ بہانے سے نفس کو سدھارنے کی ضرورت پڑتی ہے علمائے سلوک ان ہی درپیش مشکلوں کا حل ہر سالک کی استعداد کے مطابق بتاتے ہیں تاکہ حصول الی اللہ آسان ہو جائے یہی اس فن کا مقصود وموضوع ہے۔

مشائخ اپنے اپنے زمانے میں اس زمانے کے اعتبار سے سالکین کی ارشاد و تربیت فرماتے رہے۔ گذشتہ صدی میں حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ العزیز ان ہی یکتائے زمانہ روزگار میں سے ایک فرید وحید ہیں جن کی مثال قریب کے زمانے میں ملنی بہت ہی مشکل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد و تربیت میں جو مقام آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو عطا فرمایا تھا وہ بالکل متقدمین (علماء) جیسا تھا بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ فن تصوف جو اپنی اصل بنیادوں پر باقی نہ رہا تھا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی اصل بنیادوں پر زندہ فرمایا تو غلط نہ ہوگا (چنانچہ آگے حضرت مولانا وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے مقدمے سے یہ بات بخوبی معلوم ہوگی)۔

تصوف وسلوک میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تصنیف فرمایا وہ ایک بیش بہا خزانہ اور گرانقدر ذخیرہ ہے۔ ان میں سے ایک سلسلہ جو "تربیت السالک" کے نام سے شروع فرمایا وہ ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے کہ ہر سالک کے لئے اس کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔ راہ سلوک میں پیش آنے والے نشیب وفراز قبض و بسط کی کیفیات، احوال و واردات کا ورود اور ذکر و شغل کے انوار و اثرات میں سالک کو اپنا دامن کس طرح سنبھالنا چاہئے اور ان حالات میں اپنے عمل اور اس کے اہتمام کو کس طرح باقی رکھنا چاہئے اور کسی خوش فہمی کا شکار نہ ہونا چاہئے۔ ہر قدم پر اصل مقصود پر نگاہ رکھ کر ان گھاٹیوں سے سلامتی سے کیسے گذر جانا چاہیے۔ ان وجوہات کی بناء پر اگر اس کتاب کو تصوف کا مخزن معلومات (تصوف کا انسائیکلوپیڈیا) کہا جائے تو یہ غلط نہ ہوگا۔

لیکن یہ مفید و گرانقدر ذخیرہ آج سے سو سے کچھ کم سال پہلے کی اردو زبان میں ہے۔ وہ اردو زبان جو آج کل متروک ہو چکی ہے، حوادث زمانہ سے جس کے اسلوب بدل چکے ہیں اور اس کے ادب میں اچھی خاصی تبدیلی ہو چکی ہے مزید یہ کہ اس میں خط و کتابت سوال و جواب اور حال و تحقیق اکثر علماء کی ہے۔ ان میں جو زبان استعمال ہوئی ہے وہ اہل علم کی ہے جس میں علوم وفنون کے قواعد وضوابط، استعارے اور کنائے نیز علوم کی اصطلاحات اور ضرب الامثال کے ساتھ ساتھ عربی و فارسی کے بے شمار الفاظ نظم ونثر کی شکل میں بھی موجود ہیں۔ جن سے استفادہ کے لئے اردو میں عمیق نظر کا ہونا ضروری ہے نیز فارسی وعربی کی واقفیت بھی ناگزیر ہے۔

ان وجوہات کی وجہ سے اس مفید ذخیرے (تربیت السالک) سے استفادہ کے لئے ضرورت تھی کہ اس کو سہل اور آسان زبان میں منتقل کیا جائے تا کہ راہ سلوک کے مسافروں کے لئے یہ مشعل راہ کا کام دے۔

میرے مخدوم ومحترم شیخ حضرت واصف منظور صاحب رضی دامت برکاتہم کی جانب سے مجھے اس کام کی تسہیل کا پیغام مولانا رفیق صاحب زید مجدہ کی وساطت سے پہنچا۔ میرے لئے یہ خبر نوید مسرت سے کم نہیں تھی۔ چنانچہ میں فوراً حاضر خدمت ہوا اور تسہیل کی اجازت چاہی۔ جس پر ارشاد ہوا کہ پہلے اس کو پڑھا جائے پھر علماء کرام سے اس کی تسہیل کے بارے میں پوچھا جائے۔ چنانچہ بندہ نے اس کتاب کو پڑھا اور احباب سے رائے لی تو سب نے پسند فرمایا۔ پھر بندہ

حاضر خدمت ہوا اور تسہیل کی اجازت چاہی۔ حضرت نے نہ صرف اجازت مرحمت فرمائی بلکہ فہم سمجھ اور آسانی کی دعا بھی فرمائی اور بندہ کی درخواست پر مزید تسلی کے لئے شفقت فرماتے ہوئے اپنے دست مبارک سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی لکھ کر دی۔

یوں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرت کی دعاؤں کے سائے میں یہ کام شروع ہوا۔ ابتداً جو تسہیل کرتا وہ حضرت کے حکم کے مطابق حضرت کو سناتا بھی رہا جس سے اطمینان رہا۔ گزشتہ رمضان (۱۴۲۶ھ) میں آخری عشرہ کی طاق راتوں میں بھی اس سنانے کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا دو ایک رات سن کر حضرت نے اطمینان کا اظہار فرمایا اور سننے کے سلسلہ کو یہ فرما کر موقوف فرمادیا کہ ''دیگ سے ایک دو چاول ہی دیکھے جاتے ہیں انشاء اللہ آئندہ بھی صحیح ہوگا۔'' یہ حضرت کا اعتماد و دعا بندہ کے لئے عطیہ خداوندی تھا۔

اسی طرح دوران تسہیل ایک موقع پر حضرت مولانا وکیل احمد شیروانی صاحب مدظلہ (مدیر اعلیٰ رسالہ الصیانۃ) سے اس تسہیل کا ذکر کیا مولانا نے بھی اس کو پسند فرمایا۔

یوں میری بے بضاعتی اور کم مائیگی کے باوجود صرف اللہ کے فضل و کرم اور بلا استحقاق انعام واحسان سے یہ کام ابتدا سے انتہا کو پہنچا۔

آخر میں اپنے احباب کا شکر گذار ہوں جنہوں نے کسی معاملے میں بھی میری معاونت فرمائی خصوصاً فارسی اشعار کے تراجم میں جن احباب نے سعی و کوشش کی ان میں خاص طور پر پروفیسر محمد میاں صاحب جو ''سحر آفریدی'' کے نام سے معروف ہیں ان کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں کہ انہوں نے پیرانہ سالی کے باوجود خاصہ وقت صرف فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جملہ احباب تمام مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائیں اور ہم سب کے لئے ذخیرہ آخرت بنائیں۔

میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر خاص و عام سب کے لئے مفید فرمائیں اور میرے لئے میرے مشائخ اکابرین اساتذہ والدین اہل وعیال اعزاء و اقرباء اور ساری امت مرحومہ کے لئے ذخیرہ آخرت فرمائیں اور اس آلہ محض سیاہ کار کو بھی صرف اپنی عنایت و شفقت سے فائز المرام فرمائیں۔ (آمین)

بندہ ارشاد احمد فاروقی

عفا اللہ عنہ، وعافاہ و وفقہ لما یحب و یرضاہ واجعل الاخرتہ.

خیرا من اولاہ واجعل خیر ایامہ یویلقاہ.

مدرسہ امداد العلوم مسجد باب الاسلام، برنس روڈ کراچی

۲۴/ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ، ۲۲ نومبر ۲۰۰۸ء

تسہیل میں جو کام کیا گیا

- تمام عبارتوں کے قدیم طرز کو عام فہم اور آسان بنانے کے لئے سلیس اور آسان زبان میں نقل کیا گیا لیکن اس میں مفہوم کی پوری حفاظت کی گئی۔ اس سلسلے میں اپنے ساتھیوں کو عبارات دکھا کر ان سے مشورہ کا حصول بھی رہا۔
- وہ مشکل الفاظ جو فن تصوف کی اصطلاحات سے متعلق تھے ان کو بدلا نہیں گیا بلکہ ان کے آگے قوسین میں ان کی مختصرا وضاحت کر دی گئی ہے۔ اور اس کے علاوہ مشکل الفاظ کی جگہ ان کے ہم معنی متبادل الفاظ ذکر کئے گئے۔
- عربی فارسی عبارات کا ترجمہ کیا گیا نیز تمام عربی اور فارسی اشعار کا ترجمہ بھی کیا گیا اشعار کے ترجمے میں اردو کے محاورہ کا خیال رکھا گیا ترجمہ لفظ بلفظ نہیں کیا گیا ہے بلکہ عبارت سے جو مفہوم ہوتا تھا اس کو لکھا گیا ہے کہیں اشعار کا ترجمہ اشعار میں ہی کیا گیا ہے اشعار کے مفہوم کی وضاحت کے لیے مفتاح العلوم شرح مثنوی، خطبات حکیم الامت اور دیوان حافظ مترجم سے مدد لی گئی ہے اور کہیں کہیں سیاق سباق کے مطابق وضاحت بھی کی گئی ہے۔
- کسی مغلق عبارت کی وضاحت بھی مختصرا کر دی گئی ہے۔
- حضرت تھانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے جو مقدمہ تحریر فرمایا تھا اس کو تبرکا یوں ہی چھوڑ دیا گیا اور اس کی تسہیل نہیں کی گئی۔
- ابتدا میں فن تصوف کی اصطلاحات اور مشکل الفاظ کے معانی کی فہرست بھی لکھی گئی ہے تا کہ اگر موقع پر کوئی بات سمجھ میں نہ آسکے تو فہرست کی طرف رجوع کیا جاسکے۔
- عنوانات میں بھی تسہیل کر کے ان کو عام فہم بنایا گیا۔
- جو حالات لکھے گئے تھے ان کو جس عنوان کے تھے اس عنوان کے تحت جمع کر دیا گیا تھا اور ان میں خط کے ذریعے فصل کر دیا گیا تھا تا کہ ایک ہی صاحب کا حال نہ لگے بلکہ مختلف اصحاب کے احوال سمجھ میں آئیں۔

کبھی ایسا بھی ہوا کہ ایک ہی خط میں بہت سے عنوانات کے احوال تھے ان کو مستقل عنوان سے الگ کر دیا گیا تھا۔ تسہیل میں بھی اس بات کا لحاظ رکھا گیا اور خوبصورت خط کے ذریعے اس فصل کو باقی رکھا گیا تاکہ مقصود مفقود نہ ہو۔

✦ تسہیل کی وجہ سے کتاب ناگزیر طوالت اختیار کرگئی تھی اس لیے پہلی جلد کو دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑا جس کی نشاندہی کے لیے حصہ نمبر ہر جلد کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ پہلی جلد ہی کے دو حصے ہیں مکمل دو جلدوں کا مغالطہ نہ ہو۔ چناں چہ ''جلد اوّل پہلا حصہ'' اور ''جلد اوّل دوسرا حصہ'' کا عنوان اختیار کیا گیا ہے۔ باقی دوسری اور تیسری جلد الگ الگ ہی رکھی گئی ہیں۔



تصوف کی بعض اصطلاحات اور بعض مشکل الفاظ کے معنی

(الف)

اِتِّبَاع: فرمانبرداری، طاعت، پیروی کرنا۔
آثار: اثر کی جمع ہے، سنت رسول، صحابہ کرام کے اقوال وافعال یہاں علامات کے معنی میں ہے۔
احتمال: شک وشبہ، گمان۔
اَحْقَرْ: بہت ہی ذلیل۔ لوگ تواضع کے لئے اپنے لئے استعمال کرتے ہیں۔
اِختلاج: دھڑکنا، بے چینی، عام طور پر دل کے دھڑکنے (گھبرانے) کے لئے استعمال کرتے ہیں۔
اختلاط: لوگوں سے میل جول۔
اخلاق حمیدہ: اچھی اور عمدہ عادتیں۔ فن تصوف میں تقویٰ، توکل، صبر وشکر، قناعت وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
اِسْتِحْضَار: یادداشت، کسی چیز کو ذہن میں رکھنا۔
استقامت: مضبوطی، کسی بات پر مضبوطی سے قائم (جمے) رہنا۔
اِسم ذات: اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ''اللہ''۔
اِضطرار: بے چینی بے اختیاری۔
اِفاقہ: صحت، آرام، مرض میں کمی آنا۔
اِمالَہ: مائل کرنا، دوسری طرف پھیرنا، تصوف میں ''کسی بری عادت کو اچھی عادت کی طرف پھیرنا۔''
امر: حکم، اللہ تعالیٰ کا حکم مراد ہے۔ جمع اوامر۔
اَمرد: نوجوان لڑکا جس کا ابھی خط نہ نکلا ہو۔
اَنَانِیَّتْ: خودی، غرور وتکبر۔

اُنس: محبت و پیار، صوفیاء کی اصطلاح میں ''بسط کی حالت (جس کا بیان آگے آرہا ہے) جب ترقی کرتی ہے تو اس کو انس کہتے ہیں۔''

اِنْضِبَاط: مضبوطی، ڈھنگ، تعین ''تصوف میں ہر کام کے لئے وقت مقرر کر کے اس وقت پر کام کرنا'' جسے انضباط وقات کہتے ہیں۔

اَنْوار مِثالیه: سالک کو جو انوار ذکر و شغل کی وجہ سے روشنی، نور اور تپش وغیرہ کی صورت میں نظر آتے ہیں۔

اَنْوار خفیفه: وہ انوار جو سالک کے دل میں آتے ہیں۔

اِنْهِماك: مصروفیت و مشغولیت، گم ہو جانے کی کیفیت، تصوف میں ''اللہ تعالیٰ کے دھیان میں مشغول ہو کر دوسری چیزوں سے گم ہو جانا۔''

الهام: اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں بات کا آنا۔ صوفیاء کے ہاں ''اللہ تعالیٰ دل میں کوئی علم ڈال دیں خواہ ہاتف (غیبی فرشتے) کا کلام ہو۔''

(ب)

بَسْطْ: کشادگی، فراخی، صوفیاء کے ہاں ''ذات حق کے لطف و فضل کے ورود سے دل کو جو سرور، راحت اور خوشی ہوتی ہے اور نفس پانچوں لطیفوں سے موافقت کر کے ترقی کی طرف مائل ہوتا ہے اور ذوق و شوق سے عبادت میں متوجہ ہوتا ہے'' اس کو بسط کہتے ہیں۔

بُعْدْ: دوری۔

(پ)

پاسِ اَنْفاس: اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی سانسوں پر آگاہ رہے۔ جب سانس اپنے ارادے کے بغیر خود بخود باہر نکلے تو اس کے نکلنے کے ساتھ ہی دل کی زبان سے کہے لا الہ پھر جب سانس خود بخود اندر جائے تو اندر جاتے ہوئے الا اللّٰہ کہے۔ اس ذکر کا نام پاس انفاس ہے۔

(ت)

تاویل: حیلہ، بہانہ، کسی بات کو ظاہری مطلب سے پھیر دینا۔

تَجَلِّی: چمک دمک، نور الٰہی تصوف کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کے نور کا بندے پر پڑنا یعنی اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا بندے کے ساتھ تعلق ہو جانا جیسے جب صفت رحمت کی تجلی جب بندے پر پڑتی ہے تو وہ

خوب رحم کرنے لگتا ہے وغیرہ۔

تجلی اسمائے مُتقابلہ: اللہ تعالیٰ کے ایک دوسرے کے مقابل ناموں کی تجلی۔

تجلی ذاتی: اللہ تعالیٰ کی ذات کی تجلی۔ ذات باری کا سالک پر منکشف ہونا۔

تدبیر: علاج، حکمت، تجویز۔

تَرَفُّعْ: غرور وتکبر۔

تَصَرُّفْ: دخل دینا، اختیار کرنا، استعمال کرنا، کچھ کا کچھ کر دینا۔ تصوف کی اصطلاح میں ''اپنی قوت ارادی (خیال کی طاقت) سے کسی کے دل پر اثر ڈال کر اس کی حالت میں تبدیلی پیدا کرنا توجہ، تصرف یا ہیئت کہلاتا ہے۔''

تَصَوُّفْ: علم معرفت، نفس کو پاکیزہ رکھنے کا راستہ (طریقہ) متاخرین علماء کے ہاں باطنی اعمال سے تعلق رکھنے والے احکام کا نام تصوف ہے۔

تصورِ شیخ: فن تصوف میں اس سے مراد شیخ کی صورت کو اپنے خیال یا دل یا نگاہ میں رکھے یا اپنی صورت کو شیخ کی صورت تصور کرے۔

تَضَرُّعْ: رونا، گڑگڑانا، منت سماجت کرنا۔

تَطْبِیقْ: دو چیزوں میں مناسبت پیدا کرنا، دو چیزوں کو ایک جگہ جمع کرنا۔

تعلیم: سکھانا، تعلیم وتربیت، تصوف میں ''شیخ کا مرید کی تربیت کرنا وغیرہ۔''

تَفْوِیْض: حوالہ کرنا، صوفیاء کے ہاں ''اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا'' سلوک کا ایک مقام۔

تلقین: تعلیم وتربیت، تعلیم کا ہم معنی ہے۔

تَلْبِیْس: دھوکہ، فریب۔

تَلْوِیْن: غیر مستقل مزاجی، رنگ برنگی حالت، مختلف الحال حالت۔ صوفیاء کے ہاں ''سالک کی حالت میں جو تغیر وتبدل آتا ہے (کہ حالت یکساں نہیں رہتی کبھی قبض کبھی بسط وغیرہ) اس کو تلوین کہتے ہیں۔'' اس کا مقام دل ہوتا ہے۔

تَمْکِیْن: مرتبہ، رتبہ، وقار وعزت۔ صوفیاء کی اصطلاح میں ''یہ حالت تلوین کے بعد پیش آتی ہے جب سالک کا دل صاف ہو جاتا ہے اور نفس تزکیہ خاص کر کے مطمئن ہو جاتا ہے تو شریعت کے ڈھانچے کا تابع اور حقیقی اسلام سے مشرف ہو جاتا ہے تو اس مقام کو مقام تمکین کہتے ہیں۔''

تنبیہ: خبرداری، نصیحت۔ آگاہی۔

توحید: اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے پر یقین رکھنا۔

توحید شُہودی: سالک توحید شہودی میں تمام وجودوں کو ثابت کرتے ہوئے ان سب کو توجہ کے ناقابل جانتا ہے اور ایک ہی ذات واجب الوجود کو اپنا قبلہ بنا کر ایک کی پرستش اور اس کے علاوہ کی نفی کرتا ہے۔

توحید وجودی: سالک توحید وجودی میں سب کے وجود کا انکار کر کے ایک ذات کا وجود ثابت کرتا ہے اور ہر وجود کو اسی ذات کا وجود جان کر ہزار ہا بتوں کی پرستش کرتا ہے۔

(ج)

جاہ: مرتبہ، رتبہ، عزت، بزرگی، شان۔

جَمۡعِیَّتۡ: اطمینان، یکسوئی۔

جہلِ بَسِیۡط:

جہلِ مُرکب: دوہری جہالت، جاہل ہونا اور خود کو جاہل نہ سمجھنا۔

(خ)

خاکسار: عاجز، متکلم اپنی عاجزی ظاہر کرنے کے لئے یہ لفظ استعمال کرتا ہے۔

خشوع: عاجزی، گڑگڑانا۔

خشیت: ڈر، خوف۔

خضوع: عاجزی، گڑگڑانا، منت سماجت کرنا۔

خِلۡوَتۡ: تنہائی، گوشہ نشینی۔

خلوص: سچا ہونا، ریاء سے پاک ہونا۔

خودرائی: اپنی مرضی کے مطابق کام کرنا۔

(د)

دارومدار: انحصار، موقوف

دِلجمعی: تسلی، اطمینان، بے نگری۔ یکسوئی

(ذ)

ذکر: یاد، چرچا، زبان اور دل سے خدا کی یاد۔ صوفیاء کی اصطلاح میں ذکر اس کو کہتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی یاد میں سارے غیر اللہ کو بھول جائے اور حضور قلب سے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرلے۔ جمع اذکار۔

ذکر اسم ذات: اللہ اللہ کا ذکر۔ جس کی صوفیاء کے ہاں کئی قسمیں ایک ضرب والا دو ضرب تین ضرب والا وغیرہ۔

ذکر انحد: آنکھ بند کرے (سانس روک کر یا بغیر روکے) کلمہ والی انگلی کانوں میں زور سے ڈال کر بند کرے اس سے کان میں جو آواز پیدا ہوگی اس کی طرف دھیان رکھے اور زبان یا دل سے اللہ اللہ کہتا رہے تاکہ غفلت نہ ہو۔

ذکر نفی اِثبات: لا الہ سے سب کی نفی اور الا اللّٰہ سے صرف اللہ تعالیٰ کے اثبات کا ذکر۔

(ر)

رضا بالقضا: اللہ تعالیٰ کی مرضی و فیصلہ پر راضی رہنا۔

(ز)

زاری: رونا، عاجزی، محتاجگی۔

زجر و توبیخ: ڈانٹ ڈپٹ، جھڑکی۔

زُھد: پرہیزگاری، دنیا سے بے رغبتی۔

(ح)

حال: موجودہ زمانہ، حالت، کیفیت۔ صوفیاء کی اصطلاح کسی عجیب وغریب اور پسندیدہ حالت کا غلبہ جو ریاکاری اور مکاری سے نہ ہو بلکہ بے اختیاری سے ہو وہ حال کہلاتا ہے۔

حجاب: پردہ، آڑ، تصوف میں ہر وہ چیز جو مقصود سے آڑ اور رکاوٹ ہو جائے۔

حسن پرستی: حسن کو چاہنا، حسین عورتوں کے پیچھے پڑے رہنا۔

حضوری، حضوری مع اللّٰہ: حاضری، قربت، نزدیکی۔ تصوف کی اصطلاح میں جب غیبت کی حالت (جس کا بیان آگے آرہا ہے) سے ہوش آجائے تو حضوری کہلاتا ہے۔ غفلت جاتی رہے اور دل ہر

وقت ذوق وشوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں مستغرق رہے تو اسے حضور مع اللہ کہتے ہیں۔

حق الیقین: تصوف کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کو دل کی آنکھ سے دیکھنا۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو عمدۃ السلوک صفحہ ۲۰۸)

(س)

سُکرْ: نشہ، خمار، بے ہوشی، صوفیاء کے ہاں انوار غیب کے غلبہ کی وجہ سے ظاہری اور باطنی احکام میں امتیازی تجلی کا اٹھ جانا ''سکر'' کہلاتا ہے۔

سلطان الاذکار: ذکر کا ایک طریقہ ہے جس کی تفصیل ضیاء القلوب صفحہ ۲۶، ۲۷ پر ہے۔

سُلوك: راستہ چلنا، لوگوں سے معاملہ کرنا۔ صوفیاء کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا راستہ کہلاتا ہے۔

سودا: جسم کی چار خلطوں میں سے ایک خلط ہے۔ وہ چار خلطیں یہ ہیں ① صفراء ② سودا ③ خون ④ اور بلغم۔

سوداوِیَّتْ: اس خلط کا دوسرے خلطوں پر غالب آنا ہے۔

سُوز و گُداز: درد، جلن، دل میں نرمی و درد کی کیفیت پیدا ہونا۔

(ش)

شجرہ: نسب نامہ، وہ کاغذ جس پر مورث اعلیٰ کی اولاد کا نام نسل بعد نسل لکھا ہوا ہو مشائخ کے ہاں شیوخ کا سلسلہ جو حضور ﷺ تک جا کر ملتا ہے۔

شرع، شریعت: متقدمین کے ہاں تمام احکام جن کا انسان کو حکم کیا گیا ہے خواہ وہ ظاہری اعمال ہوں یا باطنی اعمال ہوں ان کو شریعت کہتے ہیں۔ بعد میں متاخرین (بعد والے علماء) کے ہاں ظاہری اعمال کا نام شریعت ہوگیا۔

شطحیات: وہ کلمات جو اللہ والوں سے بے اختیار شریعت کے خلاف نکل جاتے ہیں۔

شوخی: شرارت، چلبلا پن۔

شیخ (مشائخ): پیر، مرشد، بزرگ۔ جمع شیوخ، مشائخ۔

(ص)

صَحْوْ: ہوشیاری، بیداری، فن تصوف میں انوار غیب کے غلبہ سے ظاہری اور باطنی احکام میں امتیاز کا لوٹ آنا

صحو کہلاتا ہے۔

صِدق: سچائی، تصوف میں دین کا جو کام کرے اس میں دنیا کا کوئی مطلب نہ ہو نہ دکھاوا نہ کوئی اور چیز ہو۔ اسی طرح ہر عمل کو تمام فرائض، واجبات سنن آداب و مستحبات کے ادا کرنے کو بھی ''صدق'' کہتے ہیں۔

(ط)

طالب: ڈھونڈنے والا، چاہنے والا، مرید، پیروکار۔

طریقت: ''باطنی اعمال (پر عمل) کے طریقوں کو طریقت کہتے ہیں۔''

(ع)

عالم ملکوت: فرشتوں کا عالم، صوفیاء کی اصطلاح ''میں عالم ارواح'' کو کہتے ہیں۔

عالم ناسوت: دنیا کا عالم۔

عبدیت: بندگی، فرمانبرداری، غلامی۔

عُجب: تکبر، گھمنڈ، خود کو اچھا سمجھنا خود پسندی۔

عشق حقیقی: اللہ تعالیٰ کا عشق۔

عشق مجازی: دنیاوی انسانوں کا عشق، غیر اللہ کا عشق۔

علم الیقین: کسی چیز کی کیفیت اور حقیقت کا پورا پورا علم۔ تصوف کی اصطلاح میں ''حق سبحانہ کی ذات میں ان آیتوں اور نشانیوں کو دیکھنے کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔'' (سالک) یہ سب اپنے باہر مشاہدہ کرتا ہے۔

عین الیقین: کسی چیز کو آنکھ سے دیکھ کر یقین کرنا آنکھوں دیکھا یقین ''علم الیقین سے حق تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے کے بعد جو مشاہدہ حق تعالیٰ کی ذات اور حضوری میں حاصل ہوتا ہے اور جس میں صرف اس قدر غلبہ ہو کہ مشاہدہ کرنے والا مشہود کے غیر سے بالکل بے خبر نہ ہو جائے عین الیقین کہلاتا ہے۔''

(غ)

غَیبَتْ: غیر موجودگی، غیر حاضری، تصوف میں ''کسی وارد کے دل پر آنے خواہ وہ صفات خداوندی کا غلبہ ہو یا ثواب وعذاب کا کچھ خیال ہو اور اس کے غلبے سے حواس بے کار ہو گئے اور اس کو کوئی خبر نہ رہی تو اس کو

غیبت کہتے ہیں۔"

(ف)

فِدوی: جاںنثار، تابع دار، عرضی پیش کرنے والا۔

فنا: ختم ہو جانا۔ صوفیا کے ہاں "اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ظہور سالک کے ظاہر و باطن میں یہاں تک غالب آ جائے کہ اس کو تعالیٰ کے علاوہ کی کچھ بھی سمجھ یا تمیز نہ رہے۔"

فنافی اللّٰہ: اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت میں ڈوب جانے کا مرتبہ (درجہ) اس کا مرتبہ فنا فی الرسول کے بعد آتا ہے۔

فنافی الرَّسول: وہ مرتبہ جس میں سالک اتباع رسول کو اپنی طبیعت ثانیہ بنا لیتا ہے اور اپنی ذات کو حضور ﷺ کی ذات اقدس سے متحد کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے اور اس ذات سے شیر وشکر ہو جاتا ہے۔ یہ مرتبہ فنافی الشیخ کے بعد آتا ہے۔

فنافی الشیخ: تصوف میں وہ مرتبہ جس میں مرید ہر وقت اپنے مرشد کے خیال میں ڈوبا رہتا ہے۔ یہ مرتبہ تصور کے بڑھ جانے کے بعد ہوتا ہے کہ سالک کو ہر چیز میں شیخ کی صورت میں نظر آتی ہے۔

فنافی الفنا، فنائے فنا: یہ مرتبہ فنا کے بعد حاصل ہوتا ہے کہ سالک اپنے وجود اور اپنے شعور دونوں کو گم کرے نہ اپنی ذات سے واقف رہے اور نہ ہی اپنے غیر سے واقف رہے۔ اس کو فنائے حقیقی کہتے ہیں۔

(ق)

قبض: تنگی، تصوف میں "کسی مصلحت کی وجہ سے سالک پر واردات آنا بند ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے نفس کی پریشانی پانچوں لطیفوں کو منتشر اور پریشان کر دیتی ہے" اس کو قبض کہتے ہیں۔

قُرب: قریب ہونا۔ نزدیکی۔ یہاں مراد اللہ تعالیٰ کے قریب ہونا ہے۔

قدم بوسی: پاؤں چومنا۔

قِیاس: اندازہ، جانچ، اٹکل دو جملوں کو ملا کر کوئی نتیجہ نکالنا۔

(ک)

کِبر: بڑائی، تکبر۔

کرامت: خلاف عادت وہ بات جو کسی نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی پوری پوری تابعداری کرنے والے سے ظاہر ہو وہ کرامت ہے۔ جمع کرامات۔

کشف: کھلنا، ظاہر ہونا۔ تصوف میں ''موجودہ چیزوں کے وہ حالات جو سالک کی نظر سے ثابت ہیں خواہ ماضی، حال اور مستقبل کے ہوں اس پر ظاہر ہو جائے۔''

کَفَّارہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی گناہ کی سزا مقرر ہونا۔

(ل)

لطیف: باریک، نازک، نرم و ملائم۔

لطیفہ: اچھی چیز، انوکھا، عجیب، صوفیا کے ہاں جسم میں وہ مقام اور جگہ جو ذکر کرتی ہے۔ اور اس کو حاصل کرنا ضروری ہے۔

لطائف سِتہ: جسم کے وہ مقامات جو ذکر کرتے ہیں۔ وہ چھ ہیں۔

① لطیفۂ نفس: ناف کے مقام سے نقط اللہ نکالنا۔
② لطیفۂ قلب: جس کا مقام دل ہے۔
③ لطیفۂ روح: جس کا مقام سینہ میں دائیں طرف ہے۔
④ لطیفۂ سِرّ: جس کا مقام معدہ کا منہ ہے۔
⑤ لطیفۂ خَفِی: جس کا مقام پیشانی ہے۔
⑥ لطیفۂ اَخْفٰی: جس کا مقام سر کا پیالہ ہے۔

(م)

ماھیت: حقیقت، کیفیت۔

مُبتدی: شروع کرنے والا۔ ''یہاں وہ شخص جو سلوک کی راہ میں نیا ہو مراد ہے۔''

مُتَاخَرِّین: وہ عطاء جنہوں نے امام ابو یوسف اور امام محمد کا زمانہ نہیں پایا یا جو تیسری صدی کے آغاز میں ہوں۔

متقدمین: وہ علماء جنہوں نے امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا زمانہ پایا ہو یا جو تیسری صدی سے پہلے ہوں۔

نوٹ: یہ تفصیل فقہاء کی ہے بظاہر صوفیا کے ہاں بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ ان زمانوں کے صوفیا متقدمین اور متاخِرین ہونگے۔

مَحْوْ، مَحْوِیّتْ: گم ہو جانے کی کیفیت بے خبری۔ فن تصوف میں ''تقریباً وہی معنی ہیں جو فنا کے ہیں۔''

مُراقبہ: مراقبہ ''رقوب'' سے نکلا ہے جس کے معنی محافظت اور نگہبانی کے ہیں۔ تصوف میں مراقبہ سے مراد یہ ہے کہ ''کسی ایک مفہوم (خواہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہوں یا روح کا جسم سے بے تعلق ہونا ہو یا اس قسم کا اور خیال ہو اس) میں اس طرح ڈوب جائے کہ اس کے علاوہ کوئی چیز اس کے دھیان میں نہ رہے۔''

مُراقبہ رُوئیت اللّٰہ: روئیت کا معنی دیکھنا ہے۔ تصوف میں مراقبہ روئیت یہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا تصور کرے (آیت) ﴿الم یعلم بان اللّٰہ یری﴾ (کہ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں) پر غور کرے اور اس غور کرنے پر اتنی ہمیشگی اختیار کرے کہ اس صورت کے دیکھنے پر ملکہ (مہارت و کمال) حاصل ہو جائے۔

مراقبہ معیت: (آیت) ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (سورہ حدید: آیت ۴) کو معنی کے ساتھ تصور کرے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کا تصور کرے اور اسی خیال میں ڈوب جائے۔

مراقبہ موت: یہ تصور کرے کہ مجھ پر موت طاری ہو رہی ہے پھر نہلانے کفنانے اور دفنانے کا تصور کرے پھر منکر نکیر کے سوالات کا تصور کرے۔ غرض موت اور موت کے بعد والے احوال کا تصور کرے۔

مُراقبہ نایافت: یہ لطیفہ سری کا مراقبہ ہے جس میں لطیفہ سری کو خالی کر کے اس پر باطنی نظر رکھی جائے اور خدا کو تمام باتوں سے پاک تصور کرے اور جو کچھ ذہن میں آئے اس کو بھی سب سے پاک اور بے جہت اور بے کیف مانگے۔

مُرشِد: راہ نما، ہادی، یہاں پیر کے لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

مُرطِبات: وہ دوائیں جو دماغ کو تر کرنے والی ہوں۔

مُستحضر: وہ بات جو ذہن میں ہو۔ کسی بات کو یاد رکھنا ذہن میں رکھنا۔

مسلك: راستہ، طریقہ، دستور۔

مُشاهده: دیکھنا۔ صوفیاء کی اصطلاح میں ''اللہ تعالیٰ کے نور کا نظارہ کرنا۔''

مَشِیْخَتْ: بزرگی، شیخ ہونا۔

مِصداق: وہ چیز جس پر کوئی معنی بولے جا سکیں جیسے حسن سیرت اس کو کہتے ہیں اور اس کا مصداق آپ ہیں۔

مطلوب: طلب کیا گیا، مانگا گیا، شیخ۔

مُلَقِّن: تلقین کرنے والا۔ تعلیم کرنے والا۔

مَلکۂ یادداشت: یادرکھنے کی ماہرانہ صلاحیت۔اس طرح یادرکھنا کبھی بھول نہ ہو۔

مُناجات: سرگوشی، دعا، عرض، التجا، وہ نظم جس میں خدا کی تعریف اور اپنی عاجزی کا اظہار کرکے دعا مانگی جائے۔دعائیں۔

مُنتھی: انتہا کو پہنچا ہوا، پورا، کامل یہاں وہ شخص مراد ہے جو سلوک کی انتہا کو پہنچا ہوا ہو۔

مُنحصر: جس پر کوئی چیز موقوف ہو۔

مَنصب: رتبہ، عہدہ، رتبہ، خدمت۔

مُنطبق: برابر، موافق ٹھیک ٹھیک۔

میلان: توجہ، رجحان۔

(ن)

ناکارہ: بےکار، فضول۔

نُزول: اترنا، ٹھہرنا، تصوف میں ”سالک کا عروج کے بعد واپس اترنا۔“

نسبت: کسی چیز کی طرف منسوب ہونا۔کسی چیز سے لگاؤ ہونا۔صوفیاء کی اصطلاح میں ”مقبولیت یا حضور مع اللہ کو کہتے ہیں۔“

نفس (کی حقیقت): انسان کے اندر ایک طاقت ہے جس سے وہ کسی چیز کی خواہش کرتا ہے اس کو نفس کہتے ہیں۔

نَھی: روک، منع کرنا۔وہ حکم جو کسی کو کوئی کام نہ کرنے کے لئے دیں۔یہاں اللہ تعالیٰ نے جن کاموں سے منع کیا ہے وہ مراد ہیں۔جمع نواہی۔

(و)

وَارِدْ: آنے والا۔صوفیاء کے ہاں ”وہ حال جو ذکر و شغل کی وجہ سے آئے“ جمع واردات۔

وَجْدْ: صوفیاء کی اصطلاح ”کسی عجیب و غریب پسندیدہ چیز کا غلبہ جو ریاکاری اور مکاری سے نہ ہو وجد یا حال یا جذبہ کہلاتا ہے۔“

وجدان: جاننے اور معلوم کرنے کی قوت (باطنی حس، چھٹی حس)۔

وضع قطع: شکل وصورت۔

وظیفہ: وہ کام جو روزانہ پابندی سے کیا جائے۔یہاں روزانہ کے ذکر و شغل کے معمولات کو کہتے ہیں۔جمع وظائف۔

تمہید

بتويب تربيت السالك و تنجية المهالك.

شیخ کا عہدہ ایک بہت بڑا عہدہ ہے کیونکہ دعوت الی اللہ (لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا) نبوت کا عہدہ ہے اور شیخ کا عہدہ اس کا نائب ہے۔ اس لئے اس کے بڑا ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ اسی لئے بزرگوں کا مشہور مقولہ ہے ''الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ'' (تَرجَمَۃ: کہ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہوتا ہے جیسا کہ نبی اپنی قوم میں ہوتا ہے۔) حضرت حافظ شیرازی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ بھی اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں ؎

نہ ہر کہ چہرہ بر افروخت دلبری داند نہ ہر کہ آئینہ مازد سکندری داند

ہزار نکتۂ باریک ترز موا ینجاست نہ کہ ہر سر بتر اشد قلندی داند

❶ ہر چہرے کو آراستہ کرنے والے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ دلبری بھی جانتا ہو (جیسے) ہر شخص جو آئینہ رکھنے والا ہو اس کے لیے ضروری نہیں کہ وہ سکندری بھی جانتا ہو۔

❷ اس راستے میں ہزار نکتے بال سے باریک ہیں (اس لیے) ہر سر منڈانے والے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ قلندری بھی جانتا ہو۔

(مطلب یہ ہے کہ جو شخص چار باتیں سیکھ لے وہ شیخ تھوڑی ہو جاتا ہے)۔ (خطبات حکیم الامت ۸/۳۷۶)

اس عہدہ کی دو باتیں ایسی ہیں جن سے اس عہدہ والے کے حق پر ہونے یا صرف حق پر ہونے کا دعوی کرنا معلوم ہو جاتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ طالبین کی استعداد اور (ان کے) مزاج کی خصوصیات پہچاننے میں پوری مہارت رکھتا ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں ارشاد و تربیت کی شان مکمل طور پر ہو۔ مشائخ کی اونچی شان ان کی ارشاد و تربیت کی شان سے معلوم کی جاتی ہے اور خواص کے ہاں ان کے مشہور ہونے کی وجہ یہی ارشاد تربیت کی شان ہوتی ہے۔ جو شیخ اپنے زمانے میں اس ارشاد و تربیت کی شان میں موجودہ تمام لوگوں پر فضیلت رکھتا ہو اس کو قطب الارشاد کہا جاتا ہے۔ جیسے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ اور حضرت غوث پاک قدس سرہ وغیرہ ہیں۔

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ ان حضرات اکابر کی تربیت کا طریقہ کیا تھا؟ اور کیا اب بھی مشائخ کا وہی طریقہ ہے یا اس میں تبدیلی آگئی ہے۔ پہلی بات (کہ ان اکابر کی تربیت کا طریقہ کیا تھا) کے بارے میں عرض ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے اپنے رسالہ ''آداب الشیخ والمرید'' قصہ نمبر (۱۴) میں تحریر فرماتے ہیں ''ضروری ہے کہ شیخ انبیاء کے دین

طبیبوں کی تدبیر (علاج) اور بادشاہوں کی سیاست سے آراستہ ہو (جب اس کے پاس یہ چیزیں ہوں تو) اب اس کو استاد کہا جائے گا۔ شیخ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کسی کو پرکھے بغیر مرید نہ بنائے (یعنی بیعت نہ کرے) اور ''مواقیت'' میں ابراہیم دسوقی سے منقول ہے کہ ''اگر کوئی فقیہہ تمام عبارات اور تمام احکام کو بغیر کسی کمی کے پوری طرح کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو کرنے کا حکم فرمایا ہے تو اس کو شیخ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ ان عبادات اور احکام کو کمی یا کسی مرض وغیرہ کے ساتھ کرتا ہے تو پھر اس کو کسی (ماہر) طبیب کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اس کا علاج کرے تاکہ اس کو شفا حاصل ہو۔ اسی وجہ سے تابعین (رحمہم اللہ تعالیٰ) کو تنہائی میں رہنے اور مجاہدہ و مشقتیں کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ان اکابر کا (سلوک سے) مقصود صرف نفس کی اصلاح اور شرعی احکام کا اخلاص کے ساتھ کرنا ہے اور ممنوعہ باتوں سے بچنا تھا۔ شیخ اور مرید میں طبیب اور مریض کا تعلق تھا۔ اور اصلاح ایک مستقل فن تھا جیسا کہ تدبیر الاطباء کے لفظ سے سمجھ میں آتا ہے۔ شیخ کے شیخ ہونے کا دعویٰ بھی اسی وقت مانا جاتا تھا کہ جب وہ عبادتوں کے اسباب اور امراض (کو جانتا ہو اور) ان کے علاج سے پوری طرح واقف ہو اور (وہ) مرید کو ان باتوں کی تعلیم پر عمل کراتا ہو۔ اور ضرورت کے وقت سیاست (سزا و تنبیہ وغیرہ) سے بھی کام لیتا ہو اور مرید کو ان باتوں سے بے لگام (آزاد) نہ چھوڑتا ہو۔

آہستہ آہستہ ایسی تبدیلی آئی کہ یہ فن تقریباً مردہ ہوگیا۔ عوام تو کیا خواص بلکہ خواص کے خواص جو کہ مسند ارشاد (تربیت کے عہدہ) پر بیٹھنے والوں میں سے بھی اکثر اس فن کی حقیقت کو نہ جاننے لگے۔ جب طبیب ہی بیمار ہو یا اصول (طب) کے مطابق علاج نہ کرے تو پھر بیماروں کے اچھا ہونے کی کیا صورت (ہوگی)؟ کیونکہ رائی العلیل علیل (کہ بیمار کی رائے بھی بیمار ہوتی ہے خواہ حقیقی ہو یا حکمی ہو)۔

اس لئے محققین مشائخ کے یہاں بھی ارشاد و تربیت کا تعلق بھی صرف اذکار و اشغال کی تعلیم میں ہی ہوگیا۔ مشائخ نے اپنے عہدہ کا فرض اسی تعلیم کو سمجھا اور طالبین نے ان (اذکار و اشغال) کی پابندی اور ان پر کیفیات اور احوال کے پیش آنے کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنا سمجھا اگرچہ باطن بری عادتوں کبر، حسد اور ریا وغیرہ جیسے برے اخلاق سے بھرا ہوا ہو حالانکہ کیفیات کا حاصل ہو جانا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی دلیل نہیں ہے کیونکہ خاص طریقوں سے یہ باتیں تو فاسقوں (گناہ گاروں) بلکہ کافروں کو بھی حاصل ہو جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عادت ہمیشہ جاری ہے کہ مردہ راستے کو زندہ کرنے کے لئے ہمیشہ انبیاء، علماء اور مجددین کو کھڑا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اسی ہمیشہ کی عادت کے مطابق اس زمانہ میں بھی علماء و مشائخ کو کھڑا فرمایا ہے۔ ان (علماء و

مشائخ) میں ایک حضرت مجدد الملت محی السنّت قامع البدعت سیدی ومولائی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی ہیں۔ بلاشبہ آپ اس صدی کے مجدد اور غزالی وقت حکیم الامت ہیں۔ آپ کی تربیت وارشاد کی شان پہلے مشائخ جیسی ہے۔ (آپ نے) تصوف کی اہم اور مختصر حقیقت بڑے زمانے کے بعد ایسی صاف اور واضح اور تفصیل سے بیان کر دی ہے کہ اس کی حقیقت سمجھنے میں کسی قسم کی پوشیدگی نہیں رہی۔ میں (یہ بات) بلند آواز سے کہتا ہوں جس کا جی چاہے آپ کی کتابوں اور ملفوظات سے اس کا فیصلہ کرے۔ عیاں راچہ بیاں۔ (جو بات ظاہر ہو اس کو بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے)۔

اس طرح یہ مضامین تقریباً ساری کتابوں میں ملتے ہیں مگر اس موضوع میں "تربیت السالک" خصوصیت کے ساتھ بے نظیر (الجواب) کتاب ہے۔ یہ کتاب متفرق رسالوں میں چھپ کر کبھی کبھی کافی عرصے سے شائع ہو رہی ہے۔ جس میں اصلاح وتربیت کے فن کا قیمتی خزانہ ہے۔ آج تک تربیت کے فن میں کوئی کتاب ترتیب نہیں دی گئی ہے جس میں (اس فن) تربیت کے اصول وفروع (بڑے چھوٹے تمام مسائل) لکھے گئے ہوں۔ سالکین کو پیش آنے والے ہر قسم کے حالات، سوالات اور حضرت نے ان کے بارے میں جو تحقیقات بیان فرمائی ہیں۔ اس میں جو حالات ہیں وہ کمی زیادتی کے ساتھ ہر شخص کی حالت کے مطابق ہو سکتے ہیں جس سے (آدمی) کو اپنا اچھا یا برا حال معلوم ہو جاتا ہے۔

میرے خیال میں اس (کتاب) کا ہر مسلمان کے پاس ہونا بہت ضروری ہے مگر کیونکہ اس کے مضامین ایک دوسرے میں ملے ہوئے تھے (کہ ایک مضمون کی بات ایک جگہ نہیں تھی بلکہ ایک مضمون کی بات مختلف مضمون میں ملی ہوئی تھی) جس کی وجہ سے ایک قسم کی بات پوری طرح ایک جگہ جمع نہیں ملتی تھی اور جو چیز ایک جگہ جمع ہو اس کا نفع اس چیز سے جو ایک جگہ جمع نہ ہو ظاہر ہے کہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے مولوی عبدالمجید صاحب سلمہ کی درخواست پر مولوی خیر محمد صاحب سلمہ جالندھری نے اس کتاب کو بہت ہی اچھے طریقے سے بابوں کی شکل میں تقسیم کر دیا ہے اور (اس طرح) یہ مجموعہ بہت اچھا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں مولانا صاحبان کی کوشش قبول فرمائیں اور سارے مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہنچائیں اور حضرت (تھانوی) مدظلہم العالی کے فیوض وبرکات کو بہت دیر تک اس خیر وخوبی کے ساتھ جاری رکھیں۔ آمین

فقط

(از مولوی وصی اللہ عفی عنہ آستانہ عالیہ اشرفیہ تھانویہ کے خادموں میں سے ایک خادم)

نوٹ: قارئین کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس کتاب میں ۱۳۲۰ھ سے ۱۳۵۰ھ تک کا مجموعہ شائع ہو گیا ہے۔ حضرت والا نے جو ذیقعدہ مہینہ کے (رسالے) تربیت السالک وتنبیہ الہالک) کے مقدمے کے آخر میں فرمایا ہے کہ جو مضامین امداد الفتاویٰ اس رسالہ (تربیت السالک) کے رنگ کے نقل کئے گئے ہیں ان کو (اس رسالہ

تربیت السالک میں) لکھنے کا ارادہ ہے۔ وہ مضامین بھی (رسالہ) التکشف سے نقل کر کے اس میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔

الحمدللہ! اب یہ مجموعہ ان تین چیزوں پر مشتمل ہے۔

1. ایک تمہید جو احقر نے حضرت مولانا اختر محمد صاحب کے مشورہ سے لکھی ہے۔
2. دوسرا خطبہ جو حضرت والا نے تحریر فرمایا ہے۔
3. تیسرا اصل کتاب جو ایک مقدمہ اور ناظرین کی آسانی کے لئے نیچے دیئے گئے ابواب پر منقسم کر دی گئی ہے۔

مقدمہ، طریقت اور حضرت والا کی ارشاد و تربیت کی شان کی خصوصیات اور دوسری ضروری باتوں کے بیان میں ہے۔

پہلا باب: بیعت اور شیخ کی صحبت کے بیان میں۔

دوسرا باب: اخلاق حمیدہ کے بیان میں۔

تیسرا باب: اخلاق رذیلہ کے بیان میں۔

چوتھا باب: اعمال کے بیان میں۔

پانچواں باب: احوال کے بیان میں۔

چھٹا باب: ذکر و شغل کے بیان میں۔

ساتواں باب: خواب اور کشف کے بیان میں۔

آٹھواں باب: وساوس کے بیان میں۔

نواں باب: متفرق چیزوں کے بیان میں۔



خطبہ تربیت السالک وتنجیۃ الہالک

اما بعد الحمد والصلوۃ فقد قال اللّٰہ تعالٰی ﴿ولکن کونوا ربانیین الا به وهو الذی یری الناس﴾ بصغار العلوم قبل کبارها کما قال ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنه.

یہ آیت بناء تفسیر مذکور تربیت دینیہ کو بلحاظ استعداد مامور بہ بتلا رہی ہے۔ جس کے مختلف ومتعدد شعبوں میں ایک خاص قسم تربیت کی علما وعملا قریب قریب مفقود ہو رہی ہے۔ اور وہ تربیت باطن کی ہے۔ باعتبار مقامات و احوال وافعال وآثار وارادات وخطرات کے۔ اور تجربہ ہے کہ بدون اس تربیت خاص کے اصلاح باطن کی نہیں ہوتی۔ اور جس کو بدون اس کے اصلاح سمجھا جاتا ہے وہ خود حالت غیر مقصود ہے۔ اور اس غلطی میں بکثرت مستفیدین ومفیدین مبتلا ہیں۔ الحمد للہ والمنۃ کہ شیخین جلیلین حضرت مولانا ومرشدنا الحافظ الحاج الشاہ محمد امداداللہ صاحب تھانوی ثم المکی۔ اور ان کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا وہادینا، الحافظ الحاج رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہما وعم برہما کی خدمات بابرکات کی حاضری وکثرت لزوم کی بدولت اس تربیت کے اصول صحیحہ جو گوش و ہوش تک پہنچے وہ اپنے لئے بھی اور دوسرے طالبین کے لئے بھی غلطیوں سے نکالنے والے اور تشویش وکلفت سے بچانے والے اور امر حق تک پہنچانے والے اور شفا وجمعیت کے بخشنے والے ثابت ہوئے اس لئے اپنا بھی دل چاہا اور بعض اکارم احباب نے بھی تحریک فرمائی۔ کہ اس قسم کے جو خطوط آیا کریں اور ان کے جواب جایا کریں اگر وہ نقل کر لئے جایا کریں اور جب کچھ معتد بہ حصہ ہو جایا کرے وقتا فوقتا شائع کر دیئے جایا کریں۔ تو مبتلی بہ کے لئے ایک نہایت بکار آمد دستور العمل تیار ہو جائے۔ چنانچہ شوال ۱۳۲۹ھ سے اس کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعائے اتم کرتا ہوں اور اس کا نام تربیۃ السالک رکھتا ہوں اور ان مضامین میں بعضے سوال و جواب کی شکل میں ہیں اس کی علامت س اور ج ہے اور بعضے جو اپنے حال کی اطلاع دیتے ہیں اور اس پر رائے ظاہر کی جاتی ہے۔ اس کو بلفظ حال وتحقیق لکھا گیا ہے۔ اور گو یہ مضامین دقیق اور لذیذ نہیں ہیں مگر نسخہ طبیبہ میں نہ غموض ہوتا ہے اور نہ کسی کو اس پر وجد ہوتا ہے۔ ایسے مضامین غامضہ علمیہ کی امداد الفتاویٰ میں نقل ہونے کا التزام کیا گیا ہے۔ اور امداد الفتاویٰ میں جو مضامین اس رسالہ کے رنگ کی نقل کر دی گئی ہیں۔ اس رسالہ میں ان کے لینے کا بھی ارادہ ہے اور ایک خط کے مضامین کو دوسرے خط کے مضامین سے متمیز کرنے کے لئے درمیان میں ایک خط فاصل بنا دیا گیا تا کہ ہر خط کے اجزاء کا تناسق سہولت سے سمجھ میں آ سکے۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

پہلا باب
بیعت وصحبتِ شیخ کے بیان میں

رنگ (یعنی مزاج وحال) کے اختلاف کی وجہ سے بعض مشائخ کی طرف کشش کا ہونا

حَالؒ: کچھ روز سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کے مزار پر حاضری کو دل چاہ رہا ہے مگر اس میں بھی ایک عجیب بات ہے۔ حضرت نظام الدین رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ قریب ہیں وہاں دل نہیں چاہتا یہاں تک کہ کبھی کبھی مولوی محمد الیاس صاحب کے یہاں (بستی) نظام الدین جانا ہوتا ہے گویا اس بستی تک جاتا ہوں مگر درگاہ میں جانے کو کچھ دل نہیں چاہتا خدا معلوم اس کی کیا وجہ ہے؟

تَحقِیق: یہ فرق مناسبت کے فرق کی وجہ سے ہے۔ حضرت قطب صاحب رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ پر ترکِ تعلقات کا خاص رنگ غالب تھا جو حضرت نظام الاولیاء کے رنگ سے جدا تھا جن احباب کو مجھ سے زیادہ مناسبت ہے وہ اس رنگ سے زیادہ قریب ہیں جو قطب صاحب رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ پر غالب تھا اس لئے کشش میں فرق ہے۔

(النور جمادی الاولیٰ: ۱۳۵۱ھ)

جو مضمون سمجھ میں نہ آئے اس میں (اپنی) رائے (قائم) نہیں کرنا چاہئے

حَالؒ: کتاب ''سراج المجالس'' جس میں حضرت نصیر الدین چراغ دہلی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کے ملفوظات میں دیکھ رہا ہوں۔

تَحقِیق: اللہ تعالیٰ نافع فرمائے لیکن کوئی مضمون اگر سمجھ میں نہ آئے اس میں (اپنی) رائے قائم نہ فرمائیں۔

(النور۔ رمضان: ۱۳۵۱ھ)

جس کو تصوف کی کتاب کی استعداد نہ ہو اس کا مطالعہ نہیں کرنا چاہئے

حَالؒ: خادم نے آٹھ دن سے زیادہ ہوگئے کہ ایک خط خدمت میں بھیجا تھا! جس میں آں مخدوم کے اس ارشاد

کے جواب میں کہ ''سراج السالکین'' کے مطالعہ سے کیا مقصد ہے؟ یہ عرض کیا تھا کہ طاعت کا شوق پیدا ہونے کا ذریعہ ہو۔

تحقیق: کیا ایسی کتاب کے مطالعہ کے لئے کسی علمی استعداد کی ضرورت نہیں؟ کیا طب کی ہر کتاب ہر شخص مطالعہ کرسکتا ہے؟ (النور، رجب ۱۳۵۴ھ)

مرید کو پیر کے بتائے ہوئے ورد میں کسی خاص صورت میں کمی زیادتی کرنا جائز ہے

حال: کسی مرید کو اس کے پیر یا مرشد نے ایک معین تعداد میں پڑھنے کے لئے ایک ورد بتایا ہے۔ کیا مرید اس ورد کی تعداد میں کمی زیادتی یا کسی دوسری طرح کا ردو بدل اپنی عقل سے کرسکتا ہے یا نہیں؟

تحقیق: اس عدد میں اگر کوئی خاصہ (کوئی خاص فائدہ) تجربہ سے یا کسی دوسری دلیل صحیح سے ہے تو اس میں زیادتی وتغیر تبدل سے وہ خاصہ فوت ہو جائے گا مگر گناہ نہیں ہے اور اگر کوئی خاصہ بھی نہیں ہے صرف انتظام و انضباط کی وجہ سے تعیین کی گئی ہے تو خاصہ کے فوت ہونے کا بھی نقصان نہیں ہے جب کہ تغیر وتبدل میں معنی و غیرہ کا فساد لازم نہ آئے۔ باقی شیخ کے مقرر کرنے کو شارع کے حکم کی طرح سمجھنا یہ شرعی حدود سے نکلنا ہے۔ کما قال تعالیٰ

﴿ أَمْ لَهُمْ شُرَكَـٰٓؤُا۟ شَرَعُوا۟ لَهُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنۢ بِهِ ٱللَّهُ ﴾

(سورة شورى: آیت ۲۱) (النور: رمضان ۱۳۵٤ھ)

ترجمہ: ''کیا ان کے کچھ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں کہ انہوں نے ان کے لئے وہ دین بنایا ہے جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے نہیں دی ہے۔''

رسالہ جس کا نام بطلان الاحلام ببرہان الاحکام ہے
شریعت میں پیر کو پیر اور خدا کو خدا ہی کہنا چاہئے
مگر طریقت میں دونوں ایک ہیں، اس کا مفصل جواب اور رد

حال: میرے (یہ صاحب زیر تربیت نہیں لیکن مضمون تربیت اس کے مناسب تھا اس لئے اس مجموعہ میں نقل کیا گیا۔۱۲) والد ماجد سلسلہ عالیہ قادریہ میں ایک جگہ بعیت ہیں ان کے پیشوا رحمہ اللہ تعالیٰ وصال پا چکے ہیں۔ میرے والد جہاں تک میرا علم ہے صوم وصلو اور تہجد کے پابند ہیں مگر ان باتوں کے باوجود قبر پرست بھی ہیں۔

اپنے پیشوائے روحانی کے مزار کی تعظیم بھی کرتے ہیں سماع بھی سنتے ہیں۔ اکثر مجھے نماز خصوصاً تہجد کی تاکید فرماتے رہتے ہیں۔ مجھے اکثر تحریر کرتے رہتے ہیں اور جانے والے کے ہاتھ پیغام بھیجتے رہتے ہیں کہ تمہاری دربار میں غیر حاضری ہے۔ ہمارا مالک یہی بتاتا ہے کہ تو اپنے مرشد کے ارشاد پر عمل نہیں کرتا۔ مالک سے ان کی مراد اپنے پیشوا رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ چونکہ میں ان کا اکلوتا بیٹا ہوں اس لئے وہ میرے لئے اکثر دعا کرتے ہیں۔ ایک دفعہ فرماتے تھے کہ سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں میرے بارے میں عرض کیا تو جواب ملا کیا کریں وہ غیر حاضر رہتا ہے۔

حقیقت حال جو ہمیں بتائی جاتی ہے یہ ہے کہ تمہارے دل میں یہ وسوسہ ہے کہ خدا علیحدہ چیز ہے اور پیر علیحدہ ہے۔ جب تک تم اس وسوسہ کو نہ نکالو گے اور پیر کو عین ذات تصور نہ کرو گے کچھ نہ بنے گا۔ اب بحث کا موضوع نکل آیا۔ مجھے انکار اور ان کو اصرار کہ نہیں ہم جو کہہ رہے ہیں طریقت کا مسئلہ یہی ہے ہم غیروں کو نہیں سمجھا رہے۔ میں نے کہا کہ پھر شرک اور کیا ہے۔ فرمایا شریعت کے مطابق تو تم شرک سمجھتے ہو۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ظاہر میں تو انسان کو شریعت کا ہی پابند ہونا چاہئے۔ شریعت میں پیر کو پیر اور خدا کو خدا ہی کہنا چاہئے مگر طریقت میں دونوں ایک ہیں۔ بیٹا ہماری بات کو مان لو۔ ہم کامل بزرگوں کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

غرض ہر دن جب تنہائی ہوتی یا کوئی رازدان بیٹھا ہوتا تو یہی تذکرہ ہوتا اور فرماتے تم مقصد نہیں پاسکو گے جب تک ہماری بات کو سچ نہ سمجھو گے مگر مجھے ہر صورت انکار ہی رہا۔ میرے انکار پر ان کے آنسو نکل جاتے، اس قدر سرد آہیں بھرتے یوں سانس کھینچ کر آتی کہ گویا پسلیاں ٹوٹ رہی ہیں۔ مگر مجھے یہ صریح شرک نظر آ رہا تھا میں کیسے مانتا۔ آخر میں نے دل میں ٹھان لی کہ آپ سے پوچھوں گا۔ چنانچہ اوپر کی سطر میں بالکل اسی طرح جیسی بات تھی تحریر کر دی ہیں تاکہ آپ مجھے اس تذبذب (تردد، شک) کی زندگی سے نکالنے میں کامیاب ہو جائیں۔ مہربانی فرما کر خط کے مطالعہ کے بعد میرے اور والد بزرگوار کے جھگڑے کو ختم کریں۔

خط بند کرنے سے پہلے ایک اور چیز عرض کر دوں۔ والد صاحب نے فرمایا تھا کہ آٹھ دن ہمارا کہا سچ مان کر کے دیکھ لو اگر ہمارا کہا جھوٹ ہو تو شب و روز تذبذب میں گزرنے لگے۔ ایک روز سونے سے پہلے خدائے عزوجل سے دعا مانگی کہ اے اللہ! مجھے اس مصیبت سے رہائی دے، مجھے صحیح راستہ کی طرف رہنمائی کر۔ دعا مانگ کر سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں ایک معمولی سا مکان ہے۔ حضور سرور کائنات فخر موجودات ختم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سادہ معمولی سے چھپر کھٹ پر بیٹھے ہیں اور ایک سفید چادر اوپر اوڑھ رکھی ہے (مجھے خبر نہ تھی مگر دریافت پر معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) کچھ علیل (بیمار) ہیں اچانک حدیث قرطاس کا مسئلہ پیش ہو گیا۔

حضور ﷺ میری طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا لاؤ تا کہ میں کچھ لکھ دوں کہ بعد میں جھگڑا نہ ہو (الفاظ یہ تھے جھگڑا نہ ڈالے) میں جا کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا لایا اور کہا کہ حضور علیہ السلام تحریر کرنا چاہتے ہیں کہ آپ بعد میں تقاضا نہ کریں۔ لیکن وہ خاموش ہوگئے اور کہنے لگے رہنے دو حق تو میرا ہی ہے یہی لکھیں گے۔ اتنے میں ہم دوسرے کمرے میں پہنچ گئے وہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بالکل سادی چارپائی کی پائینتی بیٹھے ہوئے ہیں۔ دبلے پتلے اور لوگوں سے سفید سے تھے وہاں بھی یہی گفتگو ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے مگر ہم ان کو خاموش کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے لے گئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو آنحضرت ﷺ وصال پا چکے تھے۔ باوجود جانتے ہوئے کہ وصال پا چکے ہیں۔ میں نے انہیں بیدار کیا چادر اسی طرح اوپر پڑی تھی۔ آنحضور ﷺ اٹھ بیٹھے اور معاملہ پیش ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں تحریر کردی۔ اس کے بعد تمام حاضرین رخصت ہوگئے اور صرف میں اکیلا رہ گیا۔

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چہل قدمی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے میں بھی ساتھ ہولیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے اور والد بزرگوار کے سلسلہ کے درمیان ایک مسئلہ کے متعلق تنازع ہے اس کا حل کیا ہے۔ فرمایا کیا؟ میں نے عرض کیا وہ فرماتے ہیں کہ پیر اور خدا ایک چیز ہے۔ فرمایا درست کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی کس طرح۔ آپ تشریح کرنے لگے اور میں سننے لگا ابھی ایک دو ہی فقرے کہے تھے کہ مجھے یوں معلوم ہوا جیسے میں آہستہ آہستہ کسی دوسری دنیا کو لے جایا جا رہا ہوں۔ افسوس میں ان کی تشریح کو نہ سن سکا۔ میرے کانوں میں وہ آواز دھیمی دھیمی ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک جب بالکل چپ ہوگئے تو میں بیدار تھا۔ اور خواب کا نظارہ میری آنکھوں میں تھا۔

مولانا صاحب! سچ عرض کرتا ہوں اس دن سے اور تذبذب میں پڑ گیا ہوں۔ مجھ سا گنہگار فاسق بدکار (یہ حقیقت ہے) اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار۔ میں کہتا ہوں کوئی مجھ سے فریب نہ ہو مگر جب بزرگوں سے یہ سنتا ہوں کہ بزرگوں خصوصاً انبیاء کی شکل میں کوئی بدروح خواب میں شکل اختیار کر کے نہیں آئی نہ آسکتی ہے تو پھر ان کے اس ارشاد پر کہ تمہارے والد صاحب درستی پر ہیں اور حیران ہوتا ہوں مہربانی فرما کر جواب سے سرفراز فرمائیں۔

جواب: پوچھے گئے واقعہ میں کئی شک ہیں۔ پہلے یہ شک کہ جن کو دیکھا گیا ہے وہ حضور ﷺ ہی تھے۔ کیونکہ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کے حقیقت میں ہونے کی شرط یہ بھی ہے کہ حلیہ کے موافق زیارت ہو اور یہاں آپ کی شان رفیع کے مناسب ہیت بھی نہیں ہوئی۔ چنانچہ خط میں چھپر کھٹ بھی معمولی اور کچھ

علالت بھی لکھی ہے۔ دوسرا شک یہ ہے کہ وہ حضور ہی کی آواز مبارک تھی جیسا کہ ''تلك الغرانيق العلى'' کے قصہ میں بعض علماء سامعین کے اشتباہ کے قائل ہوئے ہیں۔ تیسرا شک یہ ہے کہ سننے والے نے صحیح بھی سنا کیونکہ جب بیداری میں سماع میں غلطی ہو جاتی ہے تو خواب تو بیہوشی کی حالت ہے۔ چوتھا یہ ہے کہ صحیح بھ سمجھا ہے۔ جیسا مصر میں اشرب الخمر (شراب پیو) میں تمام علماء نے راوی کی غلطی قرار دی تھی۔ پانچواں شک یہ ہے کہ صحیح یاد بھی رہا اور جب دیکھنے والے ہم جیسے ظلماتی قلوب والے ہوں۔ جیسے دیکھنے والے نے اس جملہ میں کہ (یہ حقیقت ہے) اس کو تسلیم کرلیا ہے تو یہ شکوک اور زیادہ قوی ہو جاتے ہیں۔ بلکہ شک کے درجہ سے آگے بڑھ کر غلطی کی جانب راجح بلکہ متعین ہو جاتی ہے چنانچہ خود اس خواب کے بعض حصے یقیناً اضغاث احلام (برے خواب) ہیں۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلافت بلا فصل کو اپنا حق بتلانا جو کبھی احکام کے ثابت ہونے کے زمانے میں بھی نہیں فرمایا۔ دیکھنے والے کے دماغی خیالات کے خلط ہونے کی یقینی دلیل ہے جس سے خواب کے باقی اجزاء سے بھی امن ختم ہو جاتا ہے۔

چھٹے ان سب کے علاوہ جب یہ نصوص قطعیہ کے خلاف ہے تو حدیث کی طرح یا تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا یا اس کی کوئی تاویل کی جائے گی۔ تاویل یہ ہے کہ معنی مجازی کے اعتبار سے درست ہے۔ وہ معنی مجازی یہ ہیں کہ پیر کامل کا حکم شرعی کی موافقت کی وجہ سے گویا خدا ہی کا حکم ہے ایسے موقع پر محاورات میں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ دونوں ایک ہی چیز ہیں جیسے سورۃ قیامۃ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پڑھانے کو اپنی طرف منسوب کر کے قرانا ہ (ہم نے اس کو پڑھایا) فرما دیا۔ لیکن اس وقت جو لوگ ایسی شطحیات میں مبتلا ہیں۔ یہ تاویل ان کے خواب میں بھی نہیں آتی۔ اس لئے وہ یقیناً زندقہ ہے۔

ساتویں کبھی یہ محاورہ ایک کی نفی دوسرے کے اثبات کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ یعنی پیر کوئی چیز نہیں حاکم خدا ہی ہے جیسا حدیث میں ''ان الله هو الدهر'' (اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہیں) کے معنی یہ ہیں کہ زمانہ کوئی چیز نہیں متصرف خدا ہی ہے اور اس تاویل کے صحیح ہونے کی حکمت معذورین سے زبان کے روکنے کی ہے کہ اس کی شرح کے وقت آواز کا دھیمی ہوتی ہوئی چلے جانا ہے جس کی خط میں وضاحت ہے ورنہ حق جس کا حکم ہے کی شان کا مقتضا تو وہ ہے جو اس آیت میں مذکور ہے ''فاصدع بما تومر'' (ترجمہ: جس کام کا آپ کو حکم کیا گیا ہے آپ اس کو کھلم کھلا بیان کیجئے) تو اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے اس کی ظاہری مراد کیسے صحیح ہو سکتی ہے یقیناً وہ قطعاً باطل ہے جس کا اعتقاد کفر ہے۔ پھر اگر وہ دوسرا اس کے خلاف خواب دیکھ لے تو کیا دونوں خوابوں کو صحیح کہا جائے گا۔ بلکہ قانون نقلی و عقلی کی بناء پر ''اذا تعارضا تساقطا'' (جب دو دلیلوں میں آپس میں تعارض ہو

جائے تو دونوں ہی دلیل کے قابل نہیں رہتی ہیں) حکم کر کے دوسری دلیل جو مقابل (خلاف) نہیں ہے کی طرف رجوع کیا جائے گا اور وہ نصوص قطعیہ محکم ہیں۔

معتبر کتابوں میں ہزاروں واقعات ایسے بلکہ اس سے بھی زیادہ شبہ میں ڈالنے والے منقول ہیں۔ آج کسی عالم نے کسی عارف نے خوابوں کو نصوص پر ترجیح نہیں دی بلکہ خوابوں کو غلط سمجھ کر نصوص پر عمل کیا اور اس اعتقاد کا تو احتمال بھی کفر ہے کہ کوئی چیز شریعت میں نہ ہو اور طریقت میں ہو خود آئمہ طریقت نے بلا اختلاف اس اعتقاد کو باطل کہا ہے۔ نیز خواب پر عمل کرنے والے سے اگر باز پرس ہوئی کہ تو نے خواب کے سبب نصوص کو کیسے ترک کیا تو اس کے پاس کوئی عذر معقول مقبول عقلی یا نقلی نہیں اور اگر نصوص پر عمل کرنے والے سے پوچھ ہوئی (اور یہ محض فرض محال ہے) تو اس کے پاس نہایت صحیح وقوی عذر ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔ غرض ہر حال میں خواب کا ظاہری مدلول کو رد کرنا واجب ہے۔ ''واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل'' (النور۔ رمضان ۱۳۵۴ھ)

رسالہ الاعتدال فی متابعۃ الرجال

از: مولوی عبدالماجد دریابادی

شیخ کے اتباع کامل میں شرک فی النبوۃ کا تفصیلی جواب

(بعض مضامین غیر اہل بیعت کے بھی تربیت میں نقل کر دیئے جاتے ہیں یہ بھی ان ہی میں سے ہے۔۱۲)

حَالؔ: شیخ کے اتباع کامل کے متعلق جناب نے اس والا نامہ میں بھی ارشاد فرمایا (اس سے پہلے کا ایک خط مراد ہے) اور اس کے علاوہ بارہا زبان مبارک سے بھی سنا اور دوسرے بزرگوں کے ہاں بھی اس کی تاکید دیکھی لیکن اپنے نفس کی شرارت سمجھی جائے یا جو کچھ بھی۔ پوری تشفی (تسلی) جیسی اور بیسیوں مسائل میں زبان مبارک سے سننے کے بعد ہو چکی ہے اس مسئلہ میں نہیں ہوئی۔ شبہ اتباع میں نہیں۔ اتباع کامل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ دل یہی کہنے لگتا ہے کہ یہ صورت تو شرک فی النبوت (نبوت میں شرک) کی سی ہوگئی آنکھ بند کر کے اتباع کے قابل تو صرف انبیاء کے ہی اقوال و افعال ہو سکتے ہیں یا زیادہ دے زیادہ خلفائے راشدین کے (ہو سکتے ہیں) باقی اور کوئی صاحب کیسے ہی بزرگ ہوں بہر حال معصوم نہیں۔ رائے میں بھی غلطی کریں گے اور عمل میں بھی۔ بس فرق یہ ہے کہ ہم دن رات انہیں غلط کاریوں میں غرق رہتے ہیں ان سے ان کا صدور کم تر ہوتا ہے۔ ہم ہزار بار غیبت کریں گے وہ ایک بار ہم سے ادائے حقوق خالق ومخلوق میں کوتاہی بے شمار بار ہوتی ہے ان سے کبھی کبھی۔ لیکن یہ کسی کامل سے کامل غیر معصوم کے لئے کیسے فرض کر لیا جائے کہ اس کے نہ تجربہ میں غلطی ہوتی ہے نہ علم میں نہ

عمل میں ہوتی ہے۔

میرے دل کو بس سب سے زیادہ حضرت سیّد احمد صاحب کا وہ قول لگتا ہے جو جناب ہی کی زبان سے میں نے سنا ہے کہ مولانا شہید رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ جب ان سے کسی مسئلہ میں گفتگو کرتے کرتے خلاف ادب سمجھ کر درمیان میں رک گئے تو حضرت رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو شرک فی النبوت ہے بس یہ تعلیم میرے دل میں اتر گئی ہے۔ نیز مولانا گنگوہی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کا معاملہ ہفت مسند کے متعلق، اعتقاد کامل و اعتماد کامل جس شے کا نام ہے وہ زندہ بزرگوں سے کیا معنی سابق بزرگوں تک سے بھی نہیں پیدا ہوتا یہاں تک کہ حضرت مولانا رومی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ سے بھی، جن کی مثنوی کا باوجود اپنی نافہمی کے عاشق ہوں۔ حاشا کلا یہ مراد نہیں کہ خود کو اور بزرگوں کو ایک درجہ میں رکھتا ہوں معاذ اللہ ذرہ اور آفتاب کی نسبت کیا۔ لیکن یہ حق کہ اس کا ہر قول ہر عمل واجب الاتباع ہو صرف رسول کا سمجھتا ہوں اور بہت کھینچ تان کر صدیق و فاروق وعثمان وحیدر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمْ کا بھی۔

ایک سوال متعین طور پر اور کر لینے کی اجازت چاہتا ہوں دوسرے بزرگوں کا مرتبہ حضرات صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمْ سے تو بہرحال کم تر ہے۔ اب جب بعض صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمْ کی اجتہادی غلطیاں (مثلاً حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کے مقابلہ میں قتال) نیز بعض صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمْ کی عملی لغزشیں (مثلاً حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی مشہور لغزش اور حضرت وحشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی شراب خوری) مسلم ہیں تو خود یہ حضرات صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمْ اتباع کامل کے حقدار نہ ٹھہرے چہ جائیکہ جو حضرات ان سے مسلم طور پر کم تر ہیں۔

تحقیق: غالباً اس کے بارے میں ساری باتیں آپ کے ذہن میں اس لئے جمع نہیں رہی کہ شاید ایک جلسہ (بیٹھک) میں کبھی مجتمعاً (ساری) بیان نہیں کی گئیں۔ اب اس کا سارا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔ یہ اتباع نہ عقائد میں ہے نہ کشفیات میں نہ تمام مسائل میں نہ امور معاشیہ میں۔ صرف تربیت و تشخیص امراض و تجویز تدابیر کے طریقوں اور ان کے مسائل میں ہے جن کا تعلق اصلاح و تربیت باطنی سے ہے۔ وہ بھی اس وقت تک جب تک کہ ان کا جواز مرید و شیخ کے درمیان متفق علیہ ہو اور اگر اختلاف ہو تو شیخ سے مناظرہ کرنا تو خلاف طریق ہے اور حکم کو ماننا خلاف شریعت ہے۔

ایسی صورت میں ان دونوں (شریعت اور طریقت کے) ادبوں کو جمع کرنے کی صورت یہ ہے کہ علماء سے استفسار کر کے یا اپنی تحقیق سے حکم متعین کر کے شیخ کو اطلاع کرے کہ میں فلاں عمل کو جائز نہیں سمجھتا اور ہمارے سلسلہ میں اس کی تعلیم ہے مجھ کو کیا کرنا چاہئے؟

اس پر اگر شیخ پھر بھی وہی حکم دے تو اس شیخ کو چھوڑ دینا چاہئے اور اگر وہ ترک کی اجازت دے تو یہ بھی اس

کی متابعت (فرمانبرداری) ہے یہ معنی ہیں اتباع کامل کے یعنی جو مرض نفسانی اس نے تجویز کیا ہو یا جو تدبیر اس نے تجویز کی ہو یا جو عمل مشروع ہو جس کا مشروع ہونا شیخ و مرید میں متفق علیہ ہو تجویز کیا ہو ان چیزوں میں اتباع کامل کرے ذرا بھی اپنی رائے کو دخل نہ دے اور باقی باتوں میں اتباع مراد نہیں امید ہے۔ سارے شبہات کا جواب ہو گیا ہو گا اگر کوئی جزئی باقی ہو تو تعیین و تصریح کے ساتھ تحریر فرمایئے۔

اس باب میں خلاصہ بحث یہ ہے کہ اتباع کا محل (جگہ کہ اتباع کس جگہ کرنی چاہئے) اور قیود (کہ اتباع کرنے کے لئے کون سی باتیں ضروری ہیں) اور حیثیت (کس حیثیت سے اتباع کرنا چاہئے) معلوم نہ ہونے سے یہ سب شبہات پیدا ہوئے ہیں۔ میں اس کا محل و قیود و حیثیت متعین کئے دیتا ہوں۔ محل تو اس کا صرف شیخ کی خاص قولی تعلیمات ہیں جن کا تعلق تربیت و اصلاح باطن سے ہے اور قید اس کی یہ ہے کہ وہ فعل جس کی تعلیم کی جارہی ہے شرعاً جائز ہو جس کا جواز طالب کے اعتقاد میں بھی ہو اور حیثیت اس کی شیخ و مصلح ہونا ہے یعنی مصلح ہونے کی حیثیت سے صرف تعلیمات سلوک میں اس کے اقوال پر عمل کرنا شرط نفع ہے۔

اب ان قیود کے فوائد احتراز یہ بتاتا ہوں قولی تعلیمات کی قید سے خود شیخ کے افعال بھی نکل گئے۔ خواہ وہ افعال طالب کے اعتقاد میں جائز ہوں۔ جیسے شیخ پانچسو رکعتیں روزانہ پڑھتا ہو یا صوم داؤدی (ہر مہینہ اسلامی کے ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو روزہ رکھنا) ہمیشہ رکھتا ہو اس میں اتباع ضروری نہیں اور خواہ وہ افعال طالب کے اعتقاد میں جائز نہ ہوں خواہ مختلف فیہ ہونے کے سبب جیسے شیخ فاتحہ خلف الامام پڑھتا ہو اور طالب اس کو مکروہ جانتا ہو اور خواہ شیخ غلطی سے اس ناجائز فعل میں مبتلا ہو جیسے غیبت کرتا ہے اس میں اتباع جائز بھی نہیں اور اسی قید سے شیخ کے کشفیات نکل گئے۔ خصوص جبکہ طالب کا کشف اس کے خلاف ہو۔

اسی طرح سارے اصولی و فرعی مسائل جن کا تعلق تربیت سے نہیں خارج ہو گئے ہاں ان میں جو باتیں شرعاً بھی ضروری ہیں ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ گو شیخ بھی نہ کہے اور اگر شیخ حکم دے تو یہ حکم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی حیثیت سے ہوگا مصلح ہونے کی حیثیت سے نہ ہوگا اور ان میں خلاف کرنا شریعت کی مخالفت ہوگی نہ شیخ کی مخالفت ہوگی لیکن شریعت کی مخالفت کی بنا پر شیخ ایسے طالب سے قطع تعلق کر سکتا ہے اور یہ قطع تعلق شیخ کے ساتھ خاص نہیں ہر مسلمان کو اس کا حق حاصل ہے اس کا تعلق مسئلہ متابعت شیخ سے کچھ نہیں ہے۔

اسی طرح اس قید سے امور معاشیہ نکل گئے مثلاً شیخ کسی طالب سے کہے کہ تم اپنی لڑکی کا رشتہ میرے لڑکے سے یا اور کسی سے کر دو یہ بھی متابعت کا محل نہیں اور قید جواز کا فائدہ یہ ہے کہ شیخ جس چیز کی تعلیم کرتا ہے وہ اگر شرعاً ناجائز ہو اس میں اتباع جائز بھی نہیں خواہ اجماعاً (سب کے ہاں) ناجائز ہو جیسے کوئی معصیت خواہ اختلافاً

(بعض کے ہاں) ناجائز ہو جیسے مسائل مختلف فیہا (جن مسائل میں علماء کا اختلاف ہے) کی کوئی خاص شق جو طالب کے اعتقاد میں جائز نہیں اور اسی تقریر میں ضمناً حیثیت کا فائدہ بھی مذکور ہوگیا۔ اب اس کے متعلق سب سوال حل ہوگئے اس لئے یہ تو طے ہوگیا کہ بعض امور محل متابعت (اتباع کی جگہ) نہیں۔ جن میں بعض میں تو متابعت واجب نہیں جیسے امور معاشیہ (زندگی گزارنے کے نام) اور بعض میں جائز بھی نہیں خواہ ان کا جائز نہ ہونا متفق علیہ (سب کے ہاں) ہو جیسے معاصی خواہ مختلف فیہ (جن میں اختلاف ہو) جیسے مسائل اختلافیہ (جن مسائل میں علماء کا اختلاف ہو) جو طالب کے اعتقاد میں جائز نہیں۔

اب یہ بات باقی رہی کہ جو امور محل متابعت نہیں اس میں اگر شیخ حکم دے اگر وہ شرعاً جائز اور طالب کی قدرت میں ہیں تو مروت کا مقتضا یہ ہے کہ ان میں متابعت کرے۔ جیسے کوئی اپنا ذاتی کام یا کوئی خاص خدمت کرنے کی فرمائش کرے اور اگر وہ شرعاً ناجائز ہے خواہ حقیقت میں بھی خواہ اس کے اعتقاد میں تو ادب سے عذر کرے۔ اگر وہ اصرار کرے تو اس سے تعلق قطع کر دے مگر گستاخی وایذا کا معاملہ کبھی نہ کرے۔ یہ تو اس وقت ہے جب وہ خلاف شرع کا حکم دے اور اگر طالب کو ایسا حکم نہ دے مگر خود کسی لغزش میں مبتلا ہو۔ اگر اس (لغزش) میں تاویل کی گنجائش ہے تو تاویل کرلے اور اس سے قطع تعلق نہ کرے اور اگر تاویل کی گنجائش نہیں تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ غلطی کبھی کبھی ہوتی ہو تو بشریت اور توبہ کر لینے کا سمجھ قطع تعلق نہ کرے اور اگر اصرار یعنی عادت بنا لینے کے طور پر نہ کہ اس پر جم جانا اور پرواہ نہ کرنے کی وجہ سے ہے تو اگر وہ صغیرہ ہے تو قطع تعلق نہ کرے اور جو کبیرہ اور فسق و فجور یا ظلم و خیانت کے درجہ میں ہے تو تعلق قطع کر دے مگر ان سب حالات میں اس کے لئے دعائے صلاحیت کرتا رہے کہ احسان کے حقوق میں سے ہے۔ خلاصہ کو مختصر لکھنے کا ارادہ تھا۔ مگر وہ اصل سے بھی زیادہ لمبا ہوگیا۔ واللہ اعلم۔ اس وقت خود بخود ذہن میں آیا کہ اس تحریر کا ایک لقب تجویز کر دیا جائے۔

الاعتدال فی متابعة الرجال۔ (النور، شعبان رمضان، شوال ۱۳۵۲ھ)

نوٹ: اس کے متعلق بقیہ مضمون باب ششم میں درج ہے۔

مرید کو شیخ سے مناظرہ نہیں کرنا چاہئے

خیر خواہانہ مشورہ

چونکہ آپ سے دوسرا تعلق بھی ہے جس کا درجہ اور حکم اوپر مریض اور طبیب کی مثال میں واضح ہوا ہے اور اس تعلق کی بنیاد خالص نصیحت اور خالص محبت ہے اس لئے ضرورت کی وجہ سے مطلع کرتا ہوں کہ یوں تو آپ کی

طبیعت میں پہلے ہی سے عنوان خطاب میں آزادی و بے باکی وخشکی ہے جو میرے مذاق کے خلاف ہے مگر اس اختلاف کو اختلاف فطری پر محمول کر کے کبھی اثر نہیں لیا اور جواب میں اپنے مذاق (مزاج) کے موافق حدود ادب کی رعایت رکھی جو آپ کے ذمہ تھی اور میرے ذمہ نہ تھی مگر تعلقات پر نظر کر کے حقوق ادا کئے لیکن چند روز سے میں اندازہ کرتا ہوں کہ یہ صفت جس کو آپ صفائی کہہ سکتے ہیں بڑھ گئی اور بڑھتی جاتی ہے جس کا سبب میرے نزدیک تاریخ کا مطالعہ ہے اور اس پر وثوق جس سے آزادی کے علاوہ ایک رنگ دعوی کا بھی پیدا ہو گیا اور یہ سمجھنا میرا ذوق ہے اور اگر یہ میرا ذوق صحیح نہیں تو اس خیال کا سبب میرے مزاج کی خرابی یا مزاج کا اختلاف ہوسکتا ہے۔ بہرحال دونوں کے مذاق میں اختلاف زیادہ ہو گیا اور یہ مانع ہے ان فوائد سے جو اس (محبت و اخلاص والے) تعلق سے مقصود ہیں کے لئے رکاوٹ ہے۔ اس لئے خیر خوانہ مشورہ دیتا ہوں کہ اگر ان تحقیقات کی خدمت مجھ سے لی جائے تو تعلق اصلاح کسی اور جگہ پیدا کیا جائے پھر آپ کے سوالات کو ایسی نظر سے دیکھوں گا جیسے عام اہل علم سے مکاتبت ہوتی ہے اور انقباض طبیعت بالکل تنگ نہ ہوگی اور ادب کی رعایت کی جگہ ضابطہ بھی برتوں گا اور اگر اس تعلق کے باقی رکھنے میں مصلحت سمجھی جائے تو ان تحقیقات کو جس میں مناظرہ کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے بالکل حذف کیا جائے۔ یہ دونوں ضدیں ہیں جو جمع نہیں ہوسکتی ہیں۔ (النور، شعبان، رمضان، شوال ۱۳۵۲ھ)

شیخ سے مناسبت کے بغیر مخاطبت و مکاتبت نافع نہیں

حال: احقر کو حضرت کے مریدوں کے حلقے میں داخل ہو کر اپنی ظاہری و باطنی اصلاح مقصود ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات شرف مخاطبت و مکاتبت بخشے بغیر حاصل نہیں ہوگی۔ اس لئے آنحضور کی ذرہ نوازی سے امید ہے کہ حاضری کی اجازت مرحمت فرما کر احقر کی اصلاح کی طرف توجہ فرمائیں گے۔

تحقیق: "هل جزاء الصدق الا الصداق" (سچ کا جواب بھی سچ ہی ہوتا ہے) جب اصلاح کی شرط مخاطبت، مکاتبت ہے تو شرط مخاطبت و مکاتبت کے مفید ہونے کے لئے ایک دوسرے میں مناسبت ہونا بھی شرط ہے۔ وہ اب تک حاصل نہیں اسی کے لئے یہ اچھے خاصے زمانے تک خاموشی کے ساتھ شیخ کی محبت میں رہا جائے جب مناسبت ہو جائے (جس کی کوئی مدت نہیں) پھر اس کے بعد مخاطبت و مکاتبت کی اجازت دی جائے اس وقت اصلاح اس پر مرتب ہوگی غائبانہ مکاتبت اس سے جدا ہے۔ (النور، شعبان، رمضان، شوال ۱۳۵۲ھ)

شیخ کے حالات پوچھنا طالب کی گستاخی ہے

حال: حضرت! جب ہمارا مقصد رضائے حق ہے جو نیک عمل کرنے سے اور بدعمل کے بچنے سے اور ظاہر و باطن

کے سنوارنے سے حاصل ہوتا ہے اور آنحضرت خود ہر ایک وعظ فرمانے کے بعد فرماتے ہیں کہ اب دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ توفیق عمل اور فہم سلیم عطا فرمائیں تو اس مضمون سے جو ہمیشہ میرے خیال میں آتا ہے کیا مطلب ہے۔ حضرت! مجھے میرے فہم موافق ارشاد فرمائیں کہ مجھے تسکین حاصل ہو جائے اور جو پریشانی رہتی ہے وہ دور ہو جائے سوال کی تقریر یہ ہے کہ آپ سلسلہ التبلیغ کے چھبیسویں وعظ شکر المثنوی میں صفحہ ۳۰ میں فرماتے ہیں خود میرا واقعہ ہے کہ ابتداء میں جبکہ جوش زیادہ تھا ایک مرتبہ خیال ہوا کہ ہم کو طلب بھی ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ حق تعالیٰ کو ہماری حالت کا علم ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ ان کو پوری قدرت بھی حاصل ہے اور کریم رحیم بھی ہیں۔ پھر ان باتوں کے ہوتے ہوئے (حصول مقصد) میں دیر کیوں ہے۔ اس کا جواب میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ جب بہت پریشانی بڑھی تو خیال ہوا کہ مولانا رومی (کے کلام) سے مشورہ لوں سو یہ خیال کر کے مثنوی کھولی تو پہلے ہی صفحہ پر یہ اشعار نکلے ؎

چارہ می جوید پئے من درد تو ❁ مے شنودم دوش آہ سرد تو
مے تو انم ہم کہ بے ایں انتظار ❁ رہ نمایم و ادہم راہ گزار
تا ازیں طوفاں دوراں وا رہی ❁ بر سر گنج و صالم پانہی
لیک شیرینی و لذات مقر ❁ ہست بر اندازۂ رنج سفر
آنگہ از فرزند و خویشاں خوری ❁ کز غریبی رنج و محنتہا بری

ترجمہ

❶ (خود) میرا درد تیرے ملنے کی تدبیر کر رہا ہے (اس لئے اس درد کو اچھا سمجھ چنانچہ) کل میں تمہاری ٹھنڈی آہ سن رہا تھا۔ (مطلب یہ ہے کہ دیکھو درد کی وجہ سے آہ نکلتی ہے تو اس کے ذریعے سے مجھ سے شنوائی ہوئی)۔ (مفتاح العلوم دفتر سوم: ص ۶۵۰)

❷ بے شک میں ایسا کر سکتا ہوں کہ اس (جدائی کے درد اور) انتظار (کی مصیبت) کے بغیر مل جاؤں (اور) تجھے آنے کا راستہ دکھا دوں۔

❸ تا کہ تو زمانے کے اس چکر سے چھوٹ جائے اور میرے وصال کے خزانے پر پاؤں رکھے۔

❹ لیکن ٹھکانے پر پہنچنے کی لذت اور مزے سفر کی تکلیف کے اندازے پر ہیں۔ (یعنی ہم سے ملنے میں جتنی تکلیف اٹھاؤ گے اتنا زیادہ لطف اٹھاؤ گے)۔ (مفاتح دفتر ۳ ص ۶۵۰)

❺ تو اپنے وطن اور رشتہ داروں (کے دیدار) سے اس وقت فائدہ اٹھائے گا جب کہ بے وطنی کی تکلیف اور

مصیبتیں برداشت کرے گا۔

اب عرض یہ ہے کہ حصہ میں آپ کس چیز کی طلب کرتے تھے جس میں دیر ہو رہی تھی جو آنحضرت نے مثنوی مولانا رومی سے مشورہ لیا تھا اب مقصد نیک عمل ہیں اور وہ شے کیا ہے جو بزرگوں کے پاس ہے اور ہمارے پاس نہیں۔

تحقیق: بہت ہی بدتہذیبی و گستاخی کا خط ہے، تم مریض ہو جو شفا چاہنے والا ہوتا ہے یا طبیب اور شیخ بننا چاہتے ہو جو فن کی تحقیق کیا کرتا ہے۔ اگر مریض ہو تو مریض اپنے حالات مرض کے متعلق پیش کر کے نسخہ کا طالب ہوتا ہے۔ پھر نسخہ کا استعمال کر کے طبیب کو اطلاع کرتا ہے۔ وعلی ہذا۔ نہ یہ کہ طب کے نکات وتحقیقات کی فکر میں پڑتا ہے۔ اگر ایسا کرے گا تو مطب میں سے نکالنے جانے کا مستحق ہوگا اور اگر شیخ اور طبیب بننا چاہتے ہو تو پہلے مجھ سے اس کی درخواست کرو کہ میں امراض کا علاج نہیں پوچھتا فن کا محقق بننا چاہتا ہوں۔ مجھ کو ایسے سوالات کی اجازت دی جائے اگر میں صلاحیت دیکھوں گا اجازت دوں گا ورنہ اہلیت نہ ہونے کی اطلاع کر کے مایوس کر دوں گا۔ (النور شعبان ۱۳۵۳)

شیخ کی محبت کا حق تعالیٰ کی محبت پر غالب ہونے کا ازالہ

حال: آج کل حضور کے ساتھ غلبۂ محبت کا یہ حال ہے کہ معلوم ہوتا ہے دل میں آپ کی محبت کے علاوہ اور کوئی محبت نہیں ہے اور نہ کسی دوسرے شخص کا خیال ہے۔ آپ کو بحیثیت اپنے شیخ کے صاف لکھنا زیادہ بہتر ہوگا۔ یعنی ان دنوں اللہ تعالیٰ کی محبت بھی کم محسوس کرتا ہوں۔

تحقیق: یہ شبہ صحیح نہیں حق تعالیٰ کی محبت میں عقل کی شان غالب ہوتی ہے اور اپنے ہم جنس (اپنے جیسے) کی محبت میں طبیعت کی شان غالب ہوتی ہے اور سرسری نظر میں عقلی محبت طبعی محبت کے سامنے ضعیف و کمزور معلوم ہوتی ہے اس سے وہ شبہ ہو جاتا ہے حالانکہ بات الٹ ہے۔ چنانچہ اگر اسی محبوب طبعی سے نعوذ باللہ حق تعالیٰ کی شان کے خلاف کوئی قولی یا فعلی معاملہ ہوتا ہے تو وہی محبوب فوراً مبغوض ہو جائے جس سے ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ کی ہی محبوبیت غالب ہے۔ (النور صفر ۱۳۵۴)

بیعت کے بعد محبت کے ساتھ رعب کا نہ ہونا مبارک حالت ہے

حال: چونکہ حضور نے ایک دن مجلس میں ارشاد فرمایا تھا کہ مبتدی کو سب جزئیات (چھوٹی چھوٹی باتوں) کی اطلاع دینا لازم ہے اس لئے عرض ہے کہ بیعت کے بعد ایک بات معلوم ہوتی ہے کہ بیعت سے پہلے حضور سے

محبت تھی مگر رعب معلوم ہوتا تھا مگر اب بیعت کے بعد محبت تو الحمد للہ ہے مگر رعب بالکل معلوم نہیں ہوتا ہے۔ طبیعت میں شوخی معلوم ہوتی ہے اور ہر وقت خواہش ہوتی ہے کہ حضور سے خوب باتیں کیا کروں۔

تحقیق: مبارک حالت ہے وہ پہلی حالت بھی مبارک تھی۔ اس سلوک کے راستے میں جو غیر اختیاری حالت پیش آئے خالص خیر ہے اور اس میں بے حد مصالح و منافع ہوتے ہیں جو اس وقت تو سمجھ میں نہیں آتے مگر آگے چل کر ایک وقت میں سب خود بخود سمجھ میں آنے لگتے ہیں۔ (النور صفر ۱۳۵۴ھ)

شیخ سے دلی تعلق بہت زیادہ نافع ہے

حال: اب تو مسلسل جی چاہتا ہے کہ آپ کے ہاتھ کو سینہ سے لگائے رکھوں اور قدموں کو بوسہ دیتا رہوں۔ رات عشاء کے بعد آپ کی جانماز پر مسجد میں جہاں پر آپ کے پیر رہتے ہیں خوب اپنے سر سے لگا کر لطف لیتا رہا۔ کبھی تو یہ خیال ہوتا ہے کہ آپ کے بغیر گلاب باغ (جگہ) میں کیسے رہوں گا میرے لئے تو اب آپ گل ہیں۔ اللہ تعالیٰ قلب میں سکون دے۔

تحقیق: دل میں تعلق کا رہنا بعض منافع میں ظاہری قرب سے زیادہ مفید ہو جاتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

تجدید بیعت جائز ہے مگر تعلیم بیعت پر موقوف نہیں

حال: مرشد کے انتقال کے بعد دوسرے متبع شریعت شیخ سے تجدید بیعت کرنا جائز ہے یا نہیں سلوک کے راستے کے خلاف تو نہیں ہے؟

تحقیق: تجدید بیعت ایسی حالت میں اگرچہ جائز ہے اور سلوک کے راستے کے خلاف بھی نہیں لیکن (اس کی) ضرورت بھی نہیں ہاں اگر تعلیم کی ضرورت ہو تو بیعت کے بغیر ہی کسی سے تعلیم کا سلسلہ جاری کر دیا جائے کوئی نفع اور برکت بیعت پر موقوف نہیں۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

مجاز کو بیعت کرنے سے شرم آنا بیعت کرنے سے رکاوٹ نہ ہونا چاہئے

حال: ایک اجازت یافتہ کی جانب سے۔

اگر کوئی میرے پاس بیعت ہونے آتا ہے تو اپنے حال پر نظر کر کے بہت شرم آتی ہے کہ یہ میرے سے ہر طرح اچھا ہے میں کیا اس کو بیعت کروں۔ حضور کی خدمت عالی میں بخدا عرض کرتا ہوں جہاں میں مجھ سے زیادہ کوئی خراب و گنہگار نہیں۔ یہ خیال ہمیشہ سے مجھ پر غالب ہے اس لئے مرید کرتے ہوئے شرم آتی ہے اگرچہ

بیعت ہونے کو آتے بھی کم لوگ ہیں۔ یہ میری حالت کیسی ہے۔

تحقیق: اچھی ہے۔

حال: اور کیا کروں۔

تحقیق: مرید کرلیا کریں تا کہ یہ تواضع اور زیادہ بڑھے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ)

مرید خود سے کوئی ذکر تجویز نہ کرے

حال: بارہ تسبیح کا ذکر کرنے کو دل بہت چاہتا ہے اگر حضرت والا اجازت فرمائیں تو پڑھ لیا کروں۔

تحقیق: اگر طبیب سے کہو کہ خمیرہ گاؤزبان کو جی چاہتا ہے اجازت دے دو تو وہ کیا یہ جواب نہ دے گا کہ جب تم خود اپنے لئے تجویز کر سکتے ہو تو پھر دوسرے سے کیوں رجوع کرتے ہو۔ طبیب سے تجویز کرایا کرتے ہیں یا خود تجویز کر کے اس سے اجازت لیا کرتے ہیں۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ)

اصلاح کا طریقہ

حال: جواباً عرض ہے کہ مجھے اصلاح کا طریقہ نہیں معلوم۔ میں اس سے بالکل جاہل ہوں۔ آپ للہ میرے لئے کوئی طریق اصلاح تجویز فرمائیں۔

تحقیق: طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے نفس کا ایک ایک عیب ظاہر کرو اور مجھ سے اس کا علاج پوچھو اور میں جو بتاؤں اس پر عمل کرو اور عمل کر کے اطلاع دو۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

مجاز کا اپنے آپ کو ذلیل وخوار سمجھ کر تعلیم وتلقین سے رکنا جائز نہیں

حال: ایک اور بات قابل عرض ہے حضرت نے مجھے تعلیم کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی لاج رکھ لے مگر حضرت میں تو اپنے آپ کو دنیا سے زیادہ ذلیل اور خوار اور نااہل سمجھتا ہوں۔ پہلے تو مجھ سے (بیعت ہونے کو) کوئی کہتا ہی نہیں اور کہے تو اس کو میں اپنے سے ہزار درجہ اچھا سمجھتا ہوں میں کس بے حیائی سے اسے تعلیم کروں۔

تحقیق: کیا اچھوں کو خدمتِ تعلیم سے محروم رکھا جائے۔

حال: یہ کیفیت ایسی غالب ہے کہ ہر وقت ندامت میں ڈوبا رہتا ہوں بلکہ کبھی تو یہ خیال ہوتا ہے کہ تجھے اجازت نہیں دی بلکہ درحقیقت تیری نالائقی کا علاج فرمایا ہے کہ اسی سے شرمندہ ہو کر کچھ آدمیت آجائے۔

تحقیق: سبحان اللہ۔ یہ خیال تو اصلاح کا کامل مقدمہ ہے۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ)

عیوب کو معلوم کرکے اپنے مصلح سے مشورہ لیا جائے

حال: حضرت والا بھی کوئی تدبیر تجویز فرمائیں گے کہ نفس کے عیب، برائیاں اور گندگیاں معلوم ہوں۔

تحقیق: اس کی تدبیر بھی ہے۔ آئمہ طریق کے ایسے رسالے بھی ہیں جن میں عیوب کی فہرست اور علاج بھی ہیں۔ جیسے امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی لمبی مختصر تالیفات جن میں سے اربعین کے مطالعہ کا اکثر مشورہ دیتا ہوں۔ اس سے یہ غرض حاصل ہو جائے گی۔ لیکن صرف مطالعہ کو کافی نہ سمجھا جائے بلکہ عیوب معلوم کرکے اپنے مصلح سے مشورہ لیا جائے۔ یہ تو عیوب و نقائص کو معلوم کرنے کی تدبیر ہے باقی اس کے ساتھ اس کی بھی ضرورت ہے کہ اپنے جن محاسن پر نظر پڑتی ہے ان کے بارے غور کیا جائے کہ جس ہیئت سے یہ پسندیدہ ہیں یا جس ہیئت سے ان کا حکم کیا گیا ہے اسی طرح سے مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ اگر ہیئت موجودہ و ہیئت مطلوبہ کی تحقیق کی جائے گی اس وقت کھل کر سامنے آئے گا کہ جن محاسن کا خیال رہتا ہے وہ حقیقی محاسن کی نقل بھی نہیں تو وہ نظر بھی ختم ہو جائے گی۔ (النور، محرم ۱۳۵۷ھ)

بیعت کا وقت اس وقت ہے جب مصلح سے اتنی محبت ہو جائے کہ اس سے کسی حالت پر انقباض (تنگی) نہ ہو

حال: یہ تو اپنا حال بے حال ہے اب حضرت والا کے سابقہ گرامی نامہ کے ایک ارشاد کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ حضرت نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ کیا یہ مشورہ قبول کیا جاسکتا ہے کہ بیعت کا ارادہ ہمیشہ ہی کے لئے ترک کر دیا جائے کہ نفع اس پر موقوف نہیں ہے۔ (بیعت نہ ہونے میں) فائدہ یہ ہے کہ اگر مصلح کی تعلیم مزاج کے خلاف ہوتو بدلنا آسان ہو۔ اس کے بارے میں کچھ عرض کرنے کی ضرورت تو تھی نہیں کیونکہ میں اپنا قطعی فیصلہ عرض کر چکا ہوں کہ حضرت کی منشا کے خلاف پر اصرار کرکے وہم کی بھی قلب میں قطعا جگہ نہ ہوگی لیکن چونکہ اس عبارت میں شفقتاً ایک تو مشورہ کے الفاظ ہیں دوسرے جملہ مشروط و مقید سا ہے جس کے معنی یہ بھی معلوم ہوتے ہیں کہ مصلح کی تعلیم اگر مزاج کے مطابق ہوتو تبدل کی جگہ استحکام و رسوخ حاصل ہو۔ اس لئے اس گنجائش کے باعث اتنا عرض کرنے کو دل چاہتا ہے کہ جب ترک کے ارادے کی وجہ مزاج کی موافقت کو نہ جاننا ہے اور ہمیشہ کے لئے نہیں ہے اگر فی الحال حاصل نہیں ہوتو اور وہ کچھ عرصہ بعد ممکن ہے حاصل ہو جائے تو ہمیشہ کے لئے ترک قصد

سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کو بھی عارضی ہی رکھا جائے جیسا کہ سبب یعنی معلوم نہ ہونا عارضی ہے۔ پہلے تو مزاج کے خلاف نہ ہونا اس احقر پر ابھی واضح ہے لیکن اگر اتنا جاننا کافی نہیں تو کچھ زمانہ بعد ممکن ہے اور اگر اسی معلوم ہونے کے وقت تک بھی ترک کا ارادہ رہے تو بھی یہ عرض صرف اسی گنجائش کی وجہ سے ہے کہ ادھر تو حضرت نے اس کو مشورہ فرمایا امر نہیں فرمایا اور ورنہ ضرورت ہی نہ تھی ادھر اس کو مقید بھی فرمادیا کہ جس پر عرض کی جرات ہوئی۔ بہر حال فیصلہ تو اس ناکارہ کا وہی ہے کہ قدس کی منشا کے خلاف پر اصرار کی جرات نہ ہوگی البتہ جی یہی چاہتا ہے اس گنجائش پر نظر کرتے ہوئے اگر یہ صحیح ہے کہ ترک قصد کو دواماً نہ رکھا جائے اور اگر مصلحت یہی ہو تو بہت اچھا تھوڑا سا تامل بھی نہیں جبکہ نفع بھی اس پر موقوف نہیں۔

تحقیق:

ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

ماشاء اللہ تعالیٰ مقصود کو خوب ادا کیا نہ ادا میں کمی رہی نہ ادب میں۔ ''اللھم زد فزد'' میرا مقصود اس مشورہ سے آپ کو آزاد رکھنا اور راحت پہنچانا تھا کہ کبھی تنگی نہ ہو ورنہ مجھ کو تو جس قدر ارتباط بڑھایا جائے گا راحت ہی راحت ہے۔ اس مشورہ کو مسئلہ فن کے ساتھ تبدیل کرتا ہوں وہ یہ کہ اس خاص رسم کا جس کا نام عرف میں بیعت ہے اس کا وقت اس وقت ہے جب اپنے دینی خادم سے اس درجہ محبت اور طبعی تعلق ہو جائے کہ اگر وہ سراپا نقص ہی نقص بن جائے تب بھی خواہ اس سے اعتقاد نہ کرے یا ضعیف ہو جائے لیکن اس سے انقباض نہ ہو۔ جب تک اس کی تعلیم دل کو لگتی رہے تعلیم کا سلسلہ اس کے ساتھ جاری رکھے اور اگر تعلیم دل کو نہ لگے تو تعلیم بھی ترک کر کے اطلاع کر دی جائے تا کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو اور دوستی کا تعلق پھر بھی اس کے ساتھ باقی رکھے گناہ (کے کام) میں اس کی اطاعت نہ کرے ایمان کے باقی رہنے کی شرط کے ساتھ۔

''ولو ضعیفا کما ورد فی اطاعة الامام وعدم الخروج علیه ما نصه السمع والطاعة علی المرا لمسلم فیما احب وکره مالم یومر بمعصیة واذا امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة متفق علیه وفی حدیث اخر علی ان لا تنازع الامر اهله الا ان ترو اکفر ابواحا عندکم من اللّٰه فیه برهان. متفق علیه وفی روایة الامن ولی علیه وال فراه یاتی شیئا من معیصة اللّٰه فلیکره ما یاتی من معصیة اللّٰه ولا ینزغن یدا من طاعة.'' (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''امام کی اطاعت کرنے اور اس کی اطاعت سے نہ نکلنے کے بارے میں جو حدیث آئی ہے

کہ مسلمان مرد پر (امام کی بات کا) سننا اور ماننا واجب ہے خواہ اس کو پسند ہو یا ناپسند ہو جب تک کسی گناہ کا حکم نہ کیا جائے ورنہ نہ اطاعت کرنا ہے نہ سننا ہے، دوسری روایت میں ہے کہ ''تم کسی امیر کی مخالفت نہ کرو جب تک تم کھلے کفر کو نہ دیکھ لو جس کے بارے میں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل ہو۔'' متفق علیہ۔ ایک روایت میں ہے کہ خبردار جس شخص کو تم پر حاکم مقرر کیا جائے اور تم ایسا فعل دیکھو جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو تو اس کے اس گناہ کے فعل کو برا سمجھنا چاہئے لیکن اس کی اطاعت اور فرمانبرداری سے نکلنا نہیں چاہئے۔''

اور خود اس مسئلہ میں بھی تحقیق طویل ہے۔ اس جگہ پر بعض (ذیلی باتیں) فروع نقل کر دیئے ہیں جو بعض احکام میں علت کے ایک ہونے کی طرح ہیں۔ امارت کے متعلقہ احکامات کے بارے میں باقی احکامات یہ اس کی جگہ نہیں ہے۔ (النور محرم ۱۳۵۷ھ)

مرشد کا خوف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہے

حَال: ایک عرض یہ ہے کہ جب کوئی معمولی ناغہ ہوتا ہے تو بندی کو زیادہ پریشانی حضرت والا کو اطلاع کے خیال سے ہوتی ہے۔ لہٰذا عرض ہے کہ باندی اس بات پر گنہگار تو نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کے خیال کے مقابلے میں حضرت والا کی خدمت میں معمولات ناغہ ہونے کی اطلاع سے قلب پر خوف طاری ہوتا ہے۔

تَحقِیق: یہ خوف بھی اللہ تعالیٰ ہی سے ہے کیونکہ مجھ سے جو خوف ہے اس کی وجہ میری ذات تو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا تعلق ہے۔ رہا یہ کہ پھر بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے ایسا خوف کیوں نہیں۔ اس کی طبعی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے رحم و کرم کی بھی زیادہ امید ہے جو مخلوق سے نہیں اس لئے اس میں کوئی بات نہ گناہ کی ہے نہ نقصان کی۔

(النور، ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ)

عقلی اور اعتقادی قرار مطلوب ہے نہ کہ طبعی (قرار مطلوب ہے)

حَال: گذشتہ خط کا جواب گرامی لکھنؤ ہی میں ملا تھا۔ اس ہفتہ حیدر آباد آنا ہوا۔ گھر کے حالات سے گھبرا کر چلا تھا اور خیال تھا کہ اب کے کچھ دن تو حیدر آباد ضرور غنیمت معلوم ہوگا لیکن خدا جانے طبیعت کا کیا رنگ ہوگیا ہے اور دل کیا چاہتا ہے کہ کہیں قرار نہیں پکڑتا۔ اب بھی بارہ ہی دن یہاں آئے ہوئے ہیں اور دل اچاٹ ہے لیکن اب کے گھر جانے کو بھی جی نہیں چاہتا اور جو کچھ چاہتا ہے وہ صرف والدہ مدظلہا کی علالت کی وجہ سے (چاہتا ہے) ایک شعر سنا کرتا تھا اس کو سچا پاتا ہوں۔

شہر میں لگتا نہیں صحرا سے گھبراتا ہے دل
اب کہاں لے جا کے بیٹھیں ایسے دیوانہ کو ہم

حضرت کی خدمت میں سب ہی کچھ عرض کر دیتا ہوں، اس لئے اس دیوانگی کا حال بھی عرض کر دیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ جسمانی صحت الحمدللہ ہمیشہ سے بہت زیادہ وطن میں بہتر رہی اور دکن میں بھی ہے مگر باطن کو اب کہیں چین نہیں۔ گذشتہ عریضہ کے جواب میں حضرت نے ایک شعر بالکل میرے حال کے مناسب تحریر فرمایا تھا۔

گر گریزی بر امید راحتے
ہم ازاں جا پیشت آید آفتے

ترجمہ: ''اگر تم کسی راحت کی امید پر مصیبت سے بھاگو گے تو اس طرف سے بھی تمہارے سامنے نئی مصیبت آئے گی۔''

اس آفت کا حقیقی علاج بھی وہی ہے جو حضرت نے تحریر فرمایا کہ تجویز کو فنا کر کے تفویض (اپنے سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا) کے دامن میں پناہ لوں۔ عقلی طور پر خوب سمجھتا ہوں کہ راحت بھی تفویض ہی میں ہے۔ ساتھ ہی یہ تجربہ بھی اب سالہا سال سے مسلسل ہو رہا ہے کہ پہلے جس طرح میری مشکل تجویز پوری ہو کر رہتی تھی اب آسان سے آسان بھی پوری نہیں ہوتی مگر تجویز بنانے والی بلکہ تجویز والی طبیعت کچھ ایسی بے حیا واقع ہوئی ہے کہ اس پر بھی باز نہیں آتی جب کوئی تجویز سامنے آتی ہے۔ جب سے حضرت نے یہ تحریر فرمایا خصوصیت سے اس سے بھاگتا اور بھگانا چاہتا ہوں مگر ہر پھر کے مسلط ہی رہتی ہے۔ نماز میں ذکر میں شغل میں بیکاری میں باکاری میں جب ذرا بھی موقع پاتی ہے اور حدیث نفس (دل میں باتیں) شروع کرا دیتی ہے۔ جب طبیعت کا یہ حال ہے تو حضرت خالی عقل سے تفویض کو حق جان کر راحت تو بہرحال نصیب نہیں ہوسکتی بس تھوڑی دیر کے لئے کچھ اس سے تسلی حاصل کر لیتا ہوں۔ پھر وہی حال۔ ایک ہی بات کو اتنا لمبا کر دیا مگر کیا کروں کہ حضرت کی خدمت میں خوب کھل کر عرض کئے بغیر تسلی نہیں ہوتی۔

تحقیق: خط کیا ہے پڑھنے والے کے دل کو گھائل (زخمی) کرنے کو نشتر ہے۔ سب کا حاصل یہ ہے کہ طبعی تسلی و قرار کی کوئی صورت نہیں مگر الحمدللہ عقلی اور اعتقادی قرار حاصل ہے۔ اب سب کا جواب یہ ہے کہ یہ ہی عقلی و اعتقادی قرار مطلوب ہے۔ یہی اسی کا حکم ہے اور یہی تفویض ہے جس کو عبادت سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے نہ کہ راحت کا ذریعہ سمجھ کر۔ بلکہ عارفین کاملین نے جب تفویض میں لذت طبعیہ محسوس کی تو بہت ہی عاجزی کے

ساتھ اس لذت سے پناہ مانگی اس کے راز دو ہیں۔ایک یہ کہ لذت کی ملاوٹ سے اخلاق کی کمی کا شبہ ہوتا ہے کہ نفس مزے کے واسطے تفویض کو اختیار کیا حق تعالیٰ کا حق سمجھ کر اختیار نہیں کیا۔ دوسرے جہاد میں دنیوی کامیابی و ناکامی کے بارے میں حدیثوں میں صاف آیا ہے پہلی (یعنی دنیاوی کامیابی کی) صورت میں اجر نامکمل اور دوسری (یعنی ناکامی والی) صورت میں اجر مکمل ملتا ہے۔ اسی طرح تفویض میں راحت طبیعہ ہونے سے اجر غیر کامل اور راحت نہ ہونے سے اجر کامل ملتا ہے اور جو آخرت ہی مقصود ہے پس ان دو رازوں کی وجہ سے عارفین نے لذت سے پناہ مانگی لیکن ہم ضعفاء کے لئے اس میں اتنی تبدیلی ہے کہ ہم کو پناہ مانگنا بھی مناسب نہیں بلکہ تفویض کے ساتھ اس میں لذت و راحت کی بھی دعا مانگے اور جب تک وہ عطا نہ ہو اس عطا نہ ہونے کی حقیقت پر صبر اور اس عطا نہ ہونے ثمرہ پر کہ کمال اجر اور تشبہ بالمقبولین ہے شکر کیا جائے اور اسی کو ہمیشہ کے لئے وظیفہ بنا لے۔ (النور ذیقعدہ ۵۷ھ)

اپنے شیخ سے اختیاری محبت زیادہ ہونی چاہئے

حَالؒ: کہا جاتا ہے کہ اپنے شیخ کی محبت وعقیدت تمام بزرگوں سے زیادہ ہونی چاہئے اور جب میں دیکھتا ہوں اور توجہ کرتا ہوں تو کھلی آنکھوں حضرت کی محبت وعظمت اپنے شیخ سے زیادہ اور مقدم پاتا ہوں۔

تحقیق: اختیاری طور پر یعنی خود یا بے اختیار یعنی خود بخود اگر پہلی بات ہے تو اس کی ضد بھی اختیار میں ہے اور اگر دوسری بات ہے تو یہ نقصان دہ نہیں ہے۔

حَالؒ: کیا ایسی صورت میں اپنے شیخ سے نفع حاصل کر سکتا ہوں۔

تحقیق: کیا حرج ہے۔ (النور ذی الحجہ ۵۷ھ)

تھانہ بھون آنے سے پہلے آپ سے زیادہ محبت اور کبھی مولانا سے اور کبھی برابر ہونا ــــــ یہ کوئی بری حالت نہیں

حَالؒ: حضرت اقدس سے ایک مشورہ طلب ہے وہ عرض یہ ہے کہ تھانہ بھون آنے سے پہلے حضرت مولانا مولوی......صاحب کے ساتھ زیادہ محبت تھی مگر جب تھانہ بھون آیا تو کبھی آپ کے ساتھ زیادہ محبت ہوتی ہے اور کبھی ان کے ساتھ زیادہ محبت ہوتی تھی اور کبھی برابر ہوتی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

تحقیق: سمجھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیا یہ کوئی بری حالت ہے جس کی فکر ہوئی۔ اگر کسی تندرست آدمی کو کبھی

پلاؤ کی طرف زیادہ رغبت ہو کبھی زردہ کی طرف تو اس میں فکر کی کونسی بات ہے۔

حال: اس وجہ سے کہ مجھ کو اپنی اصلاح مقصود ہے س کشمکش میں ہوں کہ کیا کروں۔

تحقیق: کچھ بھی نہ کرو جو ہوتا ہے ہونے دو۔ (النور، محرم ۱۳۵۸ھ)

بیعت کی ترغیب دینا کسی کو مناسب نہیں ہے

حال: بقرعید کی نماز ہم لوگوں کے یہاں گذشتہ چہارشنبہ کو ہوئی مولانا...... صاحب کہ حضرت والا کا عطیہ میں نے پہنایا اور عمامہ حضرت والا کا عطیہ اور اسی طرح اپنے دادا پیر حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا عمامہ ان کے سر پر باندھ کر میدان میں امامت کے لئے لے گیا۔ ان کے قدم کی ایسی برکت ہوئی کہ سب لوگوں نے سکون کے ساتھ خطبہ سنا۔ ایسا سکون تیرہ برس سے میدان کی نماز میں ہم لوگوں کو نصیب نہ ہوا تھا۔ سب لوگوں سے تعارف بھی کرایا۔ انشاء اللہ لوگ ان سے یہاں مرید بھی ہوں گے مگر ابھی شرماتے بہت ہیں۔ رات دن ذکر اللہ میں رہتے ہیں۔

تحقیق: اخلاص سے جو کچھ کیا گیا انشاء اللہ مقبول ہے مگر دل تو یہی چاہتا ہے جو اپنے بزرگوں کا طریق ہے کہ۔

نباشد اہل باطن در پئے آرائش ظاہر
بہ نقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را

ترجمہ: "اہل باطن ظاہری زیب و زینت کے پیچھے نہیں پڑتے نقاش کو باغ کی دیوار کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔"

اسی طرح بیعت کی ترغیب خود دینا اپنے بزرگوں کی وضع کے خلاف ہے۔ رد و قبول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جس میں اسباب و اکتساب (کمائی) کا دخل نہیں۔ (النور محرم ۱۳۵۸ھ)

مصلح کے خیال سے رکنا یہ بھی حق تعالیٰ کے خوف سے رکنا ہے

حال: مولانا میں اپنے دوسرے باطنی امراض کی اس خیال (مذکورہ ذیل) سے بھی اصلاح کرتا ہوں اور مجھے اس میں کافی کامیابی حاصل ہوتی ہے کہ مولانا اشرف علی صاحب کے ساتھ تعلق رکھ کر جان بوجھ کر ایسی بری حالت میں رہنا بہت ہی بے مروتی ہے۔ مولانا یہ خیال رکھنا کیسا ہے۔

تحقیق: کیا حرج ہے۔

حال: مولانا! اللہ تعالیٰ کی وعید اور ایسے گناہوں کے بارے میں جو عذاب آیا ہے اس کو یاد کرنے سے اتنا اثر

نہیں ہوتا جتنا مذکورہ بالا خیال سے ہوتا ہے۔

تحقیق: مصلح کے خیال سے رک جانا یہ بھی حق تعالیٰ کے خوف سے رکنا ہے۔ کیونکہ مصلح کا اثر بھی تو قلب میں اسی وجہ سے ہے کہ اس کو حق تعالیٰ سے تعلق ہے۔ اس لئے اس کا ادب عین حق تعالیٰ کا ادب ہے۔ اتنا فرق ہے کہ ایک صورت میں حق تعالیٰ کا ادب بلاواسطہ ہے ایک صورت میں بواسطہ۔ اس کی وجہ ادب بالواسطہ کی قوت تاثیر نہیں بلکہ اپنا نیچا ہونا اور حق تعالیٰ کا انتہائی بلند ہونا ہے کہ بلاواسطہ قوی معلوم کرنے والے کو وہاں تک رسائی نہیں تو یہ صورت تو زیادہ عجز و تواضع کی ہے۔ (النور جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ)

خدا تعالیٰ کے قرب کے لئے ضرورت بیعت کی نہیں البتہ تعلیم کی ضرورت ہے

حال: تقریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ بندہ نے ایک خط لکھا تھا جس میں بیعت کی درخواست کی گئی تھی۔ حضرت کی طرف سے اس کا جواب یہ ملا تھا کہ بغیر بیعت کئے ہوئے بھی قرب خداوندی حاصل ہوسکتا ہے۔ برمی مسلم فساد، ہندو مسلم فساد، اور کاروبار میں نقصان کی وجہ سے دل پریشان رہتا تھا اور اب بھی رہتا ہے اس وجہ سے خط لکھنا بند کر رکھا تھا۔

تحقیق: آپ کے بقول میں نے یہی تو لکھا تھا کہ بیعت کے بغیر قرب خداوندی حاصل ہوسکتا ہے یہ تو نہیں لکھا تھا کہ اس کے لئے تعلیم کی بھی ضرورت نہیں۔ تعلیم تو اس کے لئے شرط عادی ہے پھر بھی خط کا بند کر دینا غلطی عظیم اور ناسمجھنے کی دلیل ہے۔

حال: بندہ مناجات مقبول کا ورد رکھتا ہے۔ قرآن شریف بھی پڑھتا ہے اور نماز بھی ادا کرتا ہے۔

تحقیق: یہ تو سب اعمال صالحہ ہیں مگر غذا یا دوا کے ساتھ کچھ پرہیز بھی ہوتا ہے اور خود غذا یا دوا کی قوت تاثیر کے لئے کچھ شرائط بھی ہوتی ہیں ان سے تو خالی رہے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۹ھ)

حال: صرف بندہ کی عاجزانہ درخواست ہے کہ آپ خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں دعا فرمائیں۔

تحقیق: دعا صرف معین ہے اصل طریقہ تعلیم پر ہے۔

حال: آپ کی تصنیفات خوب پڑھ چکا ہوں اور اب بھی مطالعہ کرتا ہوں۔

تحقیق: اس میں بھی وہی کلام ہے جو اعمال کے بارے اوپر گذرا۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۹ھ)

بیماری کے پوچھنے کے خط پر اجمالی تنبیہ

(تمہید نوٹ) ایک صاحب کا خط بیماری کے پوچھنے کے لئے آیا تھا ان کو جواب میں لکھا تھا کہ راوی کا نام

بتاؤ جس نے آپ کی پریشانی اور میرا کام بڑھایا۔ اول تو معمولی تغیر کی اطلاع کی کیا ضرورت تھی۔ پھر افاقہ کی بھی اطلاع کر دینا چاہئے تھا۔ اس کے بعد خط ذیل آیا جو جواب کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔

حال: آپ کا خط مبارک ملا حال واضح ہوا۔ بات یہ ہے کہ مولوی ...... صاحب نائب مہتمم فلاں مدرسہ تھانہ بھون تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے آ کر انہوں نے یہ کہا کہ مولانا کو بخار آ گیا تھا اب آرام ہے۔ اگرچہ انہوں نے صحت کی خبر دے دی تھی مگر پھر بھی طبیعت کو سکون نہ ہوا اور طبیعت بے چین تھی اور یہ چاہتی تھی کہ کسی طرح مولانا سے لکھ کر معلوم کروں کہ حضرت والا کا مزاج کیسا ہے۔ ان تکلیف دہ پہلوؤں پر میری بالکل نظر نہ تھی صرف فرط محبت کا خط باعث ہوئی۔

تحقیق: اس کا تو مضائقہ نہیں مگر طریقہ اس کا یہ نہ تھا جو اختیار کیا گیا بلکہ اس پرچہ میں جتنا واقعہ مفصل لکھا گیا ہے بس اس طرح لکھ کر پوچھا جاتا کہ اب کیا کیفیت ہے تو مجھ کو کتنی سہولت ہوتی اور اس کے بغیر طبیعت پر اتنا بوجھ ہوا کہ شروع سے آخر تک کس طرح لکھوں نہ فرصت نہ قوت اور اجمال کو کافی نہ سمجھا اس لئے الجھن ہو کر راوی پر غصہ آیا۔ اب معلوم ہوا کہ ان پر غصہ کم آنا چاہئے تھا آپ پر زیادہ کرنا چاہئے تھا۔ راوی نے تو درد کے ساتھ درمان (دوا) بھی کر دیا۔ ان کی کیا خطا یہ بزرگی بلکہ گرگی آپ کی تھی کہ مختصر سوال لکھ کر بوجھ ڈالا اور نظر نہ ہونے کا جو عذر لکھا ہے واقعی صحیح ہے کیونکہ جب محبت کم ہوتی ہے تکلیف دہ پہلو پر نظر نہیں جاتی۔

(اس کے بعد دوسرا خط آیا جو ذیل میں جواب کے ساتھ درج ہے)

حال: آپ کا خط مبارک ملا اس کو کئی مرتبہ پڑھا۔ پڑھ کر عجیب حالت ہوئی اگر کاٹو تو بدن میں خون نہ نکلے۔ شاید پہلے کبھی ایسی خطا نہیں ہوئی۔ پریشانی کی وہ حالت ہے کہ مجھے کوئی ایسے الفاظ نہیں ملتے جو میری خستہ حالت کو بتانے والے ہوں۔ طبیعت تو یہ چاہتی تھی کہ اپنی سنگین خطا کی معافی اس طرح سے چاہوں کہ تھانہ بھون پہنچ کر اپنے حقیر سر کو آنجناب کے قدموں میں ڈال دوں تاکہ آنحضور کو جس درجہ کی تکلیف پہنچی اس سے دوگنی تکلیف اس نالائق کو پہنچ جائے اور گم شدہ عقل و تمیز انسانیت واپس آ جائے اور آئندہ کے لئے سبق پتھر کی طرح ہو جائے اور جلدی سے معاملہ ختم ہو کر سکون حاصل ہو مگر کیا کروں مجبور ہوں۔ میری زندگی بھی کوئی زندگی ہوگی جبکہ آپ کو میری طرف سے تکلیف پہنچے۔ اگر آنحضرت نظر رحمت نہ فرمائیں گے تو یہ تو نہ دین کا رہا نہ دنیا کا۔ اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری بیہودہ اور تکلیف دہ حرکتوں کو معاف فرمائیں۔ آئندہ بے سوچے سمجھے ایسی تحریر نہ بھیجوں گا۔ میری بے ہودہ حرکتوں پر ہر ہر عضو گواہی دے رہا ہے اور خطا کا مقر ہے۔ اگر کوئی شخص مجھے غور سے دیکھے تو یہ

خیال کرے گا کہ شاید کسی غم کی وجہ سے عقل چھن گئی ہے۔ کسی کام میں طبیعت نہیں لگتی۔ ہر وقت آپ کی ناراضگی کا خیال قلب پر سوار ہے۔ نہ کھانے پینے میں لطف ہے نہ عبادت میں مزہ ہے۔ بس خطا وار ہوں۔ خطا کی ہاتھ باندھ کر معافی چاہتا ہوں۔

تحقیق: ماضی سے عذر اور مستقبل میں بیداری سب کا کفارہ ہوگیا۔ ''فاستبشروا.'' (خوشخبری ہو)

(النور، شعبان ۱۳۵۶ھ)

بیداری میں یہ معلوم ہونا کہ شیخ پاس ہیں اور آفتاب کی سی روشنی ہے یہ مقصود نہیں محمود ہے

ایک اجازت یافتہ کا حال: میں جب مکان پر موجود تھا تو تہجد کے بعد ایک روز یہ کیفیت پیش آئی بیداری میں یہ معلوم ہوا کہ میں حضور والا کے پاس ہوں اور قلب مبارک ایک آفتاب کی طرح روشن ہے میرا قلب جناب والا کے قلب کے ساتھ مل کر تھوڑی دیر تک ایک عجیب وجود کی کمزوری کی کیفیت طاری رہی اس کے بعد سے یہ کیفیت پیدا نہیں ہوئی لیکن اس کا انتظار باقی ہے۔ اگر یہ خیال بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو کر دیں حضور والا اس کے لئے دعا و توجہ فرمائیں۔

تحقیق: مبارک ہو ایسے احوال اگرچہ مقصود نہیں مگر پسندیدہ اور بعض اوقات مقصود میں مددگار ہوتے ہیں اگرچہ ہمیشہ نہ ہوں کبھی کبھی اور عطا ہو جانا بھی نعمت ہے۔

؎ در بزم عیش یک دو قدح نوش کن برد
یعنی طمع مدار وصال دوام را

(النور شعبان ۱۳۵۶ھ)

ترجمہ: ''دور شراب کی محفل میں ایک دو پیالے پی اور چلتا بن یعنی ہمیشہ رہنے کی امید نہ رکھ۔''

اپنے امراض کا فیصلہ مربی (تربیت کرنے والے) سے کرالینا چاہئے

حال: اس احقر کو روحانی امراض اپنے اندر نظر آتے تھے ان کو وقتاً فوقتاً حضرت والا کی خدمت اقدس میں پیش کیا اور علاج سے شفایاب ہوا۔ وہ امراض بدنظری، غلبۂ شہوت اور بے فکری و خود بینی ہیں۔ اب حضرت والا کی خدمت اقدس میں عرض ہے کہ کیا امراض کا نظر آنا اور اپنے آپ کو شفایاب سمجھنا ہی مرض تو نہیں ہے اگر ہے تو علاج فرمایا جائے۔

تحقیق: اپنے سے زیادہ جاننے والے کو خصوصاً جو اپنا مربی اور مصلح ہے جو حالت پیش آئے اسے بتا کر اس سے فیصلہ کرایا جائے۔ یہی علاج ہے۔ (النور رمضان ۱۳۵۶ھ)

فیض صحبت کا اثر

حال: حضرت کے فیضان صحبت میں جو حقائق مجھ پر ظاہر ہوئے وہ حسب ذیل ہیں۔

① پہلی چیز ہر حال میں زبان و دل سے ذکر اللہ ② ہر کام میں دیانت اور تقویٰ کا لحاظ ③ بہت اچھے طریقے سے فرائض کے ادا کرنے کا اہتمام ④ کبیرہ صغیرہ دونوں قسم کے گناہوں سے بچنا۔ یہی چار باتیں خلاصہ معلوم ہوئیں اور انہیں کے اہتمام میں عمر گزارنا ہے۔

تحقیق: عین (بالکل) عرفان (پہچان) ہے لیکن متن کے درجہ میں ہے جو شرح کا محتاج ہے جیسا مشہور ہے کافیہ کافی است (کافیہ (عربی گرامر کی کتاب) کافی ہے) باقی دردسر ہے۔ یعنی شرح جامی کے ساتھ (جو کافی کی شرح ہے) اس شرح کی مثالیں پیش ہیں۔

❶ یہ حدیث النفس (جی کی بات) وکلام نفسی (ذہن میں کسی بات کو سوچنا) کے درجہ تک ہے اس کے ساتھ فکر کی ضرورت ہے۔ خواہ اپنی اصطلاح (سمجھ) میں اس کو ذکر کا ایک حصہ بنالیا جائے۔ قرآن مجید میں ”یذکرون اللّٰہ“ (اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والوں) کے بعد یتفکرون (فکر کرنے والے) بھی ہے۔

❷ ظاہرا بھی باطنا بھی ”کما ورد التقوی ھھنا واشار صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی صدرہ“ (تقویٰ اہتمام ظاہری اور باطنی دونوں طرح کرنا چاہئے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ تقویٰ یہاں ہے اور آپ ﷺ نے سینہ کی طرف اشارہ فرمایا)۔

❸ ”مع التوابع من السنن والتطوعات لان الطاعات کلھا سو امیتہ فی لزوم اداء حقوقھا۔“ (فرائض کا اہتمام سنتوں اور نفلوں کے ساتھ کرنا چاہئے کیونکہ طاعات ادائے حوق کے لازم ہونے میں ساری برابر ہیں)

❹ ”سواء کانت ظاھرۃ او باطنۃ لقولہ تعالیٰ وذروا ظاھرا الاثم وباطنہ ودخل فیھا الکبر والریاء وحب المال والجاہ وغیرھا من الرذائل ویتبع الاحتراز الاستغفار اذا صدر شیء منہ لا سیما حقوق العباد من الاموال والاعراض۔“ (کبیرہ صغیرہ گناہوں سے بچنا ظاہری اور باطنی دونوں طرح سے ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے ”گناہ ظاہری اور باطنی دونوں طرح چھوڑ

دو" اس میں کبر، ریا، مال اور منصب کی محبت اور دوسرے رذائل شامل ہیں اور اس سے بچنے کے ساتھ جب کوئی گناہ ہو جائے تو استغفار کرنا چاہئے مالی اور جانی حقوق العباد ہیں)۔

اس تفصیل کے ساتھ ان کا سلوک کا خلاصہ ہونا صحیح ہے ورنہ سب آٹھ نو ہیں۔ "ولا مشاحة فی الاصطلاح ولکل اصطلاح وجهة." (اصطلاح میں کوئی انکار نہیں ہے اور ہر اصطلاح کی اپنی الگ وجہ ہے)۔

حَالؒ: باقی جوش و کیفیات مطلوب نہیں وارد ہوں تو بہتر۔ ورنہ جان بوجھ کر ان کے حصول کے درپے نہ ہو۔

تَحقِیق: بالکل صحیح ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اگر پسندیدہ کیفیات پیش آئیں (تو یہ) حق تعالیٰ کی نعمتیں ہیں جن پر شکر واجب ہے باقی ان کا پسندیدہ اور نفع پہنچانے والا ہونا شیخ کی تحقیق پر موقوف ہے لیکن ان سے محرومی یا عطا ہونے کے بعد پھر نہ ہونا (گم ہو جانا) عطا کے فقدان یہ بھی خاص مصالح (حکمتوں) کے اعتبار سے نعمت ہے اور یہ بھی شیخ کی رائے پر ہے۔

حَالؒ: حضرت میرے اس بیان کے بارے میں بتائیں کہ صحیح ہے یا نہیں۔

تَحقِیق: اگرچہ مجھ میں اتنی لیاقت (قابلیت) نہیں لیکن مشورہ کے درجہ میں حکم پورا کر دیا دعائے توفیق و ہدایت کا طالب ہوں۔ (النور، ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ)

شمائم امدادیہ کا مطالعہ، یہ بھی ایک قسم کی صحبت ہے

حَالؒ: کل شمائم امدادیہ کا مطالعہ کیا تھا۔ رات بھر نیند میں وہی مضامین اور حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ کا تصور بلا زیارت و رویت قائم رہا۔

تَحقِیق: یہ بھی ایک قسم کی صحبت ہے۔ رزق الله تعالٰی برکاتها۔

حَالؒ: حضرت کے ایک ملفوظ کے بقول ذکر میں جب کیفیت ہو تو اس کو غذا سمجھو اور جب نہ ہو تو اس کو دوا سمجھ کر کرو۔ اس لئے دوا ہی پینے کی باری ان دنوں زیادہ آتی ہے۔

تَحقِیق: "هدی الله تعالٰی لاکمل وانفع من هذا." (اللہ تعالیٰ اس زیادہ کامل اور نفع والی چیز کی طرف رہنمائی فرمائیں)۔

شیخ سے اہم کاموں میں مشورہ کرنا مناسب ہے

حَالؒ: (حضرت کے) جواب اقدس نے الحمد للہ بڑی شفا بخشی۔ "عسی ان تحبوا شیئا وهو شر لکم"

(شاید کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور تمہارے لئے بری ہو) اکثر مشاہدہ ہوتا رہتا ہے نہ بھی ہوا تو "واللّٰہ یعلم انتم لا تعلمون" (کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے) ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا علم اور اپنا جہل یقینی ہے پھر بھی یہ وسوسہ ہوتا رہا کہ آخر حضرت کی خدمت میں حاضری میں شر کیا ہوکتا تھا کہ "عسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم" کا ایک عجیب راہ سے تجربہ ہو رہا ہے۔ ہفتہ دس دن ہوئے معلوم ہوا کہ ایک باغ بک رہا ہے دیکھا تو مکان کے بہت قریب اور بہت اچھی جگہ ہے۔ ہمارے ڈاکٹر عبدالعلی صاحب نے بھی دیکھتے ہی "عسی ا تکرھوا شیئا وھو خیرلکم" (کہ شاید کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہوتی ہے) کی آیت پڑھ دی۔ پرسوں آٹھ ہزار پر بیعانہ بھی ہوگیا۔ پھر سوال ہوا کہ حضرت کی خدمت میں حاضری کے مقابلہ میں یہ دنیوی نفع خیر کیسے ہوسکتا ہے۔ اس کا جواب کچھ یہ سمجھ میں آیا کہ نقد روپیہ قلب کے لئے خصوصاً اس زمانہ میں بہت پریشانی کا سبب ہو رہا تھا اور دل کی پریشانی کا نقصان ظاہر ہے۔ کیا عجیب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خیر کے ظہور کے لئے یہ عذر لنگ (بے کار بہانہ) پیدا فرما دیا ہو۔

تحقیق: یہ مصلحت (حکمت) بھی ہوسکتی ہے اور "ما اوتیتم من العلم الا قلیلا" (کہ تمہیں تھوڑا ہی علم دیا گیا ہے) کی وجہ سے جو حکمتیں معلوم نہیں ہیں ان حکمتوں سے جو معلوم ہیں کیفیت و مقدار میں بہت زیادہ ہیں جن کا نتیجہ یقینی طور پر آخرت ہی میں نظر آئے گا۔ یہ تو اس کا جواب ہے کہ دنیوی مقصود میں دینی مقصود سے زیادہ کیا خیر ہوسکتی ہے۔ اب اس کا جواب اور تلاش کیا جا سکتا ہے کہ یہاں آنے میں کس شر کا احتمال تھا تو اس کا جواب مدت ہوئی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا عملاً دے چکی ہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کا پیام بھیجا اس پر وہ جواب دیتی ہیں کہ "استشیر" یعنی "استخبر ربی" (کہ میں اپنے رب سے استخارہ کروں گی) یہاں کیا تردد تھا کہ استخارہ کا اہتمام کیا۔

حال: عذر لنگ (بیکار بہانہ) اس لئے کہ بفضلہ درد وغیرہ کی تکلیف زیادہ نہیں رہی۔ لیکن چونکہ پاؤں کا معاملہ ہے۔ انگلی کا ورم بس ایک حالت پر تقریباً ٹھہر گیا ہے جس سے ابھی تک نہ جوتا پہن سکتا ہوں نہ زیادہ چل پھر سکتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب پاؤں کی چوٹ میں نہ چلنے ہی کی زیادہ احتیاط کی تاکید فرما رہے ہیں۔ واللہ اعلم لیکن حضرت اب جی یہ چاہتا رہتا ہے کہ نہ کوئی سوال ہو نہ جواب نہ ارادہ نہ مراد بس بید الغسال (مردہ بدست زندہ) کا حال ہو۔ لیکن فطرت (عادت) کچھ ایسی ہے کہ سب کچھ سمجھنے کے باوجود نہ ارادہ سے باز آتی ہے اور نہ قلب خطرات (وساوس، خیالات) سے رکتا ہے۔

تحقیق: یہی تو مجاہدہ ہے جس میں ہر وقت اپنے علم کی کمی وعمل کی کمزوری کا مشاہدہ ہے۔

حال: حضرت نے اپنی انتہائی شفقت سے آزمائش پر وعدوں کی احادیث نقل فرمائیں ان میں ''اذا احب قوما ابتلاھم فمن رضی فله الرضی ومن سخط فله السخط'' (جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت فرماتے ہیں تو اس کو آزمائش میں ڈالتے ہیں جو اس پر راضی ہو جاتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور جو اس پر ناراض ہو جاتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے) کو کبھی کبھی اپنی کیفیت ناراضگی ہی کی محسوس ہوتی ہے یعنی غصہ سا معلوم ہوتا ہے حضرت اس کا کچھ علاج بھی تجویز فرمائیں۔

تحقیق: اس سلوک کے راستے میں مرض کو مرض سمجھنا ایک یہ بھی علاج ہے اور اس سے زیادہ سوء ظن بنفسہ اپنے بارے میں بدظن ہونا یہ ہے کہ غیر مرض کو مرض سمجھ کر اپنی کمی کا استحضار اور اس پر زبان سے کہہ کر یا عمل سے استغفار کیا جائے اور میری رائے میں یہاں یہی ہے کیونکہ یہ ناراضگی ہی نہیں ناراضگی کی صورت اور اس کے مشابہ ہے۔ جیسا کہ اپنے کہا کہ غصہ سا جس کی حقیقت یہ ہے کہ اعتقادی ناراضگی نہیں ورنہ اس کا غم نہ ہوتا اور طبعی ناراضگی گناہ نہیں۔

حال: اور دعا بھی (فرمائیں) کہ نفس کے ارادوں سے نجات پاؤں۔ اگرچہ یہ بھی نفس ہی کی مراد معلوم ہوتی ہے مگر اب کسی طرح ہو قلب کی راحت کی بے حد طلب ہے۔ اور خلاف طبع باتوں کی برداشت نہیں ہوتی ہے۔

تحقیق: ایسی کشمکش میں دعا کا صیغہ زیادہ ادب کا حدیث سے یہ ثابت ہے ''اللھم خرلی واختر لی مع العافیة'' میں بھی دعا کرتا ہوں۔

حال: باغ خرید رہا ہوں استخارہ بھی کر لیا ہے۔ روپیہ ٹھکانے لگ جانے سے کچھ یکسوئی کی بھی امید ہوتی ہے۔ پھر بھی ساتھ ہی اس سے بھی ڈر رہا ہوں کہ اس کے انتظام کی بدولت یہ نہ پیش آئے کہ ایک نیا دردسر خرید لیا۔

تحقیق: اس کو بھی اسی دعا میں شامل کر لیا جائے۔

حال: حضرت دعا فرمائیں کہ آسانی و برکت عطا ہو۔

تحقیق: دل سے دعا ہے۔ (النور محرم ۱۳۶۲ھ)

اچھی صفات کے اپنا اور بری صفات میں سے جس مرض کا احساس ہو طبیب کے مشورہ سے شروع کیا جاوے

حال: اب دل میں خلش یہ ہے کہ اس کے چھوڑنے کا کام کس نہج اور کس ترتیب سے شروع کیا جائے کہ ''الاھم فالاھم'' (پہلے جو اہم ہے اس کو کیا جائے پھر اس کے بعد جو اہم ہو اس کو کیا جائے) کے اصول کے

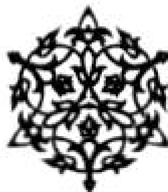
مطابق ہو اب اس کے لئے حضرت ہی کی خدمت بابرکت میں درخواست ہے کہ میرے لئے میری صلاحیت و ناقص استعداد کے پیش نظر کوئی طریقہ متعین فرمایا جائے۔

تحقیق: اگرچہ بعض اکابر نے (جیسے امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فی منہاج العابدین) اس میں کچھ ترتیب کی بھی رعایت فرمائی ہے مگر ممکن ہے کہ وہ ان کے اجتہاد کے مطابق اکثر ہوتا ہو اور اس وقت تجربہ سے اکثر ہونا بھی نہیں رہا اور میرے ذوق میں تو کبھی بھی اکثر نہیں ہوا بلکہ شریعت کے دوسری گنجائشوں اور آسانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ علاج طبیب یا مریض کو ایسے قیدوں کا پابند نہیں کیا گیا بلکہ میرے تجربہ میں چلنے کا راستہ ہی رہا کہ جس وقت جس مرض کا احساس ہوا "هذا يختلف باختلاف الاحوال والرجال كما في الطب الجسماني" (یہ لوگوں اور حالات کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے جیسا کہ جسمانی طب میں ہوتا ہے) اسی وقت طبیب سے مشورہ کرلیا گیا۔ اور اس مشورہ پر عمل کر کے علاج کرلیا گیا اور اس علاج کے نافع اور موثر ہونے کے لئے کسی دوسرے مرض کا رہنا مانع (رکاوٹ) نہیں ہوتا۔ "وبهذا يتميز هذا الطب من الطب الجسماني" (اس طرح یہ طب روحانی طب جسمانی سے الگ ہو جاتا ہے) اور یہ حق تعالیٰ کی نعمت ہے "اللهم الا قليلا واذا وقع يراعيه الطبيب" (بہت کم اس کے خلاف ہوتا ہے اگر ایسا ہوتا ہے تو طبیب اس کی رعایت کرتا ہے) امید کہ جواب ہوگیا ہوگا۔ والسلام

پیر سے دعا طلبی مستحسن (اچھی بات) ہے

حال: خادمہ اپنی اصلاح ظاہر و باطن، فلاح دارین حسن خاتمہ، شوہر صاحب کی اصلاح و فلاح وصحت چشم عشق و محبت رب العٰلمین، فہم سلیم، عمل صالح کی توفیق، حج مبرور، وسیع مبارک، گھر وسعت، رزق حلال، اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں میں شامل ہونے اور آپ کی خدمت میں فیوض و برکات کے ساتھ نصیب ہونے کے لئے عاجزی سے دعا کی درخواست کرتی ہوں۔ والسلام مع الاکرام۔

تحقیق: آخری دعا کے علاوہ سب مقاصد کے لئے دعا کرتا ہوں۔ آخری دعا میں دونوں کے لئے خیر اور شر مشکوک ہے اس لئے یہ دعا خلاف ادب ہے۔ (النور ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)



دوسرا باب

اخلاق حمیدہ کے بیان

روحانی امراض کا علاج

حَال: یہ تو جسمانی امراض کی حالت ہے۔ رہے روحانی امراض ان کی حالت جسمانی امراض سے بھی بدتر ہے جسمانی امراض کا اہتمام تو ہے امراض روحانی کے بارے میں یہ بھی نہیں ہے۔ اگر اسی حالت میں خاتمہ ہوگیا تو ''خسر الدنیا والاخرۃ'' (دنیا وآخرت میں نقصان ہو جائے گا) مجھے آپ کی دعا اور توجہ کی سخت ضرورت ہے جس وقت یاد آ جائے میرے لئے دعا فرما دیا کیجئے۔ جب میں اپنی حالت پر غور کرتا ہوں تو خوب روتا ہوں مگر کیا نتیجہ۔ ایک پارہ قرآن شریف کا پڑھ لیتا ہوں اور بارہ سو مرتبہ لا الہ الا اللہ دو مختلف جلسوں میں عام طریقے سے پورا کر لیتا ہوں۔ ہر نماز کے ساتھ ایک قضا نماز پڑھتا ہوں۔ مغرب کے بعد چار نفلیں زائد پڑھ لیتا ہوں۔ عشا کے بعد چار نفلیں بہ نیت تہجد پڑھ لیتا ہوں۔ اس وقت کل یہ معمول ہے۔ اطلاعاً پیش خدمت ہے۔

تحقیق: روحانی امراض کا جس طرح ایک علاج اختیاری ہے اور اس میں اہتمام کی ضرورت ہے۔ دوسرا علاج غیر اختیاری بھی ہے یعنی سقم یا ہم یا غم اگرچہ طاعات غیر واجبہ ہیں مقدار کے اعتبار سے یا طاعات واجبہ میں کیفیت کے اعتبار سے کچھ کمی یا رکاوٹ ہو جائے تب بھی باطنی نفع اس کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے اگرچہ تکلیف کے غلبہ سے یا ادراک (سمجھ) کی کمی سے اس وقت محسوس نہ ہوگی مگر نتیجہ تو اسی وقت اور احساس بعد میں ہوتا ہے۔ اب اس کا غم نہ کیجئے اور اگر غم کو ختم کرنے پر قدرت نہ ہو تو پھر یہ غم بھی علاج ہے۔ باقی دعا میں اس جزو کو بھی شامل کر دیا ہے۔ (النور صفر ۱۳۵۱ھ)

طبعی محبت بری نہیں

حَال: اللہ تعالیٰ امتحان میں نہ ڈالیں مگر (میری حالت ایسی ہے کہ مجھے) معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جائز دس روپیہ کے مقابلہ میں ناجائز دس ہزار ملیں تو ناجائز کی طرف بفضلہ تعالیٰ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں اگرچہ میری حالت تو ناگفتہ (بیان کے قابل نہیں ہے) ہے مگر حضرت کی برکت تو ہر کام میں اس ناچیز کو صاف صاف نظر آ رہی ہے۔

جہاں شریعت عقل اور مروت تقاضا کریں وہاں خوشی خوشی خرچ کرتا ہوں۔ ہر ایک کی حق تلفی سے بچتا ہوں اور کوئی کچھ ادھار لے لے اور واپس ملنے کی امید نہ ہو تو سچے دل سے معاف کر دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدایا اس پر رحم فرمائیں اور قیامت میں میری وجہ سے پکڑ نہ فرمائیں مگر چند باتوں سے مال کی محبت کا شبہ ہے مثلاً ایک دوکان سے کوئی چیز خریدوں اور دوسری میں وہی چیز سستی نکلے یا کوئی دھوکہ سے ایک دو پیسے ہی زیادہ لے لے تو واپس تو نہیں کرتا مگر رنج کافی ہوتا ہے۔ یا جس وقت تنخواہ آئے یا کسی ماہ خرچ کرنے کے بعد کچھ زیادہ بچ جائیں یا کوئی چیز سستی ملے تو دل میں خوشی ہوتی ہے حضرت اقدس ارشاد فرمائیں کہ اس ناچیز میں محبت مال کا مرض تو نہیں اگر ہو تو اصلاح کس طرح ہو۔

تحقیق: یہ محبت بری نہیں اتنی محبت طبعی ہے اور اس میں حکمتیں ہیں۔ (النور صفر ۱۳۵۱ھ)

حدیث ”اُعْبُدُاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ“ (اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو) کا صحیح مطلب

سُؤال: (الف) جو بندہ کے دل میں نماز میں جو وسوسہ آتا ہے۔ اکثر تو بلا اختیار لگا رہتا ہے پھر جب معلوم کر لیتا ہوں اس سے توجہ ہٹا لیتا ہوں۔ پھر کچھ دیر کے بعد وسوسہ ہو جاتا ہے پھر معلوم ہوا تو اس سے توجہ ہٹا لیتا ہوں) اس طرح سے اکثر اوقات گذرتا ہے اور بعض وقت اختیار سے بھی ہو جاتا ہے یعنی جب کوئی بات دل میں آئی دل کو اس اس سے سنبھال نہ سکا بار بار دل اس طرف رجوع ہو جاتا ہے۔

(ب) دوسرے یہ کہ حدیث ”اعبداللّٰہ کانك ترہ“ الحدیث (اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو) کا مطلب گندہ کی سمجھ میں یہ آیا کہ تم خدا کی عبادت اس طریقہ سے کرو کہ تم خدا کو دیکھتے ہو۔ میرے جناب! میں خدا کو کس طرح سے دیکھوں خدا تو ہمارے دیکھنے سے پاک ہے اور چہرہ وصورت سے بھی پاک ہے جس کو میں تصور کر سکتا ہوں جیسا کہ حاکم کے اجلاس وغیرہ میں حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر سامنے بات کی جاتی ہے اور عرض کیا جاتا ہے تو اس خیال میں تو یہ اشکال ہے اور اگر یہ خیال دل میں نہ آئے کہ یہی تو خدا ہے ہمارے سامنے موجود ہے ہم کو دیکھتا ہے کہ کیا کرتا ہوں اور کیا کہتا ہوں (دیکھتا سنتا ہے) تب خدا کی رغبت اور ہیبت دل میں نہیں آتی ہے۔

دوسری بات یہ کہ خلوص کے معنی بندہ کی سمجھ میں یہ آیا کہ سر افگندہ جو خدا کے سامنے کھڑا ہوا ہوں اس میں خدا کے علاوہ کسی قسم کا کوئی خیال اور کسی طرح کی بات کوئی اور صورت کا خدشہ دل میں نہ آئے۔ بس میں ہوں اور

خدا ہے گویا کہ دنیا میں اب کوئی اور کچھ نہیں ہے۔ بندہ کے حال پر کرم کر کے نور اصلاح سے منور فرمائیں۔

تحقیق:

(الف) بندہ اپنے اختیار کی حد تک کا مکلّف ہے اور اختیار اتنا ہے کہ حدیث النفس کو قصد و ارادہ سے نہ لائے اور جب بغیر قصد و ارادہ آ جاوے اس کو دفع کر دے اور دفع کی سہل صورت یہ ہے کہ کسی دوسری ایسی چیز کی طرف متوجہ ہو جائے جس کا عبادت سے تعلق ہے اس کی کئی صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ ذات حق کی طرف متوجہ ہو جائے خواہ تصور کے درجہ میں خواہ ہو کسی تصدیق کے درجہ میں ہو۔۔ مثلاً اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔

دوسرے یہ کہ حساب و کتاب کے آنے والے وقت کو مثل موجود کی طرح فرض کر لیا جائے کہ گویا میں حق تعالیٰ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ عبادت مطلوبہ کا نمونہ پیش کرو۔ وہ اگر پسند کے مطابق ہوئی تو حساب میں رعایت کا سبب ہو جائے گی۔

تیسرے یہ کہ فرض کر لے کہ یہ گویا بالکل آخری نماز ہے شاید اس کے بعد عمر ختم ہو جائے اور پھر نماز نصیب نہ ہو۔

چوتھے یہ کہ خانہ کعبہ گویا میرے سامنے ہے اور اس پر تجلیات نازل ہو رہی ہیں اور اس سے وہ تجلیات میری طرف آ رہی ہیں۔ جتنی اچھی نماز پڑھوں گا وہ تجلیات زیادہ آئیں گی۔

پانچویں یہ کہ منہ سے جو الفاظ نکلتے ہیں ان کی طرف توجہ رکھے خواہ معانی کے تصور کے بغیر خواہ معانی کے تصور کے ساتھ اور اس توجہ کی سہل صورت یہ ہے کہ کوئی لفظ یاد سے نہ بڑھے بلکہ مستقل ارادہ سے بڑھے یا شیخ کامل اور کسی ایسی چیز کا تصور تجویز کر دے اس کا استعمال کرے۔

ان تدابیر سے وہ وساوس جو بلا اختیار آئے تھے دفع ہو جائیں گے اور شروع شروع جب تک اس طریقہ کی مشق نہ ہوگی کبھی کبھی یہ تصورات زائل اور وساوس پھر حاضر ہو جاتے ہیں اس کا علاج یہ ہے کہ جب معلوم ہو فوراً اس توجہ کو دوبارہ کر لیا جائے۔ آہستہ آہستہ عبادت کی طرف توجہ کو رسوخ ہو جائے گا اور اگر اس رسوخ میں دیر ہو گھبرائے نہیں اس عمل کو جاری رکھے کیونکہ یہ رسوخ کا مکلّف نہیں عمل کا مکلّف ہے۔ حتیٰ کہ اگر عمر بھر بھی رسوخ نہ ہو تو مقصود میں کوئی خلل نہیں کمال عبادت اور اجر اور قرب میں ذرا کمی نہ ہوگی۔

(ب) یہ مطلب نہیں کہ تم یہ تصور کرو کہ میں خدا تعالیٰ کو دیکھتا ہوں تا کہ یہ اشکالات لازم آئیں اگر یہ مطلب ہوتا تو حدیث کی عبارت یوں ہوتی "ان تعبد اللّٰہ و تقد رانک تراہ" (کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور ایسا کر

سکتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو) مگر عبارت یہ ہے "ان تعبداللّٰہ کانک تراہ" (کہ اللہ تعالیٰ کی عبارت اسی طرح کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو) اور کان تشبیہ کے لئے ہوتا ہے تو معنی یہ ہوئے "ان تعبداللّٰہ حال کونک مشابھا بانك تراہ" یعنی گو تم خدا تعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتے اگر فرض کیا جائے کہ تم خدا تعالیٰ کو حقیقت میں دیکھتے تو اس وقت عبادت کیسی کرتے ظاہر ہے کہ نہایت مکمل عبادت کرتے اور عبادت کے پورے حقوق ادا کرتے جیسا کہ حاکم کو دیکھنے کا طبعی تقاضا ہے۔ بس اب نہ دیکھنے کی حالت میں بھی اسی حالت کی طرح عبادت کرو۔

اب ایک اشکال تھا کہ جب خدا کو ہم دیکھتے نہیں تو دیکھنے کی طرح عبادت کیسے ہوسکتی ہے۔ وہ تو اسی حالت کے ساتھ خاص ہے (اس لئے) آگے اس حک کی ایک علت (وجہ) بیان فرما کر جواب دے دیا کہ ایسی مکمل عبادت صرف حاکم کو دیکھنے ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حاکم کو دیکھنے والی حالت اور دوسری حالت دونوں حالتوں کو شامل ہے اور دوسری حالت یہ ہے کہ حاکم تم کو دیکھتا ہے تب بھی ایسی ہی عبادت ہوگی۔ چنانچہ مشاہدہ گواہ ہے کہ اگر حاکم کسی کام کا حکم دے اور خود ایسی جگہ کھڑا ہو کہ کام کرنے والا تو اس کو نہ دیکھے اور وہ اس کو دیکھے اور اس کے دیکھنے کی اس کو خبر بھی ہو تب بھی ایسا ہی کام کرے گا اس جواب کی طرف اشارہ کرنے کے لئے فائے علت (اگر امر کا ایک اصول ہے) کے ساتھ فرمایا۔ "فان لم تکن تراہ فانہ یراك" یعنی ایسی عبادت کا حکم جو حاکم کے سیکھنے کی حالت کی طرح ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے اور عمل کو مکمل کرنے اور حقوق کو ادا کرنے اس کے سیکھنے کا اثر بھی وہی ہے اس پہلی حالت کا۔

اب سوال کے اشکالات میں سے ایک اشکال بھی باقی نہیں رہتا سوال میں جس خیال کو رغبت و رہبت (شوق و خوف) کی شرط ٹھہرایا ہے یہ اس کے خلاف بھی نہیں ہوا بلکہ یہ وہی خیال ہے جس کو جواب میں پہلی صورت قرار دی گئی ہے۔ اسی طرح سوال میں جو خلوص کی تفسیر کی ہے وہ بھی یہی پہلی صورت ہے کچھ عنوان کے اختلاف سے اور اصل اس کا عنوان حسان ہے جو اخلاص کا ہم معنی ہے یعنی نیکو کردن عبادت۔ کیونکہ اخلاص یہی نیکو کردن اور کامل گزاردن ہے۔ (النور صفر ۱۳۵۱ھ)

جسمانی کمزوری کی وجہ سے ہیشگی کا نہ ہونا

حَالؒ: میرا تباہ حال یہ ہے کہ مختصر سے مختصر ذکر کا معمول رکھا تھا اس پر بھی ہیشگی نہیں ہوتی۔ جماعت کی نماز میں بھی اکثر مسبوق (جس کی کوئی رکعت امام کے ساتھ نہ ہو) ہونے کی نوبت آتی ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو آئندہ

کے لئے احتیاط کا عزم کر لیتا ہوں۔ مگر پھر بھی جس دینی یا دنیوی مشغلہ میں ہوتا ہے اس کو فوراً چھوڑ دینے اور جماعت اور تکبیر اولیٰ کی طرف جلدی کرنے میں غفلت ہوتی ہے۔ جانتا ہوں کہ تصور اختیاری ہے اور اختیار کے استعمال کرنے کی کوشش بھی کچھ کرتا ہوں مگر غفلت سب پر غالب آ جاتی ہے۔ آخر شب کے نوافل تو مدت سے وقت پر نہیں ہوتیں۔ صبح کو اشراق کی نماز کے ساتھ قضا کرتا ہوں۔

ع نتواں نہفتن درد از طبیبان

(کہ ہم طبیبوں سے اپنا درد چھپا نہیں سکتے)

میرا وجود اگر میرے لئے ہی باعث ننگ ہوتا تو اتنا فکر نہ ہوتا مگر شرم اس کی آتی ہے کہ حضرت والا کی غلامی کی نسبت لوگوں میں مشہور ہوگئی۔ جی چاہا ہے کہ کوئی اس نسبت کو نہ سنتا تو اچھا ہوتا اس لئے دعا و ہمت کا بہت زیادہ محتاج ہوں۔

تحقیق: اس کا سبب جسمانی کمزوری ہے جس کا اثر عزم پر طبعاً ہوتا ہے جس میں ایک ایک قسم کی غیر اختیاریت کا بھی درجہ ہے۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ اسی کی برکت سے درجہ مطلوبہ بھی حاصل ہو جائے گا۔ حقیقۃً یعنی ہو جائے گا یا حکماً یعنی اجراً و اثراً یہ حالت ضعفاء کو اکثر پیش آتی ہے۔ لیکن ؎

چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسد ❁ گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

چلنے سے نہ رکیں۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ)

اہلِ قبر سے فیض کی قسمیں

حال: ایک بات تحقیق کے قابل ہے۔ وہ یہ کہ قبر والوں سے فیض وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جن کو کشف ہوتا ہے یا مجھ جیسا کورا بھی حاصل کر سکتا ہے اور اگر مجھ جیسا کورا حاصل کر سکتا ہے تو اس کا کیا طریقہ ہے۔

تحقیق: فیض دو (قسم کے) ہیں ایک تعلیم کا ہے۔ ایک تقویت نسبت کا ہے۔ پھر ایک فیض ہے۔ اور ایک فیض کا ادراک پھر ایک کا ادراک فوری ہے ایک آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ یہ کئی صورتیں ہوگئیں۔ فیض تعلیم تو اہل کشف کے ساتھ خاص ہے مگر وہ تعلیم ضروری تربیت کے لئے کافی نہیں اور نسبت کو قوت دینے والا فیض اہل کشف کے ساتھ خاص نہیں۔ غیر اہل کشف کو بھی ہو جاتا ہے۔ اتنا فرق ہے کہ اہل کشف کو اس کا ادراک فوری ہوتا ہے اور غیر اہل کشف کو آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ فیض جب تک اعمال کو ہمیشہ باقی رکھ کر اس کو باقی رکھنے کا اہتمام نہ کیا جائے باقی نہیں رہتا ہے۔ پھر اس آہستہ آہستہ ہونے میں بھی فرق ہے۔ بعض کو فطرتاً (پیدائشی طور پر) یا

شغل کو ہمیشہ پابندی سے کرتے رہنے کی جوہ سے خیالات کی یکسوئی اور فکروں کا نہ ہونا حاصل ہو جاتا ہے جو جلدی ادراک ہونے میں مددگار ہوتا ہے اور بعض خیالات کا یکسو نہ ہونا غالب ہوتا ہے جو جلدی ادراک ہونے میں رکاوٹ ہوتا ہے۔

طریقہ اس کا سب کے لئے یہ ہے کہ قبر کے قریب بیٹھ کر اپنی اور میت کی روح کا تصور کرے اور دونوں کا ملنا تصور کرے اور یہ تصور کرے کہ اس ملنے سے فلاں کیفیت مثلاً محبت یا خشیت وغیرہ میت کی روح سے میری روح پر فائض ہو رہی ہے۔ اگر شروع شروع میں جی نہ لگے تنگ نہ ہو۔ تھوڑی دیر میں یکسوئی حاصل ہوگی اور نفع ہوگا اور اس مراقبہ سے پہلے ایصال ثواب شرط نہیں۔ لیکن اگر ایسا بھی کرے تو اس میت کا نفع بھی ہے جس سے نفع لینا چاہتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿هل جزاء الاحسان الا الاحسان﴾ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ احسان کا بدلہ احسان ہی ہے) مگر یہ تب ہی ہوگا جب وہ نسبت پہلے سے حاصل ہو۔ اس میں قوت ہو جائے گی۔ باقی صرف نسبت یہ اعمال یا صحبت احیا (زندہ لوگوں یعنی اللہ والوں کی صحبت) سے حاصل ہوتی ہے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ)

مبتدی کے لئے اسباب کے ساتھ کام کرنا زیادہ مناسب ہے

حَالؔ: حضور جب کوئی واقعہ پیش آتا ہے کوئی کام کرنا ہوتا ہے تو احقر کی حالت دو قسم کی ہوتی ہے۔ کبھی تو بغیر اسباب کے اختیار کئے ہوئے توکلا علی اللہ (اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر) اس کام کو کر ڈالا اور اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا۔ الحمد للہ کام طبیعت کے موافق ہوتا ہے۔ مگر یہ اس وقت جبکہ طبیعت کے اندر قوت ہوتی ہے۔ تذبذب (تردد و شک) نہیں ہوتا اطمینان ہوتا ہے۔ اسباب اختیار کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ جب ضعف ہوتا ہے اور قوت قلب خیال کے دفع پر قادر نہیں ہوتی دل میں دھکڑ پکڑ رہتی ہے تو ایسی صورت میں ظاہری اسباب کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے۔

بہر حال اسباب کو اختیار کر کے توکل کرنا چاہئے۔ یا وقتی حال پر عمل کر لینا چاہئے۔ کبھی قلب میں ایسی قوت ہوتی ہے بلکہ اکثر اوقات کہ بدوں اسباب کے بغیر اللہ تعالیٰ ہی پر نظر رہتی ہے ان پر توکل اور الحمد للہ کام بھی حسب منشا ضرور ہو جاتا ہے۔ بارہا کا تجربہ ہے الحمد للہ کبھی خلاف نہ ہوا بلکہ کبھی اسباب کو اختیار کر کے توکل کیا تب خلاف طبیعت ہوا۔ تو کیا حضور خادم کی دل کی قوت کی حالت میں مستحب توکل بغیر اسباب والا کر لیا کرے اور دل کی کمزوری کی حالت میں اسباب اختیار کرنے والا توکل کر لیا کرے۔

تحقیق: ہم جیسے مبتدیوں کے لئے اسباب ہی کے ساتھ عمل کرنا زیادہ مناسب ہے اور اس تفصیل پر عمل کرنا کہ قوت قلب کے وقت اسباب کو اختیار نہ کیا جائے اور ضعف کے وقت اسباب کو اختیار کیا جائے۔ یہ خود قلب کو پریشان کرنے والا ہے کہ ہر موقع پر سوچا کریں کہ اس وقت قلب میں قوت ہے یا ضعف ہے مبتدی کو پریشانی خود نقصان پہنچانے والی ہے اور کبھی اس (قوت وضعف) کا فیصلہ سوچ کا محتاج ہوگا اس وقت زیادہ پریشانی ہوگی اور کبھی اس میں غلطی ہوگی جو بعد میں ظاہر ہوئی تو اس وقت تاسف افسوس کا غلبہ ہوگا۔ جو پریشانی سے بھی زیادہ نقصان دینے والی ہے۔ کبھی ترک اسباب اور پھر کامیابی سے عجب پیدا ہوتا ہے جو سب سے زیادہ نقصان دہ ہے تو صرف ایک غیر ضروری بات کو استعمال کرنے میں ان سب سے امن ہے اور ساتھ ہی اپنے عجز وضعف محتاجگی کا مشاہدہ ہے۔ جو طریق میں مطلوب بھی ہے اور مفید بھی ہے۔ لیکن اہل تمکین واہل رسوخ کے لئے دوسرے احکام ہیں۔ (النور شعبان ۱۳۵۱ھ)

رضا الٰہی معلوم کرنے کی صورت

حال: پس ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ کی حقیقی رضا معلوم کرنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

تحقیق: اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور اس وعدہ کی شرائط کا ہونا اور اس کے ساتھ اس خشیت کا ہونا جو مومن کے لئے لازم ہے۔ اس کی دو وجہ ہیں ایک تو آئندہ میں یہ احتمال کہ شاید کوئی اختیاری کوتاہی ہو جائے۔ دوسرے کہ شاید کوئی اختیاری کوتاہی فی الحال ہوگئی ہو جس کا علم بھی توجہ کرنے سے ہوسکتا تھا اور توجہ کرنے میں بھی کوتاہی ہوئی ہو کہ یہ بھی اختیاری ہے۔ (النور، شعبان ۱۳۵۱ھ)

تخلیہ کاملہ (بری صفات کو پوری طرح ختم کرنے) سے تجلیہ (اچھی صفات کا حصول) بھی ہوتا ہے

حال: چونکہ ان حضرات کے تربیت کے طریقے سے اہتمام صرف تخلیہ (بری صفات کے ختم کرنے) کا معلوم ہوتا ہے اس لئے کبھی کبھی دل میں یہ وسوسہ بھی ہوتا ہے کہ یہ سلوک کیسے طے کرانے ہوں گے اس کا علاج ارشاد فرمائیں۔

تحقیق: شیوخ مجتہد ہوتے ہیں ان کی یہی رائے ہے کہ تخلیہ کاملہ سے تجلیہ بھی ہوجاتا ہے۔ (النور رمضان ۱۳۵۱ھ)

تصوف میں پیش آنے والی باتوں کا نقشہ

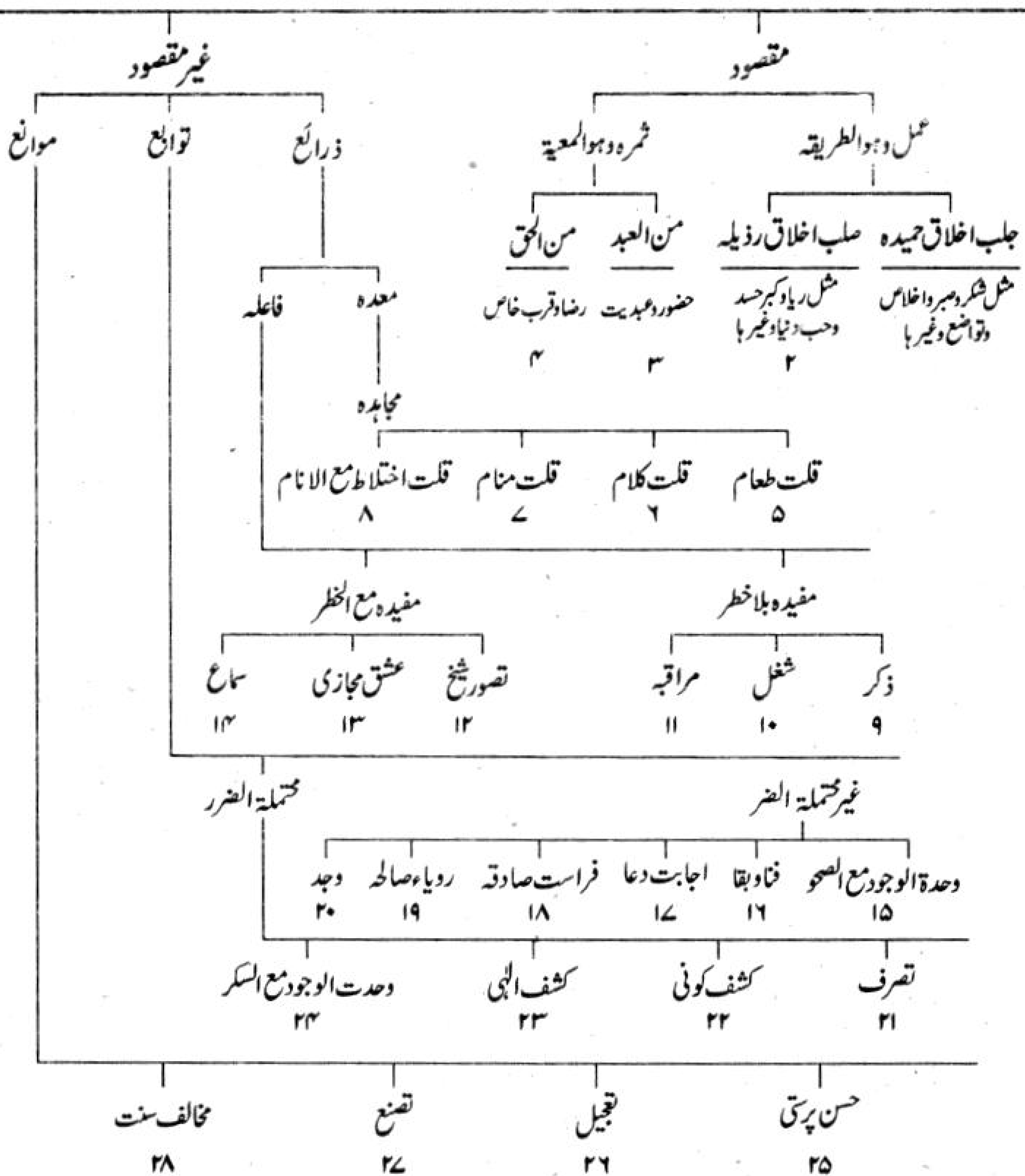
ملفوظ (ملقب بہ شجرۃ المراد۔۱۲) ضبط کردہ مولوی اسحق علی صاحب کانپوری در ۱۳۱۲ھ تقریبا۔ نافع اور جامع

مسجد کو نقل کیا گیا۔ روزے حضرت اقدس مولائی واستاذی مولوی اشرف علی صاحب بعض احباب خاص را بردہ لکدہ خود مدعو کردند وخلاصہ راہ سلوک یعنی تصوف بیان فرمودند۔ خاکسار ہم حاضر بود در اثنائے بیان تقریر جناب ممدوح رابرائے اختصار بصورت ذیل نگاشت۔

نوٹ: اس صورت میں صاحب ملفوظ نے تصرف کر کے زیادہ سہل کردیا۔

وہ باتیں جن کے بارے میں فن تصوف میں بحث کی جاتی ہے

امور مبحوث عنہا فی التصوف



انہت شجرۃ المراد

اسبابِ دینیہ کو ترک کرنا توکل نہیں

حَالؔ: حضرت والا! بحمد اللہ (میری حالت یہ ہے کہ) جس شخص سے مجھے حسد ہوا اس سے ملاقات کے وقت میں سلام کرنے میں پہلے ہی سے نہیں رکتا ہوں آئندہ حسب ارشاد حضرت اقدس ایسے موقع پر جبکہ محسود (جس شخص پر حسد ہے) کی ترقی کا تذکرہ ہوتا ہو بیٹھا کروں گا اور اس کے لئے ترقی کی دعا کرتا رہوں گا۔

تَحْقِیق: اللہ تعالیٰ نفع فرمائے انشاء اللہ تعالیٰ اور نافع ہوگا۔

حَالؔ: دوسری بات ایک دن بندہ موٹر میں سوار جا رہا تھا کہ ایک جگہ موٹر ایک طرف کو زیادہ ٹیڑھی ہوکر قریب الٹنے کے ہوگئی اور موٹر ڈرائیور نے واپس پیچھے لاکر دوسرے راستہ پر چلانا چاہا مگر بار بار چلاتا اور موٹر واپس کرتا گویا رک گئی۔ آگے جگہ اونچی تھی بہت سواریاں تھیں میں بہت گھبرایا اور اترنا شروع کیا بلکہ بہت کوشش کی مگر دروازہ نہ کھل سکا اس خیال سے کہ شاید پھر الٹ جائے مگر باقی سب لوگ اطمینان سے بیٹھے رہے۔ اور مجھے برا بھلا کہنے لگے کہ خدا پر بھروسہ کرنا چاہئے جو تقدیر میں لکھا ہے ہوکر رہے گا افسوس تم دیندار معلوم ہوتے ہو۔ جس پر میں بہت ہی نادم ہوا۔ حالانکہ میرا تقدیر پر پورا ایمان ہے اور حضرت علی کے مواعظ میں متعدد جگہ آیت کریمہ ﴿ما اصابکم ...... بما اتکم﴾ کی تفسیر اچھی طرح سمجھ چکا ہوں اور اسی خیال سے کتاب اکسیر فی اثبات التقدیر کا مطالعہ بھی کر چکا ہوں اور ایسے ہی معمولی سے خطرہ پر پریشان ہو جاتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں توکل نہیں ہے صرف اسباب پر ہی نظر ہے۔ مسبب پر نظر نہیں ہے۔ حضرت والا اس معصیت سے بچنے کا علاج ارشاد فرمائیں۔

تَحْقِیق: نہ یہ گناہ ہے نہ توکل کے خلاف ہے کیونکہ توکل کی حقیقت نظر ہٹانا اور یہ نظر ہٹانا اعتقاداً تو فرض ہے اور خیالی اسباب کو چھوڑنے میں جتنا برداشت کے قابل ہو مستحب ہے۔ اور جو اسباب عادۃً یقینی یا یقینی کی طرح ہیں ان کا ترک کرنا اہل حال کے علاوہ گناہ ہے کہ ان کو اس کی بھی اجازت ہے اور یہ سب تفصیل اسباب دنیویہ میں ہے اور اسباب دینیہ کو ترک کرنا توکل نہیں ہے۔ (النور ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ)

گذشتہ گناہوں پر توبہ کرنے سے دل پر بوجھ رہنا مطلوب ہے

حَالؔ: گذشتہ عمر کی بدکرداریوں سے کتنا ہی توبہ کر چکا ہوں مگر طبیعت پر ان کا بوجھ رہتا ہے کہ تجھ سے اس قسم کی غلط کاریاں ہوئی ہیں۔ کا صدور ہوا ہے اور تجھ میں باطنی امراض ابھی تک اسی طرح موجود ہیں۔ ان سب کے ساتھ تو حق تعالیٰ کو کیا منہ دکھائے گا۔

تحقیق: ان احتمالوں پر دوسرے رحمت کے احتمالات کو بھی حاضر رکھنا چاہئے۔

حال: کیا طالب کو بھی یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ اب تیری اصلاح ہو چکی ہے اور کبھی اطمینان کی حالت بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

تحقیق: اصلاح کا کوئی منتہا نہیں اس لئے جب ایسا خیال ہوگا غلط ہوگا۔

حال: نفس کے امراض پر مطلع ہونے کے باوجود بعض باتوں میں اپنی خامی کی وجہ سے نفس کا اتباع کرنا یا شیخ کے علاج فرمانے کے بعد بھی نفس کی کسی بات میں اطاعت کر گزرنا یہ حالت تو ایسی معلوم ہوتی ہے جیسی کفار کی حالت تھی۔

تحقیق: کیا اس میں صرف کفار ہی سے مشابہت ہے ایمان کی حیثیت سے مومنین کے ساتھ مشابہت کی کوئی وجہ نہیں۔

حال: جب اپنے اندر یہ بات دیکھتا ہوں تو یہ خیال ہوتا ہے تو پھر اس زندگی سے تو موت اچھی ہے بلکہ خودکشی کر کے جھگڑا ہی ختم کر دیا جائے تو پھر اس بددینی میں اضافہ تو نہ ہونے پائے۔

تحقیق: اور کیا خودکشی کے اضافہ ہونے میں کوئی شک ہے۔ (یعنی خودکشی بھی تو بددینی کا ایک اضافہ ہے تو اس کے اضافہ ہونے میں شک ہے)

حال: باطنی امراض میں مبتلا ہونے سے رنج بھی بے حد ہوتا ہے اور عمل بھی ہو جاتا ہے۔ عمل کے بعد تکلیف بھی بہت ہوتی ہے۔ بہت اہتمام کرتا ہوں مگر پھر بھی اپنی خامی کی وجہ سے کبھی نہ کبھی کچھ عمل ہو ہی جاتا ہے اس کے بارے میں جو تدبیر مناسب ہو اس پر دل و جان سے عمل کرنے کو تیار ہوں۔

تحقیق: قبل صدور ہمت اور بعد صدور توبہ۔ عمل ہونے سے پہلے ہمت (کہ ہمت کر کے نہ کیا جائے) اور عمل ہو جانے کے بعد توبہ (کیجئے)۔ (النور، محرم ۱۳۵۱ھ)

اپنے کو ذلیل نہ سمجھنا اچھی حالت ہے

حال: میں اپنے کو کسی سے بڑا نہیں سمجھتا مگر اس کے باوجود نفس اس بات کو بالکل برداشت نہیں کرتا کہ ذلت ہو۔ بس دل یوں چاہتا ہے کہ کوئی عزت بے شک نہ کرے بڑا قطعاً نہ سمجھے مگر کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے ذلت ہو۔ میلے کپڑے پہننے سے بھی عار آتی ہے کہ دیکھنے والے ذلیل سمجھیں گے۔

تحقیق: یہ شریعت میں بھی حکم ہے "لا ینبغی للمومن ان یذل نفسہ" (کہ مومن کے لئے مناسب

نہیں کہ وہ خود ذلیل کرے) جب تک حالت غالب نہ ہو یہی طریقہ ہے مگر جب حال غالب ہو جاتا ہے تو ذلت کو عزت سے عزیز سمجھتا ہے مگر وہ غیر اختیاری ہے اگر نہ ہو تو تمنا نہ کرے اگر ہو جائے ختم نہ کرے۔

(النور، صفر ۱۳۵۲ھ)

قلب کا تنگ ہونا برا نہیں

حَالؔ: مجھ میں کوئی حال نہیں جس کو عرض کروں اور کوئی حال نہیں پاتا ہوں سینہ اور قلب بالکل تنگ بلکہ بند ہیں۔ قلب میں کام کے ابھار کی قوت کا نام و نشان نہیں معلوم ہوتا۔ کئی دنوں سے قلب میں انشراح و انبساط (کشادگی فراخی) نہیں بلکہ تنگی ہی تنگی ہے۔ صحبت مجلس سے بھی کچھ بھی حالت نہیں بدلی۔ مجھ کو سخت خطرہ تھا کہ کہیں "قائلین قلوبنا غلف" (کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے کہنے والوں) یا ارشاد "لا یجاوز حناجرهم" رنگے الحدیث کا مصداق بن گیا ہوں۔

تحقیق: جو لوگ اس کے مصداق ہوتے ہیں ان کو اس کے مصداق ہونے کا احتمال تک بلکہ توجہ تک بھی نہیں ہوتی ہے یہی اس کا مصداق نہ ہونے کی دلیل ہے۔

حَالؔ: مجھ کو اس اندھیروں کے گڑھے سے نکال کر نور کی طرف پہنچایا جائے۔

تحقیق: اندھیرے ہیں ہی نہیں ان اندھیروں کی خاصیت ہے "اذا اخرج یده لم یکد یریها" کہ جب ہاتھ نا لگے قریب ہے کہ وہ نظر نہ آئے اور یہاں روایت کی دولت نصیب ہے بس اندھیرے نہیں ہیں۔

(النور، صفر ۱۳۵۲ھ)

خلافِ اخلاص امر دنیوی ہے نہ دینی

حَالؔ: تہجد کے وقت اٹھتے ہوئے جب نفس میں کاہلی و سستی پیدا ہو جاتی ہے تو کبھی خیال ہوتا ہے کہ اگر تو نے اس کی یعنی تہجد وغیرہ کی پابندی نہیں کی تو حضرت کو یعنی جناب کو اپنی حالت سے کیا اطلاع دے گا۔ اس خیال سے اٹھتا ہوں اور پڑھتا ہوں بلکہ اکثر اعمال و مستحبات کی پابندی کے وقت یہ بات دل میں آجاتی ہے تو کیا اس سے عمل کا اخلاص تو باطل نہیں ہوتا اور آئندہ کے لئے نقصان دہ تو نہیں ہے۔

تحقیق: نہیں کیونکہ اخلاص کے خلاف جب ہوتا کہ ابھارنے والی دنیاوی بات ہوتی یہاں تو ابھارنے والا دینی بات ہے کیونکہ مجھ سے تعلق دین ہی کے لئے ہے تو تعلق فی اللہ والے کی رضا کا ارادہ اللہ ہی کی رضا کا ارادہ ہے اور وہ عین اخلاص ہے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ)

تفویض (سارے کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کردینا) اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنے کو چھوڑ دینا ہے

حال: ایک بات احقر کو یہ پیش آئی ہے کہ احقر یہاں دہلی میں کام کرتا ہے اور اس کام میں عرصہ سے احقر کو نقصان ہو رہا ہے۔ اب تک احقر آئندہ فائدہ ہونے کی امید پر دل تنگی سے نقصان برداشت کرتا رہا ہے مگر اب کچھ دنوں سے قلب میں ایک نئی حالت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس نقصان سے جو ہوا ہے دل میں تنگی نہیں معلوم ہوتی (جو پہلے احقر کو معلوم ہوتی تھی) بلکہ دل میں یہ بات سما گئی ہے کہ ہم کو تدبیر کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہئے اور اپنی تجویز کو اللہ تعالیٰ کی تجویز میں فنا کر دینا چاہئے ہمارے لئے وہی بہتر کریں گے جو ہمارے لائق ہوگا۔ ہمیں جو نقصان ہوا ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت ہی ہے (جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے) جو ہمارے لئے بہتر ہی ہے۔ جب سے یہ بات دل میں سمائی ہے دل اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں کیا بلکہ ہر حالت میں راضی ہے۔ تنگی وغیرہ سب دور ہوگئی گویا کہ اللہ تعالیٰ نے زائد آمدنی کم کر کے استغنا عطا فرما دیا۔

تحقیق: یہ تفویض ہے۔

حال: ایک عرض یہ ہے کبھی مالی نقصان سے طبیعت پر رنج بھی ہو جاتا ہے یہ تفویض کے خلاف تو نہیں (گو احقر زبان سے کوئی بات ایسی نہیں کہتا) اگر (تفویض کے خلاف) ہے تو اس کی کیا تدبیر کروں جیسا ارشاد عالی ہوگا احقر اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کرے گا۔

تحقیق: اگر رنج طبعی ہو مگر حق تعالیٰ پر اعتراض نہ ہو تو وہ تفویض کے خلاف نہیں ہے۔

حال: ایک عرض یہ ہے کہ احقر تفویض کو یہ سمجھا ہے کہ بندہ اپنی تجویز کو اللہ تعالیٰ کی تجویز میں فنا کر دے اور اپنے لئے کچھ تجویز نہ کرے۔

تحقیق: یہ معنی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کو چھوڑ دینا تفویض ہے۔

حال: اور توکل کو یہ سمجھتا ہے کہ تدبیر کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا۔

تحقیق: تدبیر کی جگہ میں یہ ٹھیک ہے اس میں ایک اور شرط ہے کہ وہ تدبیر مباح ہو اور اس میں انہماک نہ ہو۔

حال: یہ احقر ٹھیک سمجھا ہے یا نہیں۔ اگر غلط سمجھا ہے تو اصلاح فرمائی جائے۔

تحقیق: اوپر لکھ دیا۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ)

تفویض وتوکل میں فرق

حَال: اگر میرے فہم کے لائق ہوتو تفویض وتوکل کے فرق کو سمجھا دیا جائے ورنہ خیر۔
تحقیق: توکل بعض کے لئے صرف ظنی (خیالی) تدبیر کوترک کرنا ہے اور بعض کے لئے یہ ہے کہ جوتدبیر مباح نہ ہواور جوتدبیر مباح ہواس میں انہاک کو چھوڑ دینا ہے۔تفویض یہ ہے کہ اس کے بعد اگر تدبیر میں ناکامی ہو یا وہ معاملہ کا تعلق تدبیر سے نہ ہو جیسے غیر اختیاری مصائب تو حق تعالیٰ پر اعتراض نہ کرے۔
حَال: حضرت والا بعض باتیں جو احقر کو پوچھنی ہوتی ہیں میرے سال کے مطابق (ان کا جواب) تبویب تربیت السالک یا مواعظ میں جواب مل جاتا ہے تو عرض یہ ہے کہ وہ سوال مع تربیت السالک یا مواعظ کے جواب کے خدمت اقدس میں لکھ دیا کروں۔
تحقیق: اگر شرح صدور ہو جاوے تو لکھنے کی ضرورت نہیں اگر تردد ہے تو لکھ دیا جائے۔ (النور، جمادی الاولی ۱۳۵۲ھ)

ایک اجازت یافتہ کا حال

مقصود مشاہدہ ہے اور اس کا طریقہ مجاہدہ ہے

حَال: (مختصرا) یہ ناکارۂ خلائق ننگ خانقاہ و مدرسہ جس ناکارہ حالت میں ہے اس کی کچھ اطلاع غالباً حضرت والا کو بھی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی حالت کی صحیح طرح بتا نہیں سکتا ہوں جس کام کا ارادہ کرتا ہوں وہی خراب ہوتا جس چیز کا عزم کرتا ہوں فوراً ٹوٹ جاتا ہے۔ رات کو عزم کو نیا و تازہ کرتا ہوں تو صبح ہی سے اس کے خلاف کا ظہور شروع ہو جاتا ہے۔ اور اسباب کچھ ایسے پیش آتے ہیں کہ مجھے یہ بھی پوری طرح فرق معلوم نہیں ہوتا کہ اختیاری ہیں یا غیر اختیاری۔ ادھر کام بھی نہیں ہوتا ہے اور ادھر یہ دیکھتا ہوں کہ بے فکر ہو کر آرام کیا ہو یہ بھی نہیں ہوتا ہے۔ رمضان المبارک کے مہینہ میں حضرت والا کی خدمت وصحبت نصیب ہوئی۔ مگر یہ ناکارہ اپنی اعمال کی برائی کی وجہ سے اسی طرح گرفتار ہے۔

؎ ما نداریم مشامے کہ توانست شنید
ورنہ ہر دم وزد از گلشن وصلت نفحات

تَرجَمَہ: ”میں سونگھنے کی قوت نہیں رکھتا کہ سونگھ سکوں ورنہ ہر وقت گلشن سے خوشبوئیں آتی رہتی ہیں۔“

حضرت کی عنایت وتوجہ سے الحمد للہ یہ تو ہوا کہ اپنی حقیقت کا ناکارہ ہونا کچھ کچھ کھل گیا اور جہل مرکب

(خالص جہالت جس میں یہ بھی معلوم نہ ہو کہ میں جاہل ہوں) سے کچھ نجات (حاصل) ہوئی اور الحمد للہ یہ محسوس ہوگیا کہ تمام خانقاہ میں سب سے زیادہ لائق ونکما میں ہی ہوں۔ احقر کا سہارا صرف حضرت کی دعا وتوجہ ہے اس سے کچھ کام بنے تو بنے ورنہ اپنے عمل اور کوشش کا تجربہ ہوگیا۔

(جواب): السلام علیکم۔ مقصود تو مقصود کا مشاہدہ ہے اور اس کا طریقہ مجاہدہ ہے مگر جب تک اس میں کمی رہے تو اس مقصود مشاہدہ کی ابتداء مجاہدہ نہ ہونے کا مشاہدہ ہے جس سے انشاء اللہ تعالیٰ مجاہدہ کی توفیق ہو جاتی ہے۔ پھر اس سے مقصود کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے جو کہ مقصود ہے۔ اسی ترتیب کا سلسلہ شروع ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ اچھائی اور خیر کے ساتھ آہستہ آہستہ چاہئے اگر کام میں کوتاہی ہو جائے اس لگے رہنے میں لگا رہنا چاہئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ محرومی نہ ہوگی۔ میں بھی دعا کرتا ہوں۔ (النور ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ)

ایک اجازت یافتہ کا حال

صاحب تکوین کا ایک خاص منصب (عہدہ) ہے

حَالؔ: ایک عرصہ سے یہ خیال بھی دل میں آ رہا ہے کہ خدمت تکوین میرے سپرد ہوئی ہے۔ پہلے تو اس کو معمولی خیال سمجھ کر ٹال دیا مگر جب آثار نظر آئے تو فکر ہوئی اور یہ خیال کیا کہ اگر عرصۂ دراز تک یہی خیال دل میں رہا اور آثار بھی بڑھتے رہے تو حضرت سے عرض کروں گا ورنہ وسوسہ سمجھ کر ٹال دوں گا۔ اب عرصہ دراز ہوگیا ہے تقریبا چھ ماہ اور شروع اس وقت سے ہوا جب کہ خواب میں دو تین بزرگوں کو رسالہ...... کا ترجمہ کرتے ہوئے یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ حضرت شیخ...... اقدس سرہ تجھ سے بہت خوش ہیں اور تجھ کو ان کی جماعت میں داخل کرلیا گیا اور قیامت میں تو ان کے ساتھ ہوگا۔ اس خواب کے بعد یہ آثار شروع ہوئے کہ پہلے تو فلاں مقام کا صاحب خدمت مجذوب جب مجھے ملتا تو اہتمام سے سلام کرتا۔ دوسرے جب تکوین کے بارے میں کوئی واقعہ مہتم بالشان ہوتا تو مجھے اسی کا فکر سوار ہو جاتا (پہلے یہ حالت نہ تھی) مثلاً فلاں معاملہ جب پیش ہوا تو مجھے فکر سوار ہوگیا اور بحمد اللہ جتنی بار میری موجودگی میں وہ معاملہ بحث میں آیا اہل معاملہ ناکام رہے اسی طرح مسلم نمائندے جن کو میرے دل نے چاہا وہ کامیاب ہوئے۔ فلاں عہدہ کا انتخاب میرے سامنے شروع ہوا جس کو میرے دل نے چاہا وہی کامیاب ہوا۔ غرض اسی طرح بہت سے واقعات میں ظہور ہوا جن کی تفصیل دشوار اور بیکار ہے۔

تَحْقِیقؔ: اس خیال کے قائم کرنے میں ذہن نے جلدی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ آثار تکوین میں تصرف کی خاص علامتیں نہیں ہیں اور نہ صاحب تکوین ہونا دلائل وعلامات سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ تکوین کا تعلق ایک خاص منصب

ہے جس کو عطا ہوتا ہے اس کو اس کا ضروری علم غیر استدلالی دیا جاتا ہے نہ اس میں تدریج (آہستہ آہستہ ہونا) ہے نہ تدبر و تفکر ہے یہ آثار جو سوال ذکر کئے وئے ہیں کبھی برت کے نتائج بھی ہوتے ہیں اور کبھی دعا کے (نتائج ہوتے ہیں) کبھی دوسرے شخص کی توجہ کے (نتائج ہوتے ہیں)۔ جس کی اس خیال والے کو اطلاع بھی نہیں ہوتی۔ صاحب تکوین کی شان تو حضرت خضر علیہ السلام یا ملائکہ جیسی ہوتی ہے کہ وہ بغیر رکے یہ کہہ سکتا ہے "وما فعلته عن امری" (میں نے یہ کام خود نہیں کیا) غرض یہ آثار برکت کے نتیجے میں بھی ہو جاتے ہیں اور صاحب تکوین صاحب حرکت (یعنی حرکت میں) ہوتا ہے اس لئے یہ خیال بے اصل ہے۔ (النور، ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ)

صاحبِ تکوین صاحبِ تفویض ہوتا ہے

حَالْ: ان سب باتوں کے پیش کرنے کے بعد یہ بھی عرض ہے کہ جب میرے دل میں یہ خیال پہلے پہلے آیا کہ میں صاحب تکوین بنایا گیا ہوں تو میں نے دل سے سوال کیا کہ تو متقی نہیں کچھ نہیں تو اس جماعت میں داخل ہوا تو جواب دل میں یہ آیا کہ "ان اللہ قد یوید ھذا الدین بالرجل الفاجر" (اللہ تعالیٰ دین کی مدد کبھی گناہ گار آدمی سے بھی کر دیتے ہیں)۔

تَحْقِیقْ: تائید اور تفویض الگ الگ چیزیں ہیں۔ تائید گناہ کے ساتھ ہوسکتی ہے مگر تفویض اس کے ساتھ نہیں ہوتی اور صاحب تکوین صاحب تفویض ہوتا ہے۔ (النور، ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ)

مجاہدہ صرف نفس کی مخالفت کا نام نہیں

حَالْ: مجاہدہ کے بارے میں ایک مضمون دل میں آتا رہتا ہے۔ اس کو عرض کر کے تسلی چاہتا ہوں وہ یہ کہ مجاہدہ نفس کی مخالفت کا نام ہے۔

تَحْقِیقْ: (مجاہدہ) صرف نفس کی مخالفت کا نام نہیں ہے بلکہ جہاں نفس کی پسندیدہ چیز کا حکم نہیں کیا گیا ہو (وہاں مجاہدہ ہے) ورنہ نفس مطمئنہ کبھی خواہ وہ کامل درجہ کا مطمئنہ نہ ہو جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے ان کا شوق ہوتا ہے حالانکہ اس کی مخالفت مجاہدہ نہیں۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان) "جعلت قرة عینی فی الصلوة یقینا" (کہ نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے) سے نماز کا شوق معلوم ہوتا ہے اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ اس کو چھوڑنا مطلوب نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا حکم ہونا یہ وحی سے معلوم ہوگا اس لئے مجاہدہ کی جگہ وحی سے متعین ہوگی نہ کہ شوق ہونے کی جگہ یا نہ ہونے کی جگہ سے معلوم ہوگی۔

حَالْ: اور نفس کے تقاضے مختلف اوقات میں مختلف ہوتے ہیں تو انواع مجاہدہ کی قسمیں بھی مختلف ہوئیں حتیٰ کہ

کبھی تو مسکرانا اور ہنسنا بھی مجاہدہ ہے جیسا کہ حضور پرنور ﷺ کی شان "کان دائم الفکرۃ متواصل الاحزان ولصدرہ ازیز کازیزا المرجل" (کہ آپ ﷺ ہمیشہ لمبی سوچ میں اور غمگین رہتے تھے اور آپ کے سینہ مبارک سے ہانڈی کے پکنے کی طرح کی آواز آنے) کے باوجود آپ ﷺ کا مسکرانا ورمزاح فرمانا اعلیٰ ترین مجاہدہ نظر آتا ہے۔

تحقیق: یہ حکم اس پر موقوف ہے کہ آپ کے مسکرانے کو طبعی نہ کہا جائے (کہ آپ بتکلف مسکراتے ہوں) اور یہی حکم غلط ہے بلکہ خشیت (اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی حالت) میں بھی طبعی مسکراہٹ پیدا ہوسکتی ہے جیسا غلبہ خشیت میں طبعی بھوک پیاس اور نیند بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

حال: دل میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کبھی بسط کی حالت میں علماء کو تقریر وتحریر یا مطالعہ وکتب دیکھنے میں خوب یکسوئی ہوتی ہے اسی طرح ذاکرین کو ذکر ونوافل میں بہت مزہ حاصل ہوتا ہے تو اس وقت مجاہدہ کا مقتضا یہ ہونا چاہئے کہ اس پسندیدہ عمل کو چھوڑ کر کسی کے پسندیدہ اچھے عمل میں لگنا چاہئے تب ہی اصل مجاہدہ ہوگا نفس ورنہ کے مزہ کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے مجاہدہ ناقص ہوگا۔

تحقیق: ان طاعات کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا گیا ہے اس لئے ان کا چھوڑنا مجاہدہ نہ ہوگا جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

حال: اس میں جو غلطی ہو اصلاح فرمائی جائے۔

تحقیق: غلطی کی وجہ بتا دی گئی ہے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۳ھ)

بیماری کی وجہ سے معمولات میں کمی نقصان دہ نہیں ہے

حال: میں بہت بیمار ہوں ابھی تک بحمد اللہ معمول چھوٹا نہیں ہے۔ کسی دن نیند کے غلبہ یا بیماری کی وجہ سے ناغہ ہو جاتا ہے۔ اس دن ملال ہوتا ہے اور ہر وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں بھوکی ہوں۔ دن میں جب (معمول) پورا کر لیتی ہوں تو تسلی ہوتی ہے۔

تحقیق: مبارک حالت ہے۔

حال: علاج کے لئے لکھنؤ آئی ہوں حکیم صاحب زیادہ سونے کی رائے دیتے ہیں جس سے معمول میں کمی ہوگی اب حضرت جیسا ارشاد فرمائیں۔

تحقیق: جتنا سونے کو وہ بتاتے ہیں اس سے زیادہ سوؤ۔ صحت کاملہ حاصل ہونے تک معمول میں کمی کر دو ثواب

پورا ملے گا۔ (النور، رمضان ۱۳۵۳ھ)

حقائق مقصود ہیں لطائف مقصود نہیں

حال: (حضرت والا کی) خدمت سے واپسی کے بعد بڑی تبدیلی آئی ہے جس سے میں سخت گھبرا گیا ہوں۔ (وہ تبدیلی) یہ ہے کہ ذوق شوق، جوش، رقت اور خشوع غائب ہوگیا۔ شروع میں تو تھا مگر اب تو بالکل نہیں ہے۔

تحقیق: کیا (اس سے) کوئی دینی نقصان ہوگیا۔

حال: اور طبیعت نہایت رکی ہوئی اور جمی ہوئی ہو رہی ہے۔ مجھے ذکر کرتے ہوئے بہت لطف آتا تھا۔ معلوم نہیں کہ اب کیوں نہیں آتا۔ سخت تردد ہے۔

تحقیق: کیا تردد پر اجر نہیں ملتا اور کیا ذوق شوق سے بھی اجر ہی مقصود نہیں ہے۔

حال: اگر حضور اجازت دیں اور مناسب سمجھیں تو جناب ...... صاحب ایک اجازت یافتہ کو فرمادیں کہ وہ مجھے دو ایک مرتبہ بارہ تسبیح کا ورد کرادیں۔

تحقیق: اس کی ضرورت نہیں یہ قیود غیر مقصود ہیں۔ مقصود صرف ذکر ہے۔ اگر کوئی بہت مناسبت رفتار سے چلتا ہو اور دوسرا غیر مناسب رفتار سے چلتا ہو تو اصل مقصود منزل پر پہنچنا ہے جو دونوں رفتار سے حاصل ہو جاتا ہے۔ آگے رہا رفتار کا مناسب ہونا اس میں دوسری حکمتیں ہیں جو منزل پر پہنچنے کے لئے ضروری نہیں ہیں۔

حال: میرا خیال ہے کہ میرا قلبی لطیفہ اسم ذات اللہ کا ذاکر ہے۔ کسی زمانہ میں حضور سے اس کی اجازت لے کر لطائف (چھ لطیفوں کے ذکر) کی کوشش کیا کرتا تھا۔

تحقیق: حقائق مقصود ہیں لطائف مقصود نہیں۔

حال: حضور سے دور ہوں سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اذکار صحیح طریقہ سے کیسے کروں۔

تحقیق: یہ معلوم کرنا کیا مشکل ہے (ذکر میں) قلب اور زبان دونوں کو شریک رکھنا یہی صحیح طریقہ ہے۔

حال: اور ان کے ثمرات سے فائدہ اٹھاؤں۔

تحقیق: ثمرات کی روح اجر و قرب ہے۔

حال: میں تو پھر اپنے اسی جوش وولولہ اور سوزش کا متمنی ہوں اور پھر وہی خشوع اور رقت چاہتا ہوں۔

تحقیق: (اس سے) کیا ملے گا بندہ کا مذہب یہ ہے اور ہونا چاہئے۔

ع آنچہ ساقی ماریخت مین لطافت است

(ساقی جو بھی دے دے سب اس کی مہربانی ہے) (النور، رمضان ۱۳۵۳ھ)

خداوند تعالیٰ کے انعامات بے شمار ہیں اور میرا دل سخت گنہگار ہے ان دونوں کا قلب میں جمع ہونا دولت عظمیٰ ہے

حَال: (ایک اجازت یافتہ صاحب کا حال) میرے حالات اور اعمال تو بیان کے قابل نہیں ہیں مگر اس کے ساتھ آج کل میرے قلبی انشراح اور دلی انبساط کی یہ حالت ہے کہ اللہ کے انعامات اور رحمت اپنی ذلیل حالت کو دیکھتے ہوئے اتنے زیادہ نظر آرہے ہیں کہ اس کا احاطہ سمجھ اور خیال کی حد سے باہر ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیداری اور غفلت ہر حالت میں اس کی رحمت سے گھرا ہوں اور اس خیال میں ایسا مشغول ہو جاتا ہوں کہ اللہ میاں سے خیالی باتیں کرتا ہوں کہ آپ نے صرف اپنے فضل وکرم سے عطا فرمایا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سب فضل میرا ہی ہے مگر تم کو مولانا ہی کے ذریعہ سے ملے گا۔

اب اللہ میاں کا خیال بالکل کیفیت کے بغیر دل میں آتا ہے اس سے قلب میں اتنا انشراح ہوتا ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ حضور! پوچھنے کی بات یہ ہے کہ میری اعمالی کوتاہیوں کے ہوتے ہوئے یہ انعامات الٰہی اور حضور کے ناختم ہونے والے فیوض شامل حال ہو سکتے ہیں یا میرے نفس نے یہ خیالات تراشے ہیں۔ اس وقت بھی دل یہی کہتا ہے کہ حضرت کی برکات اور انعامات خداوندی ہیں۔ مجھ کو اپنے دل پر اطمینان نہیں کیونکہ یہ ایک سخت گنہگار کا دل ہے حضور کے فیصلہ پر موقوف ہے۔

تحقیق: قلب میں دونوں احتمالوں کا جمع ہونا یہی بڑی دولت ہے جس کا حاصل ''الایمان بین الخوف والرجاء'' (ایمانی خوف اور امید کے درمیان) ہے۔ مبارک ہو۔ (النور، شول ۱۳۵۳ھ)

شوہر مرحوم پر صبر اختیاری ہونا چاہئے

حَال: شوہر مرحوم کے غم کی وجہ سے ڈیڑھ سال گذر جانے کے باوجود اس قدر تڑپ ہے کہ ہر چند قلب کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتی ہوں لیکن یکسوئی نہیں پیدا ہوتی۔ میری قلبی خواہش یہ ہے کہ حقیقی صبر و رضا کے ساتھ محبوب حقیقی رب العزت کی یاد میں یکسوئی سے عبادت میں گزار دوں۔

تحقیق: برخورداری سکون مطلوب ہی نہیں عمل مطلوب ہے۔ ظاہری بھی باطنی بھی۔ ظاہری تو جانتی ہو۔ باطنی ہر وقت کے واسطے وہ عمل جو اختیار میں ہو۔ مثلاً صبر اختیار میں ہے وہی مطلوب ہوگا۔ سکون و یکسوئی اختیار میں نہیں وہ

مطلوب نہ ہوگی۔ (النور، محرم ۱۳۵۴ھ)

مطالعہ کتب تصوف میں خاص انشراح اور دشمنوں کے اعتراضات کے جواب میں مشغولی سے کمی کا سبب

حال: (یہ صاحب زیر تربیت نہیں لیکن مضمون تربیت ہی کے مناسب تھا اس لئے اس مجموعے میں نقل کیا گیا) ایک معاملہ اپنے قلب کا عرض کرتا ہوں۔ جس زمانہ میں تصوف کی کتابوں کا مطالعہ زیادہ رہتا ہے خصوصاً مثنوی، احیا العلوم وغیرہ تو اس زمانہ میں قلب میں ایک خاص انشراح محسوس ہوتا ہے اور طبیعت میں نرمی و رقت اور بڑے بڑے پاکیزہ خواب نظر آنے لگتے ہیں۔

اب ایک عرصہ سے (یعنی جب سے انگریزی ترجمہ قرآنی میں اور دشمنوں کے اعتراضات کے جواب میں مشغولی رہی) اس حالت میں صاف کمی پاتا ہوں اور گو آپ کی برکت صحبت سے اس پر زیادہ پریشان نہیں ہوتا ہوں پھر بھی کچھ نہ کچھ افسوس تو رہتا ہی ہے اب اس قسم کا مطالعہ بالکل چھوڑ دیا ہے۔ اس کی جگہ ہزار ہا ہزار صفحات عقائد مشرکین، معاندین اسلام کے پڑھ رہا ہوں۔ کہیں یہ ظلمت وقساوت (دل کا اندھیرا پن یا سختی) اسی کا نتیجہ تو نہیں۔

تحقیق: اس فرق کا سبب یہی ہے مگر اس کی حقیقت قساوت یا ظلمت (دل کا اندھیرا پن یا سختی) نہیں کیونکہ حقیقی دل کی سختی یا (اندھیرا پن) ہمیشہ اعتقادی ہوتا ہے اور یہ کیفیت اور اثر طبعی ہے جیسا کہ گو کھانے سے ایک انقباض اور تکدر ہو۔ یہ حقیقی قساوت وظلمت کی طرح ہے۔ اور ایک انقباض ہاتھ یا پاؤں میں نجاست لگ جانے سے ہو۔ یہ اس کیفیت واثر کی طرح ہے جس میں ہماری بات چل رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ گوہ کھانا گناہ ہونے کی وجہ سے باطن کے لئے نقصان دہ ہے۔ نجاست بدن کو لگ جانا باطن کے لئے نقصان دہ نہیں ہے بلکہ اگر پاک کرنے کے ارادے سے اپنے جسم یا دوسرے کے جسم کو ہاتھ لگائے تو طاعت ہونے کی وجہ سے باطن کو زیادہ نفع ہوگا۔ اس میں جو طبعی کدورت و تکلیف ہوتی ہے وہ مجاہدہ ہونے کی وجہ سے اجر و قرب کا سبب ہوگا۔ اس کے بعد جو مٹی سے صابون سے رگڑ رگڑ کر ہاتھ دھویا جائے گا پہلے سے زیادہ پاک و صاف ہو جائے گا۔ آپ ماشاء اللہ تطہیر میں مشغول ہیں آپ کی طہارت ونورانیت میں اضافہ ہو رہا ہے ہاں ساتھ ساتھ صابون بھی استعمال میں رہے تو بہتر ہے یعنی کچھ تصوف کا مطالعہ و ذکر اللہ۔ (النور جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ)

عجز و ضعف بھی مقصود تک پہنچانے والا ہے

حال: اپنی حالت یہ ہے کہ اس وقت ضعف دماغ کی وجہ سے معمولات میں کمی ہوگئی ہے۔ تقریباً تین سال سے مجھ پر ایک ایسی حالت طاری ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں مردہ ہوں کہ چل پھر کھا پی رہا ہوں۔ جب تنہائی ہوتی ہے تو اس حالت میں اور زیادتی معلوم ہوتی ہے۔ جلوت (لوگوں) میں دل پر جبر و اکراہ سا معلوم ہوتا ہے۔ یہ ہے اپنی حالت مزید دعا کا خواہا ہوں۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں باقی مقصود تک پہنچانے والا ایک طریقہ عجز و ضعف بھی ہے۔ غم نہ کیا جائے لیکن اپنے اختیار کی حد تک کوتاہی نہ ہو۔ (النور، رجب ۱۳۵۴ھ)

اپنے عیوب پر نظر ہونا خدا تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے

حال: گذارش یہ ہے کہ بندہ اپنی نالائق حالت کو دیکھ کر حیران ہی رہ گیا کہ کس حالت کی اصلاح کراؤں کہ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ تمام اخلاق رذیلہ (برے اخلاق) میرے اندر موجود ہیں کہ ایسی خراب حالت تو دنیا میں کسی شخص کی بھی نہ ہوگی۔ کیونکہ (حالت) ایسی خراب ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔

تحقیق: یہ خدا تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ اپنے عیوب پر نظر ہو جائے۔ (النور، ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ)

دلی محبت کی پہچان

حال: اللہ تعالیٰ رحیم و کریم کے فضل پر کامل بھروسہ ہے اور باری تعالیٰ کی محبت کی جو کیفیت قلب میں ہے اس کو تحریر نہیں کر سکتا ہوں۔ الفاظ میں دلی جذبات اپنی نا قابلیت کی وجہ سے تحریر نہیں کر سکتا بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محبت نہیں ہے لیکن غور کرنے سے اس خیال کی تردید ہو جاتی ہے ہاں جوش و خروش بالکل بھی نہیں ہے۔

تحقیق: اس (جوش و خروش) میں کیا رکھا ہے۔

حال: ایک بے رنگ سی حالت ہے۔

تحقیق: روحانی محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ (النور، صفر ۱۳۵۶ھ)

مصیبتوں اور مجاہدوں سے ثواب ملنا

حال: آج کل اہلیہ کی بیماری اور اس کی تیمارداری اور گھر کے نظم و نسق خراب ہونے کی وجہ سے اکثر مشاغل ترک ہو جاتے ہیں۔ صرف نماز ہی پر اکتفا ہوتا ہے۔ اس صورت میں دل میں پریشانی سی رہتی ہے کہ یہ باتیں کیوں

ہوئیں جس سے میرے مشاغل میں فرق پڑا۔ اس وجہ سے اور زیادہ طبیعت پریشان رہتی ہے۔

تحقیق: پریشانی کی کوئی بات نہیں اصل مقصود تو ثواب ہے وہ (اللہ تعالیٰ) کبھی اعمال سے عطا فرماتے ہیں اور کبھی مصیبتوں اور مجاہدوں سے عطا فرماتے ہیں۔ مقصود دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ)

سلوک کے لئے دل کو فارغ (خالی) کرنا شرط ہے

حال: آج تربیت السالک دیکھنے سے ایک صاحب کے حال میں حضور نے فرمایا ہے کہ (اگر سلوک باقاعدہ کرنا چاہتے ہو تو شادی کرنا بہتر نہیں کہ اس میں اپنے آپ کو فارغ کرنا ایک ضروری شرط ہے) مجھے خیال ہوا کہ میں باقاعدہ چل رہا ہوں یا نہیں اور باقاعدہ کس طرح چلنا ہوتا ہے۔ اب میں اس طرح چلنے کو تیار ہوں۔

تحقیق: (اس کا) مدار دل کو خالی رکھنے پر ہے چونکہ اکثر نکاح کے بعد یہ فراغ نہیں رہتا (اکثر ایسا ہونے کی وجہ سے) ایسا لکھ دیا گیا اور جس کو نکاح کے ساتھ یہ فراغ حاصل ہو سکے اس کے لئے نہیں اور باقاعدہ کا یہی مطلب ہے کہ اس میں زیادہ وقت صرف کرے اور دوسری پریشانیوں سے دور رہے۔ سو اگر آدمی فضول تعلقات میں مشغول نہ ہو تو یہ شرط اس کو حاصل ہے اور وہ نکاح نہ کرنا بھی جس کے لئے چند روزہ ہے پھر تو دل کی یکسوئی کے لئے نکاح خود شرط ہوتا ہے۔ (النور، جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ)

اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقصود سمجھنا بڑی دولت ہے

ایک اجازت یافتہ کا خط

بندہ کے احوال یہ ہے کہ جو ارشادات حضور نے بندہ کے خط کے جواب میں احوال و کیفیات کے بارے میں فرمائے ہیں بہت ہی تسلی ہوئی۔ اس لئے حضور کے ارشادات سے متنبہ ہو کر اپنے دل میں سوچا اور مطالعہ کیا اور ارشادات کو بغور دیکھا ہے آخر اپنی ناقص فہم میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ حالات و کیفیات مقصود اور سلوک کے لئے ضروری نہیں ہیں اور نہ اس کا حکم ہے کیونکہ (یہ) اختیاری نہیں ہیں عطائی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف ہر ایک کو اپنی استعداد کے موافق ملتے ہیں اور یہ مثال ذہن میں آئی جیسا کہ انسان پیدا ہوا اس کو روح اور حیات تو سب کو ایک جیسی (ملی) ہے ہر ایک اپنے کھانے پینے کا اختیاری کام کرتا ہے مگر حسن خوبی قد و قامت شجاعت وغیرہ اپنی فطری استعداد کے موافق جو رب العالمین نے رکھی ہے وہی ہوتی ہے۔ اسی طرح علم، ہنر، حرفت وغیرہ انسان کو اختیاری ہونے کی وجہ سے خود سیکھنا ضروری ہے اور استاد بھی ایک ہوتا ہے محنت بھی یکساں کرتا ہے مگر راسخہ علم (علمی مہارت) ہنر وغیرہ علیحدہ علیحدہ اسی فطری استعداد کے موافق ہوتی ہے۔ اسی طرح سلوک میں بھی اختیار

کے موافق شیخ کا دامن پکڑنا اور کام کرنا ضروری ہے اور شیخ کے حضور سے خالی ہرگز کوئی نہ رہے گا مگر استعداد کے موافق کمالات میں فرق ضرور ہوگا اور چونکہ انسان کا اصل مقصود اس دنیا جہان میں عبدیت حاصل کرنا ہے حسن و خوبی قد وقامت مقصود نہیں مگر دنیا میں یہ چیزیں اچھی ضرور ہیں اگر حاصل ہو جائیں تو انعام ہے ورنہ عتاب نہیں کیونکہ غیر اختیاری موہوب من اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہوئی) ہیں۔

اسی طرح سلوک میں مقصود رضائے حق ہے جس کا مدار اطاعت پر ہے دنیا میں جو بندہ اس پر عمل کرے گا اس کو رضا حاصل ہے اور حالات و کیفیات حسن خوبی کی طرح لذیذ ہیں۔ مگر وہ اس جہاں میں فنا ہو جائیں گے آگے ساتھ نہ دیں گے۔ یہاں ہی حسن و خوبی کی طرح ختم ہو جائیں گے اور اطاعت کا ثمرہ انشاء اللہ تعالیٰ وہاں بھی حاصل ہوگا۔

اب حضور کے متنبہ فرمانے سے دل مطمئن ہوگیا ہے اور رضائے الٰہی کے علاوہ سب خواہشات کو دل سے نکال دیا ہے کوئی مقصود نہیں رکھا جس کے حصول کا طریقہ یہ سمجھا ہے کہ اطاعت اور اعتماد شیخ لازمی ہے اور شیخ کو اپنا خیر خواہ سمجھا جائے اور شیخ کے سامنے مردہ بدست زندہ (مردہ کی طرح زندہ کے ہاتھ میں) رہنا چاہئے پس اسی پر دل کو جمالیا ہے دعا فرمادیں کہ اس پر میرا خاتمہ ہو۔

تحقیق: بے حد دل خوش ہوا اللہ تعالیٰ علم وفہم میں مزید برکت فرمادے۔ علم وفہم بڑی دولت ہے اور پہلی مشعل راہ ہے عمل واستقامت وحسن خاتمہ کی دعا کرتا ہوں۔

حال: (حضرت والا کے) ارشاد کے مطابق تربیت السالک اور انفاس عیسی اور مواعظ حضور دوبارہ مطالعہ شروع کردیا ہے۔ اور کسی کتاب کا مطالعہ ضروری ہو تو ارشاد فرمایا جائے۔

تحقیق: انشاء اللہ تعالیٰ یہ ہی کافی ہیں کتابیں تو بہت ہیں مگر مشکل ہیں دوسرے بعض حالات کے موافق بھی نہیں ہیں۔

حال: معمولات کے علاوہ ذکر لا الہ الا اللہ جو کہ پہلے کا ارشاد ہے ہر وقت چلتے پھرتے کرتا ہوں۔

تحقیق: نہایت نافع ہے۔ (النور، رجب ۱۳۵۲ھ)

معمولات ادا کرنے پر قلب کی حالت بدستور رہنا مبارک ہے

حال: تابعدار معمولات ادا کئے جاتا ہے۔ مگر قلب کی حالت بدستور ہے۔

تحقیق: کیا یہ نعمت نہیں کہ دو وقت روٹی ملے اور صحت وقوت اپنی حالت پر رہے اگرچہ اس میں ترقی نہ ہو۔

حَالؒ: کوئی خاص حالت ایسی نہیں جس کو خدمت میں عرض کروں۔

تحقیقؒ: یہ حالت بھی تو اطلاع کے قابل تھی چنانچہ اطلاع پر ایک مفید بات معلوم ہوگئی مگر اس (بات) کا یاد رکھنا شرط ہے۔

حَالؒ: نہ اپنے کو اس قابل پاتا ہوں کہ کچھ عرض معروض کرسکوں۔

تحقیقؒ: (اپنی) نا قابلی کا اعتقاد اس راستے میں یہی قابلیت ہے۔

حَالؒ: اس راہ سلوک میں اپنے کو بالکل بے کار سمجھتا ہوں۔

تحقیقؒ: مبارک سمجھنا ہے۔

حَالؒ: جو کچھ ادا کرتا ہوں صرف عادۃً ادا کرتا ہوں۔

تحقیقؒ: کیا اچھے کام کی عادت نعمت نہیں۔

حَالؒ: کچھ تو سونے والوں کی وجہ سے اور کچھ تھکن دور کرنے کی وجہ سے چند روز سے جہر کی جگہ خفی کر لیا کرتا ہوں کوئی حرج تو نہیں۔

تحقیقؒ: بلکہ زیادہ بہتر زیادہ مفید ہے۔

حَالؒ: اب میرا وقت اخیر آ پہنچا اب تک اپنے کو خالص کورا سمجھتا ہوں۔

تحقیقؒ: مگر کور تو نہیں۔

حَالؒ: حضور کی خدمت میں حاضری کے بغیر کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

تحقیقؒ: اطلاع بھی کامیابی کی صورت ہے۔ (النور، ذیقعد ۱۳۵۳ھ)

دین کی پابندی اس لئے کہ دنیوی کام اچھا ہو اس میں اخلاص کا پہچاننا

حَالؒ: احقر کا تجربہ ہے کہ جب کبھی نماز کے بعد صبح قرآن شریف معمول سے کم پڑھتا ہے یا بالکل نہیں پڑھتا یا کبھی جماعت کی نماز فوت ہو جاتی ہے تو کوئی دنیاوی کام اچھی طرح سے نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے تلاوت قرآن اور جماعت کی پابندی کی جاتی ہے تا کہ دنیاوی کام اچھی طرح سے ہوں۔ اس لئے کبھی کبھی یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ چیزیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تھیں نہ کہ دنیاوی کاموں کا اچھی طرح ہونے کے لئے۔ اس لئے ان عبادات میں اخلاص نہ رہا اور اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے ساری عبادت بیکار ہوئی۔ کیا احقر کا خیال صحیح ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیا ان عبادات سے اچھے نتیجے کی امید رکھنی چاہئے یا نہیں؟

تحقیق: یہ سوچا جائے کہ اگر دین کی پابندی کے باوجود دنیاوی بھلائی حاصل نہ ہوتو کیا دین کی پابندی چھوڑ دی جائے گی یا نہیں؟ (النور، شوال ۱۳۵۶ھ)

خشوع کی تدبیر

حال: مخدومی ومطاعی دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جماعت کی حالت میں خشوع کی جو تدبیر ارشاد فرمائی گئی ہے وہ اچھی طرح ذہن میں بیٹھ گئی ہیں۔ اب مجھے اس کے بارے میں دو باتیں اور پوچھنا ہیں۔ ایک یہ کہ چونکہ ابتداء میں خشوع کے حاصل کرنے کے لئے زیادہ اہتمام کی ضرورت پڑتی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میں جماعت میں خالی الذہن ہوکر شریک ہوگیا۔ یہ خیال ہی نہ رہا کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں اور یہ کہ مجھے نفس کو کلام لفظی کے سننے یا استحضار کلام نفسی (ذہن جو کلام ہوتا ہے) کو ذہن میں لانے میں مشغول رکھنا چاہئے (کیا کرنا چاہئے) اسی غفلت میں ایک رکعت ختم ہوگئی۔ اب اچانک یہ خیال آیا کہ میں نے نماز میں یکسوئی کا خیال نہیں رکھا اس وقت طبیعت اس طرف متوجہ ہوتی ہے۔ کبھی نماز کا زیادہ حصہ غفلت میں گزر جاتا ہے تو اور زیادہ افسوس ہوتا ہے لیکن گزرے ہوئے کی حسرت میں زیادہ وقت لگانے کے بجائے فوراً ہی بقیہ نماز کو خشوع کے ساتھ ادا کرنے کے اہتمام میں لگ جاتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی تدبیر ایسی ارشاد ہو کہ غفلت کی باری ہی نہ آئے بلکہ ابتداہی سے نفس میں یاد رہنے اور بیداری کی شان پیدا ہو جائے کہ ابتداء ہی سے نماز میں خشوع کا خیال اور اس کا اہتمام کیا جائے۔

تحقیق: اس کی تدبیر صرف (عمل کو) عادت بنا کر ہمیشہ کرنا ہے انشاء اللہ تعالیٰ جلدی کامیابی ہو جائے گی اہتمام اور لگے رہنا جاری رہے۔ (النور، رجب ۱۳۵۷ھ)

ہیبت کی حالت بلند ہے

حال: حضرت چندروز سے یہ کیفیت ہے کہ جب مجلس کا محاسبہ (حساب کتاب) کرتا ہوں اور خداوند کریم کے سامنے جانا تصور کرتا ہوں تو اتنی پریشانی ہوتی ہے کہ گلہ گھونٹ کر مر جاؤں ورنہ جتنا دنیا میں رہنا ہوگا اتنا ہی مجرم گنہگار ہوں گا خداوند کریم کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔ للہ میری مدد فرمائیں ورنہ میری زندگی بیکار ہو جائے گی۔

تحقیق: یہ حالت ہیبت کہلاتی ہے بلند حالت ہے۔ نفس کا محاسبہ نہ چھوڑیں آہستہ آہستہ برداشت پیدا ہو جائے گی اور اس کے منافع حاصل ہوں گے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ)

کسی بات پر بھی دل پر رنج وفکر نہ ہونا نعمت ہے

حال: حضرت والا! احقر کو اس بات کا بہت فکر ہے کہ مجھے کسی بات سے بھی دل پر رنج وفکر کا اثر نہیں ہوتا اور نہ کسی حالت اور کسی چیز سے غمگین ہوتا ہوں جس سے کبھی مجھے خوف ہو جاتا ہے کہ کہیں یہ حق تعالیٰ شانہ کی مرضی کے خلاف نہ ہوتا ہو کہ تو اتنا صبر واستقلال کیوں کرتا ہے۔

تحقیق: اللہ اللہ نعمت پر یہ احتمال کیوں ہے۔

حال: مجھ پر حوادث گزرے بھی ہیں اور گذر بھی رہے ہیں مگر میرے صبر واستقلال میں ہی مجھے راحت معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہوگی۔

حال: حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس کا کامل یقین ہے کہ جو کچھ بھی دنیا میں میرے لئے ہوگا وہ میرے مولیٰ تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہے پھر بھی خوف ہی ہے۔

تحقیق: یہی (امید وخوف کا) ایک ساتھ ہونا تو مطلوب ہے کہ طاعت کے ساتھ بھی خوف ہو۔

حال: اب حضرت سلمہ سے عاجزانہ درخواست ہے کہ اس بدکردار رسوا کی اصلاح فرمائیں۔

تحقیق: قدرت ہی سے اصلاح ہو رہی ہے۔

حال: دعا کی درخواست مزید ہے۔

تحقیق: دل سے دعا کرتا ہوں۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ)

جو کثرت کلام مخلوق سے انبساط اور انقباض کی وجہ سے ہو خود مستقل نعمت ہے

حال: اپنے ساتھیوں میں ہمیشہ بہت بحث کرنے والا اور بکواس کرنے والا مشہور رہا ہوں مگر اب ایک مدت سے یہ حال ہوگیا ہے کہ جس طرح پہلے بے تکلف چپ رہتا تھا اب بے تکلف بولتا ہوں۔ ذہن کند اور زبان گونگی معلوم ہوتی ہے۔ پہلے تو کسی سے ملنا جلنا ہی بہت کم رہ گیا ہے خصوصاً تنہا ملنے سے بہت گھبراتا ہوں کہ سننے کے ساتھ بولنا بھی پڑے گا ورنہ بداخلاق بد دماغ وغیرہ خدا جانے کیا سمجھا جاؤں۔ یہ خیال اس پر آیا کہ اور تو اور اب کئی مرتبہ دل چاہا کہ کسی عنوان سے حضرت کی غیر معمولی شفقتوں کا کچھ شکریہ ادا کرنا چاہئے مگر نہ کوئی عنوان سمجھ میں آیا نہ زبان کھل سکی۔ ظاہر ہے کہ حضرت تو اس کا خیال بھی نہ فرماتے ہوں گے۔ مگر مجھ کو اپنی اور ہر طرح کی نااہلیوں کے ساتھ اس مزید نالائقی پر مزید شرمندگی ہوتی ہے۔ سوچتا ہوں تو بغیر کسی زیادتی کے حضرت کی مجلس

میں قدم رکھنے کا میں کسی طرح اہل نہیں ہوں۔ پھر بھی ان شفقتوں سے نوازا جاتا ہوں۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح پردہ پوشی فرما کر بخش دیں۔

تحقیق: کثرت کلام انبساط کی وجہ سے ہوتا ہے اور احتیاط انس سے پیدا ہوتا ہے اسی طرح مسبب کی ضدیں سبب کی ضدوں کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ مخلوق سے انقباض خود مستقل نعمت ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ سے انس ہو تو یہ نور علی نور اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس بھی کامل نہ ہو تو نور نور کی طرف سے لے جانا والا ہوتا ہے۔ یعنی وہ انقباض اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس پیدا کرنے والا ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی طبعی اسباب انسیت اور وحشت کا سبب ہو جاتے ہیں جیسے طبیعت کی کمزوری، سستی، فکر و پریشانی، نشاط و فرح، نفسانی احوال کی مدد تو یہ قسم خود نہ کمال ہے نہ کوئی کمی ہے مگر آثار کے اعتبار سے قلت کلام اکثر نافع ہوتا ہے اور زیادہ مقابلے کا محتاج ہوتا ہے کہ حدود سے تجاوز نہ ہو جائے۔ بہرحال قابل اہتمام و مطلوب ہر حال میں حدود ہیں خواہ کسی کیفیت کے ساتھ ہوں نہ کہ کیفیات اسی مطلوب کے مطلوب ہونے اور غیر مطلوب کے مطلوب نہ ہونے کے بارہ میں ارشاد ہے ؎

روز ہا گر رفت گورد باک نیست ❁ تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

ترجمہ: ''اگر یہ (کیفیات) جائیں تو ان سے کہو جاؤ کوئی حرج نہیں ہے اے وہ (محبوب کہ) جس سے پاک کوئی اور نہیں ہے تو موجود ہے (تو کسی کی کیا پرواہ ہے)۔'' (یعنی ان کیفیات کے نہ رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے اصل چیز اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے وہ موجود ہو کسی کیفیت کے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے)

اور اس تقریر سے اس حدیث کا بھی حل ہو گیا۔

''قال صلی اللّٰہ علیه وسلم الحیا والعی شعبتان من الایمان والبذاة والبیان شعبتان من النفاق رواہ الترمذی عن ابی امام لان اصل اقتضا الایمان الانقباض عن الخلق واصل اقتضا النفاق الانس مع الخلق.''

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شرم اور کم بولنا ایمان کی شاخیں ہیں اور بدکلامی اور چرب زبانی نفاق کی شاخیں ہیں (ترمذی) ابو امام رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ ایمان کی اصل چاہت مخلوق سے انقباض ہے اور نفاق کی اصل چاہت مخلوق سے انسیت ہے۔''

آخر کا مضمون اس نعمت کو ظاہر کرتا ہے کہ اپنے کو نعمتوں کا مستحق نہیں سمجھا گیا کہ (یہ) فناء مطلوب کا ایک خاص درجہ اور نعمت ہے مگر اس کے ساتھ ہی نعمت کو نعمت سمجھنا اور عقلاً اس پر خوش ہونے کا حکم ہے اس حیثیت سے

نہیں کہ وہ ہماری طرف منسوب ہے بلکہ اس حیثیت سے انعام کرنے والے (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف منسوب ہے۔پہلی بات (یعنی اس کو اپنی طرف منسوب کرکے خوش ہونے کے بارے میں) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ﴿لا تفرح ان اللّٰہ لا یحب الفرحین﴾ (کہ خوش نہ ہو اللہ تعالیٰ خوش ہونے والے کو پسند نہیں کرتے ہیں) اور دوسری بات یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا (اس کے بارے میں) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ﴿قل بفضل اللّٰہ وبرحمتہ فبذالك فلیفرحوا﴾ (کہ آپ فرما دیجئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے اس لئے خوش ہونا چاہئے)۔ (النور رجب ۱۳۵۸ھ)

رسالہ الدلالۃ لاھل الضلالۃ

تصوف کی حقیقت علم باعمل ہے

تمہید

ایک طالب نے جو سلسلہ قادریہ ونقشبندیہ کے بعض بزرگوں سے تعلق رکھنے والے تھے وساوس وخیالات کی زیادتی اور بعض خارجی اور داخلی اثرات سے تنگ آ کر حضرت والا مدظلہم العالی کی طرف رجوع کیا اور پہلے بذریعہ مکاتبت اور پھر حاضرت خدمت اقدس ہوکر زبانی عرض کیا۔ اس پر حضرت والا مدظلہم العالی نے مضمون ذیل تحریر فرما کر ان کو دیا اور زبانی فرمایا کہ ایک بار اس کا ضرور مطالعہ کیا کریں۔

یادداشت ضروری

آپ کی حالت کے بارے میں مختصر طور پر اپنے اس خط میں لکھ چکا ہوں جو آپ کے پاس ہے۔کل شام کو آپ کی زبان سے سارے حالات سن کر اس اختصار کی مختصر اور ضروری تفصیل احتیاطاً لکھتا ہوں تاکہ معاملہ میں کوئی شبہ نہ رہے پھر آپ کا دل جس شق کو قبول کرے میں نہایت آزادی اور خوشی سے اس کی اجازت دیتا ہوں مجھ کو ذرہ برابر اس میں کدورت نہ ہوگی۔ وہ تفصیل یہ ہے:

❶ ہمارے نزدیک تصوف کی حقیقت صرف علم باعمل ہے اور عمل وہی جو رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے اور جو سالک کے اختیار میں ہے اس کے علاوہ سب چیزیں زائد ہیں۔ اگر وہ عطا ہو جائیں اور شیخ ان کو اچھا بتائے تو نعمت ہیں اور شکر کے قابل ہیں اور اگر عطا نہ ہوں یا عطا ہوکر ختم ہو جائیں تو ان کو حاصل کرنے کی فکر یا ان کے ختم ہونے پر افسوس طریق (یعنی سلوک کے راستے) میں ناجائز اور باطن کے لئے بہت نقصان دہ ہے خواہ

وہ کچھ ہی ہو۔

❷ شیخ کو سب حالات کی اطلاع دینا تو ضروری ہے لیکن اپنی رائے سے یا کسی خواب یا وارد کی وجہ سے کوئی کام کرنا طریق میں جائز نہیں۔ پھر اس اطلاع کے بعد شیخ اس کی تدبیر کرے گا جس کا تعلق امر و نہی سے ہو بقیہ کی تدبیر اس کے ذمہ نہیں ہے۔ اس لئے طالب کو اس کا مطالبہ یا انتظار بھی طریق میں ناجائز ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مرض یا کوئی حقیقی اثر یا خیالی تکلیف دہ یا کوئی داخلی یا خارجی عارض آفت یا لازم ہو جائے وہ بھی شیخ کے فرض منصبی کی حدود سے باہر ہے۔

❸ نفس کی اصلاح میں بدن کی اصلاح کا کافی حصہ گنجائش اور ضرورت کے مطابق غذا و دوا کا اہتمام بھی عبادت اور سنت ہے۔ "ان لنفسك عليك حقا، ان لجسدك عليك حقا" (کہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے) حدیث ہے۔

❹ اسی طرح اہل حقوق کے حقوق شرعیہ مقدورہ (جو ادا کئے جا سکتے ہیں ان میں) غفلت یا کوتاہی کرنا گناہ ہے جو مقصود کے لئے چور ہے "ان لزوجك عليك حقا ان لزورك عليك حقا" (کہ تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، تم سے ملاقات کے لئے آنے والے کا تم پر حق ہے) حدیث ہے۔

❺ آپ کی ساری تقریر سے شیوخ کی جو تعلیمات معلوم ہوئیں اگر آپ کا یاد اور نقل کرنا صحیح ہے تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کو اب تک صحیح اور صاف راستہ معلوم نہیں ہوا۔ ممکن ہے کہ اس وقت آپ کی موجودہ حالت کا وہی مقتضا ہو یا ان کی خطائے اجتہادی ہو اس لئے ان سے بھی بدگمان نہیں ہونا چاہئے لیکن وہ آپ کو بہت نقصان دہ ہوئی اور اس وقت کی حالت کے تو وہ کسی طرح مناسب ہی نہیں۔ اس لئے ان سب سے اس وقت ذہن کو خالی کر دینا چاہئے۔ اسی طرح کتابوں کا مطالعہ کر کے جو آپ نے اپنے لئے کوئی نظام تجویز کر لیا ہے وہ بھی اسی درجہ میں ہے۔ اب میں اس یادداشت کو دعا پر ختم کرتا ہوں۔ (النور، رجب وشعبان ۱۳۵۸ھ)

حضرت کے علوم پر بے حد تعجب ہوتا ہے یہ علوم ان صندوقوں سے ہیں جو اوپر ہیں اور وہ دریا سے ہیں

حَالؔ: حضرت مخدوم محترم ادام اللہ فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جناب والا نے سعادت بخشی تھی۔ حضرت کے علوم پر بے حد تعجب ہوتا ہے اور بے حد رشک آتا ہے۔ کاش اس میں کچھ کسب (اپنی کمائی) کو دخل ہوتا کتابوں میں تو حضرت مجھ کو یہ چیزیں ملتی نہیں یا کتابیں سمجھ میں نہیں آتی مگر پھر حضرت کی باتیں کیوں سمجھ

میں آجاتی ہیں۔

تحقیق: یہ سب آپ کی محبت اور حسن ظن ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔ اب اس تعجب کی وجہ عرض کرتا ہوں وہ وجہ یہ ہے کہ ان علوم کی ظاہری طور پر اس نادان کی طرف منسوب ہونے پر نظر گئی تو تعجب ضروری ہے اور اگر نظر کو بڑھایا جائے تو کچھ صندوق نظر آئیں گے۔ جن سے یہ علوم نکلتے ہیں اور ان صندوقوں سے اوپر ایک دریا نظر آئے گا تو عجب ختم ہو جائے گا۔ البتہ ایک انعام الٰہی اس وقت بھی شکر کا سبب ہوگا وہ ان صندوقوں کے ساتھ تعلق (وجوڑ) ہے جس کی مختصر حکایت یہ ہے ؎

سینہ را صندوق سرہا کردہ ❁ داند ران مخزوں گہر ہا کردہ

ربط دادی سینہ رابا سینۂ ❁ ربط ایں از صنع خود اے رب مجید

نقش ایں آئینہ در دیگر پدید ❁ کردی از صنع خود اے رب مجید

آب از جوئے بجوئے مے رود ❁ بازیک سو گشتہ در دریا رود

ترجمہ

❶ تم نے سینہ کو رازوں کا صندوق بنا دیا ہے اور اسے بہت ساری موتیوں کا خزانہ بنا دیا ہے۔

❷ سینہ کو سینہ سے ملا دیا اے رب مجید تو نے خود یہ کام کیا ہے۔

❸ اس آئینہ کے نقش کو دوسرے میں ظاہر کر دیا ہے اے رب مجید تو نے خود یہ کام کیا ہے۔

❹ پانی ایک نہر سے دوسری نہر میں جا گرتا ہے پھر ایک دریا کی شکل میں بہتا ہے۔

حال: الحمد للہ کہ مخلوق سے تنگی تو عرصہ سے خود مخلوق کے سلوک ہی نے پیدا کر دی ہے لیکن حضرت! جب تک یہ اللہ تعالیٰ کے انس کا ذریعہ ہو اس وقت تک خالص سلب ہی سلب ہے اور اللہ تعالیٰ سے انس کی بو بھی اپنے اندر نہیں پاتا ہوں۔

تحقیق: اس انس نہ ہونے کا قلق یہ بھی اللہ تعالیٰ سے انس کا ایک درجہ ہے یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس کا کم سے کم درجہ تو ہے کہ ایک رکاوٹ کا دور ہونا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس قریب تو ہو گیا یہ کیا کم نعمت ہے۔ آگے تھوڑی توجہ مقصود کے حاصل ہونے کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ (النور، شعبان ۱۳۵۸ھ)

قرآن میں اسم ذات ''اللہ'' کی تعلیم معلوم ہوتی ہے

حال: آج کل اچانک ایک عجیب سوال دل میں پیدا ہو گیا ہے کہ حدیثوں سے تو لا الہ لا اللہ کے ذکر کی

افضلیت معلوم ہوتی ہے لیکن کلام مجید سے اللہ یا اسم اللہ کے ذکر ہی کی تعلیم معلوم ہوتی ہے اور لا الہ لا اللہ صرف دعوت و تبلیغ کا کلمہ معلوم ہوتا ہے اور اس دعوت و تبلیغ کو قبول کر کے جب ایمان حاصل ہوگیا تو بس اس کا کام ختم ہوگیا۔ اس سے اللہ اور اس کی ربوبیت (رب ہونے) وغیرہ کا جو علم ملا اس کے ذکر میں لگ جانا چاہئے۔ یہ خیال بالکل تازہ ہے ورنہ مجھے طبعی طور پر اسم ذات کی جگہ لا الہ الا اللہ کے ذکر کا شوق تھا۔ خود حضرت نے بھی اسی کے لئے ارشاد فرمایا تھا جس پر عمل بھی برا بھلا بحمد اللہ جاری ہے۔ ہاں اس خیال سے پہلے ایک بات عرصہ سے چلی آتی ہے کہ کچھ علم ذات (اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام) کا شوق بڑھ گیا ہے۔

تحقیق: یہی خیال میرے بعض فضلاء احباب نے پہلے بھی پیش کیا تھا مگر ذرا تامل فرمایا جائے تو جواب واضح ہے وہ یہ کہ اسم ذات (کا جو طریقہ مشہور و معروف ہے) اس طریقے پر دلالت کرنے میں آیات نص (واضح) نہیں ہیں جیسا ظاہر ہے اس بات کا مقصود کیونکہ مطلق (بغیر کسی قید کے) ہے اس لئے اس کا بھی احتمال ہوسکتا ہے لیکن "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" (کہ جب احتمال آجائے تو استدلال (دلیل حاصل کرنا) باطل ہوجاتا ہے) اس وجہ سے اس احتمال والی صورت کو ترجیح نہیں ہوگی پھر رسول اللہ ﷺ اور مجتہدین صحابہ سے اس پر عمل منقول نہ ہونے سے اس کی ترجیح نہ ہونا ثابت ہوگیا۔ اس لئے مطلق (بغیر قید کے ہونا) عام نہیں ہوگا (کہ دونوں صورتوں کو شامل ہو) پس یہ اطلاق عموم نہ ہوگا بلکہ اجمال ہوگا "اقیموا الصلوۃ" کی طرح جس کی تفسیر حضور کے قول و فعل سے ہوگئی۔ (النور، شعبان ۱۳۵۸ھ)

(اللہ تعالیٰ کی) ذات کے علم کا داعیہ بڑھ گیا وہ علم ایمان ہے اور اس کی تمنا عین مطلوب

حال: والا نامہ (خط مبارک) نے لکھنؤ میں (مل کر) سعادت حاصل ہوئی جس سے مشہور و معروف اسم ذات کے ذکر کے قرآنی آیات سے ثابت ہونے کا شبہ ختم ہوگیا۔

تحقیق: الحمد للہ۔

حال: اس سلسلہ میں ایک بات یہ عرض کی تھی کہ عرصہ سے کچھ (اللہ تعالیٰ کی) ذات کے علم (نام) کی چاہت بڑھ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا تو اس عالم میں ہے ہی نہیں۔ پھر کیا کسی اور طرح کسی درجہ میں ایمان کے علاوہ (اللہ تعالیٰ کی) ذات کا کوئی علم اس زندگی میں نصیب ہوسکتا ہے؟

تحقیق: وہ علم ایمان ہی ہے اس علم میں ترقی اور قوت ایمان ہی کی قوت اور ترقی ہے۔ اسی کے مراتب

(درجوں) کے فرق سے عوام اور خواص اور اخص الخواص (بہت ہی خاص بندوں) کے ایمان میں فرق ہوتا ہے۔ اسی قوت کو قرآن وحدیث میں ازدیاد ایمان (ایمان کی زیادتی) کہا گیا ہے۔ ان ہی مراتب (درجوں) کا نام علم الیقین وعین الیقین وحق الیقین ہے۔

حال: اور اس قسم کی چاہت کا غلبہ کچھ نقصان دہ تو نہیں ہے؟

تحقیق: حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد اس کا سوال اس کی تمنا عین مطلوب ہے۔

حال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''لذة النظر الی وجهك'' اور ''شوقا الی لقاء ك'' (اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ) اپنے چہرے کے دیکھنے کی لذت اور اپنے سے ملنے کا شوق عطا فرمائیے) کے بارے میں جو سوال فرمایا تو اس کا مطلب تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہاں صرف ملاقات کا شوق حاصل ہوسکتا ہے اور چہرے کو دیکھنا تو حاصل ہے ہی مطلوب صرف لذة النظر دیکھنے کی لذت ہے۔

تحقیق: ماشاء اللہ خوب صحیح دلالت سمجھ میں آئی اس سے پہلے میرا ذہن بھی اس تفسیر کے ساتھ اس طرف نہ گیا تھا۔ ''فجزاکم اللّٰه تعالیٰ علی هذه التنبیه'' اللہ تعالیٰ اس بتانے پر آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حال: لیکن حضرت! اپنے اندر اللہ تعالیٰ سے ملنے کا شوق تو کسی درجہ میں پاتا ہوں جس کو اوپر اللہ تعالیٰ کی ذات کے علم کا تقاضہ کہا ہے لیکن ''اینما تولوا فثم وجه اللّٰه'' (کہ جہاں تم منہ پھیرو وہیں اللہ تعالیٰ ہیں) کی صاف آیت کے باوجود جب چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں کچھ ذوق ولذت پیدا ہو تو بالکل نہیں پیدا ہوتی بلکہ ایسی چیزیں جو طبعاً ناپسند ہوتی ہیں ان پر وجہ اللہ کے اعتبار سے نظر کرنے میں طبیعت رکتی ہے۔

تحقیق: غالباً آپ کے نزدیک وجہ (اللہ تعالیٰ کے ہونے) کی تفسیر کا حاصل مظاہر ومناظر (ظاہر ہونے اور نظر آنے والی چیزیں) ہیں تو اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ سلف سے (اس وجہ یعنی اللہ تعالیٰ وہیں ہونے کی) دو تفسیریں منقول ہیں۔ ایک جہت یعنی قبلہ اور اس جہت کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت اللہ تعالیٰ کی رضا کے اعتبار سے ہے یعنی تم جس مکان میں بھی ''تولی الی الکعبة'' (کعبہ کی طرف رخ) کرو وہ جہت مرضیٔ حق ہے۔ دوسری (تفسیر) وجہ سے مراد ذات ہے ''ذات کما فی قوله تعالیٰ کل شیء هالك الا وجهه ای ذاته'' (اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ ہر چیز ختم ہو جائے گی) پھر ذات سے مراد علم ''کما یدل علیه ما بعده'' کہ اس کے بعد کی یہ آیت اس کی دلیل ہے ''انه اللّٰه واسع علیم''

مناظر ومظاہر کے ساتھ تفسیر یہ ذوقی وتصوفی اشارہ کے درجہ میں ہوسکتی ہے جس کا حاصل تفسیر ''الوجه بالذات باعتبار تجلیه فی المظاهر'' (وجہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات کے ظاہری چیزوں میں تجلی فرمانے

کے اعتبار سے ہے) روح المعانی میں اس کو باب اشارہ میں اس عبارت سے ذکر بھی کیا ہے۔ ''فای جهة یتوجه المرء من الظاهر والباطن فثم وجهه الله المتحلی بجمیع الصفات المتجلی بما شاء منزها عن الجهات وقد قال قائل القوم'' آدمی ظاہر و باطن میں جس طرف بھی توجہ کرتا ہے وہیں اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو تمام صفات سے آراستہ ہے اور جس طرح چاہتا ہے تجلی فرماتا ہے اور جہات سے پاک ہے کسی کہنے والے نے کہا ہے ؎

وما الوجه الا واحد غير انه ❁ اذا انت عددت المرايا تعددوا

ترجمہ: ''ذات (باری تعالیٰ) تو ایک ہی ہے۔ مگر جب تم ظاہر میں دیکھتے ہو تو کئی نظر آتے ہیں۔''

(مطلب یہ ہے کہ ذات حق تو ایک ہی ہے۔ مگر جب مظاہر دیکھے جاتے ہیں تو ہر مظہر گویا ایک ذات معلوم ہوتا ہے)

اب خط میں لکھے ہوئے کی بنیاد اس بات پر ہوگی جس کے دو جواب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ تفسیر ثابت نہیں ہے اس لئے حدیث میں اس کا دعویٰ نہیں ہوسکتا دوسرا یہ کہ اگر مان لیں کہ مناظر و مظاہر کی طرف نظر کرنا بھی لذت کا سبب ہے اگرچہ ذات مظہر کے اعتبار سے موجب لذت کا سبب نہیں ہے اس کی مظہریت لیکن (مظہر ہونے) کے اعتبار سے لذت کا سبب ہے مگر یہ اس وقت لذت پیدا کرنے والا ہے جب اس نسبت کے استحضار اور (اللہ تعالیٰ کی) ذات کی محبت کا غلبہ طبعی ہو جائے۔ پھر مناظر و مظاہر سب حسن ہونے اور نہ ہونے کے فرق کے بغیر اس لذت کے اسباب ہو جائیں گے جیسے محبوب کا میلا کپڑا مکروہ معلوم ہوتا ہے مگر جب اس سے تعلق کا علم ہوگیا اس میں لذت پیدا ہوگئی خصوصاً پہنے ہوئے ہونے کی حالت فقہاء نے اس کے احساس کے بعد یہ فتویٰ دیا ''النظر الی ملابس الانبية حرام'' (اجنبی عورت کے کپڑوں کو دیکھنا حرام ہے)۔

اگر اس تفسیر کو تکلف سمجھا جائے اور حدیث میں وہ تفسیر علماء سے منقول لی جائے یعنی نظر سے مراد دنیا میں علم کا درجہ ہے تو اس وقت آپ کا سوال مستقل اس طرح ہوگا کہ علم میں بھی تو لذت نہیں پائی جاتی۔ اس کا جواب اس طرح ہوگا کہ لذت نہ ہونے کا حکم غور نہ کرنے کی وجہ سے ہے ورنہ حق تعالیٰ کی یاد میں (کہ یاد بھی) علم کا ایک حصہ ہے کسی مومن کو لطف نہیں آتا خاص طور پر جب اس کے صفات و کمالات کا تذکرہ بھی ہو کہ چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا اور اگر اس (لذت کے) نہ ہونے کے حکم کو صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی کوئی ڈر کی بات نہیں نہ ایمان کی کمی کا شبہ ہوسکتا ہے۔ ایک کمال کی کمی ہے جس کے لئے سوال کی تعلیم فرمادی گئی ہے جب اور جتنی نصیب ہو جائے۔ (النور رمضان ۱۳۵۸ھ)

رسوخ کے انتظار کی ضرورت نہیں اگر مقابلہ کے ارادہ میں کامیابی ہو

حال: الحمدللہ علاج کبر سے بہت فائدہ ہے۔

تحقیق: الحمدللہ۔

حال: تو اب اس کے رسوخ کا انتظار کروں یا اب دوسرے مرض اور علاج کو پیش کروں۔

تحقیق: اگر وقت پر ایسا استحضار ہو جائے کہ ارادہ کر لیا جائے اور اس ارادہ میں اکثر کامیابی ہوتی ہو تو رسوخ کا انتظار ضروری نہیں ورنہ اسی حالت مذکورہ کا انتظار مناسب ہے۔

حال: آج کل معمولات کے شوق اور حضور قلب میں بہت کمی ہے اس لئے دعا کا طالب ہوں۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں۔ باقی شوق کی کمی پر افسوس نہیں کرنا چاہئے غیر اختیاری بات ہے۔ اگر طبعی افسوس بھی ہو (تو) اس عقلی (بات) کے استحضار سے اس (افسوس) کے اثر کو ضعیف کر دینا چاہئے اور حضور قلب کے جس درجہ (بندہ کو) حکم ہے یعنی اختیار سے احضار (یعنی خود حاضر رکھنا) خواہ کسی درجہ کا حضور کبھی اس پر حاصل ہو جائے اس کی تجدید وقت پر کر لی جائے۔ (النور، رمضان ۱۳۵۸ھ)

ایمان اور محبت اس کی زیادتی مطلوب ہے ولیکن وہ مقصود زیادتی ایسی لطیف ہے جیسے بچے کی نشو ونما!

حال: جناب والا نے حقیقت کو کھولا اور شرح صدر فرمایا۔ حقیقت میں اصل چیز بس ایمان و محبت اور اسی کی زیادتی کی طلب ہے۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کی طرف جس اعتبار اور جس طرح سے بھی توجہ نصیب ہو اس میں لذت کیسے نہ ہوگی۔ حضرت نے خوب فرمایا کہ میلا کپڑا مکروہ معلوم ہوتا ہے لیکن محبوب کا میلا کپڑا بھی محبوب ہوتا ہے۔ مگر حضرت اس کو کیا کروں کہ نہ ایمان میں کوئی قابلِ لحاظ زیادتی معلوم ہوتی ہے اور محبت تو سرے سے معلوم ہی نہیں ہوتی ہے۔

تحقیق: محبت کی زیادتی جو مطلوب ہے اس کی زیادتی کی رفتار ایسی لطیف (باریک، نازک) ہے جیسے بچہ کا نشو و نما کہ کسی دن بھی معلوم نہیں ہوتا کہ پہلے سے بڑھا ہے۔ لیکن کافی دن جدا رہنے کے بعد پہلے اور بعد کی حالت میں موازنہ کے بعد پتہ چلتا ہے۔ اسی طرح اعمال کو لازم کرنے سے پہلے کی حالت اور لازم کر لینے کے بعد کی حالت سے موازنہ کر کے دیکھا جائے تو زیادتی نظر آئے گی مگر مقدار میں نہیں بلکہ کیفیت میں (ایمان کے بارے

میں جو) "لا یزید ولا ینقص" (آیا ہے کہ نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے) اس کا مطلب مقدار ہے (کہ نہ گھٹتی ہے نہ بڑھتی ہے) اور (ایمان کے بارے میں جو) "یزید و ینقص" (آیا ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے) اس کا مطلب کیفیت ہے (کہ وہ بڑھتی اور گھٹتی رہتی ہے) کبھی اس (گھٹنے بڑھنے) کا علم نہیں ہوتا ہے مگر معلوم نہ ہونا نہ ہونے کی دلیل ہے۔ خصوصاً جب خشیت کا غلبہ ہو اس وقت وہ کیفیت ہوتی ہے۔ "ادرکت سبعین بدریا کلھم یخاف النفاق علی نفسه رواہ البخاری" (ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ستر بدری صحابہ سے ملا ہوں ہر ایک اپنے اوپر نفاق کا خوف کرتا تھا)۔ اور ہمت خود مقصود نہیں بلکہ وہ عمل کا آلہ ہے اگر عمل ہو جائے مقصود حاصل ہے گو اس میں قوت نہ ہو۔

حال: بلکہ اگر حضرت کی طبعی و عقلی تقسیم سمجھ میں نہ آ گئی ہوتی تو میں اپنے کو سرے سے ایمان ہی سے خالی یقین کرتا۔ اللھم احفظنا۔

تحقیق: خیر اب تو پریشانی کی کوئی وجہ نہیں۔

حال: جی چاہتا ہے کہ کسی طرح کچھ طبعی محبت اور اس کی لذت بھی نصیب ہو جاتی۔

تحقیق: اس کا راستہ صرف دعا ہے اور حاصل نہ ہونے پر رضا وللہ درمن قال ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب ❁ کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

ترجمہ: "فراق و وصل کیا چیز ہے دوست سے تو اس کی رضا طلب کرنی چاہئے (خواہ فراق ہو یا وصل) کیونکہ دوست سے رضا کے علاوہ کچھ اور مانگنا ظلم ہے۔"

اور اس کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا بندے پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے کبھی حاصل نہ ہونا ہی زیادہ نافع ہوتا ہے کہ مجاہدہ کا اجر بڑھتا ہے۔

حال: دعا کا بہت قائل ہوں اور روزانہ مانگتا ہوں مگر کیا عرض کروں وہ دعا بھی جیسی ہوتی ہے میں ہی جانتا ہوں۔ قبول (کرنے) کے بجائے غصہ نہ فرمایا جائے تو یہ بھی سراسر اس کا حلم ہے۔

تحقیق: جیسا حق ہے ایسا تو کوئی عمل بھی نہیں ہوتا حضرت سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد "لا احصی ثناء علیك" (کہ اے اللہ! میں آپ کی تعریف پوری طرح نہیں کر سکتا ہوں) اس کی واضح دلیل ہے اور غور کیا جائے تو اپنے عمل کو جیسا حق ہے ویسا نہ سمجھنا یہ بھی واجب حق کا نائب ہے جیسے تیمم وضو کا نائب ہے۔ (یعنی اصل حق تو عبادت کو جیسا کرنے کا حق ہے ویسا کرنا چاہئے مگر اپنے عمل کو حق جیسا نہ کرنا سمجھنا بھی حق جیسا کرنے کی طرح ہے)۔

حال: صوفیانہ تفسیر صوفیانہ اعتبار سے طبعی طور پر کچھ ذوق معلوم ہوتا ہے اکثر حضرات صوفیا کے اعتبارات و ارشادات دل میں اتر جاتے ہیں۔ وجہ (سامنے ہونے) سے یہ حضرات شاید ظاہر وجود مراد لیتے ہیں اور سارے خارجی مظاہر (باہر کی نظر آنے والی چیزیں) اسی ظاہری وجود کے مظاہر (نظر آنے کی جگہیں) ہیں۔ اس لئے جی چاہتا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ اسی اعتبار سے گویا سامنے ہی موجود ہیں تو کیوں نہ اسی راہ سے حضور حاصل کرنے کی کوشش کی جائے کہ اسی سے کچھ نسبت و محبت نصیب ہو سکے۔

انا کو یہ حضرات باطن وجود کہتے ہیں اور اسی سے قرب و اقربیت (قریب ہونے) وغیرہ کی تشریح کرتے ہیں۔ دل کو تو وہ بات بھی نہیں لگتی مگر اس میں ایک ہیبت سی معلوم ہوتی ہے اور پھر بہت خطرہ کی چیز بھی معلوم ہوتی ہے گو الحمد للہ کہ جہاں تک بندے اور رب کے غیر ہونے کا تعلق ہے اس میں کبھی وسوسہ نہیں ہوتا مگر حضرت! اس میں شک نہیں کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اور سیدھی راہ وہی محبت و ایمان کی معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: جو چیز ذوق کے اعتبار سے زیادہ دلچسپ معلوم ہوتی ہے وہ تشبیہ کا رنگ ہے اور نصوص (قرآن و حدیث) کے ظاہر اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مسلک تنزیہہ کا غلبہ ہے۔ پہلا بہت ہی خطرناک ہے اور کبھی بہت سی برائیوں کو آغوش میں لے لینا ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ لذت بھی باقی نہیں رہتی۔ پھر تنزیہہ (اللہ تعالیٰ کو ہر قسم کی تشبیہ سے پاک سمجھنے) کی طرف آ کر گذشتہ حالت پر افسوس ہوتا ہے اور دوسرا اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے اور یہ ثابت یعنی محفوظ اور ہمیشہ رہنے والا بھی ہے قرآن و حدیث سے جہاں تشبیہ کا وہم ہوتا ہے اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ابہام کا اعتقاد ہے پس وہم کا علاج ابہام ہے۔

حال: جی یہ کہتا ہے کہ حضرت دعا فرمائیں تو انشاء اللہ اس نعمت سے محروم نہ رہوں گا اپنی دعا بھی انشاء اللہ مرتے دم تک جاری رہے گی۔

تحقیق: دعا کا وظیفہ عبد کا فرض اصلی ہے مگر مع اس کے "اللھم خرلی واخترلی" کے ملانے کے ساتھ خواہ ذکر کے ساتھ خواہ فکر کے ساتھ ہو۔

حال: لیکن میں پچاس سے زیادہ کا ہو چکا ہوں اس دولت سے محروم مرنے پر بڑی حسرت معلوم ہوتی ہے کہ پھر مرنے کے بعد نہ تو کسی تدبیر کا وقت ہو گا نہ دعا کا۔

تحقیق: بالکل صحیح مگر رحمت تو علت پر موقوف نہیں۔ اگر اس رحمت کا سوال اب ہی سے جاری کیا جائے تو یہ موت کے بعد تک رہے گی جیسے باقیات صالحات (اعمال صالحہ) کی شان ہے (کہ وہ موت کے بعد بھی رہے گی) حدیث میں "قرۃ عین لا تنقطع" (آنکھوں کی ٹھنڈک جو ختم نہ ہو) کی دعا آئی ہے (النور، رمضان ۱۳۵۸ھ)

(اللہ تعالیٰ کو کسی کے ساتھ) تشبیہ (دینے) کا مسلک بے حد خطرناک ہے بخلاف تنزیہہ (اللہ تعالیٰ کو کسی کے ساتھ تشبیہ سے پاک سمجھنے) کے ولیکن صرف تنزیہہ بھی تشفی بخش نہیں۔اس کے بارے میں عجیب تحقیق!

سؤال: مخدوم محترم ادام اللہ فیوضکم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔اگرچہ حضرت نے صرف اپنی شفقت سے اجازت دے رکھی ہے کہ جو کچھ بھی چاہوں بے تکلف خدمت میں عرض کر سکتا ہوں پھر بھی ایک بات کا عرصہ سے شدید غلبہ اور خیال ہونے کے باوجود عرض کرنے کی ہمت نہ ہوسکی۔اس مرتبہ خط میں غیر معمولی تاخیر کی بھی ایک وجہ یہی رہی کہ ایک طرف طبیعت کا تقاضا تھا کہ اب کھل کے عرض کر ہی ڈالوں اور دوسری طرف ہمت کا مسلسل آگے پیچھے ہونا۔لیکن گذشتہ خط اور اس کے جواب گرمی میں چونکہ ایک حد تک راہ کھل چکی ہے اس لئے اب اس خلش (کھٹک) کو پیش ہی کر دیتا ہوں حضرت نے یہ بالکل ہی صحیح ارشاد فرمایا کہ تشبیہ کا مسلک بے حد خطرناک ہے اور خود میرا بھی مدت تک اصلی مذاق ورجحان تنزیہہ کا ہی رہا۔لیکن اب عرصہ سے صرف تنزیہہ سے بالکل تشفی نہیں ہورہی ہے۔کسی طرح نہ دل اس کو قبول کرنا چاہتا ہے نہ دماغ (اس کو قبول کرتا ہے) کہ خالق و مخلوق میں دو (الگ الگ) ہونے کی دوری یا جدائی ہوسکتی ہے لیکن اس کے ساتھ الحمد للہ دوسری طرف یہ بھی یقینی طور پر غلط اور ناقابل سمجھ بلکہ بے وقوفی محسوس کرتا ہوں کہ کسی طرح بھی بندہ معاذ اللہ رب یا بندے کا رب ہوسکے اور وحدت (ایک) وجود کے ساتھ بہت ساری موجود چیزوں میں کوئی قباحت ہی نہیں بلکہ عقل ونقل سب کے یہی موافق معلوم ہوتا ہے اقربیت (اللہ تعالیٰ قریب ہونے) معیت (اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے) وغیرہ کے تمام اعتبارات غیریت (اللہ تعالیٰ کے غیر ہونے) کی صفت کے ساتھ (کہ یہ اقربیت ومعیت اللہ تعالیٰ کا غیر ہیں) اتنے اٹلی معلوم ہوتے ہیں کی عینیت (اللہ تعالیٰ کی ذات ہونے) کی برائی کا خیال واحتمال تک دل میں نہیں آتا ہے بلکہ ایک لحاظ سے تنزیہہ وتسبیح کا غلبہ رہتا ہے حتیٰ کہ عینیت کا رجحان رکھنے والوں کی حماقت پر سخت غصہ معلوم ہوتا ہے بلکہ مجھ کو تو وہ انکار حق کے لئے نفس کی ایک سیہ کاری نظر آتی ہے۔

یہ بھی عرض خدمت ہے کہ اس مسئلہ سے فی الجملہ دلچسپی کے باوجود ایسی چیزوں کو زیادہ پڑھتا پڑھاتا نہیں ہوں البتہ کلام مجید ہی کی تلاوت یا اس پر اگر کچھ تدبر وتفکر کی سعادت نصیب ہوجاتی ہے تو اس طرف کے بھی ذہن میں کچھ اعتبارات آجاتے ہیں۔

تحقیق: مکرمی دام لطفکم۔ السلام علیکم۔ عربی مثل ہے "اذا جات الالفة رفعت الکلفة" (جب محبت ہو جاتی ہے تو تکلیف ختم ہو جاتی ہے) عارف شیرازی کا ارشاد ہے ؎

ماحال دل را بایار گفتیم ❁ نتواں نہفتن درد از حبیباں

(ہم نے اپنا حال اپنے دوستوں سے کہا کیونکہ ہم اپنا حال طبیبوں سے چھپا نہیں سکتے ہیں)۔

اس کے ذیل میں یہ سب پسندیدہ ہے۔ اب جواب عرض کرتا ہوں۔ حادث بعد الحدوث (جو چیز پیدا ہونے والی ہے اس کو پیدا ہونے کے بعد) قدیم (جو ازل سے ہے) کے دیکھنے کے لئے ذریعہ دو تعلق سے ہوتا ہے۔ ایک تعلق بنانے والے اور بنی ہوئی چیز کا۔ اس تعلق سے واسطہ بنانا منصوص اور مامور بہ (قرآن وحدیث میں آیا ہے اور اس کا حکم ہے) ہے۔ آیات ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ سے لَأٓيَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿١٦٤﴾﴾ (البقرہ: آیت ١٦٤) ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ سے رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَٰطِلًا﴾ (آل عمران: ١٩٠) ﴿أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى ٱلْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾﴾ (غاشیہ: آیت ١٧) (ظاہر ہونے اور ظاہر ہونے کی متعارف جگہوں) کا تعلق ہے جو پہلے تعلق سے (ایک) زائد (چیز) ہے۔ جس میں ہماری بات چل رہی ہے۔ اس لئے یہ تعلق اور اس کی خصوصیات خو ذوقی اور کشفی (ذوق اور کشف سے سمجھ میں آنے والی ہیں)۔ اسی طرح اس کا (قدیم کے مشاہدہ کا) واسطہ بننا بھی (کشفی و ذوقی) ہے۔

وغیرہا سب اسی واسطہ بنانے کو بتائی ہیں۔

دوسرا تعلق ظاہریت ومظہریت پہلے تعلق کی مثال کاتب ومکتوب (یعنی لکھنے والے اور لکھے گئے) کا تعلق ہے۔ دوسرے تعلق کی مثال سورج اور زمین کا روشن کرنا کا تعلق ہے۔ اس دوسرے تعلق کے واسطہ بننے کے دو درجے ہیں۔ ایک تصور وتخیل دوسرا صدیق واعتقاد کا درجہ ہے۔

دوسرا درجہ (یعنی تصدیق و اعتقاد) تو ظاہر ہے کہ اختیاری ہی ہوگا۔ پہلا درجہ دو طرح کا ہے ایک قصد و اختیار سے استحضار فی الذہن (یعنی اختیار سے ذہن میں لانا) دوسرا بغیر قصد واختیار کے حضور فی الذہن (یعنی ارادے واختیار کے بغیر ذہن میں رہنا) یہ کل تین درجے ہوئے۔ خود یہ تعلق اور اس کی خصوصیات کیونکہ کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں اور ذوق وکشف حجت نہیں اس لئے مذکورہ تین درجات میں پہلے کے دو درجے یعنی اعتقاد اور اختیار سے استحضار (اس) منع میں داخل ہے ﴿ولا تقف ما ليس لك به علم، وان يتبغون الا الظن وان الظن لا يغنى من الحق شيئا﴾ الآیۃ

تیسرا درجہ یعنی بغیر اختیار کے تصور وحضور فی الذہن اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے معاف ہوگا ﴿لا

یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعہا﴾ پہلے کے دو درجے دلائل شرعیہ مذکورہ سے ممنوع ہونے کے علاوہ خود قواعد طریق سے بھی ممنوع ہیں۔ اس ممنوع ہونے کا راز یہ ہے کہ تمام حق ملت والے جن میں حضرات صوفیہ بھی داخل ہیں اس پر متفق ہیں کہ یہ دوسرا تعلق یعنی ظاہریت ومظہریت مصطلحہ کا خود حادث بعد العدم السابق (پہلے نہ ہونے کے بعد پیدا ہونے والا) ہے (پیدا نہ ہونے سے پہلے) یہ تعلق معدوم محض (کچھ بھی نہیں) تھا۔ اس لئے اس تعلق کی قید سے جو استحضار ہوگا خواہ اختیار سے یا تصدیق سے ہو تو وہ مقید کا استحضار) ہوگا اور مقید بوجہ حدوث (پیدا ہونے) کی قید کی وجہ سے حادث (پیدا ہونے والا) ہوگا تو یہ استحضار جان بوجھ کر حادث کا استحضار ہوا جو محبت کی غیرت کے بالکل خلاف ہے اس لئے خود اہل ذوق بھی اس حکم کو ضبط نہ کر سکے کہ "کل ما خطر ببالك فهو هلك والله اجل واعلى من ذلك" (تیرے دل پر جو بھی کھٹکے وہ ہلاک کرنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ تو اس سے بڑے اور اونچے ہیں) اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی آفتاب کے نور کا مشاہدہ اس تعلق اور واسطے سے کرے جو اس کو زمین سے حاصل ہے اور اس تعلق کی وجہ سے خود دھوپ میں اجرام (حصوں) کی مختلف صورتوں کی وجہ سے مختلف شکلیں پیدا ہوگئی ہیں جیسے گول ہونا تکون ہونا چوکور ہونا۔ اس لئے ان مختلف صورتوں والے حصوں کے ذریعہ نور کے مشاہدہ کا ارادہ کرنا ان حصوں کے مشاہدہ کرنے کا ارادہ کرنا ہوگا۔

باقی (اگر یہ حالت) بے اختیار (ہو تو اس) میں کوئی برائی نہیں ہے مگر یہ اونچے درجے کے مقابلے میں نیچا درجہ ہے۔ اگرچہ کمزور آدمی کے لئے مقصود نہ ہونے کے باوجود اتنا مفید تو ہوگا کہ مقصود تک پہنچانے کا سبب ہوگا جیسے دوا مقصود نہیں ہے مگر بیمار کے لئے غذا جو کہ مقصود ہے اس کی استعداد پیدا کرنے کے لئے گوارا کی جائے بلکہ تجویز کی جائے۔ مولانا (رومی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی) بہت ساری مثالوں کے بعد اسی کو ارشاد فرماتے ہیں ؎

اے بروں از وہم وقال وقیل من ❁ خاک بر فرق من و تمثیل من

تَرجَمَہ: "اے وہ ذات! جو میرے وہم اور گفتگو کے احاطے سے باہر ہے میرے فرق کرنے اور مثال دینے پر خاک ہے۔"

اسی میں ایک حقیقی بات کا اظہار ہے ؎

بندہ نشکید ز تصویر خوشت ❁ ہر دمت گویم کہ جانم مفرشت

تَرجَمَہ: "(مگر کیا کریں کہ) بندہ تیرے اچھے تصور (کرنے) سے صبر نہیں کر سکتا ہے (اور تصور کرنے کے لئے مثال دینا ضروری ہے اس لئے وہ شوق کی شدت سے) ہر وقت (یہی) کہتا ہے کہ میری جان تیرا فرش ہو۔" (مطلب یہ ہے کہ عاشق کو تصور کے بغیر چین نہیں آتا ہے اس لئے

اپنی تسلی کے لئے اچھی مثال بیان کرنا ہے اس میں کبھی وہ حد سے نکل جاتا ہے)۔

(خطبات حکیم الامت: ۲۹/۵۷ ملخص)

اس میں ایک حقیقی بات کا اظہار ہے۔

پہلے تعلق (بنانے والے اور بنی ہوئی چیز والا تعلق) کے واسطہ ہونے میں ان واسطوں کی مثال ایسی ہوگی جیسے عینک لگا کر کسی چیز کا مشاہدہ کرنا کہ (اس صورت میں) عینک صرف دیکھی جانے والی چیز کے لئے معین ہوگی اور کبھی مشاہدہ کے وقت عینک کی طرف توجہ بھی نہیں ہوتی ہے۔ میرے خیال میں مسئلے کے سارے پہلوؤں پر کافی اور ضروری بات ہوگئی ہے اگر کوئی بات چھوٹ گئی ہے تو بتا دیں۔

باقی کسی مامور بہ (وہ کام جس کو کرنے کا حکم ہے کے کرنے) سے تسلی حاصل ہونا یا نہ ہونا دل و دماغ سے اس کا ملا ہوا نہ ہونا یہ بات توجہ کے قابل نہیں ہے (صرف) حکم کو پورا کرنا مقصود ہے نہ کہ کیفیات اور احوال (مقصود ہیں)۔

باقی اس حصہ کو دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ بے اختیاری ہونے پر کوئی منع نہیں ہے۔ (النور شوال ۱۳۵۸ھ)

احادیث سے دل گھبرانے کا علاج

حَالؒ: حضرت بندہ کو مشکوۃ شریف آخری حصہ کے مطالعہ کی توفیق ہوئی مگر کتاب الاداب اور کتاب الرقاق کی احادیث سے دل گھبرا گیا۔ اپنے اعمال کی طرف خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بھی قابل اعتماد نہیں حتیٰ کہ بندہ بے قرار ہوگیا۔ باب الریا اور سمعہ کی احادیث سے پورا یقین ہوگیا کہ گذشتہ عبادت سب کی سب بیکار ہے مگر بندہ بہر حال اعمال پر قائم رہتا ہے کیونکہ حضرت سے یہ سنا تھا کہ اعمال کو کسی وقت چھوڑنا نہیں چاہئے امید ہے کہ دعا فرمائیں اور اس گھبراہٹ سے بھی تسلی فرمائیں۔

تَحِقِیقؒ: دعا کرتا ہوں اور اس گھبراہٹ سے اجر ملتا ہے بس تسلی کے لئے یہی اعتقاد کافی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اصلاح کا اہتمام اور اس کے لئے دعا بھی۔ (النور ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ)

درد وغیرہ میں تکلیف کا ہونا نعمت الٰہی ہے

حَالؒ: شفقت نامہ تسلی بخشی الحمد للہ کہ اب درد وغیرہ کی تکلیف تو برائے نام ہی رہ گئی ہے۔

تَحِقِیقؒ: ''الحمد للّٰہ علی نعمہ وان قلت لانہا باعتبار ثمرھا قد عظمت وجلت'' (اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اس کی نعمتوں پر اگر چہ وہ تھوڑی ہوں کیونکہ نتیجہ کے اعتبار سے وہ بہت بڑی ہیں)۔

حال: لیکن انگلیاں ابھی تک بیکار ہیں مٹھی بند نہیں ہوتی۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ کو اجر دینا ہے جس کا طریقہ وہی اپنی حکمت سے متعین فرماتے ہیں۔ پھر جب طریقہ کو بدلنے میں حکمت ہوتی ہے اس کو بدل دیتے ہیں اس لئے تدبیر و دعا ہر حال میں محمود و مطلوب ہے۔

حال: اب اسی کی تدبیر ہو رہی ہے مٹھی بند ہونے لگے تو انشاء اللہ تعالیٰ کام چلنے لگے۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ جلدی کے ساتھ اس کی تکمیل فرمائے۔

حال: باقی ڈاکٹروں کا مشورہ تو وہی چلا جا رہا ہے کہ پھر سے بٹھایا جائے۔

تحقیق: علم الٰہی میں جو خیر ہو اس پر قلب کو منشرح فرمائے چلتے پھرتے کبھی یاد آ جائے ایک جلسہ میں تین بار "اَللّٰھُمَّ خِرْلَنَا وَاخْتَرْلَنَا" کہہ لیا جائے۔

حال: حضرت نے دوسرے احباب سے دعا کی درخواست کرنے کے لئے جو ہدایت فرمائی الحمدللہ کہ اسی پر اس درجہ تک عمل ہے کہ اپنے نوکر سے بھی یہی درخواست کرتا ہوں۔

تحقیق: اسلام نے یہی عبدیت سکھائی ہے اور یہ بڑی دولت "وللّٰہ دار العارف الرومی فی قولہ" ؎

جز خشوع و بندگی و اضطرار ❁ اندریں حضرت ندارد اعتبار

ترجمہ: "اس راستے میں خشوع، بندگی اور لاچاری کے علاوہ کسی چیز کا اعتبار نہیں ہے۔"

حال: لیکن یہ ضرور ہے کہ حضرت کی شفقت و توجہ سے غیر معمولی تسلی ہوتی ہے۔

تحقیق: یہ آپ کی محبت اور حسن ظن کا نتیجہ ہے "صدق اللّٰہ تعالٰی ظنکم"۔

حال: حضرت بیمار، آزار، دنیا میں کون نہیں ہوتا اپنے جاننے والوں میں بہتوں کا حال اپنے سے برا پاتا ہوں۔

تحقیق: یہ اعتقاد اور اس کا استحضار ایک مراقبہ ہے جو ایک نعمت ہے۔

حال: پھر ایسے کتنے ہوتے ہیں جن کو معمولی تدبیر و علاج تک کی قدرت حاصل نہیں ہوتی۔

تحقیق: یہ دوسرا مراقبہ ہے جو دوسری نعمت ہے۔

حال: ساتھ ہی یہ بھی ایمان ہے کہ مومن کے کانٹا چبھنا بھی ضائع نہیں جاتا۔

تحقیق: یہ ایک تیسرا مراقبہ ان دونوں سے بڑا ہے۔ ان مراقبات کے عطا ہوتے ہوئے اگر تحمل (کرنے) میں جس کا ذکر آگے فرمایا گیا ہے کچھ نقصان بلکہ بالکل بھی نہ ہو تو بھی نقصان دہ نہیں ہے۔ یہ مجموعہ اس کمی کا کافی تدارک ہے خصوص جبکہ یہ مراقبات اعمال اختیاریہ ہوں اور وہ کمی طبعی و بے اختیاری ہو۔

حال: مگر حضرت! خدا جانے میری کمزوری و بزدلی کس حد تک پہنچ گئی ہے کہ جسمانی تکلیف کا تحمل روز بروز گھٹتا

جاتا ہے۔ شاید سالہا سال سے بیماری کے سلسلہ نے اتنا کم ہمت کر دیا ہے۔ ادھر الحمدللہ کہ دو سال سے بہت اچھا تھا خصوصاً دمہ کے دوروں سے بالکل ہی محفوظ رہا اور طبیعت میں ذرا نشاط رہنے لگا تھا کہ اس ہاتھ کے حادثہ کے بعد اب کچھ دمہ کے آثار بھی پھر لوٹ رہے ہیں جس سے اور دل خوفزدہ ہو رہا ہے۔ کاش ایمان ہی اتنا قوی ہوتا کہ صبر ورضا ہی کا اجر حاصل کر سکتا مگر اسلئے کبھی کبھی شکایت کے وساوس آ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم ومغفرت فرمائے۔

تحقیق: خدانہ کرے کیا یہ ضعف تحمل ایمان کے قوی نہ ہونے کی علامت ہے۔ اس وقت ترمذی کی ایک حدیث بے ساختہ ذہن میں آ گئی۔ جس کو جمع الفوائد فضل الشہادۃ والشہداء سے نقل کرتا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے شہدا کی ایک تقسیم فرمائی ہے ان میں دوسری قسم کے باب میں ارشاد ہے۔ ''قال ورجل جید الایمان لقی العدو فکانما ضرب جلدہ بشوك طلح من الجبن اتاہ سھم غرب فقتلہ'' (ترجمہ: ایک آدمی عمدہ ایمان والا لڑائی میں حاضر ہوا گویا اس نے بزدلی کی وجہ سے خود کو ببول کے درخت کے پیچھے چھپایا ایک نامعلوم تیر آ کر لگا جس سے وہ شہید ہو گیا) (الحدیث) اس میں ایمان کی عمدگی اور بزدلی کو ایک ساتھ جمع فرمایا ہے جس میں صاف دلالت ہے کہ تحمل کا نہ ہونا اور قوت ایمان جمع ہو سکتی ہے۔ ہاں اس قسم کے شہید کو دوسرے درجہ میں اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اس سے فعل اختیاری یعنی قتال کا بزدلی کی وجہ سے صدور نہیں ہوا اور جہاں فعل اختیاری کا صدور بھی ہو وہاں درجہ بھی کم نہ ہوگا۔ اس لئے یہ آپ کے اختیار میں ہے الحمدللہ اس اختیار سے کام بھی لیا جا رہا ہے یعنی شکایت اعتراض کے طور پر نہیں کی جاتی ہے اور خود عاجزانہ شکایت بھی قوتِ ایمان کے خلاف نہیں۔ کما قال یعقوب علیہ السلام ''انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ ...... بعد قولہ یا اسفی علی یوسف'' (جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے کہا میں اپنی پریشانی اور اپنے غم کا شکوہ اللہ ہی سے کرتا ہوں ...... اپنے اس قول کے بعد ...... ہائے یوسف) اور وسوسہ تو کوئی شمار کے قابل وجود ہی نہیں رکھتا ''فزال بحمد اللہ کل اشکال'' (کہ سارے اشکال ختم ہو گئے)۔

حال: اس مرتبہ تراویح ایک ایسے حافظ کے پیچھے پڑھنا پڑ رہی ہے جنہوں نے عملاً اپنی اجرت پہلے ہی طے کر لی ہے۔ کراہت معلوم ہوتی ہے کیا کروں۔

تحقیق: یہ کراہیت امام کے طاعت پر اجرت لینے سے ہے جو اس کو ناپسند کرنے والے مقتدیوں کی طرف نہیں بڑھتی ہے کیونکہ وہ نہ اس کے سبب ہیں نہ معاملہ کرنے والے ہیں تیسری کوئی چیز اس عمل کے ان کی طرف منسوب ہونے کی نہیں ہے اور تیسری کوئی علت نسبت کی نہیں۔ (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۸ھ)

خالص تنزیہہ کے بارے میں سوال وجواب کا تتمہ

حال: عرصہ ہوا کہ خدمت والا میں خالق ومخلوق کے تعلق کو سمجھنے کے لئے کچھ معروضات پیش کئے تھے۔ جس کے جواب میں حضرت نے تنزیہہ مسلک کو جو سمجھایا تھا اس سے اطمینان ہوگیا تھا کہ سلامتی بلا شک اسی راہ میں ہے۔ پھر ایک اور عریضہ اسی سلسلہ میں تھا جو حضرت کے جواب کے ساتھ شوال کے النور میں شائع فرما دیا گیا تھا لیکن ابھی اسی میں ایک بڑی خلش (کھٹک) باقی ہے۔ یہ تو بالکل صحیح ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور مشاہدہ کی تعلیم بہت زیادہ صانع ومصنوع (بنانے والے اور بنی ہوئی چیزوں) کے ذریعے سے ہی فرمائی گئی ہے۔ تین صورتیں چیز کے پیدا ہونے کی بظاہر نظر آتی ہیں ① جیسے بیج سے درخت یا انڈے سے بچہ پیدا ہوتا ہے ② جیسے کوئی صناع (کاری گر، بنانے والا) کسی مادہ میں کوئی تصرف (عمل) کر کے کسی شے کو بناتا ہے مگر مادہ اس صناع (کاری گر، بنانے والا) کا بنایا ہوا نہیں ہوتا ③ پہلے خود مادہ جو کہ موجود نہیں ہے کو بنانا پھر اس سے مختلف چیزیں بنائی جائیں۔ عمومی طور پر حق تعالیٰ کے لئے تیسری ہی صورت کا خیال ہوتا ہے۔

تحقیق: کسی دلیل سے یا بغیر دلیل کے ہوتا ہے۔ دلیل کیا ہے اور بغیر دلیل (اس آیت) ﴿لا تقف ما ليس لك به علم﴾ کا معارضہ ہے۔ (ترجمہ: جس بات کی تحقیق نہ ہو وہ بات نہ کہی جائے)۔ کے خلاف ہے خاص طور پر اس وقت جب دوسری (دونوں صورتیں بھی ہوسکتی ہوں اور جب قرآن کی آیات خاص طور پر کسی کو بیان نہیں کرتی ہیں۔ پھر جب کہ ایسی صورت ہو کہ جب کہ چیزوں کے پیدا کرنے کی (ان صورتوں کے علاوہ) دوسری صورتیں بھی ہوسکتی ہوں۔

حال: مگر اس میں ایک طرف تو عقل کے اعتبار سے جو چیز موجود نہیں ہے۔ اس سے کسی چیز کو بنانا بالکل ناقابل تصور معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق: کیا ہمارے تصور کی مشکل (کسی چیز کے) ممنوع ہونے یا (اس کے) انکار کی دلیل ہے؟

حال: دوسری طرف (آیت) ﴿ام خلقوا من غير شيء﴾ (کیا وہ بغیر کسی چیز کے پیدا کئے گئے ہیں) سے اس کی نفی سمجھ میں آتی ہے۔

تحقیق: صحیح تفسیر یا صحیح جیسی تفسیر کا ذہن میں موجود نہ ہونا اس سمجھ (میں آنے) کی وجہ ہے چنانچہ مفسرین نے "من غير شيء" کی تفسیر کی ہے "من غير خالق" (بغیر خالق کے) کی ہے۔

حال: سب سے زیادہ یہ (بات سمجھ میں نہیں آتی) ہے کہ مادہ اور اس سے بنی ہوئی چیزوں کا وجود اگرچہ اللہ

تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے لیکن (یہ چیزیں) اللہ تعالیٰ سے الگ اپنا وجود مستقل (الگ) رکھتی ہیں جو وحدت وجود (اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے) اور اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ ہونے (کے عقیدے) کے خلاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہے (یعنی وحدت وجود ایک ہونے کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ اکیلا ہے اور ہر جگہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر چیز کے ساتھ ہو تو اس سے ایک نہ ہونا سمجھ میں آتا ہے کہ جب ہر چیز کے ساتھ مستقل الگ ہو تو کئی ہونا لازم آئے گا)۔

تحقیق: ہر جگہ ہونے کے اس عقیدہ ہی کی کوئی دلیل نہیں۔ جب وہ صرف جگہ میں ہونے سے پاک ہے تو کئی جگہوں میں اس کا ہونا تو بہت دور کی بات ہے اگرچہ اس محاورہ میں گنجائش زیادہ ہے کیونکہ اس سے مراد کسی جگہ میں ہونے کی قید کا نہ ہونا ہے اور یہ صرف تعبیر ہے۔ وحدت الوجود (ایک ہونا) کئی کمزور وجودوں کے خلاف نہیں ہے۔

حال: ایک ... تھی صورت چیزوں کے پیدا ہونے کی یہ ہوسکتی ہے جس طرح ہم خود اپنے جی میں اپنے خیالات و تصورات کو پیدا کرتے ہیں خصوصاً خواب کی صورت میں تو ہمارا ذہن بالکل بیداری کی دنیا کو پیدا کر لیتا ہے یا خود ہی اپنے معلومات و خیالات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ زیادہ قدرت والی ذات نہ صرف بیداری میں اسی طرح سارا عالم پیدا کرسکتی ہے بلکہ ہمارے خواب سے بڑھ کر یہ قادر ذات اپنے تصور میں آنے والی مخلوقات انسان وحیوان وغیرہ کو ایسا بنا سکتی ہے کہ وہ (مخلوقات) خود کو اپنی اپنی جگہ مستقلاً حس اور عقلی مخلوق پائیں۔ چیزوں کے پیدا کرنے کی یہ صورت نہ صرف عقل کے اعتبار سے زیادہ قابل قبول معلوم ہوتی ہے بلکہ نقل (قرآن و حدیث) کے اعتبار سے بھی بہت سے عقائد ونصوص کی تصحیح آسان اور زیادہ قریب ہوجاتی ہے اس لئے کہ خالق و مخلوق کے اس تعلق کا خلاصہ یہ ہے کہ عالم خود اپنے معلومات یا علمی صورتوں سے ظاہر ہوتا ہے اس میں نہ خالق و مخلوق کا ایک ہونا لازم آتا ہے اس لے کہ معلوم عالم نہیں ہوسکتا نہ اس طرح غیر ماننا پڑتا ہے کہ خالق کہیں ہو اور مخلوق کہیں۔ نہ اس میں نہ ہونے سے وجود کا لزوم ہوتا ہے یہ صورت جدید فلسفہ اور سائنس کے رجحانات کے بھی زیادہ قریب ہے۔

تحقیق: ان اشکالات کا حل تو صرف اسی صورت کے ساتھ مخصوص نہیں (بلکہ) دوسری صورتوں میں بھی یہ اشکالات حل ہوسکتے ہیں۔ رہا سہولت حل کی آسانی تو یہ سہولت غائب کو موجود پر قیاس کرنے سے ہوتی ہے۔ یہ قیاس ہی بلا دلیل ہے خاص طور پر جبکہ کسی دلیل کے بھی خلاف ہو اور وہ دلیل یہ ہوسکتی ہے کہ تصور کے بعد ان صورتوں کی جگہ کیا ہوگی اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کے علاوہ پہلی صورت میں کی جگہ حوادث (ختم ہو جانے والی

چیزیں) ہوں گی جس کے لئے ختم ہونا لازم ہے۔ اور دوسری صورت میں وہ صورتیں علمی نہ ہوں گی تو دوسری صورتوں اور اس میں کیا فرق ہوگا۔

حَالٌ: کن فیکونی (یعنی ہو جا کہنے سے ہو جانے) کی تخلیق بھی اس سے سمجھ میں آ جاتی ہے کہ نفس نے کسی شے کا ارادہ کیا نہیں کہ وہ پیدا ہوگئی (اس میں) اقربیت (قریب ہونے) احاطت (گھیرے ہوئے ہونے) معیت (ساتھ ہونے) وغیرہ کی تاویل وتوجیہ نہیں کرنی پڑتی ہے عالم سے زیادہ معلوم کے کون قریب گھیرے ہوئے اور ساتھ کون ہوسکتا ہے۔ (اس سے) سب سے زیادہ تو اولیت (پہلے ہونے) آخریت (آخری ہونے) ظاہریت (ظاہر ہونے) باطنیت (باطن ہونے) کا تعلق سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ معلوم ہونے کی حیثیت سے اول آخر ظاہر و باطن سب عالم ہی ہوتا ہے پھر ''وهو بكل شیء عليم'' کو اگر ''هو الاول والاخر والظاهر والباطن'' کے دعویٰ کی دلیل کا ارشاد قرار دیا جائے تو اشیاء کی پیدائش کی یہ صورت صاف ہو جاتی ہے کہ وہ ہر شے کا اول و آخر، ظاہر و باطن اس لئے ہے کہ وہ ہر شے کا علیم ہے یعنی شے کی ماہیت اس کا معلوم ہوتا ہے (یعنی شے کی ماہیّت کا اسے علم ہوتا ہے)۔

تَحْقِیق: یہ سب اندازے اور اٹکل ہیں جن کی حقیقت ابھی عرض کی گئی ہے اس لئے لوٹ پھر کے اسی قلعہ میں پناہ لینا پڑتی ہے۔ جس کا حاصل ہے فکر نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا جاننے سے عاجز ہونے کا اقرار اور تفویض اور نہ جاننے کے عجز کا اقرار جو ان آیات میں آیا ہے قوله تعالیٰ ﴿فلا تضربوا الله الامثال﴾ قوله عَلَيْهِ السَّلَامُ ﴿تفكروا فی كل شیء ولا تفكروا فی ذات الله تعالیٰ﴾ ''ابو الشيخ فی العظمة عن ابن عباس (كذا فی الجامع الصغير)'' ''واجمع العارفون على ان كل ما خطر بالبال فهو هلك والله اجل واعلى من ذلك''۔

وقال العارف الرومی ؎

نکتہ ہا چوں تیغ پولاد است تیز ❁ چوں نداری تو سپر واپس گریز
پیش ایں الماس بے اسپر میا ❁ کز بریدن تیغ را نبود حیا

تَرْجَمَہ: ''(اس اللہ تعالیٰ کے بارے میں غور وفکر کرنے میں بہت باریک) نکتے ہیں جو فولادی تلوار سے تیز ہیں، اگر تمہارے پاس ان سے بچنے کے لئے ڈھال نہ ہو تو اس سے دور رہو، اس تیز تلوار کے سامنے مقابلے کے لئے بغیر ڈھال کے مت آنا کیوں کہ تلوار کاٹنے میں دیر نہیں لگاتی۔''

(مطلب یہ ہے کہ سننے والوں میں اگر وحدت کے نکات سمجھنے کی صلاحیت نہ ہو تو ان پر الٹا اثر پڑتا

ہے جس سے ان کے عقائد بگڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے جب ان نکات کے سمجھنے کی صلاحیت نہ ہوتو اس میدان میں قدم نہیں رکھنا چاہئے)۔ (مفتاح دفتر اول: ۱/۲۷۳)

پھر اوپر کی تحریر کے بعد خود بخود بہت ہی نہایت قوت وانشراح کے ساتھ اس مسئلہ کی روح ولب (یعنی روح اور مغز) قلب پر وارد ہوئی جس کے بعد کسی بات کی گنجائش ہی نہیں رہیت۔ وہ کلام ''ان الظن لا یغنی من الشحق شیئا'' (کہ ظن حقیقت کے لئے ذرا بھی مفید نہیں ہوتا ہے) کا ٹکراؤ ہوگا وہ یہ کہ یہ تعلق مبحوث عنہ جس پر بات ہو رہی ہے ایک نسبت ہے جو دو کی طرف منسوب ہے ایک حق اور ایک مخلوق ہے اور یہ عقلی طور پر ضروری اور یقینی ہے کہ نسبت کی حقیقت کا معلوم ہونا دونوں (جن طرف یہ نسبت منسوب ہے ان) کی حقیقت کے معلوم ہونے پر موقوف ہے اگر چہ (یہ) حقیقت ناممکن نہیں ہے مگر حکماء کی وضاحت سے جیسے شیخ بوعلی سینا وغیرہ کے ہوتا نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حقیقت کا علم عقل اور نقل کے اتفاق سے ہمیشہ کے لئے ناممکن ہے اس لئے اس نسبت کا حقیقی علم بھی ناممکن ہوگا اس لئے اس کی خواہش بھی بیکار بلکہ نقصان دہ ہوگی اگر چہ کلام کرنے والوں کے لئے کچھ تاویل کر لی جائے لیکن پھر اس تاویل کا درجہ اس سے زیادہ ہوگا۔

؎ علی اننی راض بان احمل الھوی
واخلص منه لا علی ولا لیا

تَرجمہ: ''میں اس پر راضی ہوں کہ میں عشق کروں اور اس میں مخلص رہوں کہ نہ میرے ذمہ کچھ ہو اور نہ میرے لئے کچھ ہو۔''

فقط

النور: جمادی الاولیٰ ۱۳۵۹ھ

محبت کے آثار مختلف ہوتے ہیں

حَالؒ: حضرت مخدوم ومحترم ادام اللہ فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خود قلم مبارک کے نامہ والا نے دست (اس سے ذرا کچھ پہلے حضرت کی انگلیوں میں سردی کا کچھ اثر ہوگیا تھا۔۱۲) والا کی خیریت سے تو اطمینان بخشا لیکن اپنے دل کی خیریت سے اور بدگمان کر دیا۔ اس وقت تھانہ بھون سے لکھنؤ تک اہل محبت پر جو پریشانی و بے قراری ظاہر ہوئی محبت کا یہی تقاضا تھا جس پر مجھ کو بے حد رشک آیا اور اپنے دل کی اس بے حسی پر نفریں کی۔ محبت کی راہ سے تو کوئی پریشانی و بے چینی محسوس نہیں ہوئی صرف عقیدت کی راہ سے یہ دعا کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ

حضرت کو صحت وعافیت کے ساتھ طویل سے طویل حیات عطا فرمائیں اور اس کے افادات و برکات اپنے بندوں اور امت مرحومہ پر تادیر قائم رکھیں۔

الحمد للہ کہ حضرت سے عقیدت تو بہت غیر معمولی پاتا ہوں لیکن اپنے منعم ومحسن سے کچھ نہ کچھ طبعی محبت ہو جانا بھی تو انسانیت کا معمول ہے۔ حضرت کے میرے دنیا اور دین دونوں پر کتنے احسانات ہیں اور پھر کتنی شفقت ہے اس کا خیال کرتا ہوں تو اپنے دل کی سختی پر شرم سے گڑا جاتا ہوں لیکن اتنی سنگدلی بھی بڑی بیماری ہے کہ مشکل ہی سے کچھ رونا آتا ہے اس لئے اس موقع پر شرم کو دور کر کے اپنے اس مرض کو ہی عرض کر دینے کا جی چاہا۔

الحمد للہ کہ رحم سے تو دل کو خالی نہیں پاتا انسان کیا حیوان کی مصیبت پر بھی پسیج جاتا ہے اور اپنی ہمت بھر ہر طرح کی اعانت کے لئے آمادہ ہو جاتا ہوں۔ مگر جس کا نام رقت قلب (دل کی نرمی) ہے اور جس کو محبت کا تعلق کہنا چاہئے وہ مشکل ہی سے کسی کے ساتھ محسوس کرتا ہوں۔ حضرت! اپنی ہر طرح کی نالائقیوں کا ادراک اور ہر طرح کی ناکامیوں کا بھی دین کی بھی اور دنیا کی بھی ادارک اب بہت بڑھ گیا ہے۔ شاید اسی کا اثر ہے کہ طبیعت میں ایک ہمیشہ تنگی سی رہنے لگی ہے۔ جس کی وجہ سے اب خط تک لکھنا بھاری ہوتا ہے بلکہ خط لکھنے بیٹھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنا معمولی مدعا تک ٹھیک لفظوں میں ادا نہیں کر سکتا ہوں اور نہ ادا کر رہا ہوں۔ اس طرف یہ ہوا کہ ایک عزیز کو خط لکھا تو تین مرتبہ لکھا اور پھاڑا۔ خود حضرت کی خدمت میں کئی دن سے لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ کل لکھنے بیٹھا بھی تو کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ تھوڑا لکھا تھا۔ آج اس کو پھاڑ کر پھر سے لکھا ہے۔

امید ہے کہ مزاج عالی بعافیت ہوگا خصوصاً ہاتھ میں جو کمی باقی رہ گئی تھی جس سے تحریر میں کچھ کمی محسوس ہوئی تھی وہ بھی جاتی رہی ہوگی اب ہی یہ عریضہ ڈاک میں نہیں گیا تھا کہ مولانا شبیر علی صاحب کی خدمت میں جو عریضہ لکھا تھا اس کے جواب نے حضرت کی خیریت سے مزید اطمینان بخشا۔ فالحمد للّٰه علی ذالك۔

تحقیق: مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الحمد للہ! ہاتھ اور انگلیوں کے ساتھ صحت وخیریت سے ہوں۔ امید کہ باقی تحریر کی گواہی بھی اس کی تائید کرے گی اپنی کیفیت اور اس پر جو شبہات تحریر فرمائے ہیں اس میں دو چیزیں ہیں ① مقصود سے پہلے کی باتیں ② مقصود۔ اصل مطلوب چونکہ مقصود ہے اور ابتدائی باتیں صرف تابع ہیں اس لئے دلیل کے ساتھ مقصود کی تحقیق پر اکتفا کرتا ہوں جس کے بعد ابتدائی باتوں کا غلط ہونا مختصر طور پر تو فوراً معلوم ہو جائے گا اور غور وفکر کے بعد تفصیلی طور پر معلوم ہوگا۔ وہ دلیل کے ساتھ تحقیق یہ ہے کہ ایک محبت تھی حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اور ایک حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اور دونوں کے آثار مختلف جو وفات شریف کے وقت ظاہر ہوئے اور روایات صحیحہ سے ثابت ہے۔ کیا حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی محبت

محبت نہ تھی یا کامل نہ تھی۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی پر فضل فرما کر محبت صدیقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ محبت عطا فرمائے تو شکر کا وقت ہے یا شکایت کا وقت ہے؟ اس کے بعد ابتدائی باتوں میں غور کیا جائے یا نہ کیا جائے مطلوب حاصل ہوگیا اور اس میں راز یہ ہے کہ (محبت کا اختلاف) رنگوں کا اختلاف ہے جس کا سبب کبھی استعداد کا مختلف ہونا ہوتا ہے کبھی دوسرے اسباب ہوتے ہیں۔ ان اسباب کے معلوم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس جیسی حالت کے بارے میں کہا گیا ہے ؎

عباراتنا شتی وحسنك واحد ❁ وكل الى ذاك الجمال يشير

ترجمہ: ''ہماری عبارتیں مختلف ہیں مگر تیرحسن ایک ہی ہے یہ سب تیری خوبصورتی بتاتی ہیں۔''

واللہ اعلم بسرائر عبادہ وضمائرھم.

اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی پوشیدہ باتوں اوران کے بھیدوں کو پوری طرح جاننے والے ہیں۔ والسلام

(النور: جمادی الاخری ۱۳۵۹ھ)

عیال کے لئے کسبِ معاش کرنا بھی طاعت ہے

حال: ادھر تو تھانہ بھون کی حاضری کو بے حد دل چاہتا رہتا ہے۔ دوسری طرف اپنی تن پروری، نفس پرستی، فکر معاش نے بھی گل کھلانے میں کچھ کمی نہیں کر رکھی۔

تحقیق: اور (اللہ تعالیٰ نے) ثواب میں بھی کچھ کمی نہیں کی کیونکہ عیال کے لئے کسب معاش طاعت ہے۔

(النور رجب ۱۳۵۹ھ)

نماز میں خشوع

حال: اس وقت میرے محلّہ کی مسجد میں چونکہ میرے ہوتے ہوئے کوئی اور نماز نہیں پڑھاتا ہے نہ کوئی امام معین ہے۔ میرے نہ ہونے کے وقت کوئی شخص بھی نماز پڑھاتے ہیں مگر جب میں حاضر ہوگا ہوں تو مجھی کو مجبور کرتے ہیں۔ ہر نماز کے وقت مستقل کہنے پر نماز پڑھاتا ہوں۔ بغیر کہے کبھی بھی نماز نہیں پڑھاتا۔ اس پر بھی دل میں ہمیشہ اپنے کو یہ کہتا ہوں کہ تو جس طرح کا نالائق اور بدکار ہے غالبًا بلکہ یقینًا تیری طرح جماعت بھر میں کوئی نہیں مگر یہ اللہ تعالیٰ کی ستاری ہے کہ تیرا پردہ فاش نہیں کرتے۔ اس قسم کا خیال اتنا غالب ہوتا ہے کہ کبھی دل میں یہ آیا کہ نیت توڑ کر ان سے درخواست کروں کہ میں معذور ہوں دوسرے کوئی صاحب نماز پڑھائیں۔ میں بدترین خلائق، آوارہ، بدکار، روسیاہ، آقا کا نافرمان اور خبیث النفس ہرگز آقا کے سامنے کھڑا ہونے کے قابل نہیں

ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ پھر یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ بھی تیرے مالک ہی کی طرف سے حکم ہے اس طرح مجبور ہوکر نماز پڑھانا ہوگا۔ غلام کو اس سے اعراض کا حق نہیں ہے۔ اسی میں ساری نماز گزرتی ہے۔ سکون خلوص، خشوع اور حضور قلب سے کوسوں دور رہتا ہوں۔ حضرت والا بندہ کو ایسے وقت میں کیا کرنا چاہئے۔ جس طرح ارشاد عالی ہوا انشاء اللہ عمل کروں گا۔

تحقیق: یہ بھی خشوع ہی کا ایک رنگ ہے مگر موقت (وقتی) چونکہ اب وہ ختم ہو چکا اس لئے اب اس کی طرف التفاف نہ کیا جائے اور خشوع کا معروف رنگ اختیار کیا جائے۔ (النور، رجب ۱۳۵۹ھ)

اخلاص کے نہ ہونے کا شبہ اور اس کا علاج

حال: حضرت! اپنے بارے میں جب تک بے خیالی میں پڑا رہوں جب تک تو خیر لیکن غور و خیال کے بعد سخت بے چینی و کشمکش میں پڑ جاتا ہوں۔ عام عبادات و فرائض کا تو ذکر ہی نہیں کہ وہ سب ایک عادت کے طور پر صرف رسم کے طور پر جوں توں کسی قسم کی ایمان کی تازگی اور بیداری اور تعلق مع اللہ کے بغیر ادا ہوتے رہتے ہیں۔ خود ان چیزوں پر میں جن کو اپنے نزدیک خاص ولولۂ دینی وحرارت ایمانی کے ساتھ انجام دیا تھا۔ جب بعد میں غور کرتا ہوں ملاحدہ کا جواب یا ترجمہ و تفسیر قرآن مجید وغیرہ تو غور کے بعد انہیں بھی اخلاص سے خالی ہی پاتا ہوں اور ان کی تہہ میں بھی خالق کی رضا سے کہیں زیادہ مخلوق کی رضا ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ بار بار اپنے آپ سے سوال کرتا ہوں کہ اگر کہیں سے مطلق داد ملنے کی توقع نہ رہے تو جب بھی فلاں فلاں خدمت کا عزم وحوصلہ باقی رہے گا بار بار جی میں الجھن حسرت بلکہ ناامیدی تک پیدا ہوجاتی ہے کہ کہیں اس سب پر ''الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا'' (وہ لوگ جن کی کوششیں دنیاوی زندگی میں بے کار ہوگئیں) سچ ثابت نہ ہوجائے اور کہیں کا بھی نہ رہوں۔ جب کبھی جناب والا کے مواعظ و تصانیف میں ریا وغیرہ کا بیان دیکھ لیتا ہوں تو وقتی طور پر سکون مل جاتا ہے لیکن پھر کہتا ہوں کہ کہیں یہ بھی دھوکا تو نہیں ہے کہ خواہ مخواہ دوسروں کا اور اچھوں کا حال اپنے موافق سمجھ رہا ہوں۔ کئی دن سے اس کیفیت کا زیادہ زور ہے۔ اس لئے بے اختیار یہ عریضہ لکھنے بیٹھ گیا۔

تحقیق: کسی ایسے شخص کو طبیب سمجھ کر اپنا مرض بتانا جو خود کو اس مرض میں مبتلا دیکھتا ہو یا سمجھتا ہو اگرچہ اس کے رنگ کچھ مختلف ہوں اس اعتبار سے تو مفید کم ہے کہ ''رای العلیل علیل'' (بیمار کی رائے بیمار ہے) لیکن اس اعتبار سے زیادہ مفید ہے کہ ایسا شخص بہت ہی خوض وفکر واہتمام سے اپنے لئے تدبیر تجویز کرے گا تو دوسرے کو وہ تدبیر بلا تکلف مل جائے گی۔ اس وقت اسی اصل کی وجہ سے عرض کر رہا ہوں۔ میرے نفس نے مجھ سے (بھی)

یہی شکایت کی۔ میں نے جواب دیا کہ ان ساری باتوں کو مان کر تجھ سے پوچھتا ہوں کہ اس کوتاہی کا تدارک اختیاری ہے یا غیر اختیاری؟ ظاہر ہے کہ اختیاری ہے ورنہ شکایت اور قلق ہی بلاوجہ ہے۔ جب اختیاری ہے تو اب ماضی پر حسرت زیادہ مفید اور اہم ہے یا مستقبل میں تدارک۔ ظاہر ہے کہ دوسری صورت ہی متعین ہے بس تو اس کے اہتمام میں مشغول ہونا چاہئے۔

شاید کسی پریشانی میں یہ وہم ہو کہ کوتاہی کی عمر تو اتنی لمبی ہے اگر تدارک کے لئے اتنا لمبا وقت نہ ملا تو تدارک کیسے ہوگا تو اس کا حل یہ ہے کہ تدارک کا مقدار میں برابر ہونا ضروری نہیں۔ قوت میں برابر ہونا کافی ہے اور وہ بھی اختیاری ہے اور اختیاری کے ساتھ آسان بھی ہے۔ اب اس تدارک کی تعیین باقی رہی اور اس میں کوئی کلام بھی نہیں ہوسکتا کہ اخلاص نہ ہونے کی تلافی (بندوبست) صرف اخلاص ہے۔ پس ماضی پر استغفار کر کے مستقبل میں اخلاص اختیار کیا جائے جو بہت ہی آسان تدبیر ہے۔ بلا ضرورت مشقت و تھکن پریشانی میں کیوں پڑا جائے۔

یہ جو تمام سوالات کا جواب ہوگیا۔ اب اگر اخلاص کے بارے میں کوئی سوال ہو تو بے تکلف ظاہر فرمایا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اس میں سہولت نظر آئے گی۔ اسی کے بارے میں حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

؎ گفت آسان گیر برخود کارہا کز روئے طبع
سخت میگیرد جہاں بر مرد مان سخت کوش

ترجمہ: ”کہا کہ اپنی طبیعت کے مطابق کام آسان رکھو سختی کرنے والوں کے ساتھ زمانہ سختی کرتا ہے۔“

گویا یہ حدیث کا ترجمہ ہے۔ ”من شاق شاق اللّٰہ علیہ“ (جو مشقت میں پڑتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مشقت میں ڈالتے ہیں) واللہ اعلم

تحدث بالنعمة

میں نے تو جواب لکھنے کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کام شروع کر دیا جو بالکل آسانی سے ہونے لگا اور چونکہ آپ اس خبردار ہونے کا واسطہ بنے آپ کے لئے بھی خوب دعا کی تحصیل کی بھی تکمیل کی بھی۔ تعدیل کی بھی، تسہیل کی بھی۔ ومن اللّٰہ التوفیق

حال: سیدی ومطاعی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ جواب گرامی امید کے مطابق جامع بھی تھا اور شافی بھی تھا۔ اب عرض یہ ہے کہ اخلاص کا معیار کیا ہے۔ یعنی قلب کو یہ اطمینان کیسے ہو کہ فلاں عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہوا ہے۔

تحقیق: مشفقی۔ السلام علیکم۔ جواب کے پسند آنے سے جی خوش ہوا۔ اس کے ساتھ ہی اخلاص کے معیار کے بارے سوال کرنے سے ایک مشہور شعر یاد آ گیا ؎

باسایہ ترانمے پسندم ❁ عشق است و ہزار بدگمانی

ترجمہ: ''مجھے تیرا تیرے سائے کے ساتھ بھی کسی کا ہونا پسند نہیں۔ عشق میں ہزاروں بدگمانیاں ہوتی ہیں۔''

انطباق کی تقریر یہ ہے کہ اخلاص کی حقیقت معلوم ہے۔ چنانچہ خود سوال میں بھی اس کو ظاہر کر دیا گیا ہے کہ فلاں عمل خالصا لوجہ اللہ ہوا۔ پھر وہ حقیقت چونکہ نفس کی صفات کی طرح ہے جن کا علم حضوری ہوتا ہے۔ تھوڑی سی توجہ سے اس کے ہونے نہ ہونے کا علم ہو سکتا ہے۔ اس لئے یہ سوال ایسا ہے جیسے کوئی پوچھے کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ میرا مسلمان رہنا خالص لوجہ اللہ ہے یا کسی غرض و مصلحت کی وجہ سے ہے تو جو اس کا جواب ہوگا وہی اس کا جواب ہے۔ وہ جواب یہ ہوگا کہ ایمان کی نہ حقیقت چھپی ہوتی ہے اور نہ اس کی وجہ چھپی ہوتی ہے۔ پھر سوال کیسا۔ ایسے سوال کی وجہ صرف ہیبت کا غلبہ ہے کہ وہی شکوک کے بارے میں حقیقی شکوک کا شبہ اور وسوسہ ہو جاتا ہے اور ان (وہمی شکوک) کا خیالی وجود بھی ناگوار ہوتا ہے جیسے سایہ کوئی خاص وجود نہیں رکھتا مگر کوئی بدگمان عاشق اپنے وہم سے اس کو خاص وجود سمجھ کر مقصود کا ساتھی دیکھ کر اس سے کراہت کرتا ہے۔ اسی طرح یہاں ہیبت کے غلبہ کی وجہ سے جو کہ محبت و عشق کا اثر ہے غیر مقصود کے وسوسہ کے درجہ کو حقیقی شبہ جیسا سمجھ کر اس (وسوسہ کے درجہ) پر ملاومٹ کا شبہ کرنے لگتا ہے۔ اگرچہ یہ ہیبت بھی خود ایک اچھی بات ہے بلکہ مطلوب ہے کما اشیر بقولہ تعالیٰ ﴿والذین یوتون ما اتوا وقلوبھم وجلۃ﴾ (ترجمہ: وہ جو لوگ دیتے ہیں اس طرح دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرے ہوئے ہوتے ہیں) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ'''' لیکن جس طرح کمزور معدہ والا قوی غذا کو برداشت نہیں کر سکتا اس کو مفید بنانے کے لئے کبھی ایسے جزو کے ساتھ اس کو ملانے کی بلکہ کبھی غالب کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کو موافق بنا دے۔ ایسے ہی اس ہیبت کے ساتھ رجاء و انس (امید اور انسیت) کو ملانے بلکہ غالب کرنے کی ضرورت ہے جس سے اس میں اعتدال ہو کر مفید ہو۔ اس ملانے کا طریقہ یہ حکم لگانا کہ جب ہم اپنے اختیار سے اس عمل میں کسی غرض کو ملانے کا ارادہ نہیں کرتے تو بس وہ

خالص لوجہ اللہ ہے اور یہ حکم لگانا ہے کہ اگر بغیر ارادے کے اس میں کسی دوسری غرض کے مل جانے کا خطرہ محسوس ہو (اور شبہ کا سبب اسی خطرہ کا احساس ہے) تو یہ صرف وسوسہ ہے جس پر ذرا پکڑ نہیں بلکہ ناگواری کے سبب اجر بڑھ جاتا ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ جب کسی غرض کا وسوسہ ہو اسی کے ساتھ فوراً "ابتغا مرضات اللّٰہ" اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیت دوبارہ نئی کر لی جائے۔ پھر وہ وسوسہ خواہ دور ہو یا نہ ہو اس کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے وہ دور ہونے ہی کے حکم میں ہے۔ واللہ اعلم۔ (النور، رجب ۱۳۵۹ھ)

دنیاوی مصائب کی وجہ سے روحانی تکلیف نہ ہونا مبارک حالت ہے

حَال: اب حالت یہ ہے کہ دنیاوی مصائب سے روحانی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔

تحقیق: مبارک ہو۔

حَال: اب ہر چیز کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم سمجھ کر اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔

تحقیق: انشاء اللہ تعالیٰ اور ترقی ہوگی۔

حَال: بہت سے کام کسی بھاگ دوڑ کے بغیر ہو جاتے ہیں۔

تحقیق: فضل ہے۔

حَال: مگر دنیا کی محبت کم نہیں ہوتی اس کے لئے جو مناسب تدبیر تجویز کی جائے اس پر انشاء اللہ عمل کروں گا۔

تحقیق: کیا بھوک میں کھانے کی رغبت اور پیاس میں پانی کی رغبت بھی دنیا کی محبت میں داخل ہے اس کے جواب کے بعد آگے عرض کروں گا۔ (النور، صفر ۱۳۶۰ھ)

لباس اچھا پہننے پر باطنی لباس یعنی تقویٰ پر بھی نظر ہونی چاہئے

پہلا خط

حَال: بندہ کی طبعی حالت ہے کہ ہمیشہ صاف و ستھرا رہوں، میل کچیل کے ساتھ رہنے کو طبیعت نہیں چاہتی۔ اگر میل کچیل کے ساتھ رہوں تو طبیعت میں بوجھ معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے میں کپڑا اور جو چیز استعمال کرتا ہوں صاف ستھرا رکھتا ہوں مگر شبہ یہ ہے کہ جب کپڑا صاف پہنتا ہوں خاص کر جمعہ کے دن، جب جمعہ کی طرف صاف کپڑا پہن کر جاتا ہوں تو اپنا لباس حسین وخوبصورت معلوم ہوتا ہے اور دل میں خوشی ہوتی ہے دوسروں کو دکھانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ مقصود حق تعالیٰ کی رضا ہے۔ اب حضرت سے یہ پوچھنا ہے کہ اس قسم کا حسین معلوم ہونا

اور دل خوش ہونا کیسا ہے اچھا ہے یا برا ہے؟

تحقیق: اس وقت اپنے لباس باطنی یعنی تقویٰ کے میلے کچیلے ہونے پر بھی نظر ہوتی ہے یا نہیں۔

دوسرا خط

حال: حضرت! جس وقت اپنے ظاہری لباس پر نظر ہوتی ہے اور دل خوش ہوتا ہے اس وقت اپنے باطنی لباس کے میلے کچیلے ہونے پر بھی نظر ہوتی ہے۔

تحقیق: افعال میں اس نظر کا کیا اثر ہوتا ہے۔ (النور، رمضان ۱۳۵۶ھ)

برزخ میں اپنے لئے عافیت ہی سمجھنا امید کے قوی ہونے کی دلیل ہے

حال: اس کے علاوہ اکثر اوقات دل میں یہ عقیدہ پاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ برزخ میں میرے اور متعلقین کے لئے سراپا رحمت و عافیت ہی ہوگی۔ اس وجہ سے نہیں کہ میرے پاس کچھ اعمال صالحہ ہیں بلکہ صرف اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں اور میں ضعیف ترین مخلوق ہوں۔ حضور والا! کیا یہ وسوسہ شیطانی تو نہیں ہے۔ اس خیال کا نتیجہ سکون قلب تو ہے مگر گناہوں پر جرات بالکل نہیں ہے۔

تحقیق: یہ امید کا قوی ہونا ہے اور مبارک حال ہے۔ لیکن اگر اس خیال کے آثار برے معلوم ہوتے جیسے گناہوں پر جرات وغیرہ پھر یہ خیال تمنا وغرور ہوتا جب یہ نہیں تو عین مطلوب ہے لیکن کسی پسندیدہ چیز کی ہر کیفیت اور ہر درجہ ہر شخص کے لئے پسندیدہ نہیں جیسے بعض مفید دوائیں ہر مزاج کے لئے مفید نہیں ہیں۔

(النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ)

جنت میں جمال وجلال الٰہی متضاد (ایک دوسرے کی ضد) نہیں ہے

حال: اس پر میرے دل میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ بہشت میں تو جمال الٰہی کا فقط مظہر ہوگا پھر جلال الٰہی کا منظر وہاں کیسے نظر آئے گا جو خشیت (ڈر) ہو۔

تحقیق: وہاں جمال اور یہ جلال متضاد (خلاف) نہیں جمال ہی عین جلال ہوگا۔

"وهو معنى قوله عليه السلام وما بين القوم وبين ان ينظرون الى ربهم الا رداء الكبرياء على وجهه رواه المسلم. فى اثبات روية المومنين فى الآخرة ربهم اثبت الجلال المعبر عنه بالكبرياء فى عين مشاهدة الجمال المعبر عنه

بالرویة وهذا الجلال هو المانع عن ادراك كنه الذات مع وقوع الرویة فالجمال محل الرویة والجلال حجاب الادراك."

ترجمہ: "یہی معنی ہے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا "کہ لوگوں کے اپنے رب کو دیکھنے کے درمیان آڑ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر ہے مسلم نے اس کو آخرت میں مومنین کے اپنے رب کو دیکھنے کے بیان میں روایت کیا ہے۔ مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس جلال کو کبریائی کہا اس کو اس جمال کے مشاہدہ میں ثابت کیا ہے جس کو دیدار الٰہی کہا ہے یہی جلال اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت کے پہچان میں رکاوٹ ہے حالانکہ دیدار الٰہی ثابت ہے۔" خلاصہ یہ کہ جمال دیدار الٰہی کا مقام ہے جلال پہچان میں رکاوٹ ہے۔"

اور حق تعالیٰ کی تو بڑی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض مخلوقات کو وہ عظمت دی ہے کہ عین جمال میں ان کے جلال کا ظہور ہوتا ہے۔ چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے "وما كان احد احب الى منه صلى الله عليه وسلم ولا اجل فى عينى منه وما كنت اطيق ان املا عينى منه اجلالا له ولو قيل لى قصه ما اطقت ان صفه لانى لم اكن املا عينى منه" (من الحديث رواه المسلم فی باب كون الاسلام یهدم ما قبله)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہ تھا اور نہ ہی میری نگاہ میں آپ ﷺ سے زیادہ کوئی بڑا تھا۔ میں نے کبھی آپ ﷺ کو آپ کی عظمت کی وجہ سے نگاہ بھر کر نہیں دیکھا اگر مجھے کہا جائے کہ آپ کے حلیہ کو بیان کروں تو میں نہیں کر سکتا کیونکہ میں نے آپ ﷺ کو نگاہ بھر کر دیکھا ہی نہیں۔"

پھر مخلوقات میں خود حضور ﷺ کی ایک خاص شان ہے معمولی اور خسیس (کمینہ) محبوب کے جمال میں ہیبت کا ظہور ہوتا ہے۔ کما قال ؎

سامنے سے جب وہ شوخ دلربا آ جائے ہے ❁ تھامتا ہوں دل کو پر ہاتھوں سے نکلا جائے ہے

وفی امثالها كثرة فی كلام العشاق. اسی طرح عاشقوں کے کلام میں ہے۔

تمہید

اوپر والے خط (جس میں جمال و جلال کے ساتھ ہونے کی بعض احادیث منقول ہیں) کے جواب میں نیچے والا خط آیا جو جواب کے ساتھ نیچے درج ہے۔

حال: عطوفت نامہ نے بہرہ مند کیا۔ محبت وخشیت اور جمال وجلال ایک جگہ ہونے اور ساتھ ہونے کے سمجھنے میں خاکسار کو جو اشکال ہوا تھا بحمد اللہ کہ تحریر پرتنویر سے وہ ختم ہوگیا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہے کہ اس سے پہلے کہ حضرت کا جواب آئے شوال ۱۳۶۰ھ کا (رسالہ) مبلغ نظر سے گذرا۔ جس کے دوسرے صفحہ میں حضرت نے اسی اشکال کو دور فرما دیا تھا اور اس کا عنوان محبت اور خشیت کی یکجائی کے بجائے محبت اور ہیبت کی یکجائی ہے۔ اسی سے مثال والا جواب سمجھ میں آ گیا تھا مگر اس والا نامہ میں احادیث سے جو دلیل دی گئی اس نے ہر خیال کو دو کر دیا۔ فحمد اللہ۔

تحقیق: اس (بات) سے بہت خوشی ہوئی کہ بحمد اللہ تعالیٰ آپ کے دل پر تصور کے نکات سے زیادہ احادیث کا اثر ہوا۔ ہر مسلمان کا اصلی مزاج یہی ہونا چاہئے کہ اس کو اصل یعنی نبوت کے چراغ کے عکس اور سایہ سے زیادہ چراغ نبوت سے نور حاصل ہو۔ (النور، ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ)

رسالہ قید العلو عن کید العدو

مضمون: ایک احقر کی جانب سے حضرت اقدس کی خدمت میں متعنا اللہ تعالیٰ بفیوضہ و برکاتہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

جواب: محترمی زادہ اللہ تعالیٰ عرفانہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

مضمون: خط مبارک نے سعادت تازہ بخشی۔ حضرت نے میرے متن کی جو شرح فرمائی ہے اس سے اپنی نظر کا قصور معلوم ہوا۔

جواب: تصور پر نظر کرنا بھی کمال کی کنجی ہے۔

مضمون: بے شبہ اگر یہ واضح تنبیہ ارشاد نہ فرمائی گئی ہوتی تو میرا اخلاصہ نا کافی ہوتا۔

جواب: آپ کی صحیح فطرت کی وجہ سے ایک وقت میں اس کے کافی ہو جانے کی امید تھی۔

مضمون: اب خاکسار نے اپنے متن اور حضرت کی شرح کو ایک جگہ کر لیا ہے۔

جواب: متعکم اللّٰہ بہ وایانا۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے اور ہمارے لئے مفید فرمائیں)۔

مضمون: جو انشاء اللہ میری زندگی کا کامل ہدایت نامہ ہوگا۔

جواب: اعانکم اللّٰہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائیں)۔

حال: اس شرح میں روحانی امراض جیسے ریا، وکبر وفخر منصب اور مال وغیرہ کی محبت سے پاک ہونے کی بھی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں عرض ہے اللہ تعالیٰ کا یہ عجیب معاملہ اس حق نہ رکھنے والے بندے کے ساتھ

(بغیر حق کے) ہے کہ خاکسار نے کبھی کسی منصب یا عہدہ کے لئے یا کسی اعزاز کے لئے کبھی جدوجہد نہیں کی بلکہ اکثر نفس کا سوال بھی نہیں ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مخلوق میں ظاہری قومی وعلمی منصب کے اعزاز بغیر طلب کے مرحمت فرمائے۔ اب تک مجھے اس بارہ میں صرف اتنا ہی اہتمام رہا کہ میری (طرف سے) طلب اور سوال نہ ہو اور مل جائے تو قبول کرلیا جائے۔

اب اس باب میں حضرت کی ہدایت کا منتظر ہوں کیونکہ ایسے موقعے پیش آتے رہتے ہیں۔ شرم وحیا کو کچھ دیر نظر انداز کر کے یہ بھی عرض کروں کہ بحول اللہ تعالیٰ وفضلہ یہ چیزیں نفس میں فخر وکبر کا سبب اب تک نہیں بنیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ورنہ بندہ کی کیا مجال جو کچھ کہہ سکے یا کر سکے۔ حضرت سے اپنے کسی عیب کا چھپانا طبیب سے اپنی بیماریوں کا چھپانا ہے اس لئے عرض کی ضرورت ہوئی۔

تحقیق: مشورہ میں تو برکت ہی برکت ہے جو تفصیل تحریر فرمائی ہے اپنی ذات میں تو یہی کافی ہے اور اخیر حالت منتہی اور کامل کی یہی ہو جاتی ہے لیکن چونکہ یہ راستہ مشکل بہت ہے اور یہ شعر اس پر پوری طرح سچ آتا ہے۔

ع در راہِ عشق وسوسۂ اہر من بسے است

ترجمہ: ''عشق کے راستے میں (شیطان کے) وسوسے بہت آتے ہیں۔''

اس لئے بہت احتیاط سے اس میں کام لیا گیا ہے اور پہلے مصرع کے ساتھ دوسرا مصرع اس پر نتیجے کے طور پر لگایا گیا ہے۔

ع ہشدار گوش رابہ پیام سروش (وحی) دار

ترجمہ: ''ہوشیار ہو اور وحی کی طرف کان لگائے رکھو۔'' (یعنی ان وساوس کا وحی سے مقابلہ کرتے رہو جو شریعت کے موافق ہو وہ ٹھیک ہے اور جو خلاف ہے اس سے بچو)

اور وحی بتاتی ہے کہ ''فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد'' (کہ ایک فقیہ (عالم) شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ اچھا ہے) جس سے دو باتوں پر صاف دلالت ہے ایک یہ کہ اس کے دھوکے باریک ہیں دوسرا یہ کہ ان دھوکوں پر فقیہ کو اللہ تعالیٰ مطلع فرما دیتا ہے اس لئے اس کی ہستی شیطان پر بہت بھاری ہے اس لئے ان دھوکوں میں سے ایک دھوکہ یہ ہے کہ سالک کو دھوکہ میں لگا دیتا ہے کہ کسی گناہ کی ابتداء میں جلدی سے کام نہیں لیتا ہے۔ سالک جب اس (ابتدائے) گناہ میں گناہ کا رنگ نہیں پاتا ہے تو اس (ابتداء گناہ) کے ابتدائی درجہ ہونے میں اس کو بھول ہو جاتی ہے۔ اس کے مقدمہ ہونے سے اس کو ذہول ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے ایسے وقت کام لیتا ہے کہ ''ولا یدری ولا یحتسب'' (نہ وہ جانتا ہے نہ اس کو گمان ہوتا ہے) کے درجہ

میں آ جاتا ہے۔ اس لئے مصلحین کمزور شبہ میں بھی علاج کی ضرورت سمجھتے ہیں چنانچہ اس شبہ میں آئمہ طریق نے یہ تدبیر کی ہے کہ وہ افعال جو جائز ہوں اور صورت کے لحاظ سے ذلت والے ہوں ان کو اختیار کرتے ہیں مگر اس نادان نے اس میں بھی ایک فتنہ سمجھا ہے یعنی شہرت۔ اس لئے ایک دوسرا علاج تجویز کیا ہے۔ یعنی ایسے اعزاز و امتیازات کے اوقات میں اپنے گناہوں، عیوب، کمیوں، اور برائیوں کا استحضار کیا جائے اور ساتھ ساتھ بار بار استغفار کیا جائے۔ ان باتوں کو ایک لمبی مدت تک لازمی طور پر کیا جائے۔ جب تک مبصر صحت کے راسخ ہونے اور علاج کے ضروری نہ ہونے کی شہادت نہ دے دے۔ فقط

حَال: ذکر کی اہمیت کی طرف اشارہ فرمایا گیا۔ ذکر کی کوئی خاص صورت میرے لئے نہیں فرمائی گئی ہے۔

تحقیق: کوئی خاص ہیئت خود مقصود نہیں اس قسم کی جتنی باتیں منقول ہیں سب استعداد کے اختلاف سے علاج کے درجہ میں ہیں۔ جیسے طبیب نے ایک ہی مرض کے دو مریض کے لئے ایک ہی اجزاء تجویز کئے لیکن ایک کے لئے ان کا سفوف بنوایا اور ایک کے لئے اس کے گولیاں بنوا دیں کیونکہ وہ سفوف کو نگل نہیں سکتا تھا۔

حَال: میرا عمل یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے تصور ذات مذکور کا نور کی صورت میں کر کے اور کبھی قلب کی طرف دھیان کر کے کہ آواز قلب سے نکل رہی ہے۔ اسم ذات اللہ اکثر بلند آواز سے ادا کرتا ہوں اور جوش میں اکثر بے اختیار جہر ہو ہی جاتا ہے۔

تحقیق:

ع ہمچنیں میرو کہ زیبا میروی

ترجمہ: ''اسی طرح چلتے رہو کہ خوب چلتے ہو۔''

لیکن نور کی صورت کی قید کے ساتھ تصور کرنا اگرچہ اختیاری طور پر اعتقاد بھی نہ ہو پھر نقصان دہ ہے۔

حَال: بارہ ہزار کی تعداد ہر روز پوری کر لیتا ہوں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اعضاء میں وجد کی کیفیت ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی چیخ مارنے کو جی چاہتا ہے۔ نماز میں بھی کبھی یہ صورت ظاہر ہو جاتی ہے اور کبھی کوئی کیفیت نہیں ہوتی۔ ذکر اللہ حدیث نفس کی طرح اکثر جاری ہو جاتا ہے۔ سوتے سوتے تک یہ حالت رہتی ہے مگر دوسروں سے گفتگو اور صحبت میں یہ بات جاتی رہتی ہے۔ ذکر میں تصور کامل یا دیر تک یکساں قائم نہیں رہتا۔ اس کی آرزو رہتی ہے۔

تحقیق: یہ سب نفسانی تبدیلیاں عادت کے اعتبار سے لازم ہیں ان کے اختلاف کی طرف توجہ نہ کی جائے لیکن اپنے مشیر کو اطلاع برابر دینا ضروری ہے۔

مضمون: حضرت کی دعاؤں کو اپنے کاموں کی آسانی کے لئے وسیلہ سمجھتا ہوں اور اس کا طلبگار رہتا ہوں۔

جواب: دل سے دعا گو ہوں اور اپنے لئے دعا جو بھی۔ تمت الرسالہ (النور، ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ)

رقت قلب (دل کی نرمی) کا پیدا ہونا محبوبیت کے آثار میں سے ہے

حال: میں جب سے...... آیا ہوں اس وقت سے قلب میں رقت زیادہ پیدا ہوگئی ہے۔ جب بزرگوں کے واقعات پڑھتا ہوں تو اپنی زندگی اور اعمال کو دیکھ کر بے اختیار آنسو نکل پڑتے ہیں۔ قرآن و نماز پڑھتے ہوئے بھی کبھی آیات کے مطالب پر غور کرنے سے دل بھر آتا ہے اور آواز گلے میں پھنس جاتی ہے۔

تحقیق: یہ سب اللہ سے محبت اور محبوبیت کے آثار ہیں۔ بلاواسطہ یا بواسطۂ اہل حق کس کو نصیب ہوتے ہیں (اس لئے) اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہئے تاکہ اس سے اور زیادہ عطا ہو "من حیث تدری او من حیث لا تدری" جہاں سے تمہیں گمان ہو اور جہاں سے نہ ہو۔ (النور، صفر ۱۳۶۲ھ)

کسی نعمت کو اپنا کمال سمجھ کر خوش ہونا برا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھ کر خوش ہونا اچھا ہے

حال: میرا حال یہ ہے کہ پرسوں مسجد جاتے ہوئے راستہ میں اتفاق سے بغیر ارادے کے ایک عورت پر نظر پڑی۔ پھر فوراً اپنی نظر کو ہٹا لیا۔ نفس نے چاہا کہ دوبارہ دیکھوں مگر بفضلہ تعالیٰ ہمت کر کے نفس کو اس کام سے روکا بفضلہ تعالیٰ کامیابی ہوئی۔ اس کامیابی پر دل ہی دل میں بہت خوش ہوا مسجد پہنچ کر عصر کی نماز ادا کی۔ پھر دل میں خیال پیدا ہوا کہ اپنے ایک ملاقاتی جو کہ مولوی ہیں ان سے اپنے بارے میں بتاؤں کہ کچھ نہ کچھ علمی استعداد مجھ میں ہے اور نفس نے اس بات کے اظہار کی یہ صورت تجویز کی کہ ان سے کہوں کہ میں مدرسہ حسینیہ میں فلاں کتاب کا درس دیتا ہوں اور اس کا پختہ ارادہ بھی ہوگیا مگر خدا نے ہمت دی اور اللہ کے فضل سے اس سے بھی محفوظ رہا پھر اس موقع پر بھی دل میں بڑی خوشی ہوئی۔

اب خیال یہ ہوتا ہے کہ ایسے موقعوں پر جو دل میں بہت خوش ہوتا ہوں تو کہیں یہ خود پسندی یا اپنے کو باکمال سمجھنے کا نتیجہ تو نہیں ہے اس وجہ سے ہمیشہ ایسے موقعوں میں پریشانی رہتی ہے کہ ایک گناہ سے بچا اور دوسرا کر بیٹھا۔ اگر یہ نفس کی شرارت ہے تو براہ کرم علاج فرمائیں دعا فرمائیں کہ اس احقر کو اعمال صالحہ کی توفیق ہو اور خاتمہ بالخیر ہو۔

تحقیق: حق تعالیٰ نے ایک آیت میں ﴿لا تفرح ان اللّٰہ لا یحب الفرحین﴾ ترجمہ: "خوشی میں

اترا ؤمت اللہ تعالیٰ اترانے والے کو پسند نہیں فرماتے ہیں۔'' ارشاد فرمایا ہے ایک آیت میں ﴿قل بفضل اللّٰه وبرحمته فبذالك فليفرحوا﴾ ترجمہ: ''آپ فرما دیجئے لوگوں کو اللہ کے اس انعام و رحمت پر خوش ہونا چاہئے۔'' ارشاد فرمایا ہے۔ پس کسی نیکی سے کمال سمجھ کر خوش ہونا پہلی آیت کا مطلب ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھ کر خوش ہونا دوسری آیت کا مطلب ہے اور یہ فرق تھوڑی سی توجہ سے معلوم ہوسکتا ہے۔ (النور، صفر ۱۳۶۲ھ)

تخلیہ (برائیوں سے خالی کرنے) کے ساتھ تحلیہ (اچھائیوں سے آراستہ) بھی ہونا چاہئے

حال: اس وقت ایک ضروری بات پوچھنے والی ہے وہ یہ کہ کچھ عرصہ سے قلب میں یہ چاہت پیدا ہو رہی ہے کہ تخلیہ عن الرزائل (برائیوں سے خالی کرنے) کے ساتھ ساتھ ذکر اللہ کے ذریعہ تحلیہ (آراستہ) بھی کرنا چاہئے۔

تحقیق: تحلیہ کے اصطلاحی معنی تو اچھی باتوں کو اپنانا ہے جس کو تہذیب اخلاق بھی کہتے ہیں۔ ذکر اللہ ایک مستقل عمل ہے جس سے اجر و ثواب کے علاوہ تخلیہ اور تحلیہ میں اعانت بھی ہوتی ہے۔ اس لئے سوال کی عبارت کا حق یہ ہے کہ تخلیہ کے ساتھ ذکر اللہ بھی کرنا چاہئے اس کو تحلیہ کہنا ایک نئی اصطلاح ہے۔

حال: لہٰذا حضرت کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر اس احقر کے حالات پیش نظر فی الحال ذکر اللہ مناسب و مفید ہو تو تجویز فرمائیں انشاء اللہ عمل کروں گا۔

تحقیق: مناسب کیا معنی بہت ضروری اور طریق کے واجبات میں سے ہے۔

حال: فی الحال میرے اور...... یہ ہیں۔

تحقیق: آگے تفصیل ہے جس کے نقل کی ضرورت نہیں۔ صرف ایک جزو کے بارے میں یعنی بارہ بجے کے قریب تہجد ایک ضروری تحقیق تھی جو عنقریب مذکور ہوتی ہے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۲۲ھ)

اس طرح کہنا کہ عافیت عطا فرمایہ کہنا تفویض و رضا (اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا اور اللہ تعالیٰ سے راضی رہنے) کے خلاف نہیں ہے

حال: حضرت والا! میرا اس طرح دعا کرنا کہ ابھی عافیت عطا فرمایئے۔ مجھ میں سہار نہیں یہ تفویض اور رضا کے خلاف تو نہیں ہے۔ مگر دل میں حق سبحانہ تعالیٰ سے کوئی شکایت نہیں تھی بلکہ جب کبھی دورے (مرض) ہوئے یہ خیال کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہیں اپنے بندوں پر مہربان ہیں جو کچھ فرماتے ہیں اس میں بندہ کی مصلحت

ہے۔ اگر یہ میری حیات تک بھی رہے تو میں راضی ہوں۔

تحقیق: اس حالت کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ ابھی عافیت عطا فرمائیے تفویض ورضا کے خلاف نہیں حدیث استسقاء میں آیا ہے "اللهم اسقنا غيثا مغيثا مريئا مريعا نافعا غير ضار عاجلا غير اجل" (رواہ ابوداود) وفي رواية عاجلا غير رائث **ترجمہ:** "اے اللہ! آپ ہمیں ایسی بارش سے سیراب فرمائیے جو فریادرسی کرے جس کا انجام بہتر ہو، اور جو ستائی کرنے والی اور نفع پہنچانے والی ہو اور جلد آنے والی ہو دیر میں نہ آنے والی ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جلدی آنے والی ہو دیر نہ کرنے والی ہو" (جمع الفوائد عن الكبير والبزار)۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۶۲ھ)

بیماری میں بے چینی کا ہونا صبر وتوکل کے خلاف نہیں ہے

حال: اپنی اس بشری بے چینی کو دیکھ کر (جو لڑکیوں کی بیماری سے اوپر مذکور تھی) بار بار یہ خیال آتا ہے کہ میرا یہ حال صبر وتوکل کے خلاف ہے۔ مگر اس کا علاج نظر نہیں آتا۔

تحقیق: علاج تو مرض کا ہوتا ہے یہ بے چینی طبعی غیر اختیاری خود مرض ہی نہیں جس کے علاج کی ضرورت ہو اسی غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے یہ صبر وتوکل کے بھی خلاف نہیں کیونکہ یہ دونوں اختیاری ہیں۔ اس لئے دونوں جمع ہو سکتے ہیں پھر ایک دوسرے میں اختلاف کہاں رہا۔ جیسے آپریشن کوئی رضا سے کرائے اور نشتر لگنے کے وقت زور سے آہ نکلے اور اس کے بعد جراح کو انعام بھی دے جو صاف رضا کی علامت ہے۔ یہاں بے چینی اور صبر و رضا (ایک ساتھ) جمع ہو گئے۔ البتہ اس مثال میں اگر کلورا فارم سنگھا دیا جائے تو درد محسوس نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر حکمت مقتضی ہوتی ہے تو کسی ایسے حال کو منجانب اللہ غالب کر دیا جاتا ہے جس سے طبعی بے چینی بھی نہیں ہوتی۔ مگر یہ ناقص کے لئے تجویز کیا جاتا ہے اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ کی وفات پر آنسو نکلے جو کمال کی دلیل ہے۔

حال: اس موقع پر اپنے ایک اور وسوسہ کا جو بہت دنوں سے دل میں ہے ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ رات کو سوتے وقت کی دعا میں جب "فوضت امری الیک" پڑھتا ہوں تو سہم جاتا ہوں کہ تفویض (یعنی سپرد کر دینے) کا لفظ زبان سے ادا کرتا ہوں۔

تحقیق: (کوئی) خبر دینے کے لئے یا کوئی کام کرنے کے لئے کوئی غیر مسلم جب اسلام قبول کرتا ہے اور "امنت یا اسلمت" کہتا ہے اس کا نہ کہنا پسندیدہ ہے یا ناپسندیدہ ہے۔ اس لئے جو معنی امنت کے ہیں وہی

فوضت کے ہیں۔

"هذا اذا كانت الهيبة من صورة الدعوى وان كانت من الرضا بالمضار كما هو ظاهر مراد الكلام كما يشعر به قولكم یہ اس وقت ہے جب ہیبت دعویٰ کی صورت میں ہو اور اگر نقصان پر راضی رہنے کی وجہ سے ہو جیسا کہ ظاہری کلام کی مراد ہے جیسے آپ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان الخ فجوابه ما سياتى فى قولى اس کا جواب میرے قول میں عنقریب آتا ہے جیسے يحكم ما يشاء. الخ" اللہ تعالیٰ جیسے چاہتے ہیں حکم کرتے ہیں۔

حَال: مگر دل میں یہ خطرہ موجود پاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو "يحكم ما يشاء ويفعل ما يريد" (جو چاہے حکم کرنے والی اور جو چاہے کرنے والی) ہے وہ میری ذاتی خواہشوں اور مصلحتوں کی رعایت کیوں فرمائیں گے۔

تحقیق: جیسے "يحكم ما يشاء ويفعل ما يريد" (جو چاہے حکم کرنے والی اور جو چاہے کرنے والی) دلائل سے ثابت ہے اسی طرح "روف بالعباد" (بندوں پر مہربان) اور "ان ربى رحيم ودود" (میرا رب مہربان اور محبت کرنے والا) بھی ویسے ہی دلائل سے ثابت ہے تو دونوں میں اختلاف کیا ہوا۔ اور جہاں کوئی بات بندہ کی مصلحت کے خلاف ہوتی ہے وہاں اس کا پہلا سبب خود بندہ ہی ہے کہ جان بوجھ کر اپنی مصلحت کے خلاف کیا ہے یعنی کفر، گناہ اور ٹیڑھے راستے کو اختیار کرنا ہے پھر اس کے نتیجے میں گمراہی یا منافع کا نہ ہونا ہوا تو سوال کا محل کون ہوا۔

"وهو معنى قولى تعالىٰ ﴿ما يفعل الله بعذابكم ان شكرتم وامنتم﴾ **ترجمہ**: "اللہ تعالیٰ تم کو عذاب دے کر کیا کریں گے اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ۔" وقوله تعالىٰ ﴿وما كان الله ليضل قوما بعد اذ هداهم حتى يبين لهم ما يتقون﴾ **ترجمہ**: "اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتے کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کر دیں جب تک کہ ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتا دیں جن سے وہ بچتے ہیں۔" وقوله تعالىٰ ﴿وما ظلمنا هم ولكن كانوا انفسهم يظلمون وغيرها من الايات﴾

ترجمہ: "ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔" دوسری آیات بھی ہیں۔

پس ثابت ہو گیا کہ جو شخص اپنی مصلحتوں کی رعایت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے خلاف کا ارادہ نہیں کرتے اگرچہ اس پر قادر ہیں "وهذا حاصل يفعل ما يشاء" (یہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں کا خلاصہ ہے)

حَال: کتنا ہی یہ علم ہے کہ وہ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی پھر بھی میرا یہ علم میرا حال نہیں بنتا۔

تحقیق: مقامات اختیاری ہیں اور حالات غیر اختیاری ہیں۔ اس لئے کسی مقصود کا حال نہ بننا کمی نہیں ہے جب کہ جس چیز کو کرنے کا حکم ہے وہ ہو جائے۔ "بان یعمل به اختیارا" (یعنی وہ اختیار سے ہونے لگے)۔

حال: اور دل میں یہ چور ہمیشہ رہتا ہے اور دل میں کھٹکتا رہتا ہے۔

تحقیق: اس کھٹک پر تو تعریف ہے "وقلوبھم وجلة" (کہ ان کے دل ڈرتے ہیں)۔

حال: معمولات بحمد اللہ جاری ہیں کبھی کبھی بے چینی میں ذکر کی معین تعداد میں ہزار دو ہزار کی کمی ہو جاتی ہے جس کا افسوس ہوتا ہے۔

تحقیق: اس سے کوئی خالی نہیں۔ یہ تشبہ بالمقبولین (اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے ساتھ مشابہت) بھی بہت سی حکمتوں کو اپنی آغوش میں رکھتا ہے۔ "ولا تحتاج الی التفصیل والتطویل" تفصیل اور طوالت کی ضرورت نہیں ہے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۶۲ھ)

توکل پوچھنے والے کو جواب

حال: توکل کس کو کہتے ہیں اور توکل کس طرح کیا جاتا ہے؟ مخلوق سے مصیبت کے وقت مدد طلب کرنا اور مصیبت کا اظہار کرنا توکل کے خلاف ہے یا نہیں۔

تحقیق: اگر سوال سے مقصود مسئلہ کی تحقیق ہے تو اپنے اساتذہ سے پوچھو اور اگر عمل مقصود ہے تو پہلے کسی کو اپنا شیخ طریق تجویز کرو پھر اس سے پوچھو پھر وہ اپنی رائے سے ایسے سوال کا وقت بتائے گا اور سائل کے ذمہ اس کا اتباع ہوگا۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

قلب کو یکسوئی ہونا اعتماد کا اثر ہے

حال: گذشتہ خط میں جو کچھ معمولات عرض کئے تھے ان میں حضرت والا نے جو کچھ تصویب و تصحیح فرمائی۔ الحمد للہ اس کے مطابق عمل شروع کر دیا ہے۔ اپنے دل کے فتوے یا میلان کے بعد بھی شک دور نہیں ہوتا۔ کبھی کسی جانب رجحان ہوتا ہے کبھی کسی جانب۔ لیکن حضرت کے ارشاد کے بعد قلب کو یکسوئی ہو جاتی ہے۔

تحقیق: یہ اعتماد کا اثر ہے جو کبھی محبت سے کبھی عقیدت کی وجہ سے دونوں میں کوئی ایک ضرور ہوتا ہے (یا محبت یا عقیدت کی وجہ سے)۔ یہ یاد نہیں رہا کہ جس چیز کے سلسلہ میں یہ تحریر فرمایا ہے اس میں میرا کوئی جواب شک کو دور کرنے والا عرض کیا گیا یا نہیں۔ میں نے اپنے پچھلے خط کی نقل بھی تلاش کی مگر مختلف خطوں کی زیادتی کی وجہ سے نہیں ملی ایسے خطوط اگر تازہ خط کے ساتھ آ جایا کریں تو جواب کے لئے کافی سہولت ہو۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

تیسرا باب

اخلاق رذیلہ (برے اخلاق) کے بیان میں

کبر اور عمل کبر کا علاج

حَال: احقر میں دوسری برائیوں کے علاوہ ایک برائی یہ بھی ہے کہ نئے تعلیم یافتہ یا وہ علماء جو ذکر و شغل میں نہیں لگے یا کسی بدعتی شیخ کے معتقد ہیں یا کسی متبع سنت کے تو معتقد ہیں مگر وہ شیخ طریق معالجہ سے واقف نہیں اور مریدین کو حضور والا کی طرح تعلیم نہیں کرتا۔ غرض یہ سب فرق ناقص معلوم ہوتے ہیں۔ قلب میں ان میں سے کسی کی عظمت نہیں جس سے اپنے فضل اور کمال کی شان اور ان کی تحقیر معلوم ہوتی ہے۔ مگر غور کے بعد اس خیال کو اپنے قلب میں بغیر دلیل کے پاتا ہوں کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کے مرتبہ کا کیا پتہ ہے؟ اپنے عیب بھی پیش نظر کرتا ہوں اور ان کے اعمال حسنہ کا بھی خیال کرتا ہوں کہ ممکن ہے کہ ان میں کوئی خوبی ایسی بھی ہو جس کا مجھ کو علم نہیں اور وہ حق تعالیٰ کو پسند ہو اور اپنے اندر عیب ہیں اور ان پر مواخذہ ہو۔ اس استحضار کے بعد اپنے کمال یا قبول کا یقین تو نہیں ہوتا مگر ان کی عظمت بھی قلب میں کسی طرح نہیں آتی۔ اسی طرح درس یا وعظ میں اپنا درس و وعظ پسند آتا ہے اور حضرات کا خصوصاً بعض کا تو بالکل ناقص معلوم ہوتا ہے۔ غرض یہ کبر ہے اس کے دور ہونے کی تدبیر فرما کر مدد فرمائی جائے۔

تحقیق: یہ کبر نہیں جو احتمال متحضر ہوتا ہے کبر کے دور کرنے کے لئے کافی ہے مگر یہ اعتقاد کبر کا علاج ہے اور عمل کبر کے علاج کی بھی ضرورت ہے۔ عمل کبر یہ ہے کہ (ان لوگوں سے) تحقیر کا برتاؤ ہو وہ علاج یہ ہے کہ ان میں جو اہل حق ہیں ان کی تعریف زبان سے اور اکرام برتاؤ سے کیا جائے اور جو اہل باطل ہیں ان کی بلا ضرورت صرف مشغلہ کے طور پر غیبت وغیرہ بالکل نہ کی جائے۔

اس کے بعد ان کا دوسرا خط آیا جو ذیل میں درج ہے

حَال: (المعروض) کبر میں تو ایک اعتقاد ہے اور ایک عمل اس کے سوا باقی برائیوں میں مثلاً حسد ایک درجہ عمل اور دوسرا اس کا سبب اور وہ سبب عقیدہ تو نہیں ہوتا ایسا ہی حب مال حب جاہ ایک تو ان کی چاہت پر عمل ہے اور اس

عمل کا سبب وہ بھی عقیدہ نہیں مثلاً ''انا افضل من فلان'' (میں فلاں سے افضل ہوں) اس بات کے ساتھ علم ہے یہ علم جرم ہے اور ''انا احسد'' (میں حسد کرتا ہوں) اس بات کے ساتھ عقیدہ نہیں اگرچہ قلب میں حسد کی کیفیت ہے اور فکر کے بعد اس قول کی تصدیق ہوتی ہے لیکن یہ علم جرم نہیں بلکہ اس کا سبب جرم ہے۔ اس سمع خراشی (کان کھانے) سے مطلوب یہ ہے کہ احقر یہ سمجھا ہے کہ کبر میں تو علم جرم ہے اور حسد اور حب مال، حب جاہ، غیبت وغیرہ کیفیات خاصہ جو علوم کا سبب ہوتی ہیں وہ جرم ہیں ان کے بعد علوم جرم نہیں۔ احقر کا یہ فہم غلط ہے یا درست ہے؟

تحقیق: یہ علوم جو کہ گناہ نہیں ان رذائل کی وجہ سے ہیں نہ کہ یہ علوم رذائل کو پیدا کرنے والے ہیں اور جو علوم رذائل کو پیدا کرنے والے ہیں وہ معاصی بھی ہیں مثلاً حسد میں ''انا احق بالنعمة من فلان'' (میں فلاں سے زیادہ نعمت کا مستحق ہوں) اور حب مال و جاہ میں ''المال والجاه احق ان يطلبا ويرغب فيهما'' (مال اور منصب زیادہ حق رکھتے ہیں کہ ان کو طلب کیا جائے اور ان کی رغبت کی جائے) اس لئے جو علوم رذائل کو پیدا کرنے والے ہیں وہ سب جگہ معصیت ہیں اور وہ علم جو رذائل کی وجہ سے ہوتا ہے کبر میں بھی معصیت نہیں مثلاً ''انا متكبر'' بلکہ یہ تو اپنے عیب کا علم ہے۔ (النور، ذی الحج ۱۳۵۰ھ)

ریا میں ارادے کو بدل لینا کافی نہیں بلکہ اس کا استحضار ضروری ہے

حال: ریا اختیاری ہے لہٰذا اس کا علاج بھی اختیاری ہوگا مثلاً اگر کسی کام میں ریا کا ارادہ ہو تو اس میں ارادہ کو بدل کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ارادہ کرلوں گا۔ اگر ریا سے خارج ہونے اور خلوص حاصل کرنے کے لئے یہ کافی ہو تو دوسرے علاج کی ضرورت نہیں یہ طریقہ صحیح ہے یا غلط ہے ارشاد فرمایا جائے۔

تحقیق: یہ طریقہ صحیح اور کافی ہے مگر صرف اس کا جاننا اور اس پر قدرت ہو جانا کافی نہیں۔ اکثر اہل طریق کو یہ دھوکا ہو جاتا ہے بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ مدت دراز تک اس کا استحضار اور اس کا استعمال رہے تاکہ اس میں مضبوطی اور تمکین ہو جائے اور ریا و حدیث النفس کے درجے میں بھی نہ رہے۔ واصله قوله تعالىٰ فى الانفاق ﴿ومثل للذين ينفقون اموالهم ابتغاء مرضات الله و تثبيتا من انفسهم فعلم ان التثبيت مطلوب مع تحقق الاخلاص فى النية﴾ اس کی اصل خرچ کرنے کے بیان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان کی مثال ''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مال خرچ کرتے ہیں اور اپنے نفس کو جمانے کی'' اس سے معلوم ہوا کہ جمانا اخلاص نیت کے ساتھ مطلوب ہے۔ (النور، محرم ۱۳۵۱ھ)

زبان سے شکایت نکلنے کا علاج

حَالؒ: حضور والا! مجھ میں دوسرے امراض کے علاوہ ایک مرض یہ ہے کہ مرضی کے خلاف واقعہ کی برداشت نہیں ہے اور خلاف مرضی بات پر زبان سے شکایت نکلتی ہے۔ تفویض پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن برداشت اور تحمل کی ہمت نہ ہونے کی وجہ سے ظالم کی شکایت کیا کرتا ہوں۔ یہ یقین ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے سب منجانب اللہ ہوتا ہے اور یہ بھی اعتقاد رکھتا ہوں کہ غیر اختیاری بات پر افسوس اور شکایت کرنا بے کار ہوتا ہے لیکن ہمت نہ ہونے کی وجہ سے برداشت نہیں ہوتا ہے۔ اعتقادی طور پر خدا کے حکم پر دل سے صابر وشاکر رہتا ہوں۔ اگر چہ ہلکا سا یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات اس طرح ہوتی تو کیا حرج تھا لیکن بحمد اللہ مقدرات پر کبھی دل میں اعتراض نہیں پیدا ہوتا ہے لیکن میں کوشش کرتا ہوں کہ زبان پر شکایت کا لفظ نہ آئے اور یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ حضور والا اس کا علاج تجویز فرمائیں۔

تحقیقؒ: جب کبھی کسی کی شکایت زبان سے نکلے مجمع میں اس شخص کی خوبیاں بیان کرنا چاہئے کیونکہ کوئی نہ کوئی خوبی تو ہو ہی گی۔ (النور، صفر ۱۳۵۱ھ)

خوشی میں فضول باتیں کرنے کا علاج

حَالؒ: مجھ میں ایک مرض فضول باتیں کرنے کا ہے اور احقر کی ناقص سمجھ میں اس کا سبب خوشی ہوتا ہے۔ چنانچہ جب کبھی مجھ کو کوئی خوشی ہوتی ہے یا کوئی فکر نہیں ہوتا تو ایک جوش سا پیدا ہوتا ہے اور اس میں بہت باتیں کرتا ہوں تو اس سے سکون ہو جاتا ہے اور چپ رہوں تو رہا نہیں جاتا۔ اگر زبردستی کر کے چپ ہو بھی جاؤں تو پھر کچھ دیر کے بعد طبیعت پریشان ہو جاتی ہے اور وہ پریشانی باتوں سے دور ہوتی ہے اور اگر پریشانی میں بھی چپ رہوں تو پریشانی مسلسل رہتی ہے۔ ان باتوں میں بات فحش اور غیبت تک بھی پہنچ جاتی ہے اور جب تک فحش اور غیبت تک بات نہیں آتی اس وقت تک وہ جوش کم نہیں ہوتا ہے۔

تحقیقؒ: علاج کی حقیقت مرض کے سبب کو دور کرنا ہے۔ جب مرض کا سبب خوشی کا جوش ہے۔ اس کا علاج اس جوش کا ختم کرنا ہے اور اس خوشی کو اس کی ضد یعنی فکر وغم سے مغلوب کرنا ہے اور سب سے زیادہ فکر وغم کی چیز موت، موت کے بعد احوال ہیں یعنی برزخ ومحشر وصراط کے واقعات اور گناہوں کی سزاؤں (کا سوچنا ہے) ایسے وقت میں ان واقعات کو مستحضر کر لیا جائے اور بہتر ہے کہ فوراً تنہائی میں جا کر مراقبہ یا مطالعہ کیا جائے اس کا علاج تو فوراً ہو جائے گا۔ پھر اگر ضعف طبیعت سے ہیبت کے غلبہ سے تکلیف ہونے لگے تو رحمت ورجاء (امید)

کی حدیثوں کو مستحضر کرلیا جائے بس اعتدال ہو جائے گا۔ اصل خوشی رہ جائے گی جس کا حکم ہے ﴿قل بفضل اللّٰہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا﴾ ترجمہ: ''آپ فرما دیجئے کہ لوگوں کو اللہ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے۔'' اور یہ خوشی کا زائل فضول حصہ ہو جائے گا جو منع ہے ﴿لا تفرح ان اللّٰہ لا یحب الفرحین﴾ ترجمہ: ''تم خوشی میں اتراؤ مت اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔''

(النور، ربیع الاول: ۱۳۵۱ھ)

تکبر کا علاج

حال: خدمت والا میں گزارش یہ ہے کہ اپنے علم کو جو دنیاوی فن کے بارے میں ہو دوسرے لوگوں کے اسی علم سے جن کا علم حقیقت میں بہت ہی ناقص ہو قصدا بڑا سمجھنا یا ایسے سمجھنے کے بغیر صرف زبان سے جان بوجھ کر ایسا واقعہ بیان کرنا جس سے اپنا علم بڑا اور قوی اور ان دوسرے اشخاص کا علم کم اور ناقص ظاہر ہو کیا کبر اور تکبر میں داخل ہے۔

تحقیق: اگر اپنے علم کو زیادہ سمجھنے کے وقت اس کا بھی استحضار ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جب چاہیں چھین لیں اسی طرح اگر میرے اندر ایک کمال ہو تو دوسرے میں ممکن ہے کہ اس سے زیادہ دوسرا کمال ہو۔ جس کے سبب یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مجھ سے افضل ہو تو یہ تکبر نہیں۔ (النور، جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ)

شرمندگی اور کبر میں فرق

حال: حضور! بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن سے تکلیف وشان ظاہر ہوتی ہے جیسے چکن کا بیل والا عمدہ لباس وغیرہ پہننا۔ پھولدار جوتا پہننا۔ گھوڑے ہاتھی پر سوار ہونا وغیرہ۔ بعض باتیں جو اس کی ضد ہیں مثلاً پھٹے کپڑے پہننا، ننگے پیر چلنا، سر پر وزن رکھنا، احقر کی طبیعت ان دونوں کام کرنے سے رکتی ہے اور رکنے کی وجہ حیا معلوم ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ عمامہ باندھنے، سرمہ لگانے، پان کھانے سے بھی حیا معلوم ہوتی ہے۔ قرض دار سے قرض مانگتے ہوئے حجاب ہوتا ہے۔ اگر کوئی صاحب قرض مانگیں اور اپنے پاس نہ ہو تو عذر کرنے کو طبیعت نہیں چاہتی۔ دوسرے سے لے کر دے دیتا ہوں۔ بعض قرض وصول بھی نہ ہوئے۔

حضور! جو کام حقیر سمجھے جاتے ہیں احقر ان کو نفس کچلنے کے لئے کر لیتا ہے حالانکہ حیا رکاوٹ ہوتی ہے۔ چنانچہ گھڑا بھر کر یا کوئی دوسرا بوجھ سر پر رکھ کر لے جاتا ہے۔ یہاں جامع مسجد میں جوتی گم ہوگئی تو ننگے پاؤں چلنے سے حیا روکتی تھی مگر حجرہ تک آیا اور پھر جان بوجھ کر مدرسہ میں ننگے پاؤں چلا۔ ایک طالب علم نے اپنا کچھ وزنی

بکس اسٹیشن پہنچانے کو کہا تو احقر سر پر رکھ کر لے گیا۔ ہاں جو افعال شان کے سمجھے جاتے ہیں اور ان کا سبب کبھی ہوسکتا ہے نہ حیاء اگرچہ ان کے کرنے سے رکاوٹ ہوتی ہے نہ کبر الحمد للہ۔ مگر اس وجہ سے کہ احقر اپنے کو سرتاپا مریض اور بدتر از خلائق سمجھتا ہے ان کو بھی نہیں کرتا۔

ہاں طبیعت سادگی کے ساتھ صفائی و نظافت کو چاہتی ہے خصوصاً نماز کی حالت میں دل یہ چاہتا ہے کہ کپڑے صاف ہوں۔ محبوب کے سامنے کھڑا ہونا ہے اپنے لباس وغیرہ میں نعمت کا اثر دیکھ کر بے اختیار ہی بار بار دل سے شکر نکلتا ہے۔ ایک کشش و محبت پیدا ہوتی ہے۔ حضور! اب یہ خیال ہوا کہ حیا وغیرت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں بہ تکلف ایسے کام کرنے سے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دونوں نکل جائیں۔ اس لئے حضور سے پوچھا ہے کہ اعلیٰ و ادنیٰ دونوں قسم کے افعال سے رکنے کا سبب کیا ہے کبر ہے یا حیاء۔

تحقیق: اندازے سے شرمندگی ہی رکاوٹ ہے جس کو آپ نے حیا کہا ہے۔

حال: اگر حیا ہے تو طبیعت کے خلاف افعال کو کرنا چاہئے یا نہیں مثلاً سر پر بوجھ رکھنا ننگے پیر چلنا، پھٹے کپڑے پہننا وغیرہ۔

تحقیق: آپ نے اس میں مزید اس ڈر کا احتمال سمجھا ہے کہ بتکلف ایسے کام کرنے سے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دونوں یعنی حیا وغیرت نکل جائیں اور اسی احتمال کی بنا پر یہ پوچھا ہے کہ ان افعال کو کرنا چاہئے یا نہیں تو یہ احتمال تو شمار کے قابل نہیں ہے کیونکہ اگر حیا وغیرت نکل بھی جائے گی تو خاص ایسے ہی افعال میں جو عرف میں ہلکے ہیں اور وہ نقصان دہ نہیں ہے تو ان افعال کو چھوڑنے کی وجہ تو صحیح نہیں ہے۔ لیکن دوسری وجہ صحیح اور ہے اور وہ یہ کہ ان افعال سے شہرت ہوتی ہے اور شہرت سے بچنا مطلوب ہے ''الا ان یامر الشیخ بشیء من ذالک'' ہاں اگر شیخ اس بات کا حکم کرے تو صحیح ہے۔

حال: جو کام شان کے ہیں ان کے کرنے سے حیا رکاوٹ ہو ان کو کرنا چاہئے یا نہیں خصوصاً جبکہ اپنا بڑا کرنے کو کہے مثلاً عید پر چوغہ پہننے کے لئے والد صاحب پھوپھی جی وغیرہ مجبور کرتے ہیں ناراض ہوتے ہیں اور احقر پر شرم کے مارے بار ہوتا ہے نگاہ اوپر نہیں اٹھتی۔

تحقیق: جب قلب میں تنگی ہوتی ہے ترک کردے اور اگر اکابر حکم کریں ادب سے عذر کردے۔ اگر نہ مانیں ان کا حکم مانے کہ مجاہدہ ہے۔

حال: عمامہ باندھنا خصوصاً جمعہ وعیدین میں حیا کی وجہ سے ترک کیا جائے یا نہیں۔ ترک سنت کی وجہ سے اب حیا کو ترجیح دینے کی ہمت نہیں ہوتی۔

تحقیق: یہ سنن مقصودہ نہیں پھر دوسری طرف تواضع بھی مسنون ہے جس کے بعض افراد واجب بھی ہیں تو عمامہ کے مقابلے میں مقصود ہونے کی شان تواضع میں زیادہ ہے۔

حال: احقر ''تبلیغ دین'' کے موافق روزانہ اعمال کا محاسبہ کرتا رہتا ہے اور مطالعہ بھی کرتا رہتا ہے اگر وجہ کبر ہے تو کیا تبلیغ دین کے موافق علاج کرے اور اس قسم کے افعال مذکورہ کرتا رہے یا اور کچھ علاج کرے۔

تحقیق: اوپر شرمندگی کے احتمال کی ظنی ترجیح کی وجہ سے یہ کبر کا احتمال ظنی ظہور پر ختم ہوگیا۔ اس لئے اس پر کلام کی ضرورت نہیں۔ (النور، ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ)

عجب کا شبہ

حال: احقر کی حالت یہ ہے کہ صبح سے عصر تک طلبہ کے ساتھ گزرتا ہے پہلے تو کلام سے کچھ نفرت تھی یعنی زیادہ بات کرنا بالکل پسند نہیں تھا خلوت پسند تھی اب اس کا کچھ احساس نہیں۔

تحقیق: ایک کیفیت کے غلبہ سے دوسری کیفیت مغلوب ہو جاتی ہے۔ ابتداء میں غلبہ زیادہ ہوتا ہے پھر عادت کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے یہ تبدیلی اس وجہ سے کچھ نقصان دہ نہیں ہے (ہاں) گناہ نہیں ہونا چاہئے اور بہ تکلف اپنے کو فضول (باتوں) سے بچانا چاہئے انشاء اللہ تعالیٰ اس تکلف سے مضبوطی پیدا ہو جائے گی۔

حال: اللہ تعالیٰ کے لئے اس کا علاج ارشاد فرمایا جائے کہ کیا صورت اختیار کروں کیونکہ طلبہ سے بلا ضرورت کلام میں بھی وقت صرف ہوتا ہے اور بعد میں کچھ ندامت نہیں ہوتی۔

تحقیق: ندامت نہ ہونے پر افسوس یہ بھی ندامت ہے۔

حال: یہ یاد آتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی تھا کہ مجلس سجانے سے نفرت تھی۔ عوام سے تو اب بھی دل میں بہت وحشت ہوتی ہے مگر طلبہ کے اختلاط سے نفرت نہیں (ہوتی ہے)۔

تحقیق: نفرت میں تو عجب (خود پسندی) کی ملاوٹ ہوتی ہے خدا تعالیٰ نے اس سے بچالیا اور نفرت کا جو مقصد وہ اب بھی اختیار میں ہے اگرچہ اس میں تکلف کرنا پڑے۔ ''کما ذکرتہ انفا'' (جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا ہے)۔ (النور، شعبان ۱۳۵۱ھ)

زیادہ کھانا مرض نہیں

حال: اپنے کو ایک سخت عیب میں مبتلا پاتا ہوں جس کو تبلیغ دین میں سب گناہوں کی جڑ بتایا ہے یعنی زیادہ کھانا اور کھانے کی حرص۔ افسوس کہ یہ بیماری بندہ کو بہت عرصہ سے ہے اور اب سے پہلے کبھی اس کی اصلاح کی طرف

توجہ نہیں ہوئی۔

تحقیق: جن کے قویٰ اچھے تھے ان کے لئے یہ دوسری وجہ سے مرض ہو جاتا تھا۔ اب خود قویٰ ضعیف ہیں اس لئے کم کھانے کی غرض خود حاصل ہے اب یہ مرض نہیں۔ (النور، صفر ۱۳۵۲ھ)

رسالہ شمس الفضائل لطمس الرذائل

کبر کا تفصیلی علاج

حال: تحریر کی وجہ یہ ہے کہ پہلے تو احقر کو خود ہی ایک عرصہ سے شبہ تھا کہ مجھ میں تکبر ہے دوسرے یہ کہ بعض حضرات نے بھی فرمایا اس سے وہ شبہ قوی ہو گیا لیکن یقین نہ ہوا۔ ایک عرصہ سے ارادہ کرتا تھا کہ خدمت اقدس میں اس مرض کو ظاہر کر کے علاج کروں مگر یقین نہ ہونے کی وجہ سے چپ رہا۔ اس عرصہ میں احقر نے تبلیغ دین میں بھی تکبر کے بیان کا مطالعہ کیا۔ اس سے تکبر کا حاصل یہ سمجھ میں آیا کہ اپنے سے دوسروں کو ذلیل سمجھنا (اگر غلط ہو تو براہ کرم اصلاح فرمائیں) مگر اس کے بعد بھی شبہ باقی رہا۔ اب میں اپنی حالت کو چند مثالوں میں پیش کرتا ہوں۔

پہلی مثال: کچھ عرصہ کے لئے احقر نے مطبخ سے کھانا جاری کر لیا تھا چونکہ وہاں سے خود جا کر لانا پڑتا تھا اس لئے بہت عار آتی تھی خصوصاً جب کوئی ایسا آدمی آ جاتا کہ جس سے جان پہچان ہو اس وقت اور زیادہ شرم آتی تھی کہ لوگ کیا کہیں گے کہ ایسا کیا فقر طاری ہو گیا کہ مطبخ سے کھانا لینے لگا۔ نہ یہ کہ میری شان اس سے اعلیٰ ہے یہ کام میرے لائق نہیں۔ استغفر اللہ غرض ایک دو دفعہ لانے کے بعد دل میں آیا کہ کسی سے منگوا لیا کروں گا مگر چونکہ تکبر کا شبہ ہو چکا تھا۔ دوسرے کچھ طالب علمی کے بھی خلاف تھا اس لئے اخیر تک خود ہی لاتا رہا۔ اس سے یہ ہوا کہ یہ عیب ختم ہو گیا تھا اور ایک عادت سی ہو گئی تھی۔

دوسری مثال: بازار سے کوئی وزن سر پر رکھ کر لانے میں بہت ذلت معلوم ہوتی ہے۔ اس خیال سے کہ لوگوں کا بازار میں مجمع ہے نہ یہ کہ میں اس سے اونچے مرتبے والا ہوں نعوذ باللہ۔ چنانچہ اگر لوگوں کا مجمع نہ ہو تو لا سکتا ہوں۔

تیسری مثال: موچی کے پاس بیٹھ کر جوتا نہیں گٹھواتا بلکہ کھڑا رہتا ہوں۔ اس کے پاس بیٹھنے میں ایک قسم کی ذلت سی معلوم ہوتی ہے اور اس کی علت بھی وہی ہے جو اس سے پہلے مثال میں عرض کی یعنی لوگوں کا خیال نہ کہ اونچی شان کا خیال۔ ایک مرتبہ میری نظر سے اس مضمون کا ایک شعر گزرا کہ اتنا عجز و انکسار بھی اچھا نہیں کہ جس

سے بے وقوف لوگ سر پر چڑھ جائیں۔ جب سے ان لوگوں کے ساتھ ظاہری انکساری سے پیش نہیں آتا۔ چنانچہ دل کو ٹٹولنے سے پتہ لگتا ہے کہ اگر کوئی آدمی بھی نہ ہو تب بھی موچی کی دوکان پر نہ بیٹھوں اس خیال سے کہ موچی نہ معلوم کیا خیال کرے لیکن دل میں اپنے کو افضل نہیں سمجھتا اور نہ اس کو افضل سمجھوں اور نہ اپنے کو ذلیل سمجھتا ہوں اور نہ اس کو مگر کسی خاص وقت کہ جس میں کوئی خاص کیفیت طاری ہو جیسے موت کا خیال اور موت کے بعد کے حوال ومحشر وصراط کے واقعات اور گناہوں کی سزائیں پس ایسے وقت اپنی نظروں میں اپنے کو اس سے کیا ہر ایک شے سے ذلیل سمجھتا ہوں ورنہ عام طور پر (یعنی عام اوقات میں اور عام آدمیوں میں) جیسے کسی کو ذلیل نہیں سمجھتا ایسے ہی اپنے کو بھی کسی سے ذلیل نہیں سمجھتا۔

چوتھی مثال: پیوند کے کپڑے بھی اس خیال سے نہیں پہنتا ہوں کہ لوگ کہیں گے کہ یہ بہت غریب آدمی ہے اور پیوند کے کپڑوں کو تو ویسے بھی (لوگوں کے خیال کے علاوہ بھی) طبیعت قبول نہیں کرتی ہے۔ میرا دل مجھ کو خود نفریں کرتا ہے کہ میں ایک بے ہودہ خیال کی وجہ سے ایک سنت سے محروم ہوں۔ اپنے نفس کی شرارت کی وجہ سے بس یہی دل چاہتا ہے کہ اچھے اچھے کپڑے پہنوں۔ اسی طرح مجھ کو تراش کا بہت خیال رہتا ہے۔ اپنے نزدیک جو سب سے اچھی تراش ہوتی ہے اس کو اختیار کرتا ہوں گویا نفس نے ہر طرح قابو پا لیا۔ ''انا للّٰہ وانا الیہ راجعون''۔

پانچویں مثال: کسی ایسے شخص کا نصیحت کرنا بہت ہی برا معلوم ہوتا ہے کہ جس کے برتاؤ سے مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے دل میں میری کچھ قیمت ہی نہیں ہے۔ مجھے یہ کچھ سمجھتا ہی نہیں، یا قیمت تو ہے لیکن طرز نصیحت سے یہ پتہ لگتا ہے کہ نصیحت سے صرف میرا نفع مقصود نہیں بلکہ اس نصیحت میں کچھ نفس کی ملاوٹ بھی ہے یعنی غصہ میں کچھ اپنے دل کی بھڑاس بھی نکال رہا ہے۔ ایسے شخص کی طرف سے طبیعت میں ایک قسم کا بوجھ اور تنگی ہوتی ہے۔ لیکن ایسے شخص کی نصیحت کرنے کا برا اثر (یعنی وہ جو اس کا نصیحت کرنا برا معلوم ہوا تھا) اور ایسے شخص سے بوجھ اور تنگی تھوڑے دنوں کے بعد ختم ہو جاتی ہے اور پھر بہت ہی ہلکی سی ندامت ہوتی ہے یعنی اس درجہ میں کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا اس سے کیا فائدہ۔

چھٹی مثال: اگر کسی کی طرف سے یہ خیال ہو جائے کہ یہ ہماری جماعت کو یا مجھ کو ذلیل سمجھتا ہے تو میں بھی اس کے ساتھ اچھی طرح پیش نہیں آتا۔ چنانچہ مسٹروں کو اکثر جان بوجھ کر سلام نہیں کرتا۔ اور اگر کبھی عادت کے طور پر سلام کرنے کا ارادہ ہو جاتا ہے تو فوراً اس خیال کی وجہ سے رک جاتا ہوں کہ یہ لوگ طالب علموں کو ذلیل سمجھتے ہیں۔

ساتویں مثال: کسی کا پیچھے پڑ جانا بھی برا معلوم ہوتا ہے۔ خواہ وہ محبت کی وجہ سے ہو یعنی کوئی بغیر ضرورت صرف

باتیں کرنے کو میرے پاس اگر ایک دو دفعہ آئے تو خیر کچھ نہیں لیکن اگر پیچھے پڑ جائے تو یہ تو مجھ سے کہا نہیں جاتا کہ یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ ایک شخص تو اخلاق سے محبت سے پیش آئے اور میں اس سے اس طرح کہہ دوں کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے اس سے ایک قسم کی تنگی سی ہو جاتی ہے اور اچھی طرح اس کے ساتھ بات نہیں کی جاتی۔ اس کے یہاں کبھی جاتا بھی نہیں ہوں۔ غرض بہت تکلیف ہوتی ہے اور بہ تکلف اپنے اقوال سے افعال سے اس پر یہی ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے تکلیف نہیں ہو رہی لیکن اصل میں اور نقل میں فرق ہو ہی جاتا ہے۔ وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اچھی طرح نہیں ملتا۔ دوسرے یہ کہ ہر شخص سے میں نہیں ملتا ہوں۔ ہر ایک سے بات میں ابتدا نہیں کرتا ہوں اس میں بھی کچھ ذلت سمجھتا ہوں اور غالباً یہی سبب ہوا ان کے (یعنی لوگوں کے) اس خیال کا کہ اس میں تکبر ہے۔

آٹھویں مثال: جیسا کسی کا مجھ کو ذلیل سمجھنا برا معلوم ہوتا ہے ایسے ہی کسی کا ادب کرنا بھی ناگوار گزرتا ہے۔

یہ آٹھ مثالیں پیش کر دی ہیں۔ اس وقت یہی ذہن میں تھیں۔ اب عرض یہ ہے کہ اگر مجھ میں تکبر ہے تو ازراہ کرم اس کا علاج تجویز فرمائیں۔

تحقیق: یہاں کئی چیزیں متشابہ ہیں جن میں کبھی اشتباہ ہو جاتا ہے۔ کبر و عجب و حب جاہ و ریا و خجلت۔ پھر ہر ایک کے دو درجے ہیں۔ حقیقت و صورت تو یہ دس چیزیں ہیں اور ہر ایک میں لمبا کلام ہو سکتا ہے۔ مگر مختصر جتنی ضرورت ہو جس سے تھوڑی مناسبت والے کو ہر درجہ کے سمجھنے میں ضروری بصیرت ہو سکتی ہے اور چھوٹے چھوٹے واقعات کو اس کے موافق کر سکتا ہے لکھتا ہوں باقی جس کو ضروری مناسبت بھی نہ ہو اس کے لئے نہ کلیات (بڑی باتیں، قواعد) کافی ہیں نہ جزئیات (چھوٹی باتوں) کے لئے تحریر کافی ہے بلکہ اس کو ضرورت ہے کہ جب کوئی واقعہ پیش آئے اسے کسی محقق کے سامنے پیش کرے۔ اگر تفتیش ضرورت ہو اس کا بھی جواب دے پھر وہ جو فیصلہ کرے اس کو علماً و عملاً قبول کرے۔

وہ مختصر کلام یہ ہے کہ تکبر کا حاصل یہ ہے کہ کسی دنیوی یا دینی کمال میں اپنے کو اپنے اختیار سے دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ دوسرے کو حقیر سمجھے تو اس میں دو جزو ہوں گے (ایک) اپنے کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو حقیر سمجھنا۔ یہ تو اس کی حقیقت ہے جو حرام اور گناہ ہے اور ایک اس کی صورت ہے کہ اس میں سب اجزاء ہیں ایک جزو کے علاوہ یعنی (اپنے) اختیار کے یعنی اختیار کے بغیر ان اجزاء کا خیال آ گیا۔ یہاں تک تو گناہ نہیں لیکن اس کے بعد اگر اس خیال کو اپنے اختیار سے اچھا سمجھا یا باوجود اچھا نہ سمجھنے کے اپنے اختیار سے اس کو باقی رکھا یہ کبر کی حقیقت ہو جائے گی اور گناہ ہوگا۔ یہ جو قید لگائی گئی ہے کہ دوسرے کو حقیر سمجھے یہ اس لئے ہے کہ اگر کوئی واقعی

بڑائی یا چھوٹائی کا اس طرح معتقد ہو کہ دوسرے کو ذلیل نہ سمجھے تو وہ تکبر نہیں۔ جیسے ایک شخص بیس برس کی عمر والا دو برس کے بچہ کو سمجھے کہ مجھ سے عمر میں چھوٹا ہے یا ایک ہدایہ پڑھنے (یعنی اوپر کی جماعت) والا طالب علم نحو میر پڑھنے (نیچے) والی جماعت والے طالب علم کو سمجھے کہ یہ مجھ سے پڑھائی میں کم ہے یا ایک مالدار آدمی کسی مسکین کو یہ سمجھے کہ مجھ سے مال میں کم ہے مگر اس کو حقیر نہیں سمجھتا تو وہ کبر نہیں ہے لیکن اگر یہ فرق حقیقت کے خلاف ہو تو (یعنی امیر نہ ہو اور مسکین کو کم سمجھے کہ یہ مال میں مجھ سے کم ہے تو) ایسا اعتقاد جھوٹ ہوگا مگر کبر اور جھوٹ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ مگر ایسی بڑائی چھوٹائی کا اعتقاد اگرچہ کبر تو نہیں لیکن اگر وہ فرق کا محل (جگہ، موقع) شریعت میں یا عرف میں کمال ہو تو یہ اعتقاد کبھی تکبر کی طرف لے جاتا ہے اس لئے واسطے اور ذریعوں کو ہی بند کرنے کے لئے اس کا بھی وہی علاج کرنا چاہئے جو کبر کی حقیقت کا علاج ہے اور وہ ایک خاص مراقبہ ہے جس کو ہر اس وقت جب اس فرق کی طرف توجہ ہو دوبارہ دہرا لیا جائے۔ وہ مراقبہ یہ ہے کہ

(الف) یہ کمال اگرچہ میرے اندر ہے مگر میرا پیدا کیا ہوا نہیں۔ حق تعالیٰ کا عطا فرمایا ہوا ہے۔

(ب) عطا بھی کسی استحقاق (حق کی وجہ) سے نہیں ہوا بلکہ صرف عطا اور رحمت کی وجہ سے ہے۔ پھر

(ج) عطا کے بعد بھی اس کا باقی رہنا میرے اختیار میں نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ جب چاہیں چھین لیں اور

(د) دوسرے شخص میں اگرچہ فی الحال یہ کمال نہیں ہے مگر آئندہ ممکن ہے کہ میرے کمال سے زیادہ اس کو یہ کمال اس طرح حاصل ہو جائے کہ میں اس کمال میں اس کا محتاج ہو جاؤں اور

(ہ) اگر آئندہ بھی (اس کو یہ کمال حاصل) نہ ہو جیسا کہ کبھی ظاہری اسباب کی وجہ سے اس کا گمان غالب ہوتا ہے تو فی الحال ہی اس شخص میں کوئی ایسا کمال ہو جو مجھ سے چھپا ہو اور دوسروں پر ظاہر ہو یا سب ہی سے چھپا ہو حق تعالیٰ کو معلوم ہو جس کے اعتبار سے اس کے اوصاف کا مجموعہ میرے اوصاف کے مجموعہ سے زیادہ کامل ہو۔ اگر کسی کے کمال کا بھی احتمال قریب (کے زمانے میں) ذہن میں آ جائے تو اس احتمال کو ذہن میں حاضر کرے کہ شاید یہ علم الٰہی میں مقبول ہو اور میں غیر مقبول ہوں۔ یا اگر میں بھی مقبول ہوں تو یہ مجھ سے زیادہ مقبول ہو تو مجھ کو کیا حق ہے کہ اس کو حقیر سمجھوں اور

(و) یہ خیال کرے کہ اگر بالفرض یہ ساری باتوں میں مجھ سے کم ہی ہے تو ناقص کا کامل پر حق ہوتا ہے جیسا مریض کا صحیح پر ضعیف کا قوی پر، فقیر کا غنی پر، تو مجھ کو چاہئے کہ اس پر شفقت و ترحم کروں اس کے کامل ہونے میں کوشش کروں اور اگر کسی طرح قدرت نہ ہو یا ہمت نہ ہو یا فرصت نہ ہو تو کامل ہونے کی دعا ہی سے سہی اور اس خیال کے بعد کامل کرنے میں کوشش شروع کر دے تو اس تدبیر سے اس کے ساتھ تعلق شفقت کا پیدا ہو جائے گا اور

طبیعت کی خصوصیت ہے کہ جس کی تکمیل وتربیت میں کوشش کرتا ہے اس سے محبت ہو جاتی ہے اور محبت کے بعد تحقیر نہیں ہوتی اور

(ز) یہ بھی نہ ہو تو اس کے ساتھ مہربانی واخلاق کے ساتھ کبھی کبھی بات چیت کر لیا کرے اس کا مزاج پوچھ لیا کرے اس سے دونوں میں تعلق ہو جاتا ہے اور ایسے تعلق کے بعد تحقیر ختم ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر وہ شخص ایسا ہے کہ شرعاً اس سے بغض رکھنے کا حکم ہے تو تدابیر مذکورہ میں سے بعض کا استعمال اس عارض کے سبب نہ کیا جائے مگر پھر بھی بعض کا بغض کے ساتھ استعمال ہو سکتا ہے۔ ان بعض کو استعمال کرے۔ یہ ساری بات تو تکبر کے بارے میں تھی اور محبّ میں صرف ایک قید کم ہے باقی سارے اجزاء وہی ہیں یعنی اس میں دوسروں کو چھوٹا سمجھنا نہیں اپنے کو بڑا سمجھنا ہے۔ اس میں بھی حقیقت اور صورت کے ویسے ہی درجے ہیں اور وہی احکام ہیں اور معالجات مذکورہ میں سے جن میں سے دوسرے کا تعلق نہیں وہ سب معالجات اس میں بھی ہیں۔

ایک چیز پانچ مذکورہ چیزوں میں حب جاہ ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جیسا اپنے کو اپنے دل میں بڑا سمجھتا ہے اس کی بھی کوشش کرتا ہے کہ دوسرے بھی مجھ کو بڑا سمجھیں اور میرے ساتھ تعظیم وخدمت کا معاملہ کریں چونکہ اس کی وجہ بھی تکبر یا عجب ہی ہے۔ اس لئے اس کے اقسام واحکام ودرجات ومعالجات وہی ہیں جو کبر میں گزرے اور پانچ ذکر کی گئی چیزوں میں سے ایک چیز ریاء ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی دنیوی یا دینی عمل کو لوگوں کی نظر میں بڑائی حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے۔ چار مذکورہ اشیاء میں یہ ذریعہ بنانے کی قید نہ تھی چونکہ یہ بھی کبر وعجب ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس میں بھی سب وہی درجات واقسام واحکام ومعالجات ہیں اور یہ سب احکام کلی (قواعد) ہیں۔ کبھی کبھی مقام کی خصوصیت کی وجہ سے بعض نئی صورتیں یا نئے معالجات بھی ثابت ہوتے ہیں جو مربی کی رائے پر متعین کئے جاتے ہیں۔

سب سے اخیر کی ایک قسم خجلت (شرمندگی) ہے وہ ایک طبعی انقباض (تنگی کی حالت) ہے جو عادت کے خلاف کام کرنے سے یا حالت پیش آنے سے خود بخود نفس پر وارد ہوتی ہے۔ اور سالک کو کبھی بہت احتیاط کی وجہ اس پر کبر وغیرہ کا شبہ ہو جاتا ہے۔ مگر حقیقت میں وہ کبر نہیں ہوتا۔ اور اس کا معیار (پرکھنے کا پیمانہ) یہ ہے کہ جس طرح یہ شخص ایک دنی یا خسیس (چھوٹے یا کمینے) کام کرنے سے شرماتا ہے اگر کوئی شخص اس کے ساتھ بہت ہی زیادہ دل سے تعظیم وتکریم کا معاملہ کرے تب بھی اس کو ویسا ہی انقباض ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو شرمانا ہے ورنہ کبر۔

یہ تو اس کی حقیقت ہے جو غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے برا نہیں ہے ایک صورت ہے کہ جو حقیقت میں تو

کبر وغیرہ ہے مگر نفس نے بہانہ کر کے اس کو شرمانے میں داخل کر کے تسلی حاصل کر لی ہے یہ اختیاری ہونے کی وجہ سے برا ہے۔ بلکہ دوسری ذکر کی گئی برائیوں سے زیادہ برا ہے۔ کیونکہ بہانہ کر کے ناجائز کو جائز بنایا ہے جو اونچے درجہ کا دھوکہ وفریب ہے۔ دوسری قسموں میں حقیقت بری تھی اور صورت بری نہیں تھی اس میں الٹ ہے جیسا کہ دلیل کے ساتھ گزر چکا۔

آٹھوں واقعات میں کیونکہ ساری اقسام کے اجزاء مذکور ہیں اس لئے سب اقسام کی تحقیق کی گئی۔ اب اخیر میں ایک لمبا علاج ذکر کرتا ہوں کیونکہ معالجات مذکورہ وقتی تھے جن سے اثر مضبوط نہیں ہوتا ہے مگر بہت ہی کم۔ اور مبتدی کو اس معالجہ کی خاصے وقت تک ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ طور طریقہ اور عادات کم حیثیت والے لوگوں کے اختیار کرے حتیٰ کہ تواضع پکی ہو جائے مگر اس میں بھی اس کا خیال رکھے کہ بہت زیادہ درجہ کا چھوٹا پن اور کمینگی اختیار نہ کرے جس سے تواضع کی شہرت ہو جائے۔

اس کے بعد دوسرا خط آیا جو جواب کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔

سُوال: حضرت اقدس نے سب سے آخری صفحہ کی دائیں جانب کے بالکل شروع میں تحریر فرمایا ہے (اس عبارت پر ایک لکیر کھینچ دی ہے) وہ عبارت یہ ہے کہ وہ (یعنی لمبا علاج) یہ کہ بتکلف طور طریقہ اور عادات کم حیثیت والے لوگوں کے اختیار کرے حتیٰ کہ تواضع پکی ہو جائے مگر اس میں بھی اس کا خیال رکھے کہ بہت زیادہ چھوٹے پن اور کمینگی کو اختیار نہ کرے جس سے تواضع کی شہرت ہو جائے تو اس میں یہ سوال ہے کہ وہ کم حیثیت لوگوں کی وہ عادات اور طور طریقے لوگوں کے کیا ہیں؟ جن کو اختیار کیا جائے اس کے جواب کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہوں کہ اس پر عمل کروں گا۔ آنجناب بھی دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ مجھے عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور میری پوری اصلاح فرمائیں اور اپنی رضا کامل عطا فرمائیں۔

جَوابُ: السلام علیکم۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو پوری طرح کیسے بیان کیا جاسکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ باتیں اختیار کی جائیں جن سے ایک قسم کا نفس کو انقباض (یعنی تنگی) ہو مگر دوسروں کی نظر میں وہ توجہ کے قابل نہ ہوں جس سے تواضع کی شہرت کا احتمال ہو۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۲ھ)

بدگمانی کا علاج

حَالُ: احقر کی یہ حالت ہے کہ بدگمانی کا مرض ایک مدت دراز سے قلب میں پیوستہ ہے۔ ذرا ذرا سی باتوں میں دوسرے بھائی بہنوں سے بدگمان ہوتا ہے۔ اپنی کم سمجھ کے موافق تدابیر بھی کیں مگر یہ مرض دور نہیں ہوا۔ للہ علاج

تجویز فرمایا جائے کہ یہ بدگمانی کا مرض خبیث دور ہو۔

تحقیق: جب ایسی بدگمانی قلب میں آجائے تو پہلے علیحدہ بیٹھ کر یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ نے بدگمانی سے منع فرمایا ہے تو یہ گناہ ہوا اور گناہ پر عذاب کا خوف ہے تو اے نفس! تو حق تعالیٰ کے عذاب کو کیسے برداشت کرے گا۔ یہ سوچ کر توبہ کرے اور دعا بھی کرے کہ اے اللہ! میرے دل کو صاف کر دے اور جس پر بدگمانی ہوئی ہے اس کے لئے بھی دعا کرے کہ اے اللہ! اس کو دونوں جہان کی نعمتیں عطا فرما۔ دن رات میں تین بار ایسا کرے اور پھر بھی اثر رہے دوسرے تیسرے دن ایسا ہی کرے۔ اگر پھر بھی اثر رہے۔ اب اس شخص سے مل کر کہے کہ بلا وجہ مجھ کو تم پر بدگمانی ہوگئی تم معاف کر دو۔ اور میرے لئے دعا کر دو کہ یہ دور ہو جائے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۳ھ)

انقباض (طبیعت کا تنگ ہونا) کبر نہیں

حال: گذارش یہ ہے کہ حضرت والا نے ایک شخص کو کبر کا علاج بتایا تھا کہ مسجد میں ہر نماز کے بعد اعلان کرے کہ میرے اندر کبر کا مرض ہے سب لوگ دعا کریں کہ مجھ سے یہ مرض جاتا رہے۔ اس پر مجھے خیال ہوا کہ اگر تجھ سے یہ کہا جائے تو کیا کرے گا تو میں اپنے اندر دیکھتا ہوں کہ اس کی ہمت نہیں معلوم ہوتی اور نہ جی اس کو خوشی سے قبول کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں میرے اندر تو کبر نہیں ہے؟۔ پھر دل کبھی کہتا ہے کہ یہ حیا کی وجہ سے ہے۔ اب حضرت والا سے درخواست ہے کہ اگر یہ کبر ہونے کی وجہ سے ہے تو علاج ارشاد فرمائیں۔ عین عنایت ہوگی۔

تحقیق: ایسا احتمال نشیت کی دلیل ہے مبارک ہو کبر کے لئے صرف یہی علامت کافی نہیں کیونکہ اس انقباض (تنگی) کا سبب کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ مرض نہ ہونے کی وجہ سے علاج کی ضرورت نہیں اور کبھی کبر بھی سبب ہوتا ہے تو اب معیار (پرکھنے کا طریقہ) دو باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ دوسری علامات بھی پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر احتمال ہی پر مصلح اس کو تجویز کرے تو اس پر عمل کیا جائے یا نہیں۔ اگرچہ عمل طبعی کراہت ہی سے ہو جیسے تلخ دو طبعا ناپسندیدہ ہے مگر مریض اگر طالب صحت اور طبیب کا منقاد (فرمانبردار) ہے تو عمل میں موافقت کرے گا۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۳ھ)

فخر سے امامت نہ کرنا

حال: حالت یہ ہے کہ کچھ دنوں سے امامت کو طبیعت چاہتی ہے اور یہ طبیعت چاہتی ہے کہ کوئی جھوٹ بھی کہے کہ نماز پڑھاؤ تو احقر سچ مچ آگے بڑھ جاتا ہے اور اس امامت کی غرض یہی معلوم ہوئی ہے کہ قابلیت ظاہر ہو کہ یہ

خوب بڑھتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ مرض بہت ہی مہلک ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ تکبر کا بھائی ہے۔ اللہ کے لئے میری مدد کیجئے۔

تحقیق: (کسی کے) درخواست کرنے کے باوجود بھی امامت نہ کیا کریں۔

پھر یہ دوسرا خط آیا

حال: بہت بہتر ہے اب کسی کے کہنے پر بھی امامت سے عذر کر دیا کروں گا مگر ایک بات پوچھنے کی یہ ہے کہ احقر حافظ ہے رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن مجید سناتا ہے تو یہ بھی ایک طرح کی امامت ہے تو کیا یہ امامت بھی نہ کیا کروں۔

تحقیق: کیا کرو اس کو کوئی شخص فخر نہیں سمجھتا۔ قرآن سنانے کی ضرورت سے سمجھتے ہیں۔ (النور، رجب ۱۳۵۳ھ)

حجاب (شرم) اور کبر میں فرق

حال: فدوی ایک مرتبہ رشتہ داروں کے ہاں گیا ہوا تھا (اور وہاں اس کو خرید و فروخت کی ضرورت نہیں پڑا کرتی) تو گوشت کی دوکان پر جانے کی ضرورت ہوتی تھی مگر نہیں گیا تھا اور ایک قسم حجاب محسوس کیا تھا۔

تحقیق: حجاب الگ چیز ہے اور کبر الگ چیز ہے۔ حجاب کی حقیقت خجلت شرم ہے جس کا سبب عادت کے خلاف کرنا ہے حتیٰ کہ اگر اس شخص کی تعظیم کا سامان عادت کے خلاف کیا جائے اس سے بھی شرمائے۔

دوسرا خط

حال: جواب سامی کے بارے میں یہ عرض ہے کہ کمترین کی طبیعت اس قسم کی معلوم ہوتی ہے کہ اگر (کوئی) اس کی تعریف کرتا ہے تو شرم معلوم ہوتی ہے اور اگر تعظیم کرتا ہے مثلاً جانے آنے کے وقت کھڑا ہو گیا۔ کھانے وغیرہ میں تکلف کیا تو اس سے شرم نہیں معلوم ہوتی ہے بلکہ ایک قسم مسرت محسوس ہوتی ہے۔

تحقیق: کیونکہ یہ معاملات عادت کے خلاف نہیں لیکن اگر کوئی ہاتھی پر بٹھا کر دس بیس سوار آگے پیچھے پہلو میں کر کے جلوس نکالے اس وقت شرم آئے گی یا نہیں۔ (النور، رمضان ۱۳۵۳ھ)

غرور کا علاج

حال: مجھ میں غرور بہت ہے جماعت کی نماز میں کوئی شخص میلا کچیلا آ جاتا ہے اس کے برابر کھڑے ہونے کو جی نہیں چاہتا۔

تحقیق: تحقیر کے سبب یا میلے ہونے کے سبب طبعی کدورت ہوتی ہے۔

حال: بعض اوقات کسی کو شرع شریف کے خلاف دیکھتا ہوں تو اس سے اپنے کو اچھا تصور کرنے لگتا ہوں۔

تحقیق: ہر اعتبار سے یا خاص اس حالت کے اعتبار سے۔ (النور، محرم ۱۳۵۴ھ)

کبر کا علاج

حال: حضرت والا نے کبر کی تفصیل پوچھ کر یہ پوچھا تھا کہ اگر عادت کے خلاف کوئی ہاتھی پر بٹھا کر دس بیس سوار پہلو میں کر کے جلوس نکالے اس وقت شرم آئے گی یا نہیں۔ اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ضرور شرم معلوم ہوگی لیکن فدوی کو اپنے نفس پر ذرہ برابر اعتماد نہیں ہے۔ اس لئے احتمال ہے کہ شرم نہ معلوم ہو اگرچہ احقر اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کرسکتا ہے۔

تحقیق: جب تک اس کے خلاف دلیل نہ ہو یہ ظاہر اور غالب ہی معتبر ہے اور اگر علاج میں مبالغہ (زیادتی) کو دل چاہے تو ایسے کام کرو جو شرع کے خلاف نہ ہوں مگر وضع کے خلاف ہوں اور لوگوں میں ذلت کا سبب ہوں۔

(النور، شوال ۱۳۵۳ھ)

بخل کا علاج

حال: التماس یہ ہے کہ حضرت میری طرف مہمان بہت مدت کے بعد آتا ہے۔ کوئی سال یا دو سال میں ایک دفعہ۔ پھر بھی مہمان کے آنے کے وقت طبیعت تنگ ہوتی ہے اور کوئی چیز جیسے مٹھائی یا میوہ کسی چھوٹے بچے کو دینا جس کے ساتھ محبت نہ ہو دل کو بہت بھاری لگتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی کو کوئی کتاب دینا بھی دل کو گوارا نہیں ہوتا ہے۔ طبیعت یہ چاہتی ہے کہ نہ کوئی میرے پاس مہمان آئے اور نہ میں کسی کے پاس جا کر مہمان ہوں۔ نہ کوئی مجھے کھانے کی چیز دے اور نہ میں کسی کو دوں۔ اگر کوئی دیتا ہے تو لے لیتا ہوں لیکن دل پسند نہیں کرتا ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ حضرت! یہ بخل کی علامت تو نہیں۔ اگر ہے تو اس کا کیا علاج کیا جائے۔

تحقیق: زیادہ حصہ آزادی کا ہے اور کچھ حصہ بخل کا ہے پہلا مبارک ہے دوسرا نہ مبارک ہے نہ نامبارک ہے جبکہ اس کی چاہت پر عمل نہ ہو ورنہ نامبارک ہے۔ مگر اختیاری جس کا علاج ممکن ہے اور کرنا چاہئے۔

(النور، شعبان، رمضان، شوال ۱۳۵۲ھ)

کبر کا علاج

حال: میرے فلاں فلاں معمولات ہیں۔ میرا دماغ کچھ کام نہیں کرتا کہ میں کس کو معمول رکھوں جس سے

میرے ظاہری باطنی امراض ختم ہوں۔

تحقیق: کیاتم یہ سمجھے ہوئے ہو کہ اوراد سے امراض ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ کہاں سے سمجھے۔

حال: میرے نفس میں عرصہ دراز سے جان بوجھ کر اس بات کی حرص و لالچ رہتی ہے کہ کاش لوگ میری تعریف کرنے اور سلام و مصافحہ میں ابتداء اور معاملات میں میری رعایت کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ مجھ سے خود سلام و مصافحہ میں پہل نہیں کی جاتی۔ معالجہ تجویز فرمائیں۔

تحقیق: اس ارادے کے خلاف عمل کرو یہی علاج ہے۔ (النور، صفر ۱۳۵۴ھ)

کبر وحسد کا علاج

حال: حضور کی بدولت الحمدللہ شہوت پرستی کبر اور حسد سے نجات ہوگئی لیکن حسد کے بارے میں یہ کیفیت باقی ہے کہ اگر کوئی شخص وہ کتابیں جو حضور کی میرے پاس موجود ہیں مانگتا ہے تو دینے سے دل رکتا ہے اور اندر سے دکھتا بھی ہے کہ کیوں دیکھتا ہے نہ دیکھے اور میں ہی مسائل سے واقف رہوں اگر یہ بھی دیکھ لے گا تو میرے برابر ہو جائے گا۔ حضرت! مجھے تو یہ خیال حب جاہ اور خصوصیت کا حصہ معلوم ہوتا ہے۔ حضرت اس کا کیا علاج کروں؟

تحقیق: بے مانگے دیکھنے کے لئے دیا کرو۔ (النور، صفر ۱۳۵۴ھ)

عجب کا علاج

حال: مجھ میں کچھ عجب کا مادہ معلوم ہوتا ہے یعنی کبھی دل میں یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، حج کر چکے ہیں اور اب راہ طریقت میں آ کر پیر بھی بے نظیر شہرۂ آفاق اور سنت کا اتباع کرنے والا پالیا۔ وکالت اور زمیندار کا کام بھی ہم خوب چلا رہے ہیں۔ کبھی یہ بھی جی چاہتا ہے کہ لوگوں کی زبان سے دنیاوی و دینی کاموں کے کرنے پر تعریف سنتا رہوں خصوصاً اس بات کو سن کر بڑی خوشی ہوتی ہے کہ حضور نہ سونا چھڑاتے ہیں نہ کھانا نہ وکالت نہ زمینداری تو ایسا شیخ تو شاید ہی کسی نے پایا ہو جو وکالت و زمینداری رکھ کر ہر طرح کی اصلاح کا سامان بتائے اور اس قدر شفقت رکھے۔ میں تو پہلے سمجھتا تھا کہ جب تک انسان اپنے کو ان دونوں پیشوں سے علیحدہ نہ کرے اس وقت تک اصلاح ناممکن ہے۔ اوپر کی وجہوں کی وجہ سے مجھ کو خود پسندی معلوم ہوتی ہے اور کبھی کبھی دوسروں کی یعنی جو اپنے ہم جنس ہیں ان کی تحقیر معلوم ہوتی ہے اور افسوس معلوم ہوتا ہے کہ ان کو حضور کے دربار میں حاضر ہونا نصیب نہ ہوا۔

تحقیق: اگر نعمتوں کے استحضار کے ساتھ اس کا استحضار بھی کرلیا جائے کہ یہ نعمتیں میرے استحقاق (حق) کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی دین ہیں اگر وہ چاہیں ابھی چھین لیں اور یہ ان کی رحمت ہے کہ حق کے بغیر عطا فرما رکھی ہیں۔ دوسروں کے بارے میں اس کا استحضار کرلیا جائے کہ اگرچہ یہ لوگ ان خاص فضیلتوں سے خالی ہیں لیکن ممکن ہے کہ ان کو ایسی فضیلتیں دی گئی ہوں کہ ہم کو ان کی خبر نہ ہو اور ان کی وجہ سے ان کا رتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہو تو ان دونوں استحضار کے بعد جو خوشی رہ جائے گی وہ عجب نہیں ہوگی یا تو طبعی فرحت ہوگی جو بری نہیں اور یا شکر ہوگا۔ جب انعام کرنے والے کے احسان کا بھی استحضار ہو جس پر اجر ملے گا۔ (النور، صفر ۱۳۵۴ھ)

کبر کا علاج

حال: عیوب کا استحضار کر کے کبر کا علاج کرتا ہوں مگر اب تک کامیابی نہیں ہوئی۔

تحقیق: کرتے کرتے سب ہو جاتی ہے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

کبر کا علاج

حال: اللہ تعالیٰ کے فضل سے معمولات پورے ہو رہے ہیں ① فی الحال کبر معلوم نہیں ہوتا ہے۔ دو چار باتیں حضرت بتا دیں تاکہ امتحان کروں کہ باقی ہے یا کہ چلا گیا۔ ② حضرت کی محبت کا غلبہ بہت ہے نماز میں بھی اکثر خیال ہوتا ہے اور کبھی کبھی خشوع کے لئے کر لیتا ہوں۔ ③ نماز میں دل خوب لگ جاتا ہے اور خشیت الٰہی کا غلبہ بڑھ جاتا ہے۔ حضرت محبت کے علاوہ کوئی اور عمل نہیں ہے اللہ تعالیٰ اس کو باقی رکھیں اور رہبر طریق بنائیں۔ ④ جانے کو جی بالکل نہیں چاہتا مگر مدرسہ کی وجہ سے کل میرا جانے کا ارادہ ہے۔ ⑤ حضرت کی دعا کا ہر وقت بہت محتاج ہوں۔ ⑥ حضرت خوف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بولنے کی ہمت نہیں ہوتی۔

تحقیق: ① دو چار جزئیات امتحان کے لئے کافی نہیں۔ بعض طبیعتوں کی خاصیت یہ ہے کہ بعض معاملات میں کبر پیدا نہیں ہوتا بعض میں ہوتا ہے۔ اس لئے اس امتحان میں نہ پڑیئے اگر کسی خاص واقعہ میں شبہ پیش آئے گا اس کی اطلاع کر کے مشورہ مناسب ہوگا۔ ② نماز میں جان بوجھ کر میرا خیال نہ کیا جائے ③ انشاء اللہ یوں ہی ہوگا ④ بعض دوری قریب سے زیادہ نافع ہوتا ہے ⑤ دل سے دعا ہے ⑥ اس کا منشا محبت کے ساتھ عظمت کی ملاوٹ ہے جو طریق میں بہت ہی نافع ہے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ)

کبر کا علاج

حال: بندہ اپنے اندر ایک مہلک مرض پاتا ہے۔ وہ یہ کہ بندہ جب کہیں جاتا ہے تو بیٹھنے کے واسطے اگر کسی سے

کم درجہ ملے تو دل میں ایک جلن پیدا ہوتی ہے کیونکہ یہ لوگ علماء کی اہانت کرتے ہیں۔ یہ بات بندہ کو یاد آتی ہے اور خیال ہوتا ہے کہ یہ بھی ایک قسم کی علم دین کی ذلت ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ کبر ہے یا نہیں۔ اگر کبر ہے تو حضور برائے مہربانی علاج فرمائیں۔

تحقیق: مبتدی کے لئے تو کبر ہی ہے۔ عملی علاج یہ ہے کہ جان بوجھ کر نیچے کے درجہ میں بیٹھے۔

(النور، جمادی الاخری ۱۳۵۴ھ)

عجب وتکبر کا علاج

حال: بندہ حضرت کی بابرکت وعزت خدمت میں عرض ہے کہ (میرے) مربی اب میں ایک بات پوچھتا ہوں کہ افتخار وتکبر اختیاری کی ہر قسم جو نفس میں موجود ہو وہ ختم کرنے کے قابل ہے یا نہیں جیسا کہ اس مشہور مقولے میں ہے کہ (التواضع مع التواضعین التکبر مع المتکبرین) کہ تواضع متواضع لوگوں کے ساتھ کرنا چاہئے اور تکبر متکبر لوگوں کے ساتھ کرنا چاہئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبر وافتخار کی کچھ صورتیں ایسی ہیں جن کو ختم کرنا ضروری نہیں ہے۔

تحقیق: مبتدی کے لئے سب کو ختم کرنا ضروری ہے۔

حال: اگر امامت کے دوران عجب وتکبر کا خیال آتا ہوا محسوس کروں تو اس کا علاج کس طرح کروں کیا امامت چھوڑ کر کسی کے پیچھے مقتدی بن جاؤں یا کوئی اور علاج کروں؟

تحقیق: کیا دوسرا امام صحیح قرآن پڑھنے والا اور مسائل کو جاننے والا موجود ہے۔

حال: اسی طرح اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے یہی خیال اور وہم آئے تو اس خیال سے اس کام کو چھوڑ دیا جائے یا کیا کیا جائے۔

تحقیق: کیا جس شخص کو تبلیغ کی جارہی ہے اس کو تبلیغ کی جاچکی ہے یا نہیں؟

حال: اسی طرح اچھے صاف ستھرے کپڑے پہنتے وقت کبھی نفس خود کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اس عجب وکبر کے خوف سے عین اس حالت میں بہت بوجھ ہوتا ہے اس کے بارے میں بھی رہنمائی فرمائیں۔

تحقیق: نفس کی برائیوں کا استحضار کیا جائے۔

(نوٹ از کاتب): زبانی فرمایا کہ ان کو یہ لکھا ہے اور بعض کو ایسے موقع پر عمدہ لباس پہننے کو بھی منع لکھا ہے۔ سب کے لئے ایک ہی علاج نہیں اور اس اختلاف کا معیار صرف دل کی گواہی ہے اندازوں سے ہر ایک کے لئے الگ علاج کا مناسب ہونا معلوم ہوجاتا ہے۔ (النور، شوال ۱۳۵۴ھ)

کبر کا شبہ

حَال: گذارش یہ ہے کہ ایک روز مغرب کے وقت مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک کم حیثیت کا آدمی میرے برابر میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا کہ آپ روزے سے ہیں۔ میں نے اسے جواب تو دیا کہ نہیں لیکن اس کا یہ پوچھنا ناگوار گزرا کہ میں روزہ سے ہوں یا نہیں اس کو کیا حق تھا ایک فضول سوال کیا۔ اس شخص سے کچھ بے تکلفی بھی نہیں ہے۔ بعد میں خیال ہوا کہ اس نے خیر خواہی کی نیت سے پوچھا شاید وہ کہنے کو تھا کہ روزہ کا وقت ہوگیا کھولئے۔ اس کے پہلے روز روزہ کھولتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ اگر یہ کبر کی وجہ سے ہو تو حضرت اس کا علاج تحریر فرمائیں۔

تحقیق: دور کے احتمال کا اعتبار نہیں ظاہر تو اس کی بدتمیزی و بے اصولی ناگوار ہوئی۔

حَال: کم درجہ کے لوگوں کو تم کہہ کر خطاب کرتا ہوں اور امیروں کو آپ کہہ کر۔ کیا یہ کبر کی وجہ سے ہے؟

تحقیق: یہ کبر نہیں ”نزلوا الناس منازلھم“ (کہ لوگوں سے ان کے مرتبے کے مطابق سلوک کرو) تو تعلیم ہے۔ (النور، ذی قعدہ ۵۴ھ)

کبر کی علامات اور ان کا علاج

حَال: اور حضرت والا کے اصل قاعدہ کے مطابق میں اپنا ایک مرض پیش خدمت کرتا ہوں جو بندہ نے اوپر بھی عرض کیا یعنی کبر اس کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔ ① تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی گناہ کرتا ہوا نظر آئے اور بندہ اس کو نہ کرتا ہو تو دل میں اپنے آپ کو اچھا نہ سمجھنے کا خطرہ گزرتا ہے۔

تحقیق: اس خطرہ کو اچھا سمجھتے ہو یا اس خطرہ سے نفرت و کراہت کرتے ہو۔

حَال: ② اور اگر اس شخص کو اس گناہ سے منع کرتا ہوں تو تیز زبان سے منع کرتا ہوں تاکہ یہ شخص یہ سمجھے کہ یہ تو بڑا گناہ سے پاک ہے جبھی تو تیزی سے منع کرتا ہے۔

تحقیق: یہ تیزی اختیاری فعل یا غیر اختیاری فعل ہے۔

حَال: ③ نفرت طبعی ہے یا اعتقادی ہے اور اپنے عیوب کے احتمال اور ان کے استحضار کے ساتھ ہے یا بغیر احتمال و استحضار کے ہے۔

حَال: ④ اور ایک علامت یہ ہوتی ہے کہ عام لوگ جو نماز وغیرہ شریعت کے احکام کے پابند ہیں اور عام طور پر گناہوں میں مبتلا ہیں ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔

تحقیق: اس میں بھی وہی سال ہے جو اوپر والے نمبر میں ہے۔

حال: ⑤ اور ان کے ساتھ اپنے سے بڑا اور اچھا جیسے نرمی اور تعظیم کا برتاؤ نہیں کرتا ہوں۔

تحقیق: یہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری ہے۔

حال: ⑥ اور ایک علامت اپنے کو اچھا سمجھنے کی یہ پاتا ہوں کہ اگر کوئی میری تعریف کرے اور کہے کہ تم مجھ سے اچھے ہو تو اس وقت اس کی بات رد کرنے کے لئے کہتا ہوں کہ نہیں صاحب آپ کو کیا پتہ میرے اندر بڑے بڑے عیب ہیں۔ آپ مجھ سے بہت اچھے ہیں۔ میں بہت خراب ہوں آپ کے پیر کی خاک کے برابر ہوں لیکن دل کی حالت اس قول کے مطابق نہیں پاتا بلکہ کبھی معلوم ہوتا ہے کہ فقط زبان ہی سے کہہ رہا ہوں اور اس شخص کو خالص دھوکہ دے رہا ہوں۔

تحقیق: اس احتمال کے ہوتے ہوئے زیادہ حفاظت کی بات یہ ہے کہ بالکل خاموش رہو۔ اور اگر ممکن ہو تو اور کسی گفتگو کا سلسلہ شروع کر دو تاکہ وہ تذکرہ ختم ہو جائے۔

حال: بندہ نے ان امراض سے بچنے کی بہت کوشش کی مگر افسوس یہ ہے کہ کامیابی نہ ہوئی۔ حضرت والا کی خدمت اقدس میں عرض ہے کہ ان امراض کا علاج ارشاد فرمائیں۔

تحقیق: علمی اور عملی طور پر ایک ایک چیز کا فیصلہ کرتے جاؤ یعنی پہلے ایک چیز کو پیش کر کے اس کے بارے میں تعلیم حاصل کر کے اور اس پر عمل کر کے جب مضبوطی ہو جائے دوسری چیز کے ساتھ یہی برتاؤ کرے۔

حال: اور دعا بھی فرمائیں کہ بندہ کو تمام رذائل (برائیوں) سے نجات ہو جائے۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

حال: اور دوسرے بندہ نے یہ طے کر لیا ہے کہ جہاں سے اپنے امراض نفس واضح ہوئے ان کا علاج بھی انشاء اللہ وہیں سے حاصل ہوگا میں اپنے آپ کو حضرت والا کے بالکل سپرد کرتا ہوں اور جو کچھ حضرت والا طریقہ اصلاح اور علاج تجویز فرمائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اس پر بخوشی عمل کروں گا۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔

(نوٹ تمہیدی): انہوں نے ایک خط میں لکھا تھا کہ جو شخص میرا وعظ سن کر بشاشت (خوشی) ظاہر نہ کرے اس سے ناگواری ہوتی ہے۔ یہ برا تو نہیں اس پر پوچھا گیا کہ اگر ایسا شخص وعظ کی درخواست کرے تو وعظ کہہ دو گے یا انکار کر دو گے۔

"اس کے جواب میں یہ خط آیا"

حال: وعظ کی درخواست کے بعد طبعا تو گرانی رہے گی لیکن عقلا اجر کا سبب سمجھ کر اس کی خواہش پوری کردوں گا۔

تحقیق: بس تو برا نہیں۔

حال: دوسری بات میں شبہ یہ ہے کہ یہ ایسی حالت تو نہیں جیسے عمدہ لباس پہن کر انسان اپنے آپ ہی کو دیکھنے لگے۔

تحقیق: دونوں میں فرق ہے۔ ایسا لباس ضروری نہیں اور ایسا وعظ ضروری ہے۔ (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ)

تکبر کا علاج

حال: عرض یہ ہے کہ میں اپنے اندر تکبر کے آثار محسوس کرتا ہوں جیسا کہ کبھی خیال ہوتا ہے کہ میں اپنے علم و عمل میں فلاں فلاں آدمی سے بہتر ہوں۔ پھر اس کے علاج کے لئے میں اپنے دل میں یہ خیال پیدا کر لیتا ہوں کہ عمل اللہ تعالیٰ کی مرضی وتوفیق پر موقوف ہے جو صرف فضل خداوندی ہے اور خاتمہ پر عمل کا اعتبار ہے اور خاتمہ کس کو معلوم نہیں ہے تو میں ان سے بہتر کیسے ہوں۔ اسی طرح علم بھی خداوند تعالیٰ کی عنایت ہے۔ اس پر تکبر کرنا بے وقوفی ہے۔ دوسرے علم بے عمل جہل سے بھی برا ہے اور ممکن ہے کہ کوئی بے علم شخص تواضع اور عمل کی بدولت خدا کا محبوب بن جائے اور کوئی عالم تکبر اور گناہ کی وجہ سے عنداللہ مبغوض ہو جائے۔ لہٰذا مجھ جیسے نالائق گنہگار کو علم پر تکبر نہیں کرنا چاہئے۔ اب حضرت سے التجا ہے کہ خیالات مذکورہ تکبر ہے یا نہیں۔

تحقیق: ہے۔

حال: اگر ہے تو ان کے دفع کرنے کے لئے جو صورتیں عرض کی گئیں وہ صحیح ہے یا نہیں؟

تحقیق: صحیح ہیں۔ (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ)

کبر وحسد کا علاج

حال: احقر مغرب سے پہلے مصلیٰ کے قریب بیٹھا تھا کہ ایک صاحب جو کہ یہاں سب رجسٹرار ہیں مسجد میں تشریف لائے۔ ان سے احقر کی کچھ جان پہچان نہیں ہے۔ انہوں نے ایک اور مولوی صاحب سے مصافحہ کیا اور بیٹھ گئے۔ اس پر احقر کو یہ خیال ہوا کہ مجھ سے نہیں ملے اور ان صاحب سے ملے۔ فوراً ہی اس کے معنیٰ ذہن میں آئے کہ یہ حسد ہے۔ اس پر احقر نے نفس کو ملامت بھی کی مگر اس خط کا مضمون لکھتے وقت یہ بھی خیال ہوا کہ شاید یہ کبر ہو۔ چونکہ خود کو بڑا سمجھ کر یہ خیال ہوا کہ مجھ سے کیوں نہیں ملے جو بات نفس پر گزری تھی عرض کر دی۔ اس پر

جو حضرت والا ارشاد فرمائیں۔

تحقیق: احتیاطا دونوں مرضوں کا علاج ضروری ہے۔ حسد کا اس طرح کہ محسود (جس پر حسد کی جائے) کے لئے ہر نماز کے بعد دعا کی جائے اور معاملات میں اس کی تعظیم کی جائے اور لوگوں میں اس کی تعریف کی جائے اور کبر کا علاج اسی میں شامل ہوگیا۔ (النور، شوال ۱۳۵۶ھ)

رسالہ حل الاشکال علی ضرورۃ الشیخ مع وجود الاختیار فی الاعمال

کبر کا علاج

حال: حضرت المخدوم والمکرم ذوالمجد والمعظم حکیم الامت مجدد الملت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب عمت فیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعدہ عرض ہے کہ بندہ نے حضرت والا کے ساتھ اصلاح کا تعلق قائم کیا ہے۔ حضرت نے یہ طریقہ تجویز فرمایا تھا کہ نفس کی ایک ایک حالت لکھو اور میرے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرو۔ چنانچہ میں نے اپنے اندر وہ باتیں جو کبر پر دلالت کرتی ہیں پا کر ان کی اصلاح کے متعلق درخواست کی تھی۔ حضرت نے تحریرا سوال فرمایا تھا کہ یہ باتیں اختیاری ہیں یا غیر اختیاری ہیں؟ میں نے جواب میں پہلی صورت (یعنی اختیاری ہیں) عرض کی تھی۔ حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہے۔ اب کیا سوال باقی رہا۔ بحمد اللہ تعالیٰ میں نے وہ باتیں چھوڑ دیں مگر کبھی کبھی خیال نہ رہنے کی وجہ سے کر جاتا ہوں جس کی تلافی بعد میں ندامت اور توبہ سے کر لیتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ آئندہ انشاء اللہ العزیز خیال رکھوں گا۔

اب میں حضرت والا سے ایک بات پوچھتا ہوں (اور واللہ العظیم وباللہ الکریم حاشا ثم کلا اس سے اعتراض مقصود نہیں بلکہ صرف ایک شبہ جو کہ پیش آیا ہے) اس کے حل کے لئے اور وہ یہ کہ شریعت مقدسہ کے سارے احکام اختیاری ہیں اور میرے اندر بھی ظاہری و باطنی (اخلاق کے بارے میں نہ کہ عقائد بفضلہ تعالیٰ عقائد تو درست ہیں) اس لئے وہ امور بھی اختیاری ہی ہیں۔ اب ان کو حضرت والا کے سامنے اظہار کر کے ان کی اصلاح کا طریقہ معلوم کرنے کے بارے میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ اس کا جواب وہی ہے جو کہ اوپر مذکور ہوا کہ اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہے لہٰذا اب معلوم ہونے کے باوجود پھر خواہ مخواہ حضرت والا کو تکلیف دینا یہ غیر

مناسب معلوم ہوتا ہے اور اگر اس وجہ مذکورہ کی وجہ سے اظہار امراض نہ کروں اور خود بخود اپنے طور پر یہ خیال کر کے کہ یہ بات اختیاری ہے لہٰذا اس کو اظہار کرنے کی ضرورت نہیں (جواب مذکور معلوم ہونے کی وجہ سے) بلکہ اپنے اختیار سے تو کلا علی اللہ ہمت کر کے اس کو ترک کروں گا۔ اور اگر غیر اختیاری ہے (مثلاً وساوس وغیرہ) تو اس کا مواخذہ نہیں ہے۔ اس لئے اس کے بھی اظہار کی ضرورت نہیں ہے۔ تو یہ خیال آتا ہے کہ پھر حضرت والا سے جو اصلاح کے لئے تعلق قائم کیا ہے تو اس کا سلسلہ اب قائم کیسے رہ سکتا ہے۔ حالانکہ اصلاح کا سلسلہ تو بہت طویل ہے اور بہت مدت تک خط و کتابت و عرض حالت کے بعد اصلاح کا حصول ہوتا ہے اس لئے اس وقت یہی شبہ ہو کر اظہار امراض سے (تو جواب پر موقوف ہو کر) رکاوٹ بنا۔ جناب والا سے امید کرتا ہوں کہ اس کا حل فرما کر احقر کو تشفی بخش کر سرفراز فرمائیں۔ فقط والسلام مع الاکرام

تحقیق: السلام علیکم۔ نفیس سوال ہے جس کا اللہ تعالیٰ کی حدود سے آسان جواب ہے مگر اس سوال کے جواب کے لئے ایک اور سوال کے جواب سے مدد ملے گی۔ اس لئے فی الحال اسی کو کافی سمجھتا ہوں وہ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ طبی کتابوں میں تمام غذاؤں اور دواؤں کے فوائد اور نقصانات صاف لکھے ہوتے ہیں۔ جس ہر شخص مرض میں مبتلا ہونے سے پہلے مطالعہ کر کے کامل احتیاط کر سکتا ہے اور جو کسی اتفاق سے مرض میں مبتلا ہو جائے تو طبی کتابوں میں ہر مرض کی علامات دیکھ کر مرض کی تشخیص اور تدبیرات دیکھ کر مرض کا علاج کر سکتا ہے۔ پھر طبیب کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے تو اس سوال کا کیا جواب ہوگا۔ اسی جواب ہی سے اس موجودہ سوال کا حل بھی ہو جائے گا۔ فقط

نوٹ: یہ اجمالی جواب ہے جو مقصود میں کافی ہے اور ایسے ہی سوال کا ایک تفصیل جواب بھی ہے جو مقصود میں زیادہ وافی ہے جو خط کی صورت میں ماہ محرم ۱۳۵۱ھ کے رسالہ النور میں بہ سلسلہ تربیۃ السالک شائع ہوا ہے جو اس عبارت سے شروع ہوا ہے۔ ''احقر اس سال دورۂ حدیث میں شریک ہے اور اس عبارت پر ختم ہوا ہے۔ ''متقدمین کو کم ضرورت تھی'' اس کو بھی ضرور دیکھ لیا جائے۔ لیکن اس کے ص ۱۰ میں کتابت کی بعض غلطیاں رہ گئیں ان کو درست کر لیا جائے۔ س ۵ میں ابتدائی کی جگہ صحیح ابتدا ہے اور س ۸ میں بلکہ کی جگہ ملکہ ہے اور س ۱۷ میں پر کی جگہ پھر ہے اور رسالہ حل الاشکال الخ دونوں اجمالی و تفصیلی جوابوں کے مجموعہ کا لقب ہے۔ فقط

(النور، ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ)

تمت رسالة حل الاشكال

پہلا خط

غیبت کا علاج

حال: حضرت والا! غیبت کرنے اور سننے کا مرض ہے۔ علاج ارشاد فرمائیں۔

تحقیق: ① غیبت کے وقت سزا کا استحضار ② بولنے سے پہلے غور و فکر کرنا ③ غیبت کے بعد معافی مانگنا ④ اپنے اوپر نقد کا یا نوافل کا کچھ جرمانہ مقرر کرنا۔

دوسرا خط

حال: فرمائے ہوئے طریقہ پر عمل کرتا ہوں جس درجہ میں مجھ سے کوتاہی ہو رہی ہے نمبروار درج کرتا ہوں تا کہ جناب والا اس کی اصلاح فرمائیں۔ یہ مرض مجھ میں ایسا پکا ہوگیا ہے کہ جانے کا نام ہی نہیں لیتا ① کبھی سزا کا استحضار بالکل نہیں رہتا اس کا کیا علاج کروں کہ استحضار رہے؟

تحقیق: آہستہ آہستہ استحضار پکا ہو جائے گا لگا رہنا چاہئے۔

حال: ② غور و فکر بھی بہت کم ہوا اور پھر بھی غیبت ہو ہی گئی۔ غور و فکر کے لئے کون سی تدبیر اختیار کروں۔

تحقیق: وہی جواب ہے۔

حال: غیبت کے بعد لوگ یہاں موجود تھے ان میں سے ہر ایک سے معافی مانگ لی جو یہاں سے چلے گئے ان میں سے جن کا پتہ معلوم ہے ان سے بذریعہ خط معافی مانگ لوں۔ اور جن کے پتے نہیں معلوم ان کے بارے میں کیا کروں۔

تحقیق: ان کے لئے استغفار (کریں)۔

حال: (غیبت کا) جرمانہ چار نفل مقرر کیا ہے مگر اس کے باوجود غیبت ہو ہی جاتی ہے۔ مگر کمی کے ساتھ۔

تحقیق: وہی اوپر والی تدبیر۔ (النور، محرم ۱۳۵۴ھ)

غصہ اور کبر کا علاج

حال: خاص طور پر دو مرض ایسے ہیں کہ دماغ سے شاید ہی کسی وقت یہ جدا ہوتے ہوں۔ غصہ اور زود رنجی۔

تحقیق: طبیعت کے ابھار نقصان دہ نہیں ہیں اگر ان کی وجہ سے نقصان دہ اعمال نہ ہوں۔

حال: اور کبر و خود پسندی۔

تحقیق: ان کا بھی وہ درجہ جو غیر اختیاری ہو نقصان دہ نہیں ہے جب کہ اس کی چاہت پر اختیار سے عمل نہ کیا جائے۔

حال: غصہ کے لئے موت اور اللہ تعالیٰ کے انتقام کا مراقبہ بہت ہی کرتا ہوں مگر اس میں کمی نہیں ہوتی گو اگر چہ الحمد للہ چاہت پر عمل سے اکثر ہی رک جاتا ہوں۔

تحقیق: وہ کمی مطلوب یہی ہے (جس کے نہ ہونے کی شکایت کی گئی ہے) اگر چہ (ابھارنے کی) کیفیت میں کمی نہ ہو۔

حال: مگر اس اذیت سے نجات نہیں ہوتی۔

تحقیق: گناہ سے نجات کافی ہے اس حالت میں اگر اذیت ہو مجاہدہ ہے۔

حال: کبر کی بھی یہی کیفیت ہے اگر چہ اس کی چاہت پر عمل نہیں ہے۔

تحقیق: بس کافی ہے وقد سبق (پہلے گزر چکا)۔

حال: اور حضرت کے ارشاد کے مطابق حکم کے اس طرح ادا ہو جانے پر مطمئن ہو جانا چاہئے مگر اس میں ایک اشکال یہ ہے کہ بعض صورتوں میں چاہت پر عمل کے بغیر بھی چارہ نہیں۔

تحقیق: عمل اگر (شرعی) حدود کے اندر ہے وہ برا ہونے میں داخل نہیں ہے۔

حال: کیا عرض کروں اس مجموعۂ خباثت کی تفصیل عرض کرتے ہوئے حیا آتی ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں۔ صورت یہ ہے کہ اس احقر کا کوئی عمل بھی ایسا نہیں جس کا سبب کبر نہ ہو۔ ملنے والوں سے اخلاق و تواضع یہ بھی اس سے خالی نہیں کہ تعریف کرنے والے پیدا ہوں گے۔ سلام میں پہل کرنا یہ بھی اس سے خالی نہیں۔ لوگ سنت پر عمل کرنے والا اور تواضع کرنے والا سمجھیں گے، کوتاہی کا اعتراف اس لئے کہ حق پسند کہیں گے۔ دوسرے کا احترام اس لئے کہ وہ بھی اس طرح پیش آئے۔

تحقیق: ان اغراض کی نیت یعنی عمل سے پہلے جان بوجھ کر اختیار سے بے شک ممنوع ہے اور خیالات و احتمالات سے گہرائی میں اثر لینا منع ہے۔

حال: دھوکہ وحیلۂ نفس کی یہ کیفیت ہے کہ اپنی شرارت وتاویل سے شر کو بھی خیر بنالے۔ کوئی شخص بغیر سلام بات شروع کرے (تو اس بات سے) متاثر ہو کر جواب نہ دینا چاہتا ہوں اس لئے کہ خلاف تہذیب وشان کیا اور سامنے حدیث کے مضمون کو رکھ لیتا ہوں (کہ حدیث میں ہے کہ جو سلام سے پہلے بات کرے اس کا جواب مت دو)۔

تحقیق: وہی تفصیل جو ابھی ذکر کی وہی یہاں بھی ہے۔

حال: آہ حضرت! کہاں تک عرض کروں دوسرے امراض تو ہیں ہی مگر دو مرض تو قلب و دماغ اور جوارح پر ایسے مسلط ہوگئے کہ ایک مستقل دق کی شکل اختیار کرتے نظر آ رہے ہیں۔

تحقیق: ایک شق اس کو نہ ہونے دے گی۔

حال: اور اس سے زیادہ کیا عرض کروں میری اس وقت کی اس ساری تحریر و گذارش کا سبب بھی یہی خبث (خرابی) ہے کہ حضرت میری حیات صحیحہ کی داد دیں گے۔

تحقیق: اگر میں صحیح سمجھتا تو تفصیل کیوں کرتا تو داد کہاں ہوئی تو فریاد بے کار ہے۔ پھر اس کے علاوہ ایک نکتہ قابل نظر ہے جس شخص سے دین کی اصلاح کا تعلق ہو اس کی نظر میں محمود و ممدوح ہونے کی کوشش کرنا بھی اصلاح میں شامل ہے کہ وہ خوش ہوکر اصلاح کی طرف زیادہ توجہ کرے گا۔ "وقل من تنتبه له او نبه عليه" (بہت کم لوگ ہیں اس پر متنبہ ہوئے یا اس پر تنبیہ کی گئی ہے)۔

حال: جھوٹا ہوں میں اگر علاج کرانے کا دعویٰ کروں۔

تحقیق: نفس پر ایسی بدگمانی اوپر مذکور ہو چکی ہے۔

حال: "اللهم اغفر وارحم واعف عن كل الرذائل" (اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں اور رحم فرمائیں اور تمام برائیوں کو درگذر فرمائیں) نہ مقتضا پر عمل (کرنا) مناسب (ہے) نہ ہی اس کو چھوڑنا دونوں میں نفس کی خوشی ہے سمجھ میں نہیں آتا کیا کیا جائے۔

تحقیق: (شرعی) حدود اس اشکال کا حل ہیں۔ (النور، صفر ۱۳۵۷ھ)

گھر میں اچھا لباس پہنانا منتہی کے لئے نقصان دہ نہیں ہے

حال: حضور کی تعلیم کی برکت سے اس ناچیز کی اہلیہ بہت نیک اور میری بے حد فرمانبردار ہے۔ میں بھی اسے بہت خوش رکھتا ہوں۔ عام طور پر تو بفضلہ تعالیٰ یہ ناچیز اس بات کا منتظر نہیں رہتا کہ عام عورتیں میری اہلیہ سے عزت کا سلوک کریں مگر دل یہ چاہتا ہے کہ میں اپنی اہلیہ کو دنیوی لحاظ سے بھی باقی عورتوں سے ممتاز دیکھوں۔ اگر کسی رئیس یا اہلیہ کے گاؤں کی کوئی امیر عورت ہمارے گھر میں آنے والی ہو تو دل میں خواہش ہوتی ہے کہ اہلیہ دھلے ہوئے صاف ستھرے کپڑے پہنے۔ اس وقت دو خیال دل میں ہوتے ہیں ایک یہ کہ وہ میری اہلیہ کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں۔ دوسرے یہ کہ اہلیہ کو اچھی حالت میں دیکھ کر ان کے دل میں دین کی قیمت پیدا ہوگی۔

چنانچہ ایک دو موقعوں پر فرمائش کر کے اہلیہ کو میں نے صاف ستھرے کپڑے پہنائے ہیں مگر جب غور کرتا ہوں تو حقارت سے بچنے اور اہلیہ کو عام عورتوں سے ممتاز حالت میں دیکھنے کی خواہش غالب معلوم ہوتی ہے۔ دل میں کئی دفعہ کھٹک ہوئی کہ اس خواہش میں حب جاہ کی ملاوٹ ہے۔ حضرت عالی! اگر یہ واقعی مرض ہو تو اس کا علاج ارشاد فرمائیں۔ جس طرح حضور ارشاد فرمائیں گے دل و جان سے اس پر عمل کروں گا۔

تحقیق: یہ فرق منتہی کے لئے تو نقصان دہ نہیں وہ علم اور عمل کے اعتبار سے (شریعت کی) حدود (کی رعایت کرنے) پر قادر ہے مگر مبتدی کو اس میں دھوکا ہو جاتا ہے اس کے لئے زیادہ محفوظ بات یہی ہے کہ اس کا اہتمام بالکل چھوڑ دے۔ اگر کوئی حقیر سمجھے اس کو گوارا کرے۔ (النور، شوال ۱۳۵۸ھ)

کبر کا علاج

حال: امراض کے علاج میں کبر کا علاج عیوب اور گناہوں کے مراقبہ سے بحمد اللہ فائدہ ہوا ہے۔ اب اکثر اپنے کو اپنی حیثیت میں سمجھتا ہوں کسی کی تحقیر و تذلیل بلکہ گالیوں سے بھی پہلے جیسا اثر بحمد اللہ نہیں ہوتا۔ غصہ بھی کم آتا ہے۔ آتا ہے تو بہت جلد تنبہ ہو جاتا ہے۔ فالحمد اللہ علی ذالك۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ ثبات و مضبوطی عطا فرمائے۔

حال: اگر ایسے میں دوسرے مرض کی طرف متوجہ ہونا مفید ہو تو امراض بہت اور بہت ہی خبیث ہیں۔

تحقیق: ہاں علاج کے لئے متوجہ ہونا مفید ہے۔ (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۸ھ)

حب جاہ و تکبر کا علاج

حال: احقر نے عریضہ منسلکہ میں ایک بری عادت کا علاج پوچھا تھا کہ مجھ میں حب جاہ معلوم ہوتا ہے اور اس کی مثال یہ دی تھی کہ بازار وغیرہ میں تنہا جاتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی ہے۔ حضرت والا نے ازراہ شفقت یہ علاج تحریر فرمایا کہ بہ تکلف آباد راستوں سے تنہا بازار جایا کروں۔ چنانچہ حسب تجویز حضرت والا ایک عرصہ تک اس پر عمل کرنے سے اب وہ بات نہیں رہی۔

تحقیق: الحمد للہ۔

حال: لیکن ایک مرتبہ اپنے رشتہ داروں میں گیا۔ بارش وغیرہ کی وجہ سے راستہ خراب تھا۔ گرنے کا اندیشہ تھا اس لئے سامان کو اپنی پیٹھ پر خلاف عادت باندھ لیا۔ مگر جب ان رشتہ داروں کے گھر کے قریب پہنچا تو حجاب محسوس ہونے لگا کہ ایسی حالت میں جاؤں کہ پیٹھ پر سامان ہے مجبوراً بغل میں دبایا۔ اس حجاب سے احقر کو خیال ہوا کہ

کہیں نفس کا مکر نہ ہو اور یہ بھی خیال ہوا کہ یہ عادت کے خلاف ہونے سے ہے۔ اب حضرت والا تحریر فرما کر ممنون فرمائیں کہ یہ کوئی مرض تکبر وغیرہ ہے یا خلاف عاد ہونے کا عار (شرم) ہے۔

تحقیق: دونوں احتمال ہیں لیکن علاج تو مرض کے شبہ میں بھی احتیاط کی بات ہے۔

حال: بہر حال حضرت والا اس کا بھی علاج تحریر فرمائیں۔

تحقیق: وہی بہ تکلف خلاف نفس کرنا۔ (النور، رجب ۱۳۵۹ھ)

کبر کا علاج

حال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آداب خادمانہ کے بعد عرض ہے کہ مجھے اپنے اندر حب جاہ کا مرض معلوم ہوتا ہے۔ بازار سے زیادہ مقدار میں چیز لانے سے حجاب معلوم ہوتا ہے جیسے گھی، ترکاری، گوشت حضور والا کوئی علاج تجویز فرمائیں۔

تحقیق: السلام علیکم۔ یہ سوچ کر بتایا جائے کہ اگر بازار میں سے جلوس آپ کا اس طرح نکالا جائے کہ ہاتھی پر سوار کیا جائے اور گھوڑے سوار دونوں طرف پہلوؤں میں ہوں اور جھنڈی بردار یہ اعلان کرتے جائیں کہ حضور پرنور بڑے کامل ہیں جن کو زیارت کرنا ہو زیارت کرلیں تو اس شان وشوکت سے بھی کچھ حجاب معلوم ہوگا یا نہیں؟

ان ہی صاحب کا دوسرا خط

حال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آداب خادمانہ کے بعد عرض ہے کہ جو صورت حضور والا نے تحریر فرمائی ہے اس صورت میں بہت حجاب معلوم ہوگا۔

تحقیق: تو گوشت ترکاری کا نہ لانا کبر نہیں بلکہ طبعی شرمندگی ہے جس پر برائی نہیں اگر پھر بھی شبہ رہے تو استغفار سے تلافی کرلی جائے۔ (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ)

جب غصہ نہ آئے اس وقت جتنی سزا کا مستحق ہو اتنی ہی سزا دی جائے

حال: حضرت اقدس! یہاں اسکول میں یہ ناچیز اپنے فرض کو تندہی اور دیانتداری سے پورا کرتا ہے مگر سزا دیئے بغیر طلباء کام نہیں کرتے اور طلباء اچھے نہ نکلیں تو افسران تنگ کرتے ہیں۔ اس ناچیز نے طلباء کو سزا دینے کے کا ایک اصول مقرر کر رکھا ہے اس کے مطابق چلتا ہوں۔ اصول یہ ہے کہ سزا صرف اس سبق پر دیتا ہوں جو اچھی طرح پڑھا دوں اور طلباء کو ایک دن پہلے بتا دوں کہ یہ سبق میں کل سنوں گا یاد کرکے آنا۔ پھر بھی سنتے وقت طلباء کو بہت مواقع دیتا ہوں جس لڑکے کے بارے میں ظاہر ہو جاتا ہے کہ یاد کرنے کی کوشش تو خوب کی مگر یاد نہیں ہوا

اسے سزا نہیں دیتا۔ بعض طلباء اس قدر لاپرواہ اور ڈھیٹ ہیں کہ جب تک خوب مرمت نہ ہو کام کرتے ہی نہیں ان کو سزا دیتا ہوں۔ شرارتوں پر بھی سزا دیتا ہوں۔ اکثر ہاتھوں پر لکڑی سے موقع کے مطابق ایک سے لے کر چھ تک مارتا ہوں۔ کبھی کبھی زیادہ کا بھی اتفاق ہوتا ہے (کسی نہایت سخت شرارت پر) مارتے وقت سوچ کر مارتا ہوں۔ اکثر غصہ نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی اتفاق ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ غلطی دونوں صورتوں میں ہو جاتی ہے۔ کیونکہ شک سا رہتا ہے کہ حق سے زیادہ نہ مارا گیا ہو اور ظلم اور ناانصافی نہ ہوگئی ہو۔ پورا پورا انصاف کرنے کی کوشش کرتا ہوں مگر سزا دے چکنے کے بعد طبیعت پر بوجھ ہو جاتا ہے۔ حضرت اقدس کوئی ایسا اصول ارشاد فرمائیں جس پر پابندی سے عمل کر کے گناہ سے بھی بچ جاؤں اور طلباء کام بھی کرتے رہیں۔

تحقیق: جب غصہ نہ رہے اس وقت غور کیا جائے کہ کتنی سزا کا مستحق ہے اس سے زیادہ سزا نہ دی جائے اگرچہ درمیان میں غصہ آ جائے۔ (النور، رجب ۱۳۵۱ھ)

نفس کے دھوکے کا علاج

حال: عرض ہے کہ چونکہ اس ضلع ڈیرہ غازی خان میں بدعات کا بہت سخت چرچا ہے۔ اس لئے عوام و خواص بدعات اور عقائد شرکیہ میں مبتلا ہیں۔ اور واعظین بھی اسی بدعت کی ترویج کے وعظ کہتے رہتے ہیں اور لوگوں کو ان کی طرف بہت رجوع ہوتا ہے۔ اگر ان کا وعظ ہوتا ہے تو کثرت سے مخلوق اکٹھی ہوتی ہے اور اگر ہم ان کو صحیح قرآن و حدیث سناتے ہیں تو وہ نہیں سنتے۔ اگر جمع ہوتے ہیں تو بالکل کم تر اس پر ہمارا دل بہت دکھتا ہے۔ ان واعظین کی اپنے ہم خیال لوگوں میں کثرت سے شکایت کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ بظاہر دل کا دکھنا اور ان کی شکایت کرنا اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ دین کو خراب کر رہے ہیں اور لوگوں کو صراط مستقیم سے دور پھینک رہے ہیں اور ان میں سارے کے سارے واعظ ایسے ہیں جن کی معاش وعظ پر ہے۔ یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ شاید ہمارے دل کا دکھنا اور شکایت کرنا غیرت کی وجہ سے ہو کہ لوگوں کو ان کی طرف بہت رجوع ہے اور ہمیں کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ اب عرض یہ ہے کہ نفس بہت بہانے بنانے والا ہے اور اس کا فریب بہت عظیم ہے کہ بہت بڑی برائی کو ثواب کے رنگ میں پیش کر کے دکھا دیتا ہے تو حضرت مہربانی فرما کر کوئی معیار عطا فرمائیں جس سے معلوم ہو جائے کہ یہ شکایت حق کے لئے ہے اور یہ غیرت اور نفس کے لئے ہے تاکہ نفس فریب سے رہائی پاؤں۔

تحقیق: غور کیا جائے کہ جن مقامات میں آپ کا کوئی تعلق نہیں وہاں کے ایسے حالات معلوم کر کے کیا قلب پر یہی اثر ہوتا ہے یا اس سے کم اگر پہلی صورت ہے تو حق کے لئے ہے اور اگر دوسری صورت ہے تو فرق کے جتنا

نفس کے لئے ہے۔ (النور، رجب ۱۳۵۸ھ)

غصہ کا علاج

حَال: حضور نے غصہ کا علاج یہ تجویز فرمایا ہے کہ جب غصہ آئے تو اس جگہ سے اٹھ جاؤں۔ چنانچہ میں الگ ہو جاتا ہوں لیکن غصہ کا اثر دماغ پر اتنا پڑتا ہے کہ کوشش کے باوجود بھی کسی کام میں دل نہیں لگا سکتا ہوں یہاں تک کہ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا ہوں۔ اکثر خیالات منتشر ہو جاتے ہیں اور نماز میں سہو ہو جاتا ہے اگر مناسب ہو تو حضور غصہ کے اثر کے دور کرنے کے لئے کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

تحقیق: اس بتائی ہوئی دوا میں جو نقصانات بتائے ہیں وہ نقصانات ہی نہیں ہیں۔ (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ)

زیادہ غصہ کا علاج

نوٹ: ایک صاحب نے اپنے زیادہ غصہ کی جس سے بے قابو ہو جاتے ہیں کی شکایت بعض واقعات کے ساتھ کی اور اس کے بعد شرمندگی لکھی تھی اس کا جواب حسب ذیل دیا گیا۔

تحقیق: ایسے بے جا اور بے حد غصہ پر دو وقت کا فاقہ کرو۔ (النور، جمادی الاخری ۱۳۵۴ھ)

بدظنی کا علاج

حَال: اب حضرت والا کی بابرکت خدمت میں دوسرا مرض ''بدظنی'' کو جو کہ قلب پر بیٹھے ڈاکو کی طرح ڈاکہ ڈال ڈال کر احقر کو ہلاک کر رہا ہے پیش کیا جاتا ہے یعنی دوسروں کی بعض حرکات اور سکنات پر شبہات پیدا کر کے بدخیال اور برے فعل پر ابھارتا ہے۔ جس کی سخت ممانعت آئی ہے اور مذمت کی گئی ہے۔

تحقیق: کیا قلب سے اس کو یقینی سمجھتے ہو اور کیا اس کو زبان سے بھی کہتے ہو اور کیا اس شخص کے ساتھ برتاؤ بھی ایسا ہی کرتے ہو۔ (النور، شوال ۱۳۵۴ھ)

غصہ کا علاج

حَال: احقر اپنا ایک مرض کہ وہ غصہ ہے اور اس کی چاہت پر کبھی عمل بھی ہو جاتا ہے عرض کرتا ہے۔ یہ غصہ کبھی گھر والوں پر ہوتا ہے جب کہ وہ کسی بات میں احقر کے خلاف کرتے ہیں خصوصاً جب غصہ اپنی زوجہ پر آتا ہے تو اکثر اس کی چاہت پر عمل ہو جاتا ہے اس لئے کہ وہ اپنی محکوم اور تابع ہے اور کبھی ایسے مخاطب پر بھی آتا ہے جو ظاہر اور حق بات کو تسلیم نہ کرے اور کبھی طلبہ پر بھی آتا ہے جبکہ وہ سبق کے یاد کرنے اور مطالعہ میں کوتاہی کرتے

ہیں۔

تحقیق: غصہ کی چاہت پر عمل کرنے کا ہر درجہ برا نہیں مگر چونکہ اکثر جائز درجہ سے آگے ہو جاتا ہے اس لئے علاج کے لئے بعض جائز درجوں سے بھی روکا جاتا ہے۔ اس وجہ سے صورتوں میں مشترک علاج یہ ہے کہ غصہ کے وقت کلام بالکل نہ کیا جائے جب (غصہ کا) ابھار بالکل ضعیف ہو جائے اس وقت ضروری خطاب کا مضائقہ نہیں اور اگر اس خطاب میں پھر ابھار لوٹ آئے پھر ایسا ہی کیا جائے۔ (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ)

غصہ نہ آنا بے غیرتی نہیں

حال: اس سے پہلے اگر کوئی کچھ کہہ دیا کرتا تھا یا یوں سن لیا کرتا تھا کہ فلاں شخص تیری غیبت کر رہا ہے تو بے حد غصہ آیا کرتا تھا اور کبھی منہ سے کچھ برا بھلا کہہ کر اپنا غصہ ٹھنڈا کر لیا کرتا تھا۔ اب یہ حالت ہے کہ وہ غصہ بھی نہیں آتا ہے اور زبان سے بھی کچھ نہیں کہتا ہوں کہیں یہ بے غیرتی یا بے حسی تو نہیں ہے۔

تحقیق: اگر فرض کر لیا جائے کہ ایسا ہی ہو تو "اھون البلیتین" دو مصیبتوں میں سے آسان مصیبت ہے وہ بلا (یعنی غصہ) اس سے بہت بڑی تھی۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵٦ھ)

غصہ کا علاج

حال: کسی کو نصیحت کرنے میں یا بحث مباحثہ میں لہجہ تیز ہو کر غصہ پیدا ہو جاتا ہے۔

تحقیق: کیا روکنے پر قدرت نہیں۔

حال: زبان کی حفاظت کی تدبیر میں میں بہت غمگین رہتا ہوں۔ حضور والا طبیب اعظم ہیں میرے لئے کوئی تدبیر ارشاد فرمائیں تا کہ میری مشکل حل ہو۔

تحقیق: اوپر مکمل جواب ہو چکا ہے۔

حال: ناجنسوں (جو لوگ ہم خیال نہ ہوں) کی صحبت سے طبعی طور پر نفرت ہے لیکن بعض جن سے دنیوی نفع کی امید ہے۔ ان کے پاس جانے میں رکاوٹ نہیں ہوتی ہے۔ اگرچہ اس کا موقع کم ہوتا ہے لیکن اس خصوصیت سے میں یہ سمجھا ہوں کہ وہ نفرت صرف دنیوی نفع نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

تحقیق: یہ سمجھنا بلا دلیل ہے۔

حال: اور یہ رغبت دنیوی نفع کی وجہ سے ہے۔

تحقیق: یہ صحیح ہے مگر اس کے خراب ہونے کی کیا دلیل ہے۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵٦ھ)

غصہ کا علاج

حال: بعد ہدیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پچھلے خط کے جواب میں ارشاد ہے۔ امراض کی اطلاع اور علاج ضروری ہے اگر تربیت میں دیکھ کر کسی علاج کے بارے میں شرح صدر ہو جائے اس میں پوچھنے کے بجائے اطلاع کر کے اس کے استعمال کی اجازت لینا چاہئے۔ اھ۔ میری طبیعت میں زود رنجی اور پھر غصہ بہت ہے جس سے دوسروں کو زبانی ایذا بلکہ جسمانی تک پہنچ جاتی ہے اور یہ بڑوں کی ناگوار باتوں پر بھی ہے جس سے طبعی ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔

تحقیق: غالب احتمال طبعی ہونے کا ہے اور دوسرا احتمال بھی ہے کہ عادت ہوگئی ہو۔ عادت کے بعد بھی طبعی ہی کے مشابہ ہو جاتا ہے مگر علاج دونوں حالتوں میں ایک ہی ہے۔ وھو ما سیاتی جو آگے آرہا ہے۔

حال: مگر پھر بھی کبر ہی اس کی اصل معلوم ہوتی ہے کہ اگرچہ بڑوں کے سامنے خود کو ان سے تو بڑا نہیں سمجھتا مگر چھوٹا ہونے میں جو مراتب ہیں ان میں سے اپنے کو سب سے کم درجے میں بھی نہیں سمجھتا۔

تحقیق: سمجھنے کے بعد ناگواری ہوسکتی ہے (لانہ طبعی او کالطبعی) (کیونکہ یہ طبعی بات ہے یا طبعی بات کی طرح ہے)۔

حال: اس لئے وہ بات ناگوار ہوئی ورنہ اس کا یقین ہے اگر یہی بات کسی چھوٹے ملازم یا بھنگی چمار کو کہی جاتی تو اس کو ناگوار نہ ہوسکتی تھی۔

تحقیق: اس کو بھی ناگوار ہوتی ہے چھوٹے ہونے کا اعتقاد اور ناگواری ایک ساتھ ہو سکتے ہیں لیکن اس اعتقاد کا بار بار استحضار علاج کو کچھ آسان کر دیتا ہے۔

حال: اس غصہ کا علاج تربیت (السالک) سے جو معلوم ہوا ہے عرض کرتا ہوں کہ اس میں طبیعت کا متاثر ہو جانا تو غیر اختیاری ہے جو نہ نقصان دہ کہ اس کا علاج ضروری ہے اور اسی علاج سے اس سے بھی نجات ہو جاتی ہے اور آثار جیسے سخت کلامی وغیرہ اختیاری ہیں اور ان کا علاج ضروری ہے۔

اختیاریات (یعنی اختیاری باتوں) کا علاج

① ہمت کر کے رک جانا ② اگر ہو جائے تو استغفار ③ اور اس سے معافی ④ بولنے سے پہلے انجام اور خیریت کے بارے میں غور کرنا ⑤ کوشش کر کے لہجہ میں نرمی پیدا کرنا ⑥ غصہ ہونے سے پہلے جس پر غصہ آئے اس سے دور ہو جانا ⑦ تعوذ باللہ اعوذ باللہ پڑھنا ⑧ اپنے گناہوں کو یاد کرنا ⑨ اللہ تعالیٰ کے غصہ اور اس

کی قدرت کو یاد کرنا اور اللہ تعالیٰ کے معاف اور درگذر کرنے کے پسند کرنے کو یاد کرنا ⑩ استحضار اس کا کہ میں حق تعالیٰ کا اس سے زیادہ خطاوار ہوں اگر یہی معاملہ میرے ساتھ ہوتو کیا ⑪ اس کا استحضار کہ میں معاف کروں گا تو معاف کیا جائے گا ⑫ پانی پینا ⑬ وضو کرنا ⑭ دوسرے کام میں مشغول ہو جانا اور یہ کہ دوسرے کی اصلاح کے لئے بھی مبتدی کو غصہ کرنا نقصان دہ ہے اب اس کل نسخہ کو یا جن جن اجزاء کو ارشاد ہو استعمال کروں۔

تحقیق: جتنی باتیں آسانی کے ساتھ ہوسکیں علاج میں اتنی ہی قوت بڑھ جائے گی اگر سب نہ ہوسکیں تو نمبر ۳ یعنی اس سے معافی و نمبر ۱۴ یعنی دوسرے کام میں مشغول ہو جانے کو ضرور ہی جمع کرلیا جائے۔

حال: مگر دعا کی بہت ضرورت ہے۔

تحقیق: دل و جان سے دعا کرتا ہوں اور امید قبول رکھتا ہوں۔ (النور، ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ)

تارک الورد ملعون (ورد کو چھوڑنے والا ملعون ہے) کا مطلب

حال: کتابوں میں ایک مقولہ دیکھا ہے ”تارك الورد ملعون“ اس کا کیا مطلب ہے؟

تحقیق: پہلے تو ایسے اقوال سند کے بغیر حجت نہیں اور اگر حجت ہونا مان لیا جائے تو لعنت کے معنی اس خاص رحمت سے دور ہونا ہے جو اس ورد کی وجہ سے ہوتی ہے باقی اس عنوان کے اختیار کرنے کی حکمت بغیر عذر کے ورد کو چھوڑنے سے باز رکھنا ہے جس کا قابل نفرت ہونا حدیث صحیح میں بھی آیا ہے۔ ”یا عبداللّٰہ لا تکن مثل فلان کان یصلی باللیل ثم ترکه“ کہ عبداللہ! تم فلاں کی طرح نہ ہو جاؤ کہ وہ رات کو نماز تہجد پڑھتا تھا پھر چھوڑ دیا۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ)

غیبت کا علاج

حال: میرا نفس غیبت میں مبتلا ہے کبھی برا کہنے سے باز آجاتا ہے مگر کبھی لوٹ آتا ہے اللہ تعالیٰ کے لئے علاج فرمائیں۔

تحقیق: وقت سے پہلے اور عین (غیبت کے) وقت ہمت (سے رکنے) اور غیبت ہو جانے کے بعد تلافی کے سوا کوئی علاج نہیں ہے۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ)

بخل کا علاج

حال: احقر میں عرصہ سے ایک بات یہ ہے کہ کوئی چیز کھاتا رہتا ہوں اس وقت اگر کوئی شخص آگیا تو اس خیال سے کہ اس کو بھی کھلانا پڑے گا بہت بوجھ ہوتا ہے۔ چنانچہ بلاتا بھی کم ہوں۔ بعد میں بسا اوقات ایسے فعل سے

بڑی ندامت ہوتی ہے معلوم نہیں کہ اس کا سبب کیا ہے۔ امید کہ علاج سے مطلع فرمائیں گے۔

تحقیق: بخل کے دو درجہ ہیں ایک شریعت کی چاہت کے خلاف اور یہ گناہ ہے دوسرا مروت کی چاہت کے خلاف اور یہ گناہ نہیں ہے۔ فضیلت تو یہ ہے کہ یہ بھی نہ ہو اور تدبیر اس کی یہ ہے کہ اس چاہت کی مخالفت کی جائے لیکن اگر ہمت نہ ہو تو کوئی فکر کی بھی بات نہیں ہے۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ)

شک اور تردد کا علاج

حال: حضرت اقدس! اس ناچیز کی طبیعت کچھ شکی ہے۔ مخالفین کے اعتراض سن کر طبیعت متردد ہو جاتی ہے اس لئے صرف حضرت اقدس ہی کی تصانیف کا مطالعہ کرتا ہوں۔ جب طبیعت میں تردد یا شک سا ہوتا ہے تو بفضلہٖ تعالیٰ عمل میں تو کوئی فرق نہیں آتا لیکن عبادت میں وہ پہلی سی دلچسپی نہیں رہتی اور دل رنجیدہ اور صدمہ والا سا رہتا ہے۔ ساتھ ہی دل اس شک یا تردد کو مکروہ اور برا جانتا ہے مگر رہتا ضرور ہے۔ سمجھتا ہوں کہ گویا منافق ہو گیا ہوں۔ حضرت اقدس ارشاد فرمائیں کہ یہ مرض کس طرح دور ہو؟

تحقیق: ایسی چیز مت دیکھو جس سے شک یا تردد پیدا ہو اور جو ارادے کے بغیر کوئی ایسی بات کان میں پڑ جائے اور یہی حالت پیدا ہو جائے تو اس کو کسی خاص تدبیر سے ختم کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس اہتمام سے پریشانی بڑھے گی اور ہمیشہ کے لئے ایک مستقل شغل ہو جائے گا۔ بلکہ تدبیر کے بجائے اس سے بے التفاتی اختیار کرو اور کتنا ہی وسوسہ ستائے بالکل پرواہ مت کرو لیکن دعا و تضرع کرتے رہو اور اس کو کافی سمجھو۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد طبیعت صاف ہو جائے گی اور جب یہی عادت ہو جائے گی تو قلب میں ایسی قوت پیدا ہو جائے گی کہ وہ ایسی چیزوں سے متاثر نہ ہوگا۔ یہ حکمی نسخہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابھی دو چار ہی دن ہوئے کہ عطا ہوا ہے جو بہت بڑا علم ہے۔ والحمد للہ (النور، رجب ۱۳۵۱ھ)

عورت کو عمدہ کپڑے پہننے کے بارے میں ہدایات

حال: حضرت اقدس! میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اچھے اور صاف ستھرے کپڑا پہنا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے اور نیت یہ بھی ہوتی ہے کہ میرے شوہر خوش رہیں اور میرے شوہر بھی یہی چاہتے ہیں مگر مرض یہ ہے کہ جب کسی عورت کو کوئی عمدہ کپڑا پہنے دیکھتی ہوں دل بہت چاہتا ہے کہ اس قسم کا میں لے لوں اکثر تو خاموش رہتی ہوں مگر کبھی فرمائش کر بھی دیتی ہوں اور پھر مل بھی جاتا ہے۔ حضرت اقدس ارشاد فرمائیں کہ کیا یہ مرض ہے؟ اگر مرض ہو تو علاج ارشاد فرمائیں؟

تحقیق: زینت کے (مختلف) درجات ہیں زیادتی اور کمی بری ہے اور اعتدال پسندیدہ ہے۔ اس میں اعتدال یہ ہے کہ کسی کو دیکھ کر اس وقت مت بناؤ اگر رکنے سے ذہن سے نکل جائے تو ٹھیک ہے۔ اور اگر نہ نکلے تو جس وقت نئے کپڑوں کے بنانے کی ضرورت ہو اس وقت وہی پسند آیا ہوا کپڑا بنالو۔ اور اگر اتفاقا وہ اس وقت نہ مل سکے تو جانے دو اور اگر دیکھو کہ اس (بنانے کی) مدت تک طبیعت مشغول رہے گی تو پسند کے وقت خرید کر رکھ لو مگر بناؤ مت اس وقت جب نئے کپڑوں کے بنانے کی ضرورت ہوتا کہ اس کے عوض کا کپڑا بچ جائے کہ شوق بھی پورا ہو جائے اور اعتدال بھی فوت نہ ہو اور اگر تمہارے شوہر تم کو ضروری نان ونفقہ کے علاوہ جیب خرچ کے طور پر کچھ دیتے ہوں تو پھر اس انتظام میں اتنا اور اضافہ کیا جائے کہ ایسا کپڑا اپنے خرچ کی رقم سے خریدو تا کہ نفس حدود میں بند رہے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ)

حب مال کے شبہ کا ازالہ

حال: اب ڈیڑھ ماہ سے یہ عہد کر لیا ہے کہ جب نماز تہجد قضا ہوگی آٹھ آنے جرمانہ کسی کار خیر میں ادا کروں گا۔ چنانچہ ابتداء تین یوم قضا ہوئی۔ اس کے بعد خدا کا شکر ہے کہ برابر آخری شب میں آنکھ کھل جاتی ہے اور سستی نہیں ہوتی ہے۔

تحقیق: مبارک ہو۔

حال: مگر اب چند روز سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ پابندی جرمانہ کی وجہ سے ہوئی ہے کہ اگر نہیں پڑھوں گا تو آٹھ آنہ دینا پڑے گا اور واقعی نفس کو آٹھ آنے دینے میں ناگواری بھی ہے تو یہ پابندی خدا کے خوف سے نہیں ہے بلکہ پیسوں کی محبت کی وجہ سے ہے یہ خیال دل سے نہیں نکلتا۔

تحقیق: مگر یہ (مال کی محبت) انجام کے اعتبار سے طاعت میں مددگار ہے اس لئے نقصان دہ نہیں ہے۔ یہ تو جواب ہے حب مال کے شبہ کا۔ باقی یہ کہ اس کا سبب خدا کا خوف نہیں ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حب مال سے دین کا کام لینا یہ تو خوف خدا ہی کی وجہ سے ہے پس خوف خدا ہی اس کا سبب ہے۔ اگر خوف خدا نہ ہوتا صرف محبت مال ہی ہوتی تو پھر ناغہ ہونے پر بھی پابندی نہ کی جاتی بلکہ مال کو بچا لیا جاتا۔ خوف خدا ہی تو اس حب مال پر غالب ہے۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ)

گانے بجانے کی طرف میلان ہونے کا علاج

حال: ایک مرض لکھتا ہوں وہ یہ کہ اگر چہ گانے بجانے کو عقیدۃً برا جانتا ہوں مگر گانے اور بجانے کی طرف میری

طبیعت کو بہت کھنچاؤ ہوتا ہے۔ چلتا رہتا ہوں تو سن کر رک جاتا ہوں پھر کچھ خیال آتا ہے تو آگے بڑھ جاتا ہوں۔ یہاں مسجد خانقاہ میں بھی رات کو جب کوئی اچھے لحن سے ذکر کرتا ہے تو میں خود اپنا پڑھنا بھول جاتا ہوں۔ کبھی کبھی کسی بانسری بجانیوالے کو بلوا کر بانسری بھی سنی ہے۔ ہدایت فرمائیے۔

تحقیق: کشش ومیلان کا بالکل ختم ہو جانا تو عادت کے مطابق ناممکن ہے لیکن تدبیر سے اس میں ایسا ضعف و کمزوری ہو جاتی ہے کہ مقابلہ مشکل نہیں رہتا ہے اور وہ تدبیر صرف ایک ہی ہے کہ عمل کے اعتبار سے اس کشش کی چاہت کی مخالفت کی جائے۔ اگرچہ کچھ تکلیف ہو تو اس کو برداشت کیا جائے۔ اسی سے کسی کو جلدی کسی کو دیر میں طبیعت کے اختلاف کے مطابق اس کشش میں ضعف وکمزوری ہو جاتی ہے اور رکنے کے لئے ارادے وہمت کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے مگر اس ضعف کی وجہ سے اس ارادے میں آسانی سے کامیابی ہو جاتی ہے اور اس سے زیادہ توقع رکھنا صرف تمنائیں ہیں۔ ''الا ان یکون من الخوارق'' ہاں اگر عادت کے خلاف ہو اس اصل میں تمام فطریات میں کام لینے سے پریشانی ''ھباء منثورا'' ارادے میں آسانی سے کامیابی ہو جاتی ہے ''فتصبر وتشکر'' صبر کرو اور شکر کرو۔ (النور، رجب ۱۳۵۲ھ)

شوق اور تمنا میں فرق

حال: کل ظہر کے بعد والی مجلس میں حضرت والا نے ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ کہیں ہجرت کر کے جانا اس طرح کہ جسم کہیں اور قلب کہیں نقصان دہ یا نامناسب ہے۔ مجھے یہ سن کر اپنے حال پر بہت ہی افسوس ہوتا ہے کہ مجھے تو گھربار بیوی بچے سب بہت یاد آتے ہیں اور خیال لگا رہتا ہے کہ آج سے گھر جانے کے اتنے دن باقی ہیں تو اس خیال کی وجہ سے کیا میرا حاضر ہونا بے کار ہو گیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

تحقیق: یہ یاد آنا اور خیال لگا رہنا طبعی باتوں اور عیال کے حقوق شرعیہ سے ہے اور پسندیدہ ہے۔ (اس کا) جو درجہ برا ہے وہ یہ ہے کہ ہجرت پر ایک قسم کا افسوس ہو کہ میں سب کو چھوڑ کر کہاں چلا آیا۔ غرض تمنا دوسری چیز ہے جو نقصان دہ ہے اور شوق دوسری چیز ہے جو نقصان دہ نہیں ہے روزہ میں کھانے پینے کا شوق ہوتا ہے کہ کب وقت آئے گا اور تمنا نہیں ہوتی کہ میں روزہ نہ رکھتا تو اچھا ہوتا۔ (النور، شعبان، رمضان، شوال ۱۳۵۲ھ)

تکبر کا علاج

حال: اس سے پہلے تکبر کا علاج پوچھا تھا تو یہ تجویز ہوا تھا کہ کم حیثیت لوگوں کی عادتیں اختیار کی جائیں چنانچہ احقر پیوند کے کپڑے پہن رہا ہے اور اس دفعہ ایک کرتہ میں غیر میل کا پیوند لگوایا ہے کیونکہ اس سے میرے نفس کو

زیادہ (تنگی) ہوتی ہے۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ زیادہ ہمت دے۔ اب ایک اور ترمیم کرتا ہوں۔ ایک ہفتہ یا ایک مہینہ ایسا لباس پہنو اور ایک ہفتہ یا ایک مہینہ عمدہ لباس پہنو اس کے فوائد ایسا کرنے سے محسوس ہوں گے۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ)

اضافہ از شوق

واقعہ: ایک کتاب میں سے ایک پرچہ میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ملا جس میں ذیل کا مضمون تھا یہ معلوم نہیں ہوا کہ کس سوال کے جواب میں ہے مگر مفید سمجھ کر نقل کر دیا گیا۔ (وہ یہ ہے)

حاصل یہ کہ کبر و عظمت انسان کے غلبہ کے لئے احکام تکوینیہ (دنیاوی باتوں سے متعلق احکام) ہیں اور تواضع و انکسار و اضمحلال احکام تشریعیہ ہیں۔ پس ایک کی وجہ سے دوسرے کی نفی نہ کی جائے گی اور کبر و عظمت کی چاہت پر عمل کرنے سے تو تواضع و انکسار و اضمحلال ختم ہوتے ہیں اس لئے یہ جائز نہیں اور تواضع و انکسار و اضمحلال پر عمل کرنے سے کبر و عظمت کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ ثبوت پھر بھی رہے گا اگر چہ مادہ کے درجہ میں سہی اور تکوین کا مقصود صرف ثبوت ہے نہ کہ عمل جیسا کہ تشریع (شرعیت) سے مقصود عمل ہے اس لئے یہی صورت متعین ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ صفات عظمت صرف درجہ مادہ تک رہیں اور صفات عبدیت درجہ عمل میں رہیں اس طرح سے دونوں (باتیں ایک ساتھ) جمع ہو جائیں گی۔

کاہلی کا علاج

حال: اب تو ایک قسم کی سستی اور کاہلی دل و دماغ پر چھا گئی ہے۔ مغرب کے بعد روٹی کھا کر جہاں لیٹا اور بس سویا۔ اب صبح تک آنکھ نہیں کھلتی۔ رات کو آنکھ کھلتی ہے دیکھ رہا ہوں کہ وقت جا رہا ہے اٹھنا چاہتا ہوں اور نہیں اٹھا جاتا۔ سمجھتا ہوں کہ اب عشاء کا وقت جاتا ہے۔ اب تہجد کا وقت بھی ختم ہوا مگر یہ معلوم ہوتا ہے کسی نے باندھ دیا ہے۔ خیال کرتا ہوں کہ یہ میری اختیاری بات ہے اس کوتاہی کا میں خود مجرم ہوں مگر کچھ نہیں ہوتا ہے۔ کچھ اس قسم کی کاہلی سوار ہے۔ اگر چہ سمجھتا ہوں کہ یہ اختیاری فعل ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اختیار کے استعمال کی قوت نہیں وہ چھن چکی ہے۔ غرض عجیب بدترین حالت پیش ہے حضرت کی مدد کے بغیر نہ کچھ اختیار کام دیتا ہے نہ غیر اختیار۔

تحقیق: دلچسپی کا کوئی شغل شروع کر دیا جایا کرے جیسے کتاب دیکھنا یا کچھ لکھنا خواہ پنسل ہی سے ہو اس سے فوراً نشاط پیدا ہو جائے گا۔ جب نشاط پیدا ہو جائے پھر اپنے مقصود کام میں لگ جانا چاہئے۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ)

گھر میں غفلت کا علاج

حالؒ: اب تو دل یہ چاہتا ہے کہ کوئی وقت ذکر سے خالی نہ رہے۔ جب سرکاری کام سے فرصت ہوتی ہے اور راستہ میں چلتے ہوئے کچھ نہ کچھ استغفار درود شریف بلا تعداد جاری رہتا ہے۔ لیکن بچوں میں پہنچ کر ان کے شغل میں غفلت ہو جاتی ہے۔

تحقیق: اگر اس وقت اس خیال کا استحضار رہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتیں ہیں تو پھر وہ شغل بھی ذکر و فکر ہی میں داخل ہو جائے گا۔ (النور جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ)

شرم وحیا کا علاج

حالؒ: (ایک اجازت یافتہ کی طرف سے) حضرت والا! مزاج میں شرم و حیا زیادہ ہے لوگوں کے ادب و لحاظ سے دل میں بہت الجھن پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے لباس میں بھی سادگی رکھتا ہوں اور دل یہ چاہتا ہے کہ میں خود ہی سب کا ادب و تعظیم کروں اور کرتا ہوں۔ ایک گاؤں میں دو چار آدمیوں کو حضرت والا کی برکت سے دین کا بہت فائدہ ہو ہے۔ وہ بار بار بلانے کا تقاضہ کرتے ہیں چونکہ چھوٹا منہ بڑی بات نہایت شرمندگی نظر آتی ہے۔ کچھ نہ کچھ عذر کر دیتا ہوں۔ یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ مجھے شرم آتی ہے معاف فرمائیں مگر وہ مانتے نہیں اس کے بارے میں جو ارشاد عالی ہو اس پر عمل کروں۔

تحقیق: جب تک شرم رہے جایا کرو جب شرم نہ ہو مت جاؤ۔ پھر شرم ہونے لگے چلے جاؤ۔ اسی طرح یہی عمل رکھو۔ (النور، جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ)

کسی کے پاس اچھی چیز دیکھ کر دل چاہنے کا علاج

پہلا پرچہ

حالؒ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گذارش ہے کہ احقر جب بھی کوئی چیز کسی کے پاس دیکھتا ہے تو خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اگر میرے پاس ہو تو اچھا ہو اور اس سے یہ یہ کام لوں۔ پھر کوشش کرتا ہوں کہ وہ چیز مجھے کسی طرح سے حاصل ہو جائے۔ اس شخص سے زائل کرنے کو نہیں چاہتا ہوں بلکہ صرف اپنے پاس رکھنا مقصود ہوتا ہے اس لئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں دنیا کی حرص (لالچ) ہے اگر یہ خیال صحیح ہو تو علاج ارشاد فرمایا جائے تو عین عنایت ہوگی۔ حضرت والا دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ کو اپنی مرضیات پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں آمین ثم آمین۔

تحقیق: مرض تو نہیں مگر مرض کا سبب ہونے کا احتمال ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اس تمنا کے علاوہ یہ عزم کیا جائے گا کہ اگر یہ چیز مجھ کو مل بھی گئی تو فوراً کسی کو ہبہ کر دوں گا۔ خصوصاً اس شخص کو جس کے پاس ایسی چیز پہلے سے موجود ہے یا اگر اس سے ایسی بے تکلفی نہ ہوئی تو کسی دوسرے کو دے دوں گا اور اگر وہ چیز اتفاق سے اپنی ضرورت کی ہوئی تو اس کی قیمت مساکین کو دے دوں گا جب تک ایسی تمنا زائل نہ ہوگی اس وقت تک ایسا ہی کروں گا دعا بھی کرتا ہوں۔

دوسرا پرچہ

حال: احقر کو حرص کا علاج جو پچھلے پرچہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اس سے بے حد نفع ہوا۔ الحمد للہ یہ خیال ہی بالکل جاتا رہا اور اگر کبھی تھوڑا بہت ہوا بھی تو اس تصور سے کہ اس کی قیمت کسی مسکین کو دے دوں گا بالکل خواہش ہی جاتی رہی اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں۔

تحقیق: مبارک ہو۔ (النور، شعبان ۱۳۵۳ھ)

بدنگاہی کا علاج

علاج: حضرت! میرے اندر ایک مرض بدنگاہی کا ہے۔ میں نے کئی بار چھوڑنے کی کوشش کی اور کچھ دنوں کے لئے کامیاب بھی ہو جاتا ہوں لیکن ہمیشگی نصیب نہیں ہوئی۔ اس سلسلہ میں میں نے کئی بار توبہ کی اور کئی بار اس کو توڑا ندامت بھی ہوتی ہے اور آئندہ کے لئے عزم بھی کرتا ہوں کہ اب نگاہ نیچے رکھوں گا اور اس پر عمل بھی کرتا ہوں لیکن ہمیشہ مجھے ناکامی رہی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں "العینان تزنیان" (کہ آنکھیں زنا کرتی ہیں) کے بعد "الفرج یصدقه و یکذبه" (شرم گاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا جھٹلا دیتی ہے) بھی ہے۔

اب نفس مجھے سمجھاتا ہے اور بہانہ کرتا ہے کہ میاں صرف نظر کرنا گناہ نہیں ہے بلکہ وہ نظر گناہ میں داخل ہے جس میں شہوت بھی ہو اور شہوت کے بغیر دیکھنے میں کوئی حرج نہیں اور تمہارے نفس میں خواہش تو ہے نہیں اس لئے اس میں کیا برائی ہے پھر برائی بھی ہو تو توبہ کر لینا۔ کبھی نفس اس طرح بہکاتا ہے کہ میاں! اس قسم کے گناہ تو نماز سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد وضو کرو گے اور نماز پڑھو گے تو سب معاف ہو جائے گا کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ وضو سے آنکھ وغیرہ کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

غرضیکہ اس وجہ سے بڑی کوشش کے بعد بھی کامیاب نہیں ہوتا۔ اور نظر میں مبتلا ہو جاتا ہوں۔ لیکن اب تھوڑے دنوں سے ہمت کر لی ہے اور پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اب انشاء اللہ ہرگز ہرگز ان کی طرف نہیں دیکھوں گا

اور ہمیشہ نگاہ کو نیچی رکھوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس دفعہ ارادہ میں کامیاب ہوں اور نفس کی شدید چاہت کے باوجود مقابلہ کرتا ہوں اور پوری طاقت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آسانی آہستہ آہستہ نظر آرہی ہے اور نفس پر قابو پا رہا ہوں۔ اب حضرت سے التماس ہے کہ ہمیشگی کی دعا فرمائیں اور کوئی خاص تدبیر بھی ہو تو تحریر فرمادیں۔

تحقیق: مگر پہلے اپنے بہانوں کے رد کی تقریر لکھو ورنہ تدبیر بیچاری خود بہانے کی رو میں بہہ جائے گی۔

حال: امید ہے کہ اب انشاء اللہ کامیاب ہوجاؤں گا۔ ساتھ ہی ساتھ حضرت سے یہ بھی درخواست ہے کہ خالی نظر اور نظر بد میں کیا فرق ہے اور اس کی شناخت کیسے ہوسکتی ہے کہ یہ نظر بد نہیں ہے خدانخواستہ اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ فرق معلوم کر کے اس کو آلۂ کار بنالوں۔

تحقیق: یہ مقصود نہیں تو پوچھتے ہی کیوں ہو۔

حال: اب تو میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کرلیا ہے کہ نگاہ نیچے رکھوں گا۔ مطلب صرف یہ ہے کہ فرق معلوم ہونے سے نفس دھوکہ میں نہیں ڈال سکتا۔

تحقیق: کیا دھوکہ سے بچنے کا یہی ایک طریقہ ہے۔ اس سے اچھا اور زیادہ محفوظ طریقہ یہ ہے کہ نگاہ کا بالکل استعمال ہی نہ کرو۔ (النور، شعبان ۱۳۵۳ھ)

بدنظری کی شکایت پر دعا کی درخواست

حال: (خلاصہ سوال) ایک طالب علم نے جو زیر تربیت ہیں کچھ حوادث سے پریشانیاں اور کچھ بدنظری کی شکایت لکھ کر دعا اور اصلاح کی آسان صورت کی درخواست کی تھی اور یہ بھی لکھا کہ ہر حسین چیز کے دیکھنے کو طبیعت میں اتنی چاہت ہوتی ہے کہ نظر نیچے کرلینے کے باوجود پھر نظر اٹھ جاتی ہے حالانکہ حضرت والا کے فرمان کے مطابق دوزخ کے عذاب وغیرہ کو سوچتا ہوں مگر طبیعت کچھ ایسی مجبور ہوتی ہے جس کا رکنا دشوار اور شاق نظر آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دل کے اندر سے کوئی دل کو پکڑ کر دل کو ابھار رہا ہے۔ حضرت والا! کیا کروں اس برے فعل سے بہت ہی مجبور ہوگیا ہوں۔ جس پر خط کھینچ دیا گیا ہے۔ اس کا جواب حسب ذیل دیا گیا۔

تحقیق: ایک ایک حرف پڑھا غیر اختیاری پریشانیوں پر تو اجر ملتا ہے ان کے دور ہونے کی بھی دعا کرتا ہوں لیکن اختیاری پریشانیوں پر نہ اجر ملتا ہے اور نہ اس کے دور ہونے کی دعا ہوسکتی ہے۔ کیونکہ اس کا دور ہونا تو خود بندہ کا فعل ہے۔ اس کی دعا کی تو یہ مثال ہے کہ اے اللہ فلانا شخص کھانا کھانے لگے۔ فلاں کھانا نہ کھائے۔ اس

دعا کے کیا معنی۔ ہاں توفیق کی دعا ہو سکتی ہے وہ بھی جبکہ فاعل اسباب کو جمع کرے اور بڑے اعظم قصد و ہمت سے اور اس کے بارے میں جو عذر خط کشیدہ عبارت میں لکھا ہے بالکل غلط ہے۔ سوچو کہ اگر ایسے موقع پر کہ نفس میں شدید چاہت ہو جب تمہارا کوئی بزرگ موجود ہو جو تمہاری اس نظر اٹھانے کو دیکھ رہا ہو تو کیا اس وقت تم ایسی بے حیائی کر سکتے ہو اگر کر سکتے ہو تو تم لاعلاج ہو اور اگر نہیں کر سکتے تو معلوم ہوا کہ نظر خود نہیں اٹھتی نہ مجبوری ہوتی ہے نہ رکنا شاق ہوتا ہے نہ کوئی ابھارتا ہے سب کچھ تم ہی کرتے ہو تو اس کے خلاف پر بھی تم قادر ہو تو تمہارا یہ عذر ویسا ہی بے ہودہ ہے۔ جیسے ایک شاعر نے بکواس کی ہے ؎

بیخودی میں لے لیا بوسہ خطا کیجئے معاف ❁ اس دل بیتاب کی صاحب خطا تھی میں نہ تھا

(النور، رمضان ۱۳۵۳ھ)

بدنظری کا علاج

پہلا خط

حَال: نظر بد کو کبھی زور دے کر روک لیتا ہوں اور کبھی نفس زور پکڑ جاتا ہے تو اس عذاب گناہ کو کر جاتا ہوں۔

تحقیق: کیا زور ایسا پکڑتا ہے کہ بچنے کی قدرت ہی نہیں رہتی۔ اگر نہیں رہتی تو بندہ مکلّف ہی نہیں رہنا چاہئے پھر گناہ اور عذاب کیسا۔

دوسرا خط

حَال: حضرت کے جواب سے معلوم ہوا کہ یہ میری غفلت اور جہالت ہے کہ قدرت ہوتے ہوئے نہیں بچتا۔ کیونکہ یہ اختیاری فعل ہے اس لئے حضرت والا اب دل سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ ایسی غفلت نہ کروں گا اور اس بڑے مرض کو پوری کوشش سے دور کروں گا۔ دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ استقامت بخشیں۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں زبانی فرمایا کہ دیکھئے اس طریقۂ تربیت میں یہ منافع ہیں جب ان کو خود مدعی بنا دیا گیا تب آنکھیں کھلیں اور اتنی ہمت نہ ہوئی کہ اپنے فعل کو صریح گناہ تھا گناہ ہی نہ سمجھیں اور اگر میں مدعی بنتا تو کچھ نہ کچھ ہانکے چلے جاتے فیصلہ ہی نہ ہوتا۔ (النور، شوال ۱۳۵۳ھ)

والدہ کے غصہ کا جواب نہ دے

حَال: حضور نے پوچھا ہے کہ والدہ صاحبہ سے کس بات پر غصہ اور جھگڑا ہوتا ہے۔ عرض یہ ہے کہ وہ ہر بات پر

طعن و تشنیع (برا بھلا کہتی) ہیں۔ کہتی ہیں خواہ مخواہ گھر میں بیٹھا ہے کسی طرح کی ملازمت یا تجارت نہیں۔ میں خرچ کہاں سے لاؤں گی۔ میں جواب میں کہتا ہوں کہ زراعت کا کام انجام دیتا ہوں ملازمت ملتی نہیں ہے۔ تجارت کے لئے رقم کی ضرورت ہے۔ یہ جواب سن کر اور زیادہ غصہ اور جھگڑتی ہیں تو میں بھی اس سے زیادہ غصہ کرتا اور جھگڑتا ہوں۔ میرے غصہ کا علاج مرحمت فرمائیں۔

تحقیق: علاج یہ ہے کہ جواب مت دیا کرو باہر چلے جایا کرو۔ (النور، شوال ۱۳۵۳ھ)

دل نہ لگنا کوئی گناہ نہیں ہے

حال: بعض دنوں میں نماز و تلاوت وغیرہ میں شوق کم ہو جاتا ہے اور کچھ دل بھی لگتا ہے کوئی ایسا علاج بتلا دیجئے کہ ہمیشہ شوق بڑھتا رہے اور دل لگنے لگے۔

تحقیق: علاج گناہ کا ہوتا ہے کیا دل نہ لگنا گناہ ہے اور کس دلیل سے ہے۔ (النور، شوال ۱۳۵۳ھ)

بدنظری کا علاج

حال: دوسرے امراض کے ساتھ جن کو آئندہ عرض کروں گا ایک مرض اس نالائق میں بدنظری کا بھی ہے۔ جس کے بارے میں پہلے احقر کا یہ خیال تھا کہ عبادت کی زیادتی سے خود چلا جائے گا مگر حضور کی زبان مبارک سے یہ سن کر کہ یہ اختیاری ہے احقر نے اس کے دور کرنے کے لئے کوشش کی تو یہ مرض تقریباً نوے فیصد جاتا رہا۔ لیکن چونکہ کبھی کبھی یہ گناہ ہو جاتا ہے اس کی وجہ سے سخت تکلیف اور ندامت ہے اس سے نجات کا کچھ علاج تجویز کر دیں۔

تحقیق: اگر کسی کو کوئی میٹھی چیز بہت ہی پسند ہو مگر اس کو معلوم ہو جائے کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے کہ کھانے سے ہلاکت یا شدید تکلیف ہو جائے گی۔ کیا اس حالت میں بھی کوئی شخص کسی طبیب سے پوچھے گا کہ حضور کوئی علاج تجویز کریں کہ اس پر عمل کر کے اس مٹھائی کی رغبت نہ ہو؟ (النور، شوال ۱۳۵۴ھ)

حسن کا دیکھنا اختیاری ہے

حال: حضرت نے پوچھا ہے کہ حسن کا دیکھنا اختیاری ہے یا غیر اختیاری؟ جواب میں عرض ہے کہ بندہ کا دیکھنا اختیاری ہے مگر اختیار کا استعمال مشکل لگتا ہے۔

تحقیق: کیا مشکل ہے کیا نفس کے روکنے سے کوئی بیماری ہو جاتی ہے یا سانس گھٹنے لگتا ہے یا اور کوئی ناقابل

برداشت تکلیف ہو جاتی ہے۔ (النور، محرم ۱۳۵۴ھ)

غیر اختیاری ریا کا کوئی حرج نہیں

حَال: جواب میں عرض ہے کہ ریا کا خیال جب نماز میں قرات شروع کرتا ہوں اس وقت آتا ہے اور مجھے معلوم نہیں ہوتا کچھ دیر کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ شروع میں ارادے کے بغیر یہ خیال آتا ہے یہ غیر اختیاری ہے پھر معلوم ہونے کے بعد اختیاری ہو جاتا ہے۔

تحقیق: کیا تم ارادہ کرتے ہو جس سے اختیاری ہو جاتا ہے اگر ارادہ کرتے ہو تو مت کرو اگر ارادہ نہیں کرتے تو پھر اختیاری کیسے ہو جاتا ہے۔ (النور، محرم ۱۳۵۴ھ)

بدنگاہی کا علاج

حَال: کچھ دن سے میری حالت بہت تباہ ہو رہی ہے۔ اس تباہ حال میں ایک تو نفس بے قابو ہو ہی رہا تھا دوسرے اس پر شہر کی زندگی اس مرض کی ترقی میں اور مددگار ہوئی بلکہ یہ مرض ظاہر یہاں ہی آ کر ہوا۔ اب نگاہ نہیں رکتی پشیمانی اور مصیبت اور عاجزی کے علاوہ عاجز یہ روسیاہ اور کیا عرض کرے ؎

اے کہ چوں تو در زمانہ نیست کس ❁ اللہ اللہ خلق را فریاد رس

ترجمہ: ”اے وہ شخص! تجھ سا زمانے میں کوئی نہیں ہے اللہ کے لئے مخلوق کی فریاد رسی کر۔“

تحقیق: میرے پاس کوئی ایسی پٹی نہیں کہ اس کو لئے ہوئے آپ کے ساتھ آپ کی نگرانی کرتا پھروں۔ اور پھر موقع پر وہ پٹی آنکھوں پر باندھ دیا کروں۔

دوسرا خط

حَال: احقر اب اس بدنگاہی کے گناہ سے توبہ کرتا ہے اور پکا ارادہ کرتا ہے کہ نگاہ کو روکنے میں نفس کی پوری مخالفت کرے گا۔ اب احقر نگاہ کو روک لیتا ہے۔

تحقیق: الحمدللہ پٹی باندھنے کی خدمت سے آزادی حاصل ہوئی۔ (النور، محرم ۱۳۵۴ھ)

طالب علم کی محبت کا علاج تعلق ختم کرنا ہے

حَال: ایک ہونہار کم عمر طالب علم سے مجھ کو محبت ہوگئی تھی۔ اس لئے کسی بہانہ سے اس کو جدا کر دیا۔ اب اس کا خیال دل و دماغ پر غالب ہے اور مجھے سخت پریشان کرتا رہتا ہے۔ نماز اور تلاوت ہے تو اس کا خیال موجود، رات

کو اٹھتا ہوں تو سب سے پہلے وہی خیال سامنے پاتا ہوں۔ آج کل جو خیالات پریشان کرتے ہیں ان کا نقشہ یہ ہے کہ اس کی تعلیم کو کیوں بند کر دیا اس کا گناہ کس کے ذمہ ہوگا۔ لہٰذا اس کو پھر بلا لینا چاہئے۔ پھر سوچتا ہوں کہ میرے پاس اس کی تعلیم ہونے سے میرے دین کی تباہی ہے کیونکہ میں اس کی محبت میں نفسانی ابھار پاتا ہوں۔ میری عرض کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اگر ایسی کوئی صورت ہو کہ سلسلہ تعلیم باقی رہے اور کیفیت نفسانیہ ختم ہو جائے تو اس کو ارشاد فرمایا جائے۔

تحقیق: مجھ کو ایسی ترکیب نہیں آتی کہ ؎

درمیان قعر دریا تختہ بند کردہ ❁ بازمیگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

ترجمہ: ''مجھے تختے سے باندھ کر دریا کی گہرائی میں ڈال دیا، پھر کہتے ہیں کہ دامن تر نہ ہو ہوشیار رہنا۔''

حال: اگر یہ نہ ہو تو قطع تعلق ہی کو باقی رکھا جائے۔

تحقیق: کیا دوسری صورت میں بھی خیر کا احتمال ہے جو مشورہ کی ضرورت ہوئی۔

حال: قطع تعلق میں جو تکلیف اٹھا رہا ہوں اس کے دور ہونے کی تدبیر بتلائی جائے۔

تحقیق: کل یہ پوچھئے کہ پیٹ میں بہت درد اٹھتا ہے اس کے دور کی کوئی تدبیر بتائی جائے۔

حال: اگر ضرورت سمجھی جائے تو حاضر خدمت ہونے کی کوشش کروں۔

تحقیق: بالکل ضرورت نہیں کیا میں موچنے (بال نوچنے کا آلہ) سے نکال دوں گا۔ یہاں بھی یہی جواب ملے گا۔ (النور، صفر ۱۳۵۴ھ)

بدنظری کا علاج

حال: مجھ میں بدنظری کا مرض بچپن سے ہے۔ اس کے روکنے کے لئے بہت کوشش کرتا ہوں لیکن نہ دیکھنے سے حسرت ہوتی ہے اور جب کسی پردہ دار پر نظر پڑے تو فوراً پاؤں پر اور بے پردہ کی چھاتی پر پڑتی ہے۔ اس کے بعد تصور کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت والا اس کی اصلاح فرمائیں۔

تحقیق: ہمت کے علاوہ کوئی علاج نہیں۔ (النور، صفر ۱۳۵۴ھ)

بدنظری کا علاج

حال: یہاں آ کر مجھ کو نظر بد کا مرض پیدا ہو گیا ہے چونکہ پردہ نہ ہونے کی وجہ سے جدھر دیکھو عورت ہی عورت

نظر آتی ہے۔ جس کی وجہ سے اکثر دل میں بہت برے برے شیطانی خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے سخت پریشان ہوں۔ براہ مہربانی کوئی علاج بتا کر خادم کو گمراہی سے بچائیں عین عنایت ہوگی۔

تحقیق: جان بوجھ کر دیکھنے کا علاج یا بغیر ارادے کے نظر پڑ جانے کا علاج پھر نظر کے بعد خیالات پیدا ہونے کا علاج، ان خیالات سے لذت حاصل کرنے کا علاج۔ کس چیز کا علاج پوچھتے ہو؟ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ)

بدنظری کا علاج

حال: احقر ابھی تک بدنظری کی طرف سے اپنے اندر نفرت نہیں پاتا بلکہ نفس کی چاہت پہلے کی طرح موجود ہے اگرچہ احقر مقابلہ کرتا ہے اور مجاہدہ سے نفس کو اس سے روکتا ہے مجاہدہ کے بغیر نفس نہیں رکتا۔ اپنے اوپر تو احقر بہت ملامت کرتا ہے۔ لیکن اس مرض سے پوری نفرت پیدا نہیں ہوئی۔

تحقیق: نفرت کرنے کا حکم ہے یا رغبت کی چاہت پر عمل نہ کرنا ہے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ)

جھوٹ کا علاج

حال: احقر نے پیچھے عرض کیا تھا کہ مجھ میں جھوٹ بولنے کا مرض ہے اور عادی ہو چکا ہوں۔ حضرت اس کا علاج فرما دیں تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ (جھوٹ اختیار سے بولتے ہو یا بے اختیار) حضرت! یہ جھوٹ بولنا ہے تو اختیاری ہے لیکن جھوٹ بولنے کی زیادتی کی وجہ سے بے اختیاری جیسا ہو چکا ہے۔ حضرت اس کا علاج فرمائیں۔

تحقیق: جب ہمت و اختیار سے چھوڑ دو گے اور بتکلف اس کی عادت کر لو گے تو اسی طرح نہ بولنا بے اختیاری جیسا ہو جائے گا۔ یہی علاج ہے۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ)

بدنظری کا علاج

حال: چلتے پھرتے کسی لڑکے یا کسی عورت کی طرف نظر پڑ جاتی ہے تو بندہ اس وقت نظر کو فوراً ہٹا لیتا ہے۔ اب حضرت والا سے یہ پوچھنا ہے کہ پہلی نظر گناہ کا سبب ہے یا نہیں؟

تحقیق: اس پہلی نظر میں ارادہ ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر دیکھنے میں ارادہ نہ ہو تو اس کے باقی رکھنے میں ارادہ ہوتا ہے یا نہیں اگر باقی رکھنے میں ارادہ ہو تو اس نظر سے جو صورت ذہن میں پیدا ہوتی ہے اس کے باقی رکھنے یا اس لذت لینے میں ارادہ ہوتا ہے یا نہیں؟

حال: اگر گناہ کا سبب ہے تو حضرت والا علاج فرمائیں۔ لیکن نظر ہٹانے کے بعد اس کی صورت ذہن میں ایک قسم کی تصویر ہو جاتی ہے مگر کبھی وہ صورت ذہن میں آتے ہی فوراً دور کرنا یاد نہیں رہتا ہے۔

تحقیق: (دور کرنے کے) یاد رکھنے کا اہتمام ضروری ہے اگر ویسے یاد نہ رہے تو ایک پرچہ اس کی وعید لکھ کر وہ پرچہ اپنی کلائی یا بازو پر باندھ لیا جائے۔

حال: اس وجہ سے وہ صورت ذہن میں طویل ہو جاتی ہے۔

تحقیق: جب خبردار ہو جاؤ تو اس وقت فوراً اس کی تلافی کی جاتی ہے یا نہیں؟

حال: اب حضرت والا سے عرض ہے کہ اس میں کوئی بات نقصان دہ تو نہیں اگر نقصان دہ ہو تو برائے کرم کوئی علاج مرحمت فرمایا جائے بڑی عنایت ہوگی۔

تحقیق: نقصان اور علاج دونوں چیزیں میرے سوالات سے واضح ہیں۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ)

بخل کا علاج

پہلا خط

حال: پہلے والے خط کا خلاصہ یہ ہے کہ احقر نے اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ نہ کرنے اور اپنی ضرورت کے وقت بغیر رکاوٹ کے خرچ کرنے سے بخل کی برائی ہونے میں تردد اور حیرت ہونے بلکہ ایک قسم کے بخل کو ترجیح دیتے ہوئے عرض کیا تھا کہ اگر حقیقت میں یہ بخل ہے تو حضور اس کی مدد فرما کر علاج فرمائیں اور دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ اس سے نجات عنایت فرمائیں۔ اس پر خدام والا حضرت اقدس نے یہ ارشاد فرمایا کہ یہ بخل حرام و گناہ ہے یا حرام نہیں ہے اور گناہ نہیں ہے۔ اس کے بارے میں نہایت ادب سے عرض ہے کہ فدوی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کو کس حصہ میں داخل کرے اس لئے بے حد لجاجت اور عاجزی سے مودبانہ حضرت والا کی خدمت عالی میں عرض کرتا ہے کہ حضور ہی مہربانی فرما کر ایک حصہ متعین کر کے اس کے احکام سے سرفراز فرما کر مشکور فرمائیں۔

تحقیق: کیا اس بخل سے کسی واجب کا ترک لازم آتا ہے۔ کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے تو کتابیں دیکھو۔

دوسرے خط کا خلاصہ

حال: نہایت ادب سے عرض ہے کہ مہربانی فرما کر یہ ارشاد فرمایا جائے کہ کون سی کون کتابیں دیکھی جائیں۔

تحقیق: کیا فقہ کی کتابیں واجب گناہ بتانے کے لئے کافی نہیں۔ اب میں ہندی کی چندی (ہر بات کی پوری تفصیل) کہاں تک کروں دودھ پیتے بچے ہی بن گئے۔ (النور، جمادی الاخری ۱۳۵۴ھ)

پریشانی کا علاج

حال: حضرت والا! بخار کی شدت کے وقت بہت پریشان ہو جاتا ہوں۔ اس وقت شبہ ہوتا ہے کہ یہ پریشانی صبر اور رضا بالقضا کے خلاف ہے۔ اگر یہ پریشانی صبر اور رضا بالقضا کے خلاف ہوتو اصلاح فرمائیں۔

تحقیق: پریشانی اعتقادی ہے یا طبعی۔ کیا دونوں میں یہ احتمال ہے۔ (النور، جمادی الاخری ۱۳۵۴ھ)

بدنظری کا علاج

حال: حضرت! میں اپنے خیال کے مطابق خدمت میں تحریر کرتا ہوں کہ باری تعالیٰ نے مجھے بدنظری کے مرض سے صرف اپنے فضل وکرم سے حضور کے وسیلہ سے شفا عطا فرمادی ہے اور اگر حضور کی تشخیص میں یہ مرض کچھ باقی ہے تو اس کا سبب میرے خیال میں ایک اور مرض ہے جس میں ابتلاء ہی نہیں بلکہ انہماک (مشغولی) ہے۔ حضرت وہ مرض چاروں طرف کا دیکھنا ہے۔ اگر واقعی یہ بدنظری کے مرض کا سبب ہے یا مستقل مرض ہے تو علاج سے بہرہ مند فرمائیں۔

تحقیق: دوسرا مرض جو لکھا ہے کیا اس کے چھوڑنے پر قدرت نہیں ہے۔ (النور، جمادی الاخری ۱۳۵۴ھ)

قلب میں فحش بات آنے کا علاج

پہلا خط

حال: ایک عیب سے بہت تکلیف ہے وہ یہ کہ میں اگرچہ کبھی زبان سے فحش نہیں بکتا ہوں مگر قلب میں بلاوجہ خواہ مخواہ فحش اور بہت ناپسندیدہ الفاظ آتے ہیں۔

تحقیق: ارادہ سے یا ارادے کے بغیر؟

حال: جس سے بہت تکلیف ہوتی ہے اور جی کڑھتا ہے تو اکثر استغفار اور کبھی کلمہ طیبہ پڑھنے لگتا ہوں مگر قلب کی گندگی اور خباثت دور نہیں ہوتی۔ بہت پریشان ہوں حضور براہ شفقت اس کا علاج بتلائیں۔

تحقیق: اوپر جو وضاحت پوچھی گئی ہے اس کے بعد۔

دوسرا خط

حَالؒ: اوپر کی وضاحت کے بارے میں عرض ہے کہ یہ فحش الفاظ قلب میں ارادے کے بغیر آتے ہیں۔
تحقیق: پھر کیا نقصان ہے؟
حَالؒ: اوران سے تکلیف بہت ہوتی ہے۔ ہاتھ باندھے ہوئے عرض ہے کہ حضور علاج فرمائیں۔
تحقیق: دین کی اصلاح کرنے والے کے ذمہ تکلیف کا علاج ضروری نہیں جیسے کسی طالب دین کو بخار کی تکلیف ہو جائے تو مصلح دین (دین کی اصلاح کرنے والے) کے ذمہ اس کا علاج نہیں۔ (النور، رجب ۱۳۵۴ھ)

عوارض نفسانی کا علاج

حَالؒ: ایک ماہ کا عرصہ ہوا کہ خادم کی دوکان کے سامنے ایک شخص ہم پیشہ تجارت نے دوکان کھولی ہے اور ہم سے حسد رکھتے ہیں۔ قیمتوں میں کمی کر کے گاہکوں کو توڑنا چاہتے ہیں اور مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی وجہ سے میرے قلب میں پریشانی اور فکر ہوگئی ہے۔ جب ہمارا گاہک ان کے پاس جاتا ہے تو قلب دکھتا ہے، مردہ دلی پیدا ہوگئی ہے اور طبیعت بے چین ہوگئی ہے۔ دل کو سمجھاتا ہوں کہ جو قسمت کا ہے وہی ملے گا مگر دل ہے کہ بکھرا جاتا ہے طبیعت فکر مند اور تنگ رہتی ہے۔ یہاں تک کہ کھانے اور آرام میں کمی ہونے لگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتا ہوں کہ یہ بات نہ رہے۔ حضرت والا کی دعا کا محتاج ہوں۔ اس کا علاج فرمائیں۔
تحقیق: علاج گناہ کا ہوتا ہے یہ عوارض نفسانیہ غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے گناہ نہیں لہٰذا علاج کے بجائے دعا کرتا ہوں۔ (النور، رجب ۱۳۵۴ھ)

موت سے ڈر ضعف قلب کی وجہ سے ہے

حَالؒ: مجھے موت سے بہت خوف معلوم ہوتا ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ مجھے موت سے طبعی نفرت اس حد سے بھی آگے بڑھی ہوئی ہے جس کا ثبوت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے ہوتا ہے یہاں تک کہ محلّہ میں اگر کوئی مر جاتا ہے تو کئی روز تک خوف سوار رہتا ہے۔ رات عشاء کی نماز میں جاتے ہوئے خوف معلوم ہوتا ہے اور کبھی کسی دوسرے کے لئے موت کو اچھا سمجھتا ہوں تاکہ میں نماز جنازہ پڑھوں اور جنازہ کے ساتھ جاؤں اور ثواب حاصل کروں۔ بہر حال موت سے بہت نفرت ہے۔ حالانکہ وہی خدا کی ملاقات کا ذریعہ ہے۔ صوفیائے کرام کے حال پر جب نظر ڈالتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک موت سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں۔

تحقیق: (بعض صوفیا کے ہاں موت کا محبوب ہونا) غلط ہے بعض مسلم بزرگوں کو میں نے موت سے ایسا ہی ڈرتا ہوا دیکھا ہے۔ اس کا سبب دل کا کمزور ہونا ہے جو بالکل برا نہیں ہے۔

حال: جو حالات کتابوں میں دیکھے اس سے بھی یہی بات معلوم ہوئی تو مجھے تعجب ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو یہ بات کس طرح حاصل ہوئی اور کیا ذرائع ان لوگوں نے حاصل کئے جن کی وجہ سے ان کو نفرت بالکل جاتی رہی۔

تحقیق: ان کی قوت قلب ہے یا قوت ارادہ اور دونوں غیر مطلوب خالص اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں۔

(النور، رجب ۱۳۵۴ھ)

ہنسی کوئی مرض نہیں ہے

حال: احقر نے پچھلے خط میں عرض کیا تھا کہ احقر کو ہنسی بہت آتی ہے۔ اگر یہ مرض ہے تو علاج فرمائیں تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ (مرض ہونے کا شبہ کس وجہ سے ہوا) حضرت ایک تو اس بات سے شبہ ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کبھی ہنستے نہیں تھے تبسم فرمایا کرتے تھے اور یہ نبوی طریقے کے خلاف ہے۔

تحقیق: تو کیا بطور معمول کے پیٹ بھر کر کھانا بھی مرض ہے کیونکہ حضور ﷺ نے بطور معمول کے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

حال: اور دوسری بات یہ ہے کہ ہنسی سے طبیعت کے اندر غفلت پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ کی یاد سے غافل ہونا اچھی بات نہیں۔

تحقیق: اور سونے میں بھی غفلت ہوتی ہے تو یہ بھی اچھی بات نہیں ہوگی۔

حال: حضرت ان باتوں سے مرض ہونے کا شبہ ہوتا ہے اگر مرض ہو تو علاج فرمائیں۔

تحقیق: اوپر کے سوالات میں جواب ہوگیا۔ (النور، شعبان ۱۳۵۷ھ)

ڈاڑھی میں سے نائی کا سفید بال نکالنا عذر نہیں

حال: نیز جب حجام ہفتہ وار میری حجامت کرتا ہے تو وہ میری مونچھ میں سے سفید بال تلاش کر کے کترتا ہے اور یہ میں جانتا ہوں کہ سفید بال نکلوانا جائز نہیں ہے مگر میں حجام کو منع نہیں کرتا ہوں کہ سفید بال نہ کتر بلکہ نفس یہ بہانہ کرتا ہے کہ نہ تو سفید بال کترنے کو نائی سے کہا گیا نہ خود اس نے اطلاع کی نہ آئینہ سے دیکھا پھر تحقیق و منع کرنے کی کیا ضرورت ہے تاکہ تحقیق کے بعد ممانعت ضروری نہ ہو جائے۔

تحقیق: یہ عذر نہیں نائی کو منع کر دیا جائے اور سفید بال کو حدیث میں وقار فرمایا ہے اور یہ دعا آئی ہے "اللھم

زدنی وقارا'' اے اللہ! میرے وقار میں اضافہ فرمائیے۔ اس دعا کی برکت سے یہ کیفیت معتدل ہو جائے گی۔ (النور، شعبان ۱۳۵۴ھ)

موت کا خوف گناہ نہیں

حال: موت سے اور برزخ سے بہت زیادہ خوف معلوم ہوتا ہے۔ موت کے خیال سے کافر کی طرح روح ڈرتی ہے اور اس کو تکلیف ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ایسا ڈر معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی ظالم اور جابر قاتل سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قلب میں حسن ظن کی جگہ سوء ظن معلوم ہوتا ہے۔ نہ اس کی شفقت و رحمت پر اعتماد ہے نہ اس کی ملاقات کا شوق ہے۔

تحقیق: قاعدہ مذکورہ کی وجہ سے ان میں کوئی بات گناہ نہیں بلکہ یہ سب اعتقاد قوی ہونے کے دلائل ہیں جس پر اجر ہے۔ (النور، شعبان ۱۳۵۴ھ)

سستی و غفلت کا علاج

پہلا خط

حال: سستی و غفلت بدستور ہے۔ ہمت کی دعا چاہتا ہوں۔

تحقیق: دعا سے انکار نہیں مگر آپ بھی کچھ ہمت کریں۔ دعا میں اسی صورت سے برکت ہوتی ہے ورنہ دعا ایسی ہوگی کہ جیسے نکاح کئے بغیر اولاد کی دعا۔

دوسرا خط

حال: ہمت کے بارہ میں حضور والا نے صحیح جواب عنایت فرمایا ہے اس کا قلب پر بہت اثر ہوا مگر اس کو قیام نہیں رہا اس کا علاج تحریر فرمائیں۔

تحقیق: بار بار اس کا استحضار اور اس پر عمل کرنے کی ممکن کوشش اور اس کے ساتھ دعا بھی یہ مجموعہ علاج ہے۔

حال: اسی طرح میرا نفس حد سے زیادہ سرکش ہے۔ کسی طرح حسنات (نیکیوں) کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ ہمیشہ سیئات (برائیوں) کی طرف اس کا میلان ہے۔ لذات شہوات کا عادی ہے اسی کا دھیان ہے۔ اگر کچھ عرصہ کے لئے بھلائی کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ توجہ بھی عارضی (وقتی) ہوتی ہے۔ یعنی نصیحت سننے سے اس کی طرف متوجہ تو ہوتا ہے اور اس کو بہتر بھی جانتا ہے لیکن عمل کے بارہ میں توجہ بالکل صفر ہے اس کی طرف خصوصیت سے

توجہ فرمائیں۔

تحقیق: میری یہی توجہ ہے کہ دعا کروں اور تدبیر بتاؤں تو بحمد اللہ ایسا کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ برکت فرمائیں۔

(النور، ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ)

ریا کے شبہ کا علاج

پہلا خط

حال: احقر کو کبھی دینی فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں جبکہ کوئی پاس بیٹھا ہو ریا کی مہلک علت ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت! اس وقت نفس سے کشمکش تو بہت کرتا ہوں مگر خاکسار کو خوف ہے کہ کہیں نفس غالب آ کر اس سہو و خطا کے پتلے کو گمراہ نہ کر دے۔ اس لئے حضور والا کی خدمت اقدس میں درخواست کرتا ہوں کہ از راہ کرم علاج کا طریقہ ارشاد فرمائیں۔

تحقیق: ریا اختیاری فعل ہے یا غیر اختیاری فعل ہے۔

دوسرا خط

حال: خاکسار کی کیفیت یہ ہے کہ جس وقت دینی فرائض کی ادائیگی کرتا ہوں اور کسی شخص کو نزدیک بیٹھے دیکھتا ہوں تو ہلکی سی لذت پیدا ہوتی ہے کہ یہ کہے گا بڑا اچھا آدمی ہے یعنی طبیعت میں اس کو خوش کرنا ہوتا ہے۔

تحقیق: وسوسہ کے درجہ میں جس کو برا سمجھتے ہو یا عزم کے درجہ میں۔ (النور، ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ)

کوئی عورت سامنے آئے تو قدرت چھن نہیں جاتی ہے

پہلا خط

حال: بندہ کے اندر ایک مرض یہ ہے کہ اگر کوئی عورت سامنے آجائے تو اس پر نظر پڑ جاتی ہے پھر اس سے نظر ہٹا نہیں سکتا۔

تحقیق: کیوں! کیا قدرت چھن جاتی ہے؟

دوسرا خط

حال: اس وقت قدرت چھن جاتی ہے۔

تحقیق: تو کیا تمہارا یہ اعتقاد بھی ہے کہ اس حالت میں تم کو گناہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ قدرت نہ ہونے کی حالت میں تو گناہ نہیں ہوتا۔

تیسرا خط

حال: پہلے میں نہیں سمجھ سکا تھا اس لئے جواب میں لکھا تھا کہ قدرت چھن جاتی ہے لیکن اب سمجھ میں آیا کہ چھنتی نہیں ہے کیونکہ بعض مرتبہ تو نظر پھیر سکتا ہوں اس لئے نظر نہ پھیرنا قدرت چھن جانے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کا سبب شیطانی وسوسہ ہے اور نہ پھیرنے کی حالت میں مجھے گناہ بھی ہوتا ہے۔ اب حضور جو علاج تجویز فرمائیں اس گناہ سے بچنے کے واسطے اس پر پابند رہوں گا۔

تحقیق: قدرت سے کام لو۔ (النور، ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ)

سست طبیعت کا علاج سکون وقوت ہے

حال: کبھی اگر گھبراہٹ ہوتی ہے یا اوراد میں طبیعت سست ہوتی ہے تو کبھی ارادے سے اور کبھی ارادے کے بغیر حضرت کی صورت خیال میں سامنے ہوکر سکون پیدا کرتی ہے اور طبیعت کے قوی ہونے کا سبب ہوتی ہے کیا یہ ارادہ برا تو نہیں ہے؟ خصوصاً میری حالت کے اعتبار سے کہ تنہائی میں یا تاریکی میں وساوس زیادہ آتے ہیں۔

تحقیق: کیا سکون وقوت اسی تدبیر میں ہی ہے۔ (النور، صفر ۱۳۵۶ھ)

حب دنیا کا علاج

حال: اس خط میں ایک دوسرا مرض لکھنا چاہتا ہوں۔ وہ حب دنیا ہے۔ اپنے اندر دنیا کی محبت پاتا ہوں۔ رسالہ تبلیغ دین ص ۵٦ میں ہے۔ ''دنیا صرف مال وجاہ ہی کی محبت کا نام نہیں ہے بلکہ موت سے پہلے جس حالت میں بھی ہو وہ سب دنیا ہے۔ دنیا کے تمام جھگڑوں بکھیڑوں اور مخلوقات اور موجودہ چیزوں کے ساتھ تعلق رکھنے کا نام دنیا کی محبت ہے۔''

تحقیق: مراد عقلی محبت ہے طبعی محبت نہیں۔

حال: پھر تھوڑا آگے ہے ''یاد رکھو کہ آدمی کو جاہ ومال کے علاوہ زمین کی بھی محبت ہوتی ہے مثلاً مکان بنائے یا کھیتی کرے نباتات کی محبت ہوتی ہے مثلاً جڑی بوٹی ہو کہ اس کو دواؤں میں استعمال کرنا یا ترکاری ودیگر پیداوار ہو کہ اس کو کھائے اور مزہ اڑائے۔ معدنیات کی محبت ہوتی ہے۔'' اسی طرح اور بھی چند چیزوں کو گنا کر لکھتے ہیں۔

''انہیں چیزوں کی محبت کا نام نفس کی خواہشات ہیں جس کو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنے نفس کو خواہش سے روکا اس کا ٹھکانا جنت ہے'' اور دنیا کی محبت کی تعریف جو اس کتاب میں کی گئی ہے کہ ''موجودہ چیزوں کے ساتھ تعلق رکھنے کا نام دنیا کی محبت ہے'' وہ مجھ پر سچ ثابت ہوتی ہے۔

مجھے ان مذکورہ چیزوں کے ساتھ تعلق ہے اور اپنے اندر ان کی محبت پاتا ہوں۔ اس تعریف کو دیکھ کر مجھے کچھ پریشانی بھی ہوئی کہ اس سے بچنا تو بہت مشکل ہے۔ میں یہ سمجھے ہوئے تھا کہ دنیا کی محبت اس کو کہتے ہیں کہ مخلوق سے اتنی محبت ہو جو اللہ تعالیٰ کی محبت پر غالب ہو اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دے۔ خود محبت اور خود تعلق نقصان دہ نہیں ہے۔

تحقیق: تمہارا سمجھنا ٹھیک ہے۔

حال: لیکن اس تعریف میں کچھ فرق نہیں کیا گیا ہے۔

تحقیق: اس تعریف میں وضاحت کی ضرورت ہے اور میں نے اوپر وضاحت کر دی ہے۔

حال: اس لئے مجھے پریشانی ہوئی کہ اپنے اوپر اس کو سچ پاتا ہوں اس لئے حضرت کے پاس لکھتا ہوں کہ یہ حب دنیا کا مرض میرے اندر موجود ہے۔ حضرت اس کے دور کرنے کی جو تدبیر بتائیں اس پر عمل کروں گا۔

تحقیق: جب مرض کا وجود ثابت ہو جائے گا علاج بتایا جائے گا۔

نوٹ: (الف) اس جواب میں حضرت امام غزالی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے ایک کلام جزئی کی جو وجہ بیان کی گئی ہے اور جواب بالا میں ان کے پورے مزاج کی جو وجہ بیان کی گئی وہ بہت ہی ضروری، مفید اور بہت ساری الجھنوں کو دور کرنے والی ہے۔ فقط

نوٹ: (ب) پھر ان کا دوسرا خط آیا کہ الحمد للہ حضرت کی شرح فرما دینے سے کہ عقلی محبت مراد ہے سارے شبہات دور ہو گئے اب کوئی الجھن باقی نہیں رہی اور الحمد للہ اس معنی کے اعتبار سے دنیا کی محبت اپنے اندر نہیں پاتا ہوں۔ ان چیزوں سے اتنا ہی تعلق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تعلق اور محبت پر غالب نہیں ہے۔ دوسرے خط میں کوئی اور مرض لکھوں گا اس خط سے صرف اطلاع اور دعا کرانی مقصود ہے۔ آہ اس کے جواب میں مبارک باد لکھی گئی۔

حال: مواعظ میں بعض مضامین ایسے مشکل ہوتے ہیں جن کی تشریح جناب والا نے علم منطق وصرفی ونحوی قواعد کے ذریعے طے فرمائے ہیں تو ان کا سیکھنا بھی بندہ کے لئے لازم ہے کہ کس استاد سے موقع بہ موقع سبقا سبقا حاصل کیا جائے یا یوں ہی چھوڑا جائے۔

تحقیق: جو سمجھ میں نہ آئے اس کو چھوڑ دو۔

حَال: مطالعہ (مواعظ) کے وقت اکثر مضامین فدوی سمجھتا ہے مگر یاد نہیں رہتے تو یاد کر لینا ضروری ہے؟
تحقیق: نہیں ہے۔
حَال: یا صرف اتنا کافی ہے کہ کتاب میں دیکھ کر دل کی تسلی کرتا رہے۔ ان کے بارے میں جو ارشاد ہو۔
تحقیق: اگر چہ یاد نہ رہے مگر اثر باقی رہ جائے گا۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

بدنظری کا علاج

پہلا خط

حَال: احقر کو بدنظری کا مرض ہے اس کے بارے میں اگر چہ اتنا ضرور کرتا ہوں کہ جب کسی پر بری نظر پڑی فوراً جبراً وقہراً ادھر سے نگاہ ہٹالی اور تیزی سے اس جگہ سے چلا گیا اور استغفار کر لی مگر پھر بھی اتنا تقاضا رہتا ہے کہ اللہ کی پناہ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ نگاہ پڑنے کے بعد دو چار سیکنڈ اس پر نگاہ قائم بھی رہتی ہے مگر جب خیال آتا ہے فوراً ہٹا لیتا ہوں دیکھنے کی چاہت کے وقت قدرت تو رہتی ہے مگر نفس امارہ کہتا ہے کہ نظر کر لے پھر توبہ کرنے سے اللہ رحمٰن و رحیم معاف فرمائیں گے اور عین وقت پر وہ خبیث مغلوب کر لیتا ہے پھر ایک دو سیکنڈ کے بعد نگاہ کو ہٹا کر توبہ کر لیتا ہوں اور بے انتہا استغفار کر لیتا ہوں لیکن اس کا کیا کروں کہ یہ جو بالکل چاہت کے وقت نفس خبیث مغلوب کر لیتا ہے۔ اس سے سخت ندامت اور پریشانی ہوتی ہے۔ جانتا ہوں کہ استغفار کر لی ہے مگر دل صاف نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی دل پر اس کا میلا پن باقی ہے۔ ورنہ استغفار سے تو دل صاف ہو جاتا ہے۔ یہ سمجھ کر اور بھی پریشان ہوتا ہوں۔ اب حضرت والا سے ہاتھ باندھے ہوئے عرض ہے کہ حضرت والا ایک ایسا علاج مرحمت فرمائیں کہ اللہ جل شانہ اس کی برکت سے بالکل چاہت کے وقت نفس امارہ پر غلبہ کی قدرت عطا فرمائیں۔

تحقیق: (اللہ تعالیٰ نے) قدرت تو عطا فرمائی ہے مگر جب اس سے کام نہ لو اس کا کوئی علاج مجھ کو معلوم نہیں۔ جہنم میں علاج ہوگا۔

دوسرا خط

حَال: حضرت والا نے پہلے پرچہ میں جو جملہ شریفہ تحریر فرمایا ہے کہ کیا چاہت کے وقت قدرت نہیں رہتی، اور اس کے بعد کے پرچہ میں جو قول مبارک تحریر فرمایا ہے یعنی ''قدرت تو عطا فرمائی ہے جب اس سے کام نہ لو اس کا

کوئی علاج مجھ کو معلوم نہیں جہنم میں علاج ہوگا۔'' ان دونوں سے احقر کو اتنا فائدہ ہوا جو بیان کرنے سے احقر قاصر ہے۔ اب عزم بالجزم پکا ارادہ یقین کے ساتھ کرلیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اللہ کے فضل وکرم اور حضرت کی دعا سے کبھی بھی یہ کام نہیں ہوگا۔

تحقیق: مبارک مبارک۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ)

ریاء کا شبہ اور اس کا ازالہ

حال: کبھی کبھی جس روز خانقاہ میں کوئی مہمان موجود ہوتا ہے اس روز نفس میں اس بات کی چاہت ہوتی ہے کہ تہجد کی نماز جلدی پڑھ کر ذکر بلند آواز سے شروع کیا جائے تاکہ ذکر کو مہمان سن لے۔ کبھی نفس کی چاہت کی وجہ سے تہجد کی نماز جلدی نہیں پڑھتا ہوں بلکہ تہجد کی نماز آہستہ آہستہ پڑھ کر ذکر بھی آہستہ آہستہ کرتا ہوں۔

تحقیق: جب یہ فعل اختیاری ہے ایسا ہی کرنا چاہئے اور آہستہ سے مراد اگر حسب عادت ہے تو کافی ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ اس سے بھی آہستہ تاکہ ریا کے احتمال کا پورا مقابلہ ہو تو اس کی ضرورت نہیں عادت کے موافق کافی ہے۔ ریا کے احتمال کا مقابلہ تصحیح نیت سے کافی ہے لیکن اگر زیادہ پریشانی ہونے لگے تو علاج کے لئے عادت سے بھی آہستہ زیادہ بہتر ہے۔

حال: کسی دن نفس کی چاہت کی وجہ سے تہجد کی نماز جلدی پڑھ کر ذکر کو بلند آواز سے شروع کرتا ہوں۔

تحقیق: یہ بھی فعل اختیاری ہے جس میں ریاء کی چاہت پر عمل ہے مت کرو۔ اور بلند آواز سے کرنے میں یہاں بھی اسی قیاس کے مطابق صورتیں ہیں۔

حال: بعد میں خیال ہوتا ہے کہ یہ تو ریاء ہے پھر ذکر آہستہ کرتا ہوں تاکہ کوئی سن نہ لے۔ حضرت! کیا اس حالت میں ذکر کو آہستہ نہ کرنے کا سبب ہے۔

تحقیق: اوپر مفصل ومکمل لکھ چکا ہوں۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ)

فضول باتیں کرنے کا علاج

حال: دوسرا مرض زبان کا پہلے کی طرح موجود ہے یہ مرض ناسور جیسا ہوگیا ہے کہ زبان کو فضول باتوں سے روکنے میں کامیابی نہیں ہوتی۔

تحقیق: وہی اختیار واختیار نہ ہونے کا سوال یہاں بھی ہے۔

حال: رنج وغم کی حالت میں تو یہ زبان خود ساکت رہتی ہے۔ لیکن جہاں فکر وتردد دور ہوا زبان اپنی اصلی حالت

پر آ جاتی ہے۔

تحقیق: آجاتی ہے یا لائی جاتی ہے۔

حال: کاملین کی صحبت سے اس مرض میں بے حد کمی ہوجاتی ہے۔ میں طبیعت کا اندازہ کرتا ہوں کہ اگر چھ ماہ ایسی صحبت نصیب ہوجائے تو انشاء اللہ اس مرض میں بہت کمی ہوجائے گی لیکن ایسی صحبت میسر نہیں۔

تحقیق: صحبت پر موقوف نہیں مدار ہمت پر ہے۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ)

دل نہ لگنے کا علاج

حال: بعض مستورات کی طرف سے۔

میری حالت جس کو میں محسوس کرسکتی ہوں یہ ہے کہ بفضلہ تعالیٰ میرا قرآن شریف کی تلاوت، ذکر اور نماز میں اکثر بہت دل لگتا ہے۔ کبھی قرآن شریف کی تلاوت میں بہت دلچسپی ہوتی ہے کبھی ذکر میں اور کبھی نماز میں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز میں دل نہیں لگتا ہے۔

تحقیق: اس (دل لگنے نہ لگنے) کی طرف توجہ نہ کی جائے ایسی تبدیلیاں سب کو پیش آتی ہیں۔ اصل چیز عمل ہے اس میں خلل نہ ہو برکت اسی سے ہے۔

حال: جس زمانہ میں میری طبیعت نماز اور ذکر وغیرہ میں بہت لگتی ہے مجھے تمام دن خوشی اور مسرت رہتی ہے اور دل یہ چاہتا ہے کہ سوائے خدا کے اور کوئی ذکر نہ ہو لیکن خدا جانے کیا واقعہ ہے کہ دعا میں میرا دل بالکل نہیں لگتا۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہی مجھے وحشت سی ہونے لگتی ہے اور بہت دل اکتانے لگتا ہے۔

تحقیق: طبیعتوں کا رنگ پیدائشی طور پر الگ الگ ہے مگر یہ نقصان دہ نہیں ہے۔ مقصود خدا تعالیٰ کی یاد ہے خواہ ذکر وغیرہ سے ہو یا دعا سے ہو۔ مقصود ہر حال میں حاصل ہے۔

فائدہ: یؤید هذا بحدیث ابی سعید بقول الرب تعالیٰ من شغله قراۃ القرآن عن مسئلتی اعطیته افضل ما اعطی السائلین. (**ترجمہ:** اور اس کی تائید ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے کہ (حدیث قدسی ہے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس کو قرآن کی مشغولی دعا مانگنے نہ دے تو میں اس کو سب مانگنے والوں سے زیادہ عطا فرماتا ہوں)۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس کو قرآن کی مشغولی مجھ سے مانگنے سے روکتی ہے میں اس کو تمام مانگنے والوں سے زیادہ دیتا ہوں۔

للترمذی (جمع الفوائد فضل القرآن) دل الحدیث علی ان التقلیل فی الدعاء غیر مضر.

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا میں کمی کرنا نقصان دہ نہیں ہے۔ (النور، جمادی الاولی ۱۳۵۶ھ)

حبِ دنیا اور حبِ جاہ کا علاج

حال: نفس کے دھوکوں اور برائیوں سے بچنے کا بھی لحاظ رکھتا ہوں۔ کبھی کبھی اچھے کھانے کپڑے اور عمدہ مکان بنانے کی لالچ ہوتی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ زیادہ روپیہ پیسہ پاس ہو اس سے حب دنیا کا شبہ ہوتا ہے۔ جب اس خیال کا کچھ غلبہ ہوتا ہے تو تبلیغ دین وغیرہ میں حب دنیا کی مذمت اور زہد وغیرہ کا بیان دیکھ لیتا ہوں اس کے استحضار سے لالچ کمزور ہو جاتی ہے۔ نفس یہ بھی چاہتا ہے کہ کوئی شخص برا نہ کرے اور اعزہ واحباب کے بارے میں اس کا خیال بھی ہوتا ہے کہ وہ جائز تقریبات میں مجھ کو نہ بھولیں۔ اس کے خلاف پیش آنے سے طبیعت میں پریشانی محسوس ہوتی ہے۔ ہمیشہ سے اکثر تقریبات میں میں خود نہیں شریک ہوتا ہوں۔ مگر اس سے تنگی ہوتی ہے کہ اہل تعلق میں سے کوئی یاد نہ کرے۔ اس سے بھی حب دنیا اور حب جاہ کا شبہ ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں بھی جب تبلیغ دین وغیرہ میں کچھ مضمون پڑھ لیتا ہوں تو طبیعت میں سکون ہو جاتا ہے۔ طالب حق کے واسطے اس قسم کے خیالات نہایت شرم ناک معلوم ہوتے ہیں۔ براہ شفقت وکرم حضور دعا و تدبیر سے میری مدد فرمائیں۔

تحقیق: دعا بھی کرتا ہوں اور تدبیر یہ ہے کہ نفس کی چاہت کی مخالفت کی جائے۔ اور اقارب کی شکایت کی وجہ سے یعنی اپنا حق سمجھنا اس کی ضد کا استحضار اس طرح کیا جائے کہ اپنی کمیوں نا اہلی کا ہمیشہ استحضار کیا جائے۔

(النور، رجب ۱۳۵۶ھ)

نفس کی اصلی سزا تو ندامت ہے باقی تقویت کے لئے بدنی یا مالی سزا دی جاتی ہے

حال: ایک اجازت یافتہ کی طرف سے۔

نفس کی یہ بدمعاشی کہ علم، قدرت اور اختیار کے باوجود کام نہ کرے یا نہ چھوڑے اور بالکل بھی عقل اور شرع کے اعتبار سے مجبور نہیں ہے۔ اس پر کیا سزا ہونی چاہئے۔ بدنی سزا ہو یا مالی یا کیا انداز اختیار کیا جائے۔

تحقیق: کبھی بعض طبیعتوں میں مالی یا بدنی سزا سے ندامت کم ہو جاتی ہے۔ اصل مقصود ندامت ہی ہے جس کو قوت دینے کے لئے وہ سزا تجویز کی جاتی ہے جب کسی عارض (وقتی رکاوٹ کی وجہ) سے اس (مالی و بدنی سزا) میں کمزوری ہو جائے وہ مقصود نہ رہے گا اور اس وقت آپ کے لئے یہی مناسب ہے کہ ندامت پر اکتفا ہو۔

"ویوید قوله تعالیٰ ﴿علی بعض التفاسیر فاثابکم غما بغم لکیلا تحزنوا﴾ الایة اذا لم تکن الا زائدة فافادت ان الاصابة والعقوبة من خواصها زوال الحزن ولو فی بعض الاوقات لان القضیة شخصیة." (اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ "پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں غم کے بعد غم پہنچایا تا کہ لوگ غمگین نہ ہوں۔" جب لا زائد نہ ہو تو آیت سے یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ مصیبت کا پہنچنا اور سزا کی خصوصیت ہے کہ اس سے غم ختم ہو جاتا ہے اگرچہ بعض وقت ہو۔) (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ)

ریا دین کے ذریعے مخلوق کو خوش کرنے کے ارادے کا نام ہے

حَالؔ: حضرت کے مواعظ میں سے کبھی اگر اپنے پاس بیٹھنے والوں سے کوئی بات کرتا ہوں تو دل میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ ریا ہے۔ چونکہ اپنے نفس میں ریا کا احساس ہے۔ ہر وقت یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ تو جو کچھ کہتا ہے وہ تیرے افعال کے خلاف ہے، دل ہی دل میں طے کر لیتا ہوں کہ آئندہ نہ کروں گا۔ لیکن ریاء کا اتنا غلبہ ہے کہ پھر شروع کر دیتا ہوں۔ یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اگرچہ منصب کے خلاف وعظ کہنا ہے جو میرے لئے نقصان دہ ہے۔ اس کا جو علاج مناسب ہو تجویز فرمایا جائے۔

تحقِیقؔ: ریا ہر خیال کا نام نہیں بلکہ جس خیال کی وجہ سے دین کے ذریعے مخلوق کو خوش کرنے کا ارادہ ہو اور یہ اختیاری بات ہے۔ جب اس کا ارادہ نہ ہو وہ ریاء ہی نہیں اگرچہ وہم ریا ہو وہم ریا وسوسہ ریا ہے جس پر پکڑ نہیں ہے۔ ایسے وہم سے عمل صالح کو نہ چھوڑا جائے۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ)

حبِ جاہ کا علاج

حَالؔ: حضرت اقدس! عام طور پر تو اس ناچیز کو اپنے عیوب بھی پیش نظر رہتے ہیں۔ کوئی تعریف بھی کرتا ہے تو اپنی نالائقیاں یاد آ کر شرمندہ ہوتا ہوں۔ لوگوں سے جہاں تک ہو سکے الگ رہتا ہوں۔ کبھی ضرورت کی وجہ سے کہیں جانا ہوتا ہے یا بعض دوست کبھی ملنے آ جاتے ہیں تو گفتگو کے درمیان میں کوشش کرتا ہوں کہ بات اس طرح قوت سے ادا ہو کہ مخاطب متاثر ہوں۔ اس وقت اگر کوئی تعریف کرتا ہے یا ان میں کوئی خاص اثر معلوم ہوتا ہے تو نفس خوش ہوتا ہے۔ جب بیان کرتے کرتے رک جاتا ہوں تو دل میں خواہش ہوتی ہے کہ اگر کوئی بات موقع کے مناسب یاد آ جائے تو بیان کروں۔ مجلس کے ختم ہوتے ہی طبیعت بے چین ہو جاتی ہے۔ بہت ڈر لگتا ہے اور گھبرایا ہوا پھرتا ہوں کہ ملنے والوں کا تو کچھ نفع ہو گیا مگر اپنا نقصان ہو گیا کہ یہ تو حب جاہ ہے۔ جبھی تو دل

میں انتظار ہوتا ہے کہ میرے بیان سے مخاطب متاثر ہو۔ حضرت عالی! اگر یہ واقعی حب جاہ یا کوئی اور مرض ہو تو اس کا علاج ارشاد فرمائیں۔

تحقیق: شبہ سے بھی بچنا چاہئے اس عادت کو چھوڑ دیں۔ (النور، شوال ۱۳۵۶ھ)

رسالہ نعم المنادی فی تصحیح المبادی

تین خطوط پر مشتمل ہے

پہلا خط

برے اخلاق کی چاہت پر عمل نہ کرنا

حال: اخلاق و معاملات کے ٹھیک کرنے کے لئے جہاں تک ہو سکے کوشش کرتا ہوں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ برے اخلاق جیسے حسد، کینہ، غصہ اور عجب وغیرہ کا مادہ دل کے اندر چھپا ہوا موجود ہے اگرچہ اس کی چاہت پر عمل نہیں کرتا ہوں لیکن کبھی کبھی بھول ہو جاتی ہے۔ خیال آنے پر ارادے سے دور کرتا ہوں۔

تحقیق: پھر اور کیا چاہئے صاف لکھئے۔

حال: معاملات کے بارے میں عرض ہے کہ ملازمت کی ابتدا سے رشوت سے محتاط نہ تھا۔ آٹھ سال ہوئے میں نے اس سے توبہ کی۔ جن جن سے رشوت لی تھی یا قرض لیا تھا ان سے معاف کرانے کا یا ان کو ادا کرنے کا ارادہ کر لیا۔ کئی شخصوں سے معاف کرا چکا ہوں۔ ایسے اشخاص کی جہاں تک یاد آ سکی اس کی فہرست بنا لی ہے اور پکا ارادہ ہے کہ ان سے معاف کراؤں گا یا ادا کروں گا۔ میرے اوپر سودی قرضہ بھی ہے چوتھائی تنخواہ سے زیادہ اس میں ہر ماہ دیتا ہوں۔ اللہ پاک سے دعا کرتا رہتا ہوں کہ مجھ کو حقوق العباد سے نجات دے۔ حضور بھی دعا فرمائیں۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

حال: اصلاح کی حقیقت میرے ذہن میں یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا جوئی کے جو طریقے ہیں یعنی تزکیۂ نفس۔

تحقیق: اس کی کیا تفسیر ہے۔

حال: شرعی کرنے کے کاموں کو اخلاص سے پورا کرنا۔

تحقیق: اس میں مصلح کا کیا دخل ہے۔

حَال: اورشرعی نہ کرنے کے کاموں سے بیزاری، ان پر استقامت کی توفیق عطا ہو جائے۔ اللہ پاک کی یاد قلب میں جگہ پکڑ لے۔

تحقیق: (کیسی بیزاری) عملی یا اعتقادی یا حالی؟

دوسرا خط

حَال: پچھلے خط میں میں نے عرض کیا تھا کہ بری عادتوں کا مادہ دل میں موجود ہے لیکن اس کی چاہتوں پر عمل نہیں کرتا ہوں۔ حضور والا نے پوچھا ہے کہ ''پھر اور کیا چاہئے'' جواب میں عرض ہے کہ میں جانتا ہوں کہ بری عادتوں کا پوری طرح ختم ہونا ناممکن ہے اور ان کی چاہتوں پر عمل نہ کرنا کافی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں اس کی توفیق اپنے میں پاتا ہوں اگر چہ قوی نہیں اللہ پاک توفیق میں زیادتی فرمائے۔ باقی میرا یہ کہنا کہ بری عادتوں کی چاہتوں پر عمل نہیں کرتا۔ میرے اپنے محسوسات کی وجہ سے ہے۔ ایک عامی کی محسوسات ہی کیا غالباً بہت سے برے اخلاق میں مبتلا ہوں گا۔ لیکن مجھ کو ان کا احساس نہیں ہے۔

تحقیق: احساس ہونا چاہئے۔ ورنہ اس کا علاج کیسے پوچھا جائے گا خصوص جبکہ مصلح کے مشاہدہ سے بھی دور ہو۔ ایسی حالت میں مصلح کے احساس کی بھی کوئی صورت نہیں۔ ایسا کم ہوتا ہے کہ مصلح کو کسی واقعہ سے اطلاع دی۔ اور اس نے اس واقعہ سے کسی عادت کا صحیح استنباط کر لیا۔ یہ علاج کے لئے کافی نہیں۔ لہٰذا خود طالب علم کو احساس کرنا چاہئے جس کی تدبیر یہ ہے کہ ایسے رسائل کا مطالعہ کیا جائے جیسے تبلیغ دین یا میرے مواعظ۔

حَال: دوسرا استفسار حضور والا کا یہ ہے کہ تزکیۂ نفس کی تفسیر کیا ہے۔ جواب میں عرض ہے کہ تزکیۂ نفس کی تفسیر یہ ہے کہ قلب کو ان بڑے اخلاق مثلاً حسد، کینہ، تکبر، غصہ، خود پسندی، ریا، کذب، حب جاہ اور حب مال وغیرہ سے پاک کرے۔ جو حق تعالیٰ کو ناپسند ہیں اور ان اچھے اخلاق جیسے محبت، خشیت، رجاء، صبر، شکر، اخلاص، صدق اور توکل اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہنا وغیرہ سے قلب کو آراستہ کرے۔ جو حق تعالیٰ کو پسند اور محبوب ہیں۔

تحقیق: ٹھیک ہے۔

حَال: تیسری بات حضور والا نے یہ پوچھی کہ ''حصول اخلاص میں مصلح کو کیا دخل ہے۔'' جواب میں عرض ہے کہ اخلاص اختیاری بات ہے اور اختیاری بات کے حاصل کرنے کا طریقہ اختیار کا استعمال اور مجاہدہ ہے لیکن ممکن ہے کہ ریا کا مرض اخلاص کی ضد ہے اس صورت سے ظاہر ہو کہ طالب اصلاح خود احساس نہ کر سکے ایسی حالت میں وہ مصلح کا محتاج ہوگا۔ جو کبھی ایسے امراض کی تشخیص اور مجاہدہ کا طریقہ تجویز کرتا ہے جو ان امراض کا علاج ہے۔

اسی طرح مجھ کو بزرگوں کی دعا کے برکات اور توجہ کے فیض کا انکار نہیں ہے لیکن یہ دونوں باتیں غیر اختیاری ہیں۔ میں نے حضور والا سے اصلاح کی درخواست کرتے وقت اپنی اصلاح کے لئے ان ذرائع سے امید وابستہ نہیں کی ہے تاکہ بعد میں وحشت اور مایوسی کا سامنا نہ ہو۔

تحقیق: مضمون کے سارے اجزاء بالکل صحیح تسلی بخش اور امید افزا ہیں۔

حال: آخر میں حضور والا نے ممنوعہ چیزوں سے بیزاری کے بارے میں پوچھا ہے کہ بیزاری عملی یا اعتقادی یا حالی کونسی مراد ہے۔ جواب میں عرض ہے کہ صرف اعتقادی اور عملی درجہ مراد ہے۔ حالی غیر اختیاری بات ہے اور غیر اختیاری باتیں رضا کے حاصل ہونے کے طریقے نہیں ہوسکتے ہیں۔

تحقیق: بالکل صحیح۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ''کیفما اتفق'' (جس طرح پیش آئے) مجھ سے ایک ایک چیز کے بارے میں پوچھا جائے اور میں جو عرض کروں اس پر عمل کر کے پھر مجھ کو اطلاع کی جائے۔ اسی طرح جب ایک چیز کے بارے میں علمی تحقیق اور عملی پختگی کا فیصلہ ہو جائے پھر دوسری چیز کا اسی طرح سلسلہ شروع کیا جائے اور ہر خط کے ساتھ اس سے پہلا خط ضروری طور پر ساتھ بھیجا جائے۔

تیسرا خط

حال: حضرت کے ارشاد کے مطابق تبلیغ دین اور حضرت والا کے مواعظ مطالعہ میں ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ کبر و عجب پر بفضلہ غالب آ چکا ہوں۔ لیکن اس ہفتہ میں اپنے ہر فعل پر غور کے ساتھ توجہ رکھنے سے کئی مرتبہ مجھ کو اپنے اندر کبر و عجب کا احساس ہوا۔ اگرچہ نفس نے ہر اس فعل کا جس پر مجھ کو کبر و عجب کا گمان ہوا بہانہ پیش کرنے کی کوشش کی لہٰذا چند واقعات ان کے بہانوں کے ساتھ جو نفس نے پیش کئے حضور والا کے فیصلہ کی غرض سے تحریر کرتا ہوں۔

1. ایک عالم صاحب نے میرے دماغ اور ذہانت کی مدح فرمائی۔ جس کو سن کر مجھ کو نہایت مسرت ہوئی اور مدح کو سچ سمجھا۔ عقلی طور پر خوب ذہن نشین ہے کہ میرا کوئی کمال میرا ذاتی نہیں ہے حق سبحانہ تعالیٰ نے صرف اپنے فضل سے حق کے بغیر عطا فرمایا اور جب چاہے واپس لے لے۔ مدح کو سچ سمجھنے کے بارے میں نفس نے یہ بہانہ کیا کہ جب تم اس کو اپنا کمال نہیں سمجھتے اور اللہ پاک کا انعام سمجھتے ہو تو اس خوبی کو خوبی نہ سمجھنا اللہ پاک کی ناشکری ہوگی۔
2. گھر میں گھی کی ضرورت تھی ملازم کام کو گیا ہوا تھا مجھ سے کہا گیا کہ بازار سے گھی لے آؤ۔ میں نے ایک

دیگچی ہاتھ میں اٹھائی اور جانے کے لئے تیار ہوگیا۔ میری اہلیہ نے میرے ہاتھ میں ایک اٹھنی دی۔ آٹھ آنے دیکھ کر میں نے دیگچی رکھ دی اور یہ کہا کہ آٹھ آنے کا گھی خریدنے میں مجھ کو شرم آدمی ہے۔ یہ کہنے کے بعد فوراً خیال آیا کہ شرم کی وجہ تکبر ہے نفس نے بہانہ کیا کہ اللہ پاک نے تم کو ملازم دیئے ہیں، دوسو روپیہ ماہوار کی تنخواہ ہے اور سرکاری عہدہ دار کیا ہے اگر کوئی شخص آٹھ آنے کا گھی خریدتے دیکھے گا تو ذلت کی نگاہ سے دیکھے گا کہ اتنی تنخواہ ہے اور آٹھ آنے کا گھی خرید رہے ہیں لیکن میں نے اس بہانے کو صرف بہانہ ہی سمجھا اور نفس کی تادیب کی غرض سے اس پر آمادہ ہوگیا کہ آٹھ آنے کا نہیں بلکہ چار آنے کا گھی خرید کر لاؤں گا اور دیگچی اٹھا کر چلا تو اب اس بات پر شرم آنا شروع ہوئی کہ چار آنے کے گھی کے لئے اتنا بڑا برتن لے جاؤں گا تو دوکاندار احمق سمجھے گا۔ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ ملازم آ گیا اور میری اہلیہ نے برتن میرے ہاتھ سے لے کر اس کو دے دیا۔

❸ میں نے اپنے ایک ماتحت کو اشارہ سے بلایا اس نے دیکھا لیکن اپنے کام میں مشغول رہا مجھ کو اس کا کام چھوڑ کر فوراً نہ آنا طبعی طور پر ناگوار ہوا۔ لیکن میں نے اس کی چاہت پر عمل نہ کیا۔ بعد میں خیال آیا کہ ایسے موقع پر تواضع کا برتاؤ کرنا سیاست اور انتظام میں رکاوٹ ہوگا اس لئے میں نے اپنے پر مصنوعی غصہ طاری کیا اور اس کے پاس جا کر اس کو تنبیہ کی۔ میری اس تنبیہ میں ظاہرا تکبر کی سی شان تھی لیکن قلب بفضلہ تکبر سے پاک تھا۔ حضور مطلع فرمائیں کہ ایسے موقع پر جہاں تواضع کا برتاؤ سیاست اور انتظام میں رکاوٹ ہونا معلوم ہو۔ ظاہر میں متکبروں کا سا برتاؤ کرنے کی شرعاً رخصت ہے یا نہیں۔

❹ میرے ایک جاننے والے ہیں جو اکثر میرے اوپر پھبتیاں کیا کرتے ہیں اور میرے عیب تلاش کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ تواضع کا برتاؤ کرتا تھا۔ جس سے وہ اور زیادہ دلیر ہوتے تھے اور مجھ کو اور زیادہ دق کرتے تھے۔ ان کے انداز گفتگو سے اکثر ان کا تکبر بھی ظاہر ہوتا تھا۔ میں نے ان سے نجات حاصل کرنے کا یہ طریقہ سوچا کہ ان کے ساتھ سخت برتاؤ کروں اور متکبروں کے ساتھ تکبر کرنے کی رخصت (اجازت) پر عمل کروں۔ لہٰذا ایک مرتبہ گفتگو کے سلسلہ میں انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے حضور کہہ کر خطاب کیا کریں۔ میں نے نہایت کرخت (سخت) لہجہ میں ان کو جواب دیا کہ ان کے ایسا کرنے سے میری شان میں کچھ اضافہ نہیں ہوگا۔ میرے ماتحت جن میں بارہ وہ انسپکٹر بھی شامل ہیں جن کی تنخواہ ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار ہے ہر وقت مجھے حضور کہتے ہیں یہ جملے ادا ہونے کے بعد طبیعت گھبرانے لگی اور نقلی تکبر اصلی معلوم ہونے لگا اور میں نے توبہ واستغفار کیا۔

تحقیق: خط حرفاً حرفاً پڑھا۔ طلب اور اہتمام اور فکر سے دل خوش ہوا۔ دل سے دعا نکلی۔ سب کا جواب یہ ہے کہ مبتدی کو ایسی کوششیں مفید تو اس لئے ہیں کہ اس سے نظر بڑھتی ہے۔ مگر تحقیق کی فکر یا اس تحقیق پر اصلاح کو اس طرح پیدا کرنا کہ اگر نفس میں بری عادت ثابت ہو جائے تو اس کا تدارک کریں ورنہ مطمئن ہو جائیں۔ یہ نقصان دہ ہے اس لئے کہ ایسی تحقیقات اکثر وجدانی (باطنی حسی) ہوتی ہیں کہ ان میں دونوں جانب دلائل وکلام کی بہت گنجائش ہوتی ہے۔ اگر بری عادت کو ثابت کیا جائے بعض اوقات زیادتی اور گہرائی ہو جاتی ہے۔ پھر ہر چیز میں ایسے سوالات پیدا ہونے لگتے ہیں جو ایک مستقل مشغلہ ہو جاتا ہے جو ضروری مقاصد سے رکاوٹ ہو جاتا ہے۔ کبھی خود مصلح کی رائے بھی مشتبہ ہو جاتی ہے اس وقت طالب کو زیادہ شبہات پیدا ہونے لگتے ہیں۔

اس لئے یہ طریقہ نفع کی جگہ نقصان دہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے صحیح طریقہ یہ ہے کہ جس بات میں ذرہ بھی شبہ ہو جائے اس شبہ کو حقیقت سمجھ کر اس کا تدارک عمل یعنی نفس کی مخالفت کی جائے اور اگر ہمت نہ ہو یا کوئی صاف بات مصلحت کے خلاف نظر آئے تو تدارک عمل کی جگہ استغفار اور جناب باری تعالیٰ سے اصلاح کی دعا والتجا خوب کریں۔ بس یہی معمول رکھا جائے اور جس بات کے برا ہونے میں کوئی اشتباہ نہ ہو اور بہانے کی گنجائش نہ ہو اس میں ہمت کر کے نفس کا مقابلہ اور اس کی مخالفت کی جائے اور رسمی وہمی مصالح کی پرواہ نہ کی جائے۔ والسلام

تمت رسالہ نعم المنادی فی تصحیح المبادی.

زبان پر قابو نہ ہونے کا علاج

حال: مجھ میں زمانہ سے یہ مرض ہے کہ حق بات بولنے میں یا صاف کہنے میں سختی ہو جاتی ہے۔ اس سے لوگوں کے قلب کو تکلیف ہو جاتی ہے۔ کوئی تو بالکل غمگین ہو جاتا ہے اور کوئی وقتی طور پر غمگین ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد مجھ کو بڑی تکلیف ہوتی ہے کہ بیکار ایک شخص کے دل کو تکلیف پہنچی۔ اکثر تو اس شخص سے معافی چاہتا ہوں مگر اپنے قلب کو اس بات کا رنج ہوتا ہے کہ ایک شخص کو تکلیف دی۔ اکثر نماز کے بعد دعا بھی کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو زبان پر قابو دے دیں تا کہ زبان سے فضولیات نہ نکلیں۔ حضرت والا کو بہت زمانہ سے اس مرض کا حال لکھنے والا تھا مگر کل مجلس میں ظہر کے بعد جو حدیث حضرت والا نے ”من سلم المسلمون“ (کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں) بیان فرمائی تو اپنا مرض یاد آ گیا۔ حضور سے ہاتھ باندھے ہوئے التجا ہے کہ اس مرض کا جو مناسب علاج حضور نے تجویز فرمایا اس پر عمل کروں گا۔

تحقیق: کچھ دن اس بات کو لازمی طور پر کرلیا جائے کہ کسی کو بالکل ہی نصیحت نہ کی جائے اور یاد رکھ کر ہمت سے اس پر عمل کیا جائے۔ کچھ دن ایسا کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ اعتدال پیدا ہو جائے گا اگر کوئی موقعہ نصیحت کا ایسا ہو کہ آپ کے علم میں فوراً ہی کہنا واجب ہو تو کسی دوسرے شخص کے واسطہ سے کہہ دیا جائے تا کہ واجب فوت نہ ہو۔ (النور، ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ)

سماع کی رغبت کا علاج

(ثانیہ)

حال: سماع سننے کے بارے میں حضرت والا کا خیال قطعا درست ہے کہ میں اس غلطی میں مبتلا ہوں۔ آئندہ خدا چاہے احتیاط رہے گی۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔

حال: لیکن یہ بات عرض کے قابل ہے کہ شب کے سناٹے میں جبکہ فضا خاموش ہو دور سے ایک آواز مسلسل آرہی ہو اور طبیعت میں رغبت بھی موجود ہو تو سننے سے رکنا مشکل سا معلوم ہوتا ہے۔ اگر آواز مسلسل نہ آرہی ہو تو بظاہر آسان ہے۔ بہر حال آئندہ عمل کرنے اور کوشش میں بالکل بھی رکاوٹ نہ ہوگی۔

تحقیق: بندہ جتنی باتوں کا مکلّف ہے وہ کچھ بھی مشکل نہیں ہے یعنی اس وقت بہ تکلف قلب کو دوسری طرف متوجہ کر دیا جائے۔ اس توجہ کے ساتھ گانے کی طرف جو توجہ ہوگی وہ غیر اختیاری ہوگی جس پر ملامت نہیں لیکن اس ارادے سے حاصل کی گئی توجہ میں اگر کمی ہو جائے اس کو دوبارہ تازہ کرلیا جائے۔ پھر اس کے باوجود بھی اگر جان بوجھ کر کوئی غلطی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سخت پکڑنے والے نہیں۔ یعنی اہل ایمان کے لئے باقی کچھ دشواری اس میں بھی ہوگی مگر اتنی ہی جیسا نیند کے غلبہ میں فرض ادا کرنا یہ دشواری خود لذیذ ہے کما ھو مشاھد جیسا کہ نظر آتا ہے۔ (النور، محرم ۱۳۵۷ھ)

ریاء کا علاج

حال: الحمد للہ کہ احقر کو ایک عرصہ سے نماز باجماعت پڑھنے کا اہتمام رہا ہے۔ اگر کبھی ایسا اتفاق ہو جاتا ہے کہ شرکت جماعت میں کچھ دیر ہوگئی یا پہلی صف میں جگہ نہ ملی (اگر چہ یہ تاخیر بعذر شرعی ہی ہو) تو ایسی حالت میں مجھ کو دوسرے نمازیوں سے بہت شرم اور حجاب معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ نماز کے ختم کے بعد شرم کی وجہ سے نگاہ اوپر

نہیں اٹھتی مجھے اپنی اس حالت سے (یعنی لوگوں سے شرم آنا) یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید ریاء کا اثر ہے اور اس وجہ سے یہ حالت بری ہو۔ لہٰذا حضرت اقدس سے اپنی اس حالت کے بارے میں یہ پوچھنے کی جرات کرتا ہوں کہ کیا یہ کوئی بری حالت ہے۔ اگر ہے تو اس کا کیا علاج کروں؟

تحقیق: ریا اختیاری ہے یا غیر اختیاری اور یہ حالت اختیاری ہے یا غیر اختیاری اور کیا اختیاری و غیر اختیاری دونوں ایک ہوسکتی ہیں۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ)

حدیث نفس کے غلبہ کا علاج

حال: الحمد للہ کہ ''اختیاری باتوں'' کے مسئلہ کے بارے میں بھی حضرت کے نسخے نے کامل شفا بخشی۔ اور ''شرح اسباب'' کے ساتھ ''اطال اللّٰہ بقائکم و نفعنا بہ.''

اب صرف ایک بات اور جاننا چاہتا ہوں کہ حضرت نے حرکت فکریہ کے ختم کرنے کی جو صورتیں تحریر فرمائیں ان میں سے ایک یا ان کے علاوہ حضرت کے نزدیک جو میرے لئے زیادہ موثر و مناسب ہو وہ بھی تحریر فرمائی جائے۔ میں بطور خود تو جو کچھ نماز میں پڑھتا ہوں اسی کے معنی پر متوجہ رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مگر اس میں کامیابی اتنی کم ہوتی ہے چاہتا ہوں کہ کم از کم جس وقت ''اھدنا الصراط المستقیم'' زبان سے ادا ہوتا ہے اسی کے معنی پر توجہ ہو۔ مگر اکثر اتنا بھی نہیں ہوتا یا آگے نکل جانے کے بعد خیال آتا ہے۔ مقتدی ہونے کی صورت میں پاس انفاس کا لحاظ رکھنا چاہتا ہوں اس میں بھی زیادہ کامیاب نہیں ہوتا ہوں۔ اصل یہ ہے کہ حضرت بس حدیث نفس کا بہت غلبہ رہتا ہے۔ بہر حال اب حضرت جو صورت تجویز فرمائیں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے کی جو صورت حضرت نے لکھی ہے اس کی کچھ تفصیل کا محتاج ہوں۔

تحقیق: اس سوال سے اس لئے دل خوش ہوا کہ ایسا کام کرنے کی علامت ہے۔ جو شخص کام کرے گا اس کو یہ سوال پیش آئے گا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے حل کا ذریعہ بنایا۔ جس سے آپ بہت سے طالبین کے پریشانی دور ہونے کا سبب ہوگئے۔ ''والحمد للّٰہ علی ذلك'' گذشتہ خط لکھنے کے وقت میرا دل چاہتا تھا کہ یہ سوال کیا جائے اور کئے جانے کی امید بھی تھی اب جواب عرض کرتا ہوں۔

اصل میں جو توجہ خیالات کو ختم کرنے والی ہے وہ دو قسم کی ہے۔ ایک غور و فکر کے ساتھ اگرچہ مختلف چیزوں کی طرف ہو۔ دوسری ایک چیز کی طرف ہو اگرچہ غور و فکر کے بغیر ہو۔ اب جس شخص کو آیات و افکار کے معانی غور کئے بغیر ذہن میں آجاتے ہوں وہاں نہ غور ہے نہ جس میں فکر ہے وہ ایک چیز ہے اس لئے توجہ کی کوئی قسم نہ پائی

گئی پس وہ خیالات کو ختم کرنے والی بھی نہ ہوگی۔ بخلاف اس شخص کے جس کو سوچنے سے معنی یاد آتے ہوں۔ اس شخص کی توجہ خیالات کو ختم کرنے والی بھی ہوگی۔ اس لئے آپ کو اس تدبیر میں کامیابی نہیں ہوئی کہ آپ کو غور کی ضرورت نہیں ہے اس لئے ایسے شخص کو جس کو غور کی ضرورت نہ ہو دوسری توجہ کی ضرورت ہوگی۔ یعنی ایک چیز کی طرف توجہ خواہ وہ ایک چیز کچھ بھی ہو ذات حق ہو یا بندہ کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ہو یا کعبہ کو دیکھنا ہو یا کچھ اور ہو۔

آپ نے جس اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی تفصیل پوچھی ہے وہ یہی ہے کہ جس طریقہ سے بھی بے تکلف ذہن میں آجائے ان کی ذات کا مختصر طور پر تصور رکھے۔ جس پر ہر شخص قادر ہے زیادہ کوشش کی ضرورت نہیں ہے یا ان کے کسی فعل کا تصور رکھے مثلاً وہ ہم کو دیکھ رہے ہیں۔

ایک چیز کی طرف توجہ کا ایک طریقہ میں نے تجویز کیا ہے جو بہت ہی آسان اور بے حد مفید بھی ثابت ہوا ہے۔ وہ یہ کہ اپنی تمام طاعات صلوٰۃ و تلاوت واذکار بلکہ جائز کاموں میں بھی اس کا تصور رکھے کہ یہ سب عنقریب حق تعالیٰ کے اجلاس میں پیش ہوں گے تو ان میں کوئی ایسا اختیاری خلل نہ ہو جس سے پیشی کے قابل نہ ہوں۔ بس اتنا ہی تصور کافی ہے۔ ابتداء میں استحضار ضعیف ہوگا۔ مگر تعلق کے بعد اس استحضار میں ہمیشگی پیدا ہو جائے گی۔ چونکہ یہ مجھ کو نافع ہوا اور کئی موقعوں پر آپ کی طبیعت کی اپنی طبیعت کے ساتھ مناسبت کا مشاہدہ کر چکا ہوں امید ہے کہ آپ کے لئے بھی انشاء اللہ تعالیٰ نافع ہوگا۔ اس بحث کے بارے میں جو تنبیہات گذشتہ تحریر میں عرض کر چکا ہوں وہ سب اس میں بھی ملحوظ رہیں۔ واللہ الموفق امید ہے کہ سوال کے سارے حصوں پر جتنی ضرورت تھی اتنا کلام ہو چکا ہے اگر کچھ رہ گیا ہو پھر متنبہ فرما دیا جائے۔ والسلام فقط۔ (النور، جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ)

وہم کا سبب

حال: اب دو تین روز سے یہ حالت ہے کہ کبھی تو یہ خیال ہوتا ہے کہ حضرت والا کی شفقت وعنایت پہلے کی طرح میری طرف ہے اور کبھی گمان ہوتا ہے کہ حضرت والا کی نظر شفقت اس بے ادب و بے شعور کی طرف سے پھر گئی ہے اور ظاہری وجہ کے بغیر ہر انداز سے اس خیال کو قوت ہونے لگتی ہے اور خوف پیدا ہوتا ہے کہ اب نہ معلوم اس گنہگار کے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے۔ اس حالت میں زیادتی نظر آتی ہے جس سے دل کو سخت وحشت اور پریشانی ہے کہ ایسے خیالات کیوں آتے ہیں۔ اس کے لئے جو علاج و تدبیر حال کے مناسب ہو اس کی تعلیم فرمائی جائے۔

تحقیق: صرف وہم ہے جس کا سبب محبت کی زیادتی ہے اس کی یہی خاصیت ہے کہ خواہ مخواہ کی بدگمانیاں پیدا

ہوتی ہیں مگر چونکہ یہ بدگمانی محبت کی علامات میں سے ہے اس لئے مبارک ہے۔ علاج کی ضرورت نہیں کہ مجاہدہ ہے طریق میں جو کہ مطلوب ہے وفی مثلہ قیل ؎

باسایہ ترانمے پسندم ❁ عشق است و ہزار بدگمانی

ترجمۃ: ''میں تیرے سائے کے ساتھ بھی کسی کو پسند نہیں کرتا ہوں کہ عشق میں ہزار بدگمانیاں ہوتی ہیں۔'' (النور، جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ)

پریشانی کا علاج

حَالؒ: آج کئی دن سے میں بہت پریشان ہوں۔ مجھے یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ میدان حشر میں انبیاء علماء صوفیہ شہداء وغیرہ کا گروہ کھڑا ہوگا۔ ہر ایک کو کسی خاص اعزاز سے ممتاز فرمایا جائے گا۔ میں کس گنتی شمار میں ہوں گا۔ میرا تو کوئی عمل بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کا سہارا ہو۔ اتنے بڑے دربار میں سخت پشیمانی ہوگی۔ دربار رسالت میں بھی تو منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے۔ اگر حضور (ﷺ) نے جھڑک دیا تو کیا میرا امتی ہے کیا کام کر کے لایا ہے تو کیا ہوگا۔ یہ خیالات کچھ ایسے بیٹھ گئے ہیں کہ کسی وقت چین نہیں آتا۔ قلب پر ایک خاص قسم کی گھبراہٹ ہے۔ مطب میں بیماروں کا دیکھنا کیسا کسی سے بات کرنے کو جی نہیں چاہتا ہے۔ گھبراہٹ روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ کوئی بات بتائیے کہ دل کو سکون حاصل ہو جائے۔

تحقیق: پہلے تو یہ پریشانی (ایک) بڑی نعمت ہے۔ ہزاروں سکون اس پر نثار ہیں۔ ہاں اس پریشانی سے طبعی تکلیف ہوتی ہے جس پر ثواب بھی ملتا ہے لیکن پھر بھی سکون کا طریقہ دو باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا استحضار کرنا جو عمل پر موقوف نہیں عمل کئے بغیر بھی رحمت ہوتی ہے۔ دوسرے زیادہ دعا کرنا، زیادہ استغفار کرنا اور زیادہ درود شریف پڑھنا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس سے روز بروز یہ پریشانی کم ہو جائے گی۔ (النور، ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ)

جاہ کا علاج

پہلا خط

حَالؒ: جاہ کے بارے میں جو ضروری باتیں تلقین و تنبیہ کے قابل ہوں خدام پر شفقت کرتے ہوئے ان سے مطلع فرمائیں تا کہ ان پر پابند ہوں۔

تحقیق: حب جاہ کی حقیقت اور اس کی مثالیں اور اس کا اختیاری یا غیر اختیاری ہونا لکھو۔

دوسرا خط

میں جاہ کی حقیقت سمجھا ہوں بڑا بننا جس سے لوگ دبیں لحاظ کریں۔ اگر بیٹھے ہوں اور میں گزروں تو ان پر اپنا دباؤ معلوم ہو۔ ترک جاہ یعنی جاہ سے بچنا اختیاری ہے۔

تحقیق: تو اختیار سے کام لو۔ اب کیا سوال باقی رہا۔ (النور، شعبان ۱۳۵۶ھ)

(احترام کا) ضروری واجب درجہ یہ ہے کہ اس کی اہانت نہ کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ شاید وہ مجھ سے افضل ہو

حال: احقر نے خط میں عرض کیا تھا کہ غیروں کا احترام میرے قلب میں پیدا نہیں ہوتا ہے جس پر حضور پرنور نے ارشاد فرمایا کہ احترام کا واجب (ضروری) درجہ موجود نہیں ہے یا درجہ غیر واجبہ احقر نے حضرت والا کے کئی وعظ دیکھے (اور پہلے سے بھی پڑھتا آ رہا ہے) کہ شاید کہیں حضرت والا ہی نے اس کی توضیح فرمائی ہو مگر اب تک نظر سے نہیں گذری اور اس سے پہلے مجھے اس کا علم بھی نہیں تھا کہ ہر شخص کا احترام کرنا واجب ہے یا نہیں مگر اب معلوم ہونے کے بعد پریشانی زیادہ بڑھ گئی کہ خدا جانے احترام کا کون سا درجہ مجھ میں موجود نہیں ہے۔ کیونکہ ان (احترام کے درجوں) کی تعریف سے بالکل ناواقف ہوں جس کی وجہ سے موافق نہیں کر سکتا ہوں۔ اس لئے حضور والا سے ہاتھ باندھے ہوئے عرض ہے کہ حضور ہی احترام کے ضروری درجہ و درجہ غیر ضروری کی تعریف تحریر فرمائیں کہ اس کو اپنے موافق کر کے دیکھوں کہ کون سا درجہ موجود نہیں ہے۔

تحقیق: درجہ واجبہ یہ ہے کہ اس کی اہانت نہ کرے اس کو ایذا نہ دے اور دل میں یہ اعتقاد رکھے کہ شاید اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ مجھ سے افضل ہو۔ (النور، رمضان ۱۳۵۶ھ)

خود کو حقیر جاننے کے باوجود جب کسی میں عیب نظر آتا ہے تو اپنے آپ کو اچھا خیال کرنا اور اس کا علاج

حال: حضرت! میں اپنے آپ کو سب سے حقیر سمجھنا چاہتا ہوں۔ لیکن جب کسی کا عیب دیکھتا ہوں تو یہ خیال ہوتا ہے کہ میرے اندر یہ عیب نہیں ہے تو میں اس سے اچھا ہوں۔

تحقیق: ایسے وقت میں دو باتوں کو ذہن میں حاضر کیا جائے۔ ایک یہ کہ شاید اس شخص کا یہ عیب ظاہری عیب ہو

حقیقی نہ ہو کوئی بہانہ یا کوئی عذر اس کے پاس ہو۔ دوسرا یہ کہ اگر حقیقی عیب بھی ہو مگر ممکن ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی خوبی موجودہ یا آئندہ ہو جس سے وہ میرے سب کمالات اور محاسن پر غالب ہو جائے۔

(النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ)

جلد بازی اور گھبراہٹ کا حرج نہیں جب گناہ نہیں

حَال: اللہ تعالیٰ نے حضرت کی دعا و توجہ قبول فرمائی کہ جن پریشانیوں میں عرصہ سے چلا آ رہا تھا ان میں ہر طرح کمی ہے بلکہ غور کرتا ہوں تو یہ ظاہری پریشانیاں سراسر حکمت اور رحمت کی وجہ سے تھیں اور میرا علاج تھیں۔

تحقیق: "هنیا لکم العلم والهدی" (تمہیں علم وہدایت مبارک ہو)۔

حَال: غرض ظاہر و باطن کی حالت الحمدللہ کہ روز بروز بہتر اور شکر کے قابل ہے۔ ہاں طبیعت میں جو ہر بات میں ایک قسم کی جلد بازی اور گھبراہٹ پیدا ہوگئی ہے اس میں کمی کی جگہ زیادتی ہی معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: تو حرج ہی کیا ہے جب گناہ نہیں صرف تکلیف ہے تو یہ احکام طبعی امراض کی طرح ہوا جس میں اجر ملتا ہے تو مفید ہی ہوا۔ (النور، جمادی الاخری ۱۳۵۸ھ)

بچہ کے انتقال پر پریشانی نہ ہونا قساوت قلبی نہیں

حَال: چھوٹے بچہ کے انتقال سے طبیعت میں عجیب طرح کے خیالات آتے رہتے ہیں جن سے بے حد پریشانی ہوتی رہتی ہے۔

تحقیق: طبعی بات ہے جو نقصان دہ نہیں ہے۔

حَال: حضرت والا! ان کے دور ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

حَال: اور علاج بھی تجویز فرمائیں۔

تحقیق: طبیعت کو کسی طرف مشغول رکھنا چاہئے انشاء اللہ تعالیٰ خود سکون ہو جائے گا۔

حَال: بچے کے انتقال سے جیسے اس کی والدہ کو پریشانی ہے کہ بات بات پر روتی ہے اور افسوس ظاہر کرتی ہے۔ احقر کو اس کی پریشانی کے مقابلے میں کچھ بھی پریشانی نہیں۔ اسی طرح لوگوں سے اولاد کے انتقال کے صدمات سن کر اپنے قلب میں صدمہ بہت کم محسوس کرتا ہوں جس سے اپنی قساوت قلب اور اپنی اولاد سے بے تعلقی کا سخت خطرہ ہوتا ہے۔

تحقیق: تعلق رکھنا اصل مقصود نہیں جس کی کمی یا نہ ہونا پریشانی کا سبب ہو۔ تعلق ادائے حقوق کے لئے مقصود ہے اس میں کمی نہیں ہونا چاہئے۔ قساوت کا حاصل گناہوں پر جرات ہے۔ تعلق اور تاثیر کی کمی قساوت نہیں بلکہ ایک درجہ میں مطلوب بھی ہے۔

حال: اس کے مرض کو اس کی حیات میں بندہ بہت معمولی سمجھتا رہا جس کو بندہ اب موت کے بعد یاد کر کے افسوس کرتا ہے اور قلب کو رنج ہوتا ہے کہ بچہ تو مرض الموت میں مبتلا تھا اور میں اس کو معمولی سمجھتا رہا۔

تحقیق: یہ ترحم کی علامت ہے جو پسندیدہ ہے مگر جان بوجھ کر اس کا استحضار نہیں کرنا چاہئے۔

حال: ایک اور بات سے دل بہت ہی دکھتا ہے۔ وہ یہ کہ اپنے ایام مرض میں شدت مرض سے رات دن چلاتا اور روتا رہتا تھا۔ میں چونکہ اس کے مرض کو معمولی سمجھتا تھا اس لئے ایک رات اس کے زیادہ چلانے اور رونے پر اس کو میں نے ڈانٹا اور سختی سے تنبیہ کی جس کی وجہ صرف یہی تھی کہ میری اور گھر کے لوگوں کی نیند میں اس کا چلانا رکاوٹ ہوا تھا۔ جس پر اس نے اپنی والدہ سے کہا کہ ایسا دشمن باپ بھی کسی کا ہوگا۔ اب اس کے انتقال کے بعد اس بات کے یاد آنے سے قلب کو بہت زیادہ صدمہ ہوتا ہے کہ اپنا بچہ تھا اور معصوم نابالغ تھا اور طالب علم تھا اور مرتے وقت مجھ سے ناراض ہوکر اور مجھے دشمن سمجھ کر مرا ہے۔

تحقیق: یہ تو اس کی خطائے اجتہادی تھی۔ آپ پر کیا الزام۔

حال: اور اس کی حیات میں میں نے اس کا کچھ تدارک بھی نہیں کیا کہ اس سے معافی مانگ لیتا۔ اور نہ اب کوئی تدارک کی صورت سمجھ میں آتی ہے۔

تحقیق: اس کے لئے درجات کے عطا ہونے کی دعا ہے۔

حال: عرض یہ ہے کہ اس قسم کے طرح طرح کے خیالات آتے ہیں اور پریشان ہوتا ہوں۔ اخیر کا خیال زیادہ پریشان کرنے والا ہے۔

تحقیق: ایسی پریشانی تکلیف کی چیز ہے مگر دین میں نقصان دہ نہیں ہے۔ اس لئے فکر کی جگہ نہیں ہے اور خود بخود چلی جائے گی۔

حال: اس لئے حضرت والا سے درخواست ہے کہ حضرت بھی دعا فرمائیں۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

حال: تدارک کے طریقے اور علاج سے بھی مطلع فرمائیں۔

تحقیق: ساتھ ساتھ لکھ دیا ہے۔ (النور، شوال ۱۳۵۸ھ)

کوئی تعریف کرے تو خوشی کا اثر اور برا کہے تو ناگواری کا اثر ہوتا ہے۔ یہ طبعی باتیں فنا نہیں ہوتیں بلکہ کمزور ہو جاتی ہیں

حال: الحمد للہ۔ معمولات جاری ہیں۔ خط کے جواب میں جو علاج کبر سے الحمد للہ اس پر عمل کرنے سے بہت فائدہ معلوم ہوا۔

تحقیق: الحمد للہ۔

حال: مگر جتنا جی چاہتا ہے وہ اب بھی نہیں ہوا کہ کوئی تعریف کرے تو خوشی کا اثر اور برا کہے تو ناگواری کا اثر نہ ہو۔

تحقیق: طبعی باتیں فنا نہیں ہوتی ہیں کمزور ہو جاتی ہیں جن کا پہلے کے مقابلے میں مقابلہ آسان ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ لمبی مدت کے بعد مسلسل ہمیشہ علاج کرنے سے وہ اضمحلال اس درجہ تک پہنچ جائے کہ ختم ہونے کی طرح ہو جائے۔ (النور، رمضان ۱۳۵۸ھ)

کبر کا علاج

حال: امراض کے علاج میں کبر کا علاج عیوب اور گناہوں کے مراقبے سے بحمد اللہ فائدہ مند ہے۔ اب اکثر اپنے کو اپنی حیثیت میں سمجھتا ہوں۔ کسی کی تحقیر کرنے اور ذلیل کرنے بلکہ گالیوں سے بھی پہلے جیسا اثر بحمد اللہ نہیں ہوتا ہے غصہ بھی بہت کم آتا ہے آتا ہے تو بہت جلد تنبہ ہو جاتا ہے۔ فالحمد للّٰہ علی ذالك۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ ثبات اور مضبوطی عطا فرمائے۔

حال: اگر ایسے میں دوسرے مرض کی طرف متوجہ ہونا مفید ہو تو امراض بہت اور بہت ہی خبیث خبیث ہیں۔

تحقیق: ہاں علاج کے لئے متوجہ ہونا مفید ہے۔ (النور، ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ)

روکھی یا سخت بات ہو جانا اس کا علاج

حال: ایک یہ ہے کہ گفتگو نرم اور شیریں نہیں ہوتی روکھی وسخت ہو جاتی ہے۔ جس سے دوسروں کو یقیناً اذیت پہنچتی ہوگی خواہ کسی معاملہ میں یا ویسے ہی ہو۔ جی یوں چاہتا ہے کہ گفتگو ایسی ہو جائے جس سے سننے والے کو دلچسپی اگر نہ ہو تو کم سے کم اذیت بھی نہ ہو۔ طبیعت حاضر جواب نہیں ہے اس لئے فوراً جواب نہ سوجھنے کی وجہ سے لہجہ یا آواز سخت ہو جاتے ہیں ورنہ روکھے تو ہو ہی جاتے ہیں۔ اس کا احساس اور ندامت ہے مگر تدبیر ارشاد ہو تو یہ

دور ہو۔

تحقیق: ایسی باتوں میں اکثر عادت اور فطرت کی ملاوٹ ہو جاتی ہے۔ اس لئے ایک پر دوسرے کا اشتباہ ہو جاتا ہے۔ تدبیر سے عادت کی اصلاح ہو جاتی ہے مگر فطرت باقی رہتی ہے۔ کبھی اس کو عادت سمجھ کر علاج کو نا کام سمجھا جاتا ہے یا کبھی عادت کو فطرت سمجھ کر اس کا علاج بھی نہیں کیا جاتا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ علاج سب کا جاری رکھا جائے۔ جو حصہ...... ہو جائے شکر کرے اور اس میں استقامت کی کوشش رکھے۔ جس میں کمزوری نہ ہو اس میں فطری ہونے کا احتمال سمجھ کر مایوس نہ ہو۔ اس میں کمزور ہونے کے انتظار کے بغیر اس کی چاہت پر عمل نہ کرنے پر اکتفا کرے یہ سب تمہید تھی۔ اب تدبیر لکھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ وقت پر اس عادت کے نقصانات کا استحضار رکھے اور بتکلف عمل میں اس کا مقابلہ اور اس پر ہیشگی رکھے اسی سے کسی جزو میں کمزوری آجائے گی اور کسی میں تکلف کی ضرورت رہے گی جس پر قدرت یقینی ہے اور اس تکلف کے آسان ہونے کے لئے دعا خصوصاً موثر ہوگی۔ (النور، ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ)

ایک طالب علم کا اصل خط

ایک پیر کی زر طلبی بے غیرتی ہے یہ جہالت اور اپنی رائے پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے

حال: بارگاہ والا شان ذی المجد والاحترام مقبول باد۔ سلام وقدم بوسی کے بعد ہاتھ باندھے ہوئے عرض یہ ہے کہ حضور اللہ کے واسطے میری ساری گستاخی معاف فرمائیں۔ میں ایک مریض گنہگار امی آدمی ایک عرصے سے جناب والا سے معتقد ہوں۔ اس وجہ سے ایک دفعہ حضور سے قصد السبیل دیکھنے کی اجازت حاصل کی لیکن خود بخود (فیض) حاصل کرنا اور تمنائے دل پیش کرنا ممکن نہ ہونے کی وجہ سے ایک لکھنوی پیر صاحب کی خدمت میں بیعت ہوئی۔ انہوں نے مجھ کو مختلف وظائف بتائے ہیں۔

وہ جناب پیر صاحب بہت شیریں زبان ہیں۔ لوگوں سے ہمیشہ بابا دادا کے بغیر بات کرتے نہیں۔ بڑے بڑے دولت مند ہیں۔ گارڈ، پولیس داروغہ وغیرہ اکثر ان کے مریدوں میں ہیں۔ جناب پیر صاحب اپنی شان و شوکت سے اپنے مریدوں کے مکان جا کر بے پرہیز کھایا پیا کرتے ہیں اور ان لوگوں کے بیوی بچوں کو بلا پردہ سامنے لا کر وعظ ونصیحت کرتے ہیں۔ وظیفہ بھی بتاتے ہیں۔ مسح کر کے دم کرتے ہیں۔ گنڈے تعویذوں سے لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ اکثر وقت پیر صاحب پردہ میں رہتے ہیں۔ مگر یہ ان سب کاموں سے کوئی خالص لوگ پسند کرتے نہیں خواص لوگ آتے ہیں۔ اس سب کے بارے میں کوئی سوال کرنے سے ہنستے ہوئے جواب دیتے

ہیں کہ بچوں کو آزمانے کے لئے اللہ کے ولی لوگ کامل لوگ ایک دو کام شریعت کے خلاف کرتے ہیں۔ میں کسی طرف خیال نہ کر کے ان کو کامل ہی سمجھتا ہوں اور ہر سال پالکی سے دو ایک دفعہ بلواتا ہوں۔

میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ میں ایک کوٹھے میں بند ہو گیا ہوں جس کا کوئی راستہ اور کسی طرف دروازہ نہیں ہے۔ میں پریشان ہو گیا۔ اس کے بعد جنوب کی طرف سے تھوڑا سا راستہ ہو گیا۔ اس راستے سے باہر آیا۔ یہ خواب پیر صاحب سے عرض کیا۔ پیر صاحب نے فرمایا۔ ''بابا تم پر حج فرض ہے۔ تم دل کے گھبرانے کی بیماری میں مبتلا ہو تمہارا جانا ممکن نہیں کسی کو بھیج دینا کافی ہے۔ یعنی کسی سے حج بدل کراؤ۔ میں نے کسی صورت سے ۵۰۰ روپیہ کر کے ان سے عرض کیا۔ اشارہ سے بتایا یہ روپیہ مجھ کو دینے سے میں بھی جا سکتا ہوں۔ میں نے خوش ہو کر یہ ۵۰۰ روپیہ حج بدل کے لئے ان کو دے دیا۔ جانے سے کچھ دن پہلے مجھ کو اطلاع دی کہ میں نے مکہ شریف میں افسر اعلیٰ کو خط لکھا۔ انہوں نے لکھا ہے ہے کہ ۷۰۰ روپیہ سے کم میں نہیں آ سکیں گے۔ میں نے مجموعہ ۷۰۰ روپیہ ہی دے دیا۔ چند روز کے بعد ان کے مکان لکھنؤ سے ایک خط آیا کہ بابا میں حج کو روانہ ہوا میرے اہل وعیال کے خرچ برداری کا خیال رکھنا۔ خیر میں ادھر قحط سالی میں بہت کوشش کر کے صرف ۱۰ روپیہ تک بھیج سکا۔ اس کے بعد مکہ شریف سے مکان آنے تک کوئی جگہ سے کوئی پتہ مجھے نہ ملا۔

بہت دن کے بعد پھر لکھنؤ سے خط آیا کہ بابا میں حج کر کے مکان کو واپس آ گیا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ جدہ ہی کے مقام سے مکہ شریف کے خاص خاص تبرکیں اور میرے سب مال اسباب چوری ہو گیا اور تم نے میرے اہل و عیال کو جو روپیہ بھیجا اس سے کیا ہوتا ہے ۴۰۰ روپیہ قرض ہوا اور دربار الٰہی سے مجھ کو دہلی جانے کا حکم ہوا۔ میں دہلی جا رہا ہوں۔ اس کے کچھ مہینے بعد ہمارے یہاں تشریف لائے اور مجھ کو اکیلے میں کہا کہ بابا میرا کوئی مقصود ہے اس میں تم لوگ اگر امداد نہ کرو تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ ۳۰۰ روپیہ دینا ہو گا۔ میں اس خیال سے چپ رہا کہ اچھا موسم آنے سے جو ممکن ہے دے دوں گا۔ مگر کچھ دن بعد ایک خط لکھا کہ میں تمہارے لئے مکہ شریف جانے کی وجہ سے بیمار پڑا۔ اور زمین رہن دے کر ۳۰۰ روپیہ سے علاج کرایا۔ ابھی یہ تین سو روپیہ تمہارے نہیں دینے سے میری زمین جائے گی۔ جلدی یہ ۳۰۰ روپیہ بھیج دو۔ میں بہت کوشش کر کے ۴۵ روپیہ تک دے دیا۔ انہوں نے غصہ ہو کر مجھ کو بہت کچھ لکھا اور آخری دعا کر کے چٹھی میں ظاہر کیا۔ میں نے مجبور ہو کر خوف سے معافی چاہی وہ غصے ہی میں رہے۔ آج چند مہینے کے بعد شیریں زبان میں مجھ کو لکھتے ہیں۔ کہ بابا تم ہم کو بددعا کرتے نہیں روپیہ سے کیا اگر دے سکتے ہو تو دو گے۔

میں نے یہ سب داستان ہمارے مولوی صاحب کے سامنے پیش کی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ آپ پر

مجھے افسوس ہوتا ہے مگر ہم سے آپ کا کام نہیں ہوگا۔ ظاہری و باطنی علم میں دنیا کے ماہر عالم حضرت مولانا تھانوی صاحب (مدظلہم العالی) کی کتاب قصد السبیل کا بنگلہ (زبان میں) ان کے ایک خلیفہ صاحب نے ترجمہ کیا ہے۔ آپ وہ کتاب منگا کر کامل پیروں کی جو علامات بتائی ہیں وہ سب آپ کے لکھنوی پیر صاحب میں ملتی ہیں یا نہیں اچھی طرح دیکھئے۔ میں وہ کتاب لایا مگر ضعیفی اور دل کے گھبرانے کی وجہ سے پوری طرح معلوم کرنے کی قدرت ہے نہیں۔ خدا جانے شاید ادھر زندگی بہت کم ہے۔ بہت ہی حیرانی و پریشانی میں ہوں۔

ابھی نہایت آرزو سے حضرت کی خدمت بابرکت میں عرض کرتا ہوں کہ یہ لکھنوی پیر صاحب کی کمالیت کے بارے میں حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ اور میں ان کے حق میں کیا اعتقاد رکھوں۔ اس سارے معاملہ سے میں گنہگار ہوں گا یا نہیں۔ جناب والا کے قصد السبیل کے تعلیم کے مطابق ۳۰۰ سے ۶۰۰ تک ذکر اسم ذات کرتا ہوں۔ حضور اللہ کے واسطے میری آخری زندگی میں کوئی صورت بتا کے اطمینان دلائیں اور یہ رمضان المبارک میں تھوڑا کچھ بھیجنے کو میرا جی بے قرار ہے۔ صرف اللہ کے واسطے یہ ۱۰ روپیہ خدمت میں بھیج رہا ہوں از روئے مہربانی قبول کر کے سرفراز فرمائیں۔ یہ طویل عبارت بے قراری سے مجبور الکھی اللہ کے واسطے معاف فرمائیں اور ہم لوگوں کے لئے دعا کریں۔ فقط

نوٹ: اول یہاں سے جواب ذیل گیا۔

کیا مجھ کو بھی ویسا ہی بناؤ گے۔ اگر تم یہ دس روپیہ نہ بھیجتے تو میں اس خط کا جواب دیتا۔ اب نہ جواب دوں گا نہ روپیہ لوں گا واپس کر دوں گا۔ اگر خط کا جواب لینا ہے تو یہ خط دوبارہ بھیج دو اور روپیہ مت بھیجو۔

پھر منی آرڈر آیا اس جواب کا مضمون یاد نہ رہا تھا غلطی سے وصول کر لیا۔ پھر یاد آیا تو ان کو لکھ دیا کہ اگر اپنا پورا پتہ لکھ کر واپس منگا لو تو خط کا جواب دیا جائے گا۔

اس کے بعد دوسرا خط حسب ذیل آیا۔

دوسرا خط

حال: حضرت والا! مہربانی فرما کر بھیجے ہوئے روپے رکھنا ممکن ہو تو رکھ کر جواب فرمائیے۔ کیونکہ میں نے بہت ہی آرزو سے یہ روپیہ خدمت میں بھیجا ہے۔ رکھنے سے مجھے بہت ہی خوشی حاصل ہوگی۔ اگر ممکن نہ ہو تو بھی دل کی خوشی سے حضور کے ارشاد کی وجہ سے روپیہ لینے کے لئے تیار ہوں۔ نیچے لکھے گئے پتہ پر واپس کر سکتے ہیں (آگے پتہ تھا) حضور! بھیجے ہوئے خط کا جواب مجھے کیا بہت سے لوگوں کے لئے شفا سمجھتا ہوں۔ بندہ کی گستاخی

معاف کر کے دعا کریں۔

فقط والسلام ہزاروں احترام کے ساتھ

جواب: رکھنا بے غیرتی ہے۔ تعجب ہے تم نے دوسرے شخص کے لئے اس بے غیرتی کو کیوں تجویز کیا۔ کیا یہ صورت عوض اور بدلہ اور دین کو بیچنے کی نہیں ہے۔ افسوس۔ اھ۔ اس جواب کے ساتھ رقم واپس کر دی گئی اور جواب بھی لکھ دیا گیا جو نیچے لکھا جاتا ہے۔

جواب اصل خط

یہ ساری جہالت، اپنی ائے پر چلنے جلدی کرنے اور غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ اس باطنی تعلق کے پیدا کرنے میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ اب شریعت وطریقت کے اصول پر لکھتا ہوں کہ ایسے شخص کے سامنے اس کو برا بھلا کہنا فتنہ اور پریشانی کا سبب ہے اور اس راستے میں پریشانی بھی نقصان دہ ہے۔ اس لئے امن وسکون کے ساتھ دل میں اس سے تعلق ختم کر کے کسی متقی محقق شیخ کی طرف رجوع کرو۔ اس سے بھی بیعت میں جلدی مت کرو کہ ایک بار تجربہ ہو چکا ہے۔ صرف حالات کی اطلاع وتعلیمات کے اتباع کا سلسلہ جاری کر دو۔ پھر اگر کام کرنے کے بعد شرح صدر ہو تو بیعت کرنے میں جرم نہیں ہے۔ اگرچہ ضرورت بھی نہیں ہے باقی دعا کرتا ہوں۔ تم بھی دعا کرتے رہو۔ والسلام (النور، محرم ۱۳۵۹ھ)

عزت کی محبت کے شبہ کا علاج

حال: حضرت اقدس! عام طور پر تو اس ناچیز کے دل میں امیروں اور رئیسوں کے ملنے کی خواہش معلوم نہیں ہوتی جہاں تک ہو سکے الگ رہتا ہوں اور نہ ہی بحمد اللہ اس بات کا انتظار رہتا ہے کہ وہ عزت کا سلوک کریں مگر کبھی اگر کچھ بیان کرنے کا اتفاق ہوتا ہے تو عوام کے مجمع میں اور حال ہوتا ہے اور اگر شہر کے رئیس موجود ہوں تو اور حال ہوتا ہے۔ رئیسوں کی موجودگی میں طبیعت میں زیادہ جوش ہوتا ہے اور بات کو زیادہ قوت سے ادا کرتا ہوں مگر بتاتا سچی ہی بات ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ وہ متاثر ہوں اگر اپنے حامی رئیس بیٹھے ہوں تو نفس یہ بہانہ بناتا ہے کہ آئندہ بدعتیوں کے مقابلہ میں زیادہ حمایت کریں گے اور مخالف ہوں تو یہ خیال آتا ہے کہ شاید مخالفت کم کر دیں۔ دل میں اس وقت خواہش ہوتی ہے کہ کوئی خاص بات یاد آجائے تو بیان کروں۔ خطبہ کا ترجمہ یا چھپا ہوا وعظ دیکھ کر پڑھنے میں طبیعت نہیں رکتی ہاں پرچہ پر کچھ نوٹ لئے ہوئے ہوں تو وہ کاغذ دکھانا نفس کو ناگوار ہوتا ہے۔ بہ تکلف دکھاتا ہوں۔ ایک دو دفعہ اس کے خلاف بھی ہوا دکھایا نہیں۔ ان حالات سے عزت کی محبت اور اپنی

لیاقت جتانے کا شبہ ہوا۔ حضرت عالی! اگر یہ واقعی مرض ہو تو اس کا علاج ارشاد فرمائیں جس طرح حضور ارشاد فرمائیں گے دل و جان سے اس پر عمل کروں گا۔

تحقیق: نیت نیک ہوتے ہوئے مرض تو نہیں مگر آئندہ مرض کی ابتدا ہو سکتی ہے۔ غیر ماہر سے حدود کی رعایت مشکل ہے۔ اس طرح سے نقصان دہ ہو جاتا ہے جیسے عمدہ غذا اصول و حدود کے خلاف کھانے سے ہیضہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا امراء کے سامنے ایسے علوم ہی بیان نہ کئے جائیں البتہ مفید رسالوں کا پتہ ان کو بتا دینا مضائقہ نہیں۔

(النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ)

حقیقی بہن کے انتقال سے رنج و غم نہ ہونا یہ قساوت قلبی نہیں

تمہید: کاتب خط نے اپنی بہن کی وفات کا واقعہ اور متوفیہ کا حالت ذکر میں انتقال کرنا لکھ کر اپنا اور سب گھر والوں کا ایسا صبر کہ یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ گھر میں موت ہوئی ہے لکھ کر یہ لکھا۔

حال: لیکن اب تین چار دن سے اس بات پر ڈر رہا ہوں کہ حقیقی بہن کے انتقال پر بجائے رنج و غم کی جگہ مجھے خوشی کیوں ہوئی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اپنی بداعمالی کی وجہ سے اب میں سنگدل ہو گیا ہوں۔ اپنی جس حالت کو میں نے اچھا خیال کیا ہو وہ بدتر ہو۔ اگر یہ بات ہے تو حضور اللہ تعالیٰ کے لئے دعا فرما کر اصلاح کریں۔

تحقیق: یہ سنگدلی نہیں۔ سنگدلی کی حقیقت صرف اثر نہ لینا نہیں ہے بلکہ گناہ سے اثر نہ لینا ہے خواہ وہ تاثر طبعی ہو یا عقلی ہو اور حوادث سے اثر نہ لینا کبھی کسی دوسری مخالف کیفیت کے غلبہ سے ہوتا ہے۔ کبھی اس حادثہ کے عظیم نہ ہونے سے ہوتا ہے کبھی فطرت کی خصوصیت سے ہوتا ہے لہٰذا وہ برا نہیں۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۹ھ)

غیبت کا علاج

حال: حضرت والا کے فیض اور توجہ سے غیبت وغیرہ سے بڑی حد تک بچتا ہوں لیکن کبھی کبھی بے تکلف دوستوں میں بیٹھنے کی جب باری آتی ہے تو ضرور کسی نہ کسی کی غیبت، شکایت ہو جاتی ہے بعد میں افسوس ہوتا ہے لیکن دوسری مجلس میں پھر یہی حرکت ہوتی ہے اس کا علاج چاہتا ہوں۔

تحقیق: (غیبت کرنے سے پہلے) استحضار و ہمت اور ہو جانے کے بعد صاحب حق سے معاف کرا کر تدارک اور یہ آخری جز سب اجزاء سے زیادہ ضروری اور موثر ہے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ)

ذکر موت سے مقصود معاصی سے رکنا ہے

حال: پہلے ایک خط میں موت کے خوف کی وجہ سے کبھی سخت پریشانی کا ذکر کیا تھا۔ حضرت والا نے اس کا علاج

بتایا تھا۔ الحمدللہ کہ وہ اب بات نہیں ہے کبھی کبھی موت کی سختیوں کا تصور ہوتا ہے لیکن پہلے جو پریشانی ہو جاتی تھی وہ نہیں ہوتی۔

تحقیق: نقصان کیا ہے پریشانی تو مقصود نہیں بلکہ موت کے ذکر سے مقصود صرف گناہوں سے رکنا ہے اگر اس کا ملکہ ہو جائے تو پھر اس موت کے ذکر ہی کی ضرورت نہیں۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ)

فضول باتیں کرنے کا علاج

حال: ابھی تو ایک ضروری بات پوچھنی ہے جو تمام امراض میں یکساں طور پر ہے۔ وہ یہ ہے کہ مثلاً میرے اندر فضول باتیں کرنے کی عادت ہے کتنا ہی میں اسے چھوڑنے کا تہیہ کرتا ہوں۔ دل میں عہد کرتا ہوں مگر پھر وہ سرزد ہو جاتی ہے۔ عین وقت پر اپنا معاہدہ سب بھول جاتا ہوں۔ اگرچہ بعد میں افسوس بھی ہوتا ہے۔ اس کا کیا علاج ہے ایسی تدبیر ارشاد فرمائیں جس سے حرکت ہونے سے پہلے وہ یاد آ جایا کرے۔

تحقیق: بہت احباب کو یہ تدبیر بتائی گئی ہے اور نافع بھی ہوئی کہ ایک پرچہ پر اس کی یادداشت لکھ کر کلائی پر باندھ لیں۔ سامنے ہونے سے یقیناً یاد آ جائے گا۔ آگے عمل اپنی ہمت پر ہے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ)

محبتِ زر کا علاج

حال: اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں نے ملازمت کے دوران بہت ہی ایمانداری سے کام کیا حتیٰ کہ تحفہ جات کے قبول کرنے سے بھی بچتا اور آمدنی کا زیادہ تر حصہ اپنی ذات پر خرچ نہیں بلکہ دوسروں کی ذات پر خرچ کیا۔ میری نہ کوئی اولاد ہے نہ بی بی اور میرا ذاتی خرچ بہت کم رہا۔ اس وجہ سے میرے ذہن میں یہ بات آ گئی کہ مجھ کو مال سے محبت نہیں ہے۔ مگر ایک واقعہ سے یہ محسوس ہوا کہ حقیقت میں بہت ہی محبت میرے قلب میں ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے۔ مَیں نے ایک مکان خریدا۔ خریداری کے کچھ عرصہ کے بعد ایک شخص میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ بیچنے والے نے تم کو یعنی مجھ کو دھوکہ دے کر اور مکان کا کرایہ زیادہ بتا کر زیادہ قیمت وصول کر لی۔ اس گفتگو سے میرے قلب کو بہت صدمہ پہنچا مجھ کو اس وقت یہ علم ہوا کہ محبت زر میرے قلب میں شدت سے موجود ہے ورنہ یہ صدمہ نہ پہنچتا۔ میں نے اپنے طور پر اس حالت کا علاج جو حضور والا کے مواعظ پڑھنے کی وجہ سے غالباً میرے ذہن میں آیا، یہ تجویز کیا۔ پہلے تو یہ کہ میں نے نماز تہجد شروع کر دی۔ دوسرے یہ کہ بار بار موت کو یاد کرنے کی کوشش کی۔ تیسرے یہ کہ اپنے نفس کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر اعتراض کرنا بندہ کا حق نہیں۔ جو مشیت الٰہی ہوتی ہے وہ ہر حال میں بندہ کے لئے بہتر ہوتی ہے خواہ اس کا علم اس کو ہو یا نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ

قلب کو یوں مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ اگر بیچنے والے نے دھوکہ دیا ہے تو وہ میرے لئے یوں مفید ہے کہ حشر کے دن اس کی نیکیاں کثیر تعداد میں میرے نامۂ اعمال میں لکھ دی جائیں گی اور فی الحال یہ نتیجہ ظاہر طور پر مرتب ہوگیا کہ میں نماز تہجد پڑھنے لگا جس کے پڑھنے کی توفیق پہلے نہایت ہی کم ہوتی تھی۔ پانچویں یہ کہ میں نے قلب کو یوں مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ میں اور میرا مال کل ملک الٰہی ہے اگر کچھ روپیہ جو بظاہر میرے قبضہ میں تھا کسی دوسرے کو پہنچا دیا تو مجھ کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ چھٹے یہ کہ میں نے یہ سوچا کہ مکان کو وقف کردوں مگر اس صورت میں میرے وہ رشتہ دار جن کی میں اپنی زندگی میں مدد کرتا ہوں میری وفات کے بعد بالکل محروم ہو جائیں گے۔

اب حضور والا سے درخواست یہ ہے کہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ میرے قلب کی حالت درست ہو جائے اور اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے جو عمل مناسب ہو تحریر فرمائیں۔ میں معافی چاہتا ہوں کہ خط طویل ہوگیا مگر سارے حالات تحریر کرنا علاج کے لئے ضروری معلوم ہوئے۔

تحقیق: اصلاح کی فکر سے بے حد مسرت ہوئی اور خود بخود دعا نکلی اللہ تعالیٰ فہم وفکر میں زیادہ برکت فرمائے۔ اب حقیقت عرض کرتا ہوں جس خسارہ سے رنج ہوا۔ یہ رنج مال کے حب طبعی کی وجہ سے ہے جو اگر اس سے بھی زیادہ ہوتا تو برا نہ تھا بلکہ کبھی وہ عدل وحکمت کا اثر ہوتا ہے۔ عقلی محبت بری ہے اس لئے یہ رنج اس کی دلیل نہیں۔ باقی جو معالجات تجویز کئے گئے ہیں حالت موجودہ میں تو ان کی ضرورت نہ تھی کیونکہ جب مرض نہ ہو تو دوا کی کیا ضرورت۔ لیکن دو وجہ سے پھر بھی مفید ہیں۔ ایک علاج خود مستقل طور پر طاعات ہیں جو ثواب کا ذریعہ ہیں۔ دوسرے اس وجہ سے کہ حب طبعی کبھی حب عقلی کی طرف لے جاتی ہے جو نقصان دہ ہے۔ اس لئے ان معالجات میں اس کے لئے رکاوٹ ہے جیسے بعض ادویہ حفظ ما تقدم کے طور پر استعمال کر لی جائیں۔ وقف کی ایک شرعی صورت ایسی ہوسکتی ہے کہ مستحقین رشتہ دار بھی فائدہ حاصل کرتے رہیں محروم نہ رہیں۔ وہ یہ کہ وقف نامہ میں ان کے فائدہ حاصل کرنے کی شرط لکھ دی جائے لیکن آخری جہت مساکین کو ہر حال میں قرار دینا لازم ہے۔ امید ہے کہ سب شبہات کا جواب ہوگیا ہوگا۔ اگر کوئی بات باقی ہو بے تکلف دوبارہ پوچھ لیا جائے۔ باقی دعا کرتا ہوں۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ)

فضول (باتوں کے پرکھنے کا) معیار اجتہادی چیز ہے

حال: اس کے (یعنی فضول باتوں کے چھوڑنے کے) بارے میں دو باتیں اور پوچھنی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا

معیار کیا ہے جس سے فرق کرسکوں کہ یہ فضول اور یہ جائز ہے۔

تحقیق: یہ اجتہادی چیز ہے۔ اجتہاد سے یہ دیکھا جائے کہ اگر یہ بات ہم نہ کہیں گے تو اس سے اپنا یا دوسرے کا خفیف یا شدید دنیوی یا دینی نقصان ہوگا۔ ایسی بات تو کہی جائے اور جو ایسی نہ ہو نہ کہی جائے۔ ابتداء میں یہی معیار ہے۔

حال: دوسرے یہ کہ احباب سے تفریح طبع کے لئے کلام کرنا یہ بھی فضولیات میں داخل ہے یا اس کی اجازت ہے۔ اگر اجازت ہے تو کس حد تک۔ ارشاد فرما کر مطمئن فرمایا جائے۔

تحقیق: اوپر کے معیار سے تو ظاہراً یہ شامل نہیں ہے لیکن اس کو بالکل چھوڑ دینے سے اکثر طبیعتوں میں ملال اور اکتاہٹ کی کیفیت پیدا ہونے سے خرابی اور سستی کا احتمال قریب ہوسکتا ہے جو ایک ہلکا سا نقصان ہے باقی اس کی حد یہ ہے کہ ایسے وقت اس کو چھوڑ دیا جائے کہ طبیعت میں اس کا کچھ شوق رہ جائے۔ (النور جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ)

غیبت کے وقت بات کرنے سے رکنا اچھا ہے

حال: اس خط کے بعد (اس سے پہلے ایک خط آیا تھا) یہ حال ہے کہ اب کسی مجلس میں کسی کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنے کا ارادہ پیدا ہوتا ہے جو غیبت میں داخل ہوسکتی ہے تو فوراً یہ تصور ہوتا ہے کہ اس سے معاف کرانا پڑے گا۔ یہ تصور آتے ہیں زبان رک جاتی ہے۔ اکثر اوقات بولنا شروع کر دیتا ہوں۔ ساتھ ہی وہ تصور بھی پیدا ہو جاتا ہے اور اس بات کی جگہ کوئی دوسری بات کہہ دیتا ہوں۔

تحقیق: اچھا عمل ہے اور اس سے زیادہ اچھا یہ ہے کہ دوسری بات بھی نہ کہی جائے بلکہ خاموش ہو جائیں۔ اس میں نفس کو ڈانٹ بھی زیادہ ہے۔ اسی طرح دوسروں کے لئے تنبیہ ہے کہ جب کلام کا نامناسب ہونا مستحضر ہو جائے اس طرح سے رک جانا چاہئے۔ دوسری بات کی طرف منتقل ہونے میں یہ تنبیہ نہیں یہ تنبیہ آگے بڑھنے اور پھیلنے والا نفع ہے۔

حال: کسی سے معاف کرانے کی باری نہیں آئی ہے لیکن ارادہ پکا ہے کہ اگر غیبت ہوئی تو انشاء اللہ ضرور معاف کراؤں گا۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔

حال: یہ تو آئندہ کے بارے میں ہے۔ لیکن جن لوگوں کی غیبتیں پہلے ہو چکی ہیں اور ان میں سے بہت سے لوگوں کے بارے میں اب یاد بھی نہ ہوگا اور بہت سے لوگ دوسری جگہ کے ہوں گے یا ان کی وفات ہو چکی ہوگی

اس کے بارے میں کیا کروں۔

تحقیق: اپنے ساتھ ان کے لئے استغفار کرو۔ یہ ایک حدیث میں آیا ہے غالباً ابوداود کی روایت ہے۔

(النور، جمادی الاخری ۱۳۵۹ھ)

قبض کا علاج

حال: حضرت مخدوم محترم ادام اللہ فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ طبیعت پر حضرت پژمردگی اور انقباض کا غلبہ برابر بڑھتا جاتا ہے۔ ہفتوں کیا مہینوں کوئی انبساط نصیب نہیں ہوتا۔ دل و دماغ سب پر معلوم ہوتا ہے کہ موت طاری ہے۔ نہ خلوت (تنہائی) میں جی لگتا ہے نہ جلوت (لوگوں) میں۔ زندگی کے خلاء وتعطل سے طبیعت بالکل تنگ آ گئی ہے۔ ملازمت صرف پیٹ کے لئے ہے۔ اس میں اب دلچسپی کا کوئی پہلو نہیں۔

دوسری طرف یہ حال ہے کہ زندگی کا کوئی دینی و نیوی مشغلہ و مصرف سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ اگر کچھ سمجھ میں آتا ہے تو اس کی ہمت وصلاحیت نہیں ہے۔ لے دے کر کچھ لکھ پڑھ لیتا تھا خصوصاً چھٹیوں میں اب کے وہ بھی بالکل ہی کہنا چاہئے کہ نہیں ہوسکا۔ طبیعت کسی طرف متوجہ نہیں ہوتی ہے۔ زبردستی کچھ لے کر بیٹھا تو بس اکثر لئے بیٹھا ہی رہا۔ آخر جب قلم نہیں چلا تو گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ خط تک لکھنے تک سے جی چراتا ہوں۔ موت کی تمنا تو ابھی تک پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن زندگی وبال ضرور ہے۔

لکھنؤ اور گھر سے روز بروز وحشت بڑھتی جاتی ہے۔ بس یا تو یہ جی چاہتا ہے کہ مسجد کا کوئی حجرہ ہو یا اس سے بھی زیادہ اس مرتبہ تھانہ بھون کی حاضری کے بعد سے برابر یہ چاہت ہے کہ مستقلاً حضرت ہی کے قدموں کے نیچے پڑے رہنے کا سامان ہو جائے اگرچہ طبیعت کی بے قراری کا جو حال ہے کہہ نہیں سکتا کہ وہ کس حال پر قرار پکڑے گی۔ رخصت کا ملنا بھی اب میرے لئے بہت مشکل ہوگیا ہے۔ پھر بھی اس مرتبہ اسی نیت سے جا رہا ہوں کہ اگر رخصت مل سکے تو کچھ دن ہی کے لئے حضرت کی خدمت میں آ پڑوں تعطیل میں تو یہاں آ کر ایسا پھنس جاتا ہوں کہ آئندہ سے خیال ہو رہا ہے کہ پہلے سیدھا تھانہ بھون ہی انشاء اللہ حاضر ہو جایا کروں گا۔ یہ تو آئندہ کی بات ہے لیکن موجودہ حالت قلب و دماغ کا ایک ایک دن کاٹے نہیں کٹتا۔ حضرت دعا کے ساتھ کچھ مناسب دوا بھی فرمائیں۔

تحقیق: مکرمی السلام علیکم۔ یہ حالت قبض کہلاتی ہے جو سب کو پیش آتی ہے۔ جو صورت کے اعتبار سے بلا ہے اور معنی کے اعتبار سے نعمت ہے۔ کیونکہ اس کے اسباب مختلف ہیں۔ کبھی طبعی مزاجی تبدیلیاں اخلاط کا فساد یا موسم یا دواؤں غذاؤں سے یا نفسانی عوارض (وقتی رکاوٹوں) فکر یا حزن یا غضب وغیرہ سے جس کا علاج ان کے اضداد

سے ہے۔ کبھی کسی گناہ کے ہو جانے کا حق اس گناہ کا تدارک اور استغفار کی کثرت ہے اور کبھی درجات کی بلندی (ہوتی ہے) کہ اختیاری اعمال کی کمی کا تدارک غیر اختیاری مجاہدہ سے کیا جاتا ہے۔ پھر اس سے درجات بڑھتے ہیں اور کبھی اخلاق کی اصلاح کہ کمالات سے اپنے کو خالی دیکھ کر شکستگی و پستی پیدا ہوتی ہے اور اس سے بہت سی برائیوں کا علاج ہو جاتا ہے۔ جیسے عجب و کبر و قساوت اور اس جیسی دوسری چیزیں۔ کبھی امتحان محبت و عظمت (ہوتا ہے) کہ بندہ بشاشت ہی میں عمل کرتا تھا جس میں ایک قسم کا نفس کو مزہ بھی ہوتا ہے یا بے ذوقی میں بھی عمل کرتا ہے۔ جس کا سبب صرف محبت اور غلبۂ عظمت ہو سکتا ہے۔ کبھی جذب الی عالم القدس برفع الحجب والموانع (عالم پاک کی طرف کھنچاؤ پردے اور رکاوٹیں اٹھا کر ہوتا ہے) کبھی دوسرے اسباب جن کی تعبیر بھی نہیں ہو سکتی ہے۔

اس تمہید کے بعد چند باتیں تنبیہ کے قابل ہیں۔

❶ کبھی کئی اسباب بھی جمع ہو جاتے ہیں۔

❷ ایسی حالت پیش آنے کے وقت اسباب کی تشخیص و تعیین کی ضرورت نہیں بلکہ اکثر نقصان دہ ہے۔ کیونکہ یقین کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اس لئے اگر وہ سبب نہ ہوا تو کوشش ہی بیکار گئی۔

❸ بلکہ سب احتمالات کا حق ادا کیا جائے۔ یعنی استغفار اور صبر و شکر و تفویض و توکل اور تواضع و دعا و عاجزی و کثرت ذکر اعمال پر استقامت اور لایعنی تعلقات کو کم کرنا طبیعت کو خوش کرنے والی اور قوت دینے والی دواؤں کا استعمال کرنا جس میں احباب سے ملاقات اور بیویوں اور اولاد کے ساتھ مشغول ہونا اور اعتدال کے ساتھ طبیعت کی مرغوب چیز کا استعمال بھی اس میں داخل ہے۔ ان سب کو نظام کے ساتھ جمع کیا جائے۔

❹ ان اعمال کو تدبیر اور علاج کے ارادے اور بسط اور سکون کے انتظار کے لئے نہ کیا جائے بلکہ ان کو خود مطلوب سمجھ کر کیا جائے حتیٰ کہ اگر عمر بھر بھی یہ قبض دور نہ ہو تو اس پر راضی اور ادائے حقوق مذکورہ پر ہمیشگی رہے۔

بھذا اوصی العارفون بقولھم ؎

چونکہ قبض آمد تو وردے بسط بین ❀ تازہ باش و چین میفکن بر جبین
چونکہ قبضے آیدت اے راہرو ❀ آن صلاح تست آیس دل مشو

ترجمہ: "جب تجھے اے سالک قبض کی حالت پیش آئے تو تو اچھا رہ اور خود کو پریشان نہ کر اور اپنی پیشانی پر بل مت ڈال ـــــ اے سالک جب بھی تجھے قبض کی حالت پیش ہو تو یہ سمجھ لے کہ اسی میں تیری بہتری ہے ناامید نہ ہو۔"

❺ تنگی اور پریشانی کے اسباب سے بچنا ہاں اگر شدید ضرورت ہو تو اور بات ہے۔

ان باتوں کو لازمی طور سے کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ اکثر طبعی بسط ورنہ عقلی بسط تو ضرور حاصل ہوگا۔ اگر بسط کے بعد دوبارہ قبض کے لوٹ آنے کا شبہ ہوتو ''ان عدتم عدنا'' (کہ اگر تم شرارت کروتو ہم بھی دوبارہ وہی علاج کریں گے) کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ جیسے کسی کو موسمی بخار ہمیشہ آتا ہوتو وہ گھبراتا نہیں نسخہ کی تجدید (تازہ) کرلیتا ہے۔

حَال: حضرت مخدوم ومحترم ادام فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جواب والا نے سعادت بخشی تھی۔ قبض کی حالت پہلے کی طرح ہے اور بسط ونشاط بالکل نہیں ہے۔ اپنے ایمان وعمل کی حقیقت معلوم ہے اس لئے ''جذب الی عالم القدس'' (عالم پاک کی طرف کھنچے) یا ''رفع الحجب والموانع وغیرھا'' (پردہ اور رکاوٹوں وغیرہ کے دور ہونے) والے قبض کے اسباب کا تو اپنے حق میں احتمال بھی نہیں ہوتا۔

تحقیق: یہی فیصلہ محل کلام ہے جن اکابر کے حق میں ہم لوگ اس جذب (عالم قدس کی طرف کھنچے) اور رفع (پردہ اور رکاوٹوں کے دور ہونے) کا اعتقاد یقین کے قریب کی حد تک رکھتے ہیں۔ وہ آپ سے زیادہ کہتے ہیں کہ اپنے ایمان وعمل کی حقیقت معلوم ہے۔ چنانچہ ستر بدریین کے متعلق صحیح بخاری میں ہے ''کلھم یخاف النفاق علی نفسہ'' (ہر ایک اپنے اوپر نفاق کا خوف رکھتا تھا) بلکہ عارفین کے نزدیک یہی اعتقاد کمال ایمان کی دلیل ہے۔ ناقص الایمان کو اپنے نقصان ایمان کی طرف توجہ بھی نہیں ہوتی ہے۔

حَال: باقی جسمانی ونفسانی امراض ونقصائص (کمیوں) کے جن اسباب کی طرف حضرت نے اشارہ فرمایا ہے وہ تقریبا سب ہی بلکہ بہت زیادہ موجود ہیں۔

تحقیق: خود یہ اسباب اجر وقرب کو ثابت کرنے والے ہیں اور ان پر جو ناگواری ہوتی ہے وہ بھی اجر کا سبب ہے۔

حَال: اور عجب وکبر وقساوت کا تو بحمد اللہ خوب علاج ہو رہا ہے۔ نفس اگر حد سے زیادہ بے حیا نہ ہوتا تو حیادار کے لئے اتنی مار بہت تھی۔

تحقیق: تو کیا حیا میں نفس مر جاتا۔ پھر یہ تو موت سے بھی زیادہ ہے ''لا یموت ولا یحیی'' (نہ مرے گا نہ جئے گا) تو حیا کی نفی کیسے کی جاتی ہے۔

حَال: حضرت نے جو تدابیر تجویز فرمائی ہیں سب پیش نظر ہیں۔ زبان کی حد تک بفضلہ ذکر واستغفار جاری ہے۔

تحقیق: یہ جتنی اور جس صورت سے بھی ہو رحمت وموہبت (عطاء رب) ہے۔

حال: صبر وشکر وتفویض وتوکل کی حالت زیادہ تر بے بسی و بے چارگی کی سی معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: یہ بھی نعمت ہے جو غیر اختیاری عطا کر دی گئی۔ افعال اختیاریہ ارادہ کا ہونا اجر کے لئے شرط ہے نہ کہ غیر اختیاری امور ہیں۔ اس میں بلا قصد بھی اجر عطا ہوتا ہے۔

حال: دعا بھی کرتا ہوں لیکن رغبت وروح سے ہر شے خالی نظر آتی ہے۔ اور رقت وابتہال (عاجزی) کو تو ترستا ہوں۔ یا تو قساوت کی کوئی حد نہیں رہی یا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل و دماغ سب سن اور بے حس ہو رہے ہیں یا جیسے زیادہ مار کھانے سے آدمی بوکھلا جاتا ہے۔

تحقیق: قساوت کے لئے تو گناہوں پر جرات ضروری ہے۔ بس یہ تو نہیں اگر دوسری حالت ہے تو غیر اختیاری مجاہدہ ہے جس کا فیصلہ ابھی مذکور ہوا۔

حال: ہر قسم کے ضروری اور غیر ضروری تعلقات مدت سے کم کیا تقریباً ختم ہیں۔ گھبرا کر اگر کہیں جاتا بھی ہوں یا جی چاہتا ہے کہ کوئی آ جائے تو دونوں صورتوں میں اکثر اور زیادہ تکدر ہی کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

تحقیق: کیا یہ رفع حجب (پردہ کے اٹھ جانے) کا ایک فرد (جزو) نہیں ہے۔

حال: الحمد للہ کہ حضرت کی توجہ و دعا سے گھر (والوں) کے ساتھ اگرچہ پہلے جیسی کشمکش تو نہیں رہی۔ حضرت کے بے شمار احسانات میں سے ایک عظیم احسان ہے لیکن کوئی ایسی دلچسپی نہیں پیدا ہوتی ہے کہ پاس بیٹھ کر کچھ دل بہلنے کا سامان ہو مگر جس کوفت سے اللہ تعالیٰ نے نجات بخشی اس کے بعد اس کی کوئی شکایت نہیں بلکہ ہر طرح محل شکر ہے۔

تحقیق: امید ہے کہ ضروری حق کے ادا کرنے کے لئے کافی ہو۔ (النور، شعبان ۱۳۵۹ھ)

بھائی کا فکر ہے کہ وہ جھوٹ وغیرہ چھوڑ دے۔ اس کا علاج

حال: اب گھر میں جو کچھ اذیت کا سامان ہے وہ چھوٹے بھائی کی حالت ہے جو "الان کما کان" (پہلے کی طرح) ہے۔ ان کے لئے روزانہ دعا کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی جھوٹ اور خیانت کی عادت چھڑا دے۔ سب سے زیادہ ان کی ان ہی دو باتوں سے تکلیف پہنچتی رہتی ہے۔ دین و دنیا دونوں اپنی برباد کر رہے ہیں۔ حضرت سے بھی دعا اور تدبیر کی درخواست ہے۔

تحقیق: دعا سے کیا عذر ہے باقی تدبیر سو ہم جیسے ناقصین کے لئے تو دوسرے کے لئے تدبیر کرنے سے اپنے لئے تدبیر کرنا زیادہ احتیاط کی بات ہے اور وہ تدبیر یہ ہے کہ "فکر خود کن فکر بیگانہ مکن" (اپنی فکر کرو دوسروں کی فکر نہ

کرو) اور ایک وقت وہ آتا ہے جس میں کاملین کے لئے بھی یہی تجویز فرمایا گیا ہے "علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا ھتدیتم" الایۃ (کہ جب تم ہدایت کوئی گمراہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتا ہے) اور یہ اس وقت ہے جب کوشش کے باوجود دوسرا نہ مانے "کذا فی بیان القران" اور اس کے ساتھ بھی اگر فکر دوسرے کے فکر کی زیادتی ہو جائے وہ غیر اختیاری مجاہدہ اور قریب ہونے کا سبب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ موجودہ حالات کا زیادہ حصہ غیر اختیاری مجاہدے ہیں۔ جن سے نہ انبیاء خالی رہے نہ اولیاء نہ دوسرے مومنین اگرچہ ان سب کے رنگ مختلف ہوتے ہیں مگر قدر مشترک (یعنی جو بات سب میں یکساں) سب کے لئے نعمت ہے اور سب سے بڑی اور مختصر اور جامع اور ہر وقت کے استحضار کے قابل اور ہر حالت کے موافق اور اس کے مناسب چیز یہ ہے کہ جس حالت سے دین کا نقصان نہ ہو وہ خالص خیر ہے خواہ طبیعت کے کیسی ہی خلاف ہو اور خواہ عمر بھر رہے۔ بس قلب میں تو اس کو راسخ کر لیا جائے اور زبان کو مشغول بالذکر رکھا جائے اور اس کو اصل شغل سمجھا جائے۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی شغل کے فوت ہونے کا افسوس نہ کیا جائے کیونکہ عبادت موظفہ کے علاوہ دوسرے اشغال عارض کے سبب ہیں۔ یہ سارے عوارض کے ختم ہونے کے بعد باقی ہے "ویدل علیه نصوص لا تتناھی" کہ اس پر بے شمار نصوص دلالت کرتی ہیں۔ بس اس نظام کے بعد فکر اور سوچ اور ہر تمنا اور انتظار کو دل سے نکال دیا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حیات طیبہ کا صرف حصول ہی نہیں بلکہ مشاہدہ ہو جائے گا اور چند دن بعد نفس بھی مطمئنہ ہو کر اس پر راضی بلکہ لذت حاصل کرنے والا ہو جائے گا۔ بقول ایک صاحب حال کے ؎

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی ❁ اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

"ومن لم یذق لم یدر رزقنا اللہ ھذا الذوق فی حیاتنا ووقت مماتنا ولنختم الکلام مستعینین برحمۃ اللہ العلام." (کہ جس نے اس کو نہ چکھا اس نے اس کی حقیقت کو نہ جانا اللہ تعالیٰ ہماری زندگی اور موت کے وقت یہ ذوق عطا فرمائیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہوئے اپنی بات کو ختم کرتے ہیں) (النور، رمضان ۱۳۵۹ھ)

اولاد کی معاش کا فکر ایمان کے خلاف نہیں ہے

حال: حضرت کل کی نماز کے بعد مجھے بہت رقت ہوئی بہت دل گھبرایا۔ حالانکہ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی لیکن ایک دم تمام جسم پسینہ میں نہا گیا اور یہ خیال آیا کہ مجھے اپنی اولاد کے معاملات سے اس قدر وابستگی ہوگئی ہے کہ

دن ورات اسی خیال میں ڈوبا ہوا ہوں۔ نہ خیال ہے کہ تیرا وقت قریب آ گیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے اپنے اعمال اور افعال جو کچھ ہیں ظاہر ہیں۔ اول ان بچوں کے پاس ہونے کا قصہ درپیش تھا اسی کے ساتھ ...... کی ملازمت کا معاملہ شروع ہوگیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً ایک مہینہ سے بلکہ اس سے بھی زائد مدت سے سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے غرضیکہ ہر وقت بچوں کا خیال لگا رہتا ہے۔ رات کو جب کبھی آنکھ کھلی تو بچوں کی امتحان کی کامیابی کے لئے یا...... کی نوکری کے لئے دعا کی۔ پلنگ پر جب لیٹا تو بچوں کی کامیابی کے لئے دعا کی۔ صبح کو جب پلنگ سے اٹھا تو پہلا کام بچوں کی کامیابی کے لئے دعا کرنا۔ نماز کے بعد بچوں کی فلاح و بہبود کے علاوہ اور سب دعائیں کرنا چھوڑ دیں۔ اس خیال سے بڑی تکلیف محسوس ہوتی ہے کہ خدانخواستہ اگر مرتے وقت بھی بچوں کا خیال رہا تو میں دین کا رہوں گا نہ دنیا کا بالکل تباہ ہو جاؤں گا۔

سرکار! توکل میرے اندر نہیں رہا۔ قلب میرا تاریک ہوگیا۔ حالت میری بد سے بدتر ہوگئی مجھے اپنی حالت دیکھ کر بہت غم اور رنج ہوتا ہے۔ حضور میری مدد فرمائیں خدا جانے میں کہاں جا رہا ہوں۔ میرے حق میں حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے راہ راست پر لائیں۔ مجھے کچھ پڑھنے کے لئے تعلیم فرمائیں جس سے میرے قلب کی حالت درست ہو۔ مجھے اس وقت اپنی ذات سے نفرت محسوس ہو رہی ہے۔ برا ہوں بہت برا ہوں لیکن حضور کا غلام ہوں حضور اپنے ذلیل وخوار غلام کی طرف خاص توجہ فرمائیں۔

تحقیق: یہ احساس اور فکر خود ایمان کامل کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید تکمیل و رسوخ (مضبوطی) عطا فرمائے اور توکل کی کمی کا شبہ بھی صرف وہم ہے۔ توکل کامل کے درجات ہیں۔ کاملین کا سا نہ سہی مگر جس درجہ کا حکم ہے (اور جس چیز کا حکم ہو وہ ناقص نہیں ہوتا ہے) وہ بھی بفضلہ تعالیٰ حاصل ہے۔ جس کی کھلی علامت ہر حالت میں دعا کرنا ہے۔ اگر کارساز پر نظر نہ ہوتی تو دعا ہی کیوں کی جاتی۔ یہی توکل کی نظر کا حکم ہے اور اس سے آگے کے درجات زیادہ کمال کے ہیں۔ مگر یہ بھی ناقص نہیں ہے بالکل اطمینان رکھا جائے۔

رہا یہ شبہ کہ اولاد سے شدید تعلق ہے اور یہ کہ اگر آخر وقت میں اس کا استحضار رہا تو صرف تباہی ہے یہ خوف ایمان کی علامت ہے اور اس خوف پر ایمان کی حفاظت کی بشارت ہے۔ ”کما فی قولہ تعالیٰ من الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ“ (کہ جو لوگ بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے بخشش ہے) اور ظاہر ہے کہ مغفرت ایمان کے محفوظ رہنے پر موقوف ہے۔ تو خوف پر اس طرح ایمان کی حفاظت کی بشارت ہے۔ پھر تباہی کا وہم کیوں کیا جائے اور اس میں راز یہ ہے کہ اولاد کے مصالح وفلاح کا اہتمام طاعت اور ان کا حق ادا کرنے کا حکم ہے تو جس چیز کا حکم ہے اس کا استحضار برے خاتمہ کا سبب کیسے ہوسکتا ہے۔

ہاں ان کی ایک ایسی محبت کہ اس میں دین کی بھی پرواہ نہ رہے اور اس محبت میں گناہ بھی بے تکلف کرلیا جائے یا ضروری احکام میں خلل ہونے لگے یہ غیر اللہ کی بری محبت ہے۔ یہ تو ضابطہ کا جواب ہے اور بالکل صحیح اور حقیقت ہے لیکن اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ مومن کے آخیر وقت میں یہ جائز محبت بھی فنا کردی جائے اور اللہ تعالیٰ ہی کی محبت کے غلبہ میں دم نکلتا ہے۔ (النور، رمضان ۱۳۵۹ھ)

عام آدمیوں کو گناہ سے بچنا ہی بڑی دولت ہے

حَالؒ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حضور والا! میرے ہاں اگر کوئی مہمان آتا ہے تو میں سادہ اور معمولی کھانا مہمان کے ساتھ کھاتا ہوں اور اگر مہمان نہیں ہوتا تو معمول کے علاوہ کچھ ایسی غذا بھی کھاتا ہوں جس سے قوت حاصل ہو مثلاً دودھ یا حلوہ وغیرہ مہمان کی موجودگی میں اس غیر معمولی اور مقوی غذا کو اس خیال سے ملتوی کردیتا ہوں کہ مہمان کے ساتھ نہ کھانا خصوصاً رشتہ دار کے ساتھ تو مہمان کی شکایت کا باعث ہوگا۔ اور مہمان کی شرکت سے اس غیر معمولی اور مقوی غذا میں اگر کمیت میں اضافہ نہ کیا جائے تو میری حق تلفی ہوگی۔ ورنہ خرچ میں زیادتی ہوگی۔ جس کا تحمل طبیعت کو نہیں ہوتا۔ حضور والا! اگر یہ حرص یا اور کوئی مرض ہو تو درخواست ہے کہ علاج تجویز فرمایا جائے اور اگر یہ طبعی اور غیر اختیاری ضعف ہے جس کی وجہ سے خود پر مجھ کو بہت نفرت اور ندامت ہے تو طبعی چاہت کی رعایت میں کوئی گناہ تو نہیں نفس کی مخالفت اور اس معمول کا ترک ضروری ہے۔ حضور والا کی ہدایت کا محتاج ہوں۔ فقط والسلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ۔

تحقیقؒ: ہم جیسوں کے لئے گناہ سے بچنا ہی بڑی دولت ہے نہ کہ اونچے اور قیمتی مقامات کا ارادہ کرنا اور اس کی رکاوٹوں کی تحقیق ؎

آرزو میخواہ لیک اندازہ خواہ ❁ برنتابد کوہ را یک برگِ کاہ

(النور، ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ)

ترجمہ: ''تمنا کرو مگر اپنے مرتبہ کے موافق کرو کیونکہ ایک گھاس کا پتہ پہاڑ کو نہیں اٹھا سکتا۔''

والد کی غیبت کا علاج زبان روکنا ہے

حَالؒ: احقر میں ایک بہت بڑا مرض یہ ہے کہ والد صاحب کی اکثر شکایت وغیبت کرتا ہے۔ اس کی چند وجہ ہیں۔ ایک تو وہ ایک ہی بات کو بار بار کہتے ہیں جس سے ہم کو طبعاً الجھن ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ میری صحیح کفالت بھی نہیں کرتے ہیں۔ بہرحال غلطی احقر ہی کی ہے چونکہ امید کے خلاف پیش آتے ہیں اس لئے

برداشت نہیں ہوتا۔ وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ چونکہ احقر کی نظر پوری اللہ تعالیٰ پر نہیں اس لئے شکایت کرتا ہوں دعا فرمائیں اور علاج فرمائیں کہ بس اللہ ہی کا دھیان اور انہی کا فاعل حقیقی ہونا دل میں جم جائے تو شاید شکایت کسی کی بھی نہ کرے اس لئے اوروں کی بھی غیبت کرتا ہے۔

تحقیق: یہ تو بڑی دور کی بات ہے اس کے انتظار کا نتیجہ اس مرض سے نجات حاصل نہیں ہوگی پہلا اور آسان ترین درجہ یہ ہے کہ زبان کا فعل اختیاری ہے۔ اختیار سے کام لیا جائے اور زبان کو روکا جائے۔

(النور، ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ)

جھوٹ کا علاج

حال: اب سے کچھ عرصہ پہلے اکثر جھوٹ بولا کرتا تھا مگر اب تقریباً ایک سال سے اس مرض میں بفضلہٖ تعالیٰ بہت کمی ہوگئی ہے۔ جو بات کہتا ہوں سوچ سمجھ کر کہتا ہوں اکثر تو جھوٹ بولتے وقت ہی تنبہ ہوجاتا ہے اور بات کے دوران ہی اس کی تلافی کر لیتا ہوں اور اگر کسی وقت نفسانیت کے غلبہ کی وجہ سے تنبہ نہ ہوسکے تو بعد میں اس شخص سے کہہ دیتا ہوں کہ میں نے یہ بات غلط کہی تھی اس پہ یقین نہ کرنا۔ اگرچہ یہ فعل اختیاری ہے مگر کبھی جھوٹ کی وعیدوں کے استحضار نہ ہونے کی وجہ سے پرانی عادت کے مطابق کبھی کبھی غلط بات زبان سے نکل ہی جاتی ہے جس کے بعد ندامت بھی ہوتی ہے اور توبہ بھی کرتا ہوں اور جس کے سامنے جھوٹ بولا ہے اس کو اطلاع بھی کر دیتا ہوں اس کے بارے میں جو علاج ہو تجویز فرمائیں۔

تحقیق: علاج یہی ہے اور کافی ہے باقی عادت کے غلبہ سے جو کوتاہی ہوجاتی ہے اس کا ازالہ اسی علاج کے دوبارہ ہمیشہ دہرانے سے ہوجائے گا اور اگر اس سے ازالہ جلدی نہ ہو تو پھر اس جھوٹ کے ہونے پر کوئی جرمانہ نفس پر کیا جائے جو نہ بہت بھاری ہو نہ بہت ہلکا ہو۔ خواہ ایک وقت کھانا ترک کر دینے کا خواہ آنہ یا ۲ آنہ کسی مسکین کو دینے کا (جرمانہ ہو)۔

حال: خصوصاً وعظ وتقریر میں کبھی کبھی موضوع روایتیں اور غلط قصے بھی بیان کر جاتا ہوں۔ اگر تقریر کے دوران تنبہ ہوجاتا ہے تو اسی وقت اس کی تلافی کر لیتا ہوں کہ مجھے اس کی پوری تحقیق نہیں ہے۔ دروغ برگردن راوی۔ (جھوٹ کی ذمہ داری کہنے والے پر ہے) یا میں نے یہ قصہ غلط بیان کیا ہے صحیح اس طرح ہے اگر کبھی کبھی بعد میں تنبہ ہوتا ہے تو ایسی صورت میں کیا علاج کرنا چاہئے؟ اگلے وعظ میں اس کی تردید کر دیا کروں یا نہیں؟ جو علاج حضرت تجویز فرمائیں گے اس پر عمل کروں گا۔

تحقیق: صرف جرمانہ مگر دوہرا (ڈبل)۔

حَالؒ: ایسے ہی گذشتہ دنوں میں سینکڑوں جھوٹ بولے ہیں اب تو یہ بھی یاد نہیں کہ میرے جھوٹ بولنے کی وجہ سے کس کس کو نقصان پہنچا اور کون کون دھوکہ میں مبتلا ہوا۔ اب جس وقت اپنے گذرے ہوئے جھوٹ یاد آتے ہیں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ گڑگڑا کر خدا سے معافی مانگتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ تعالیٰ! میرے جھوٹ بولنے کی وجہ سے جس کسی کو نقصان پہنچا ہو یا میرے جھوٹ کی وجہ سے جو شخص دھوکہ میں مبتلا ہوا ہو اور اس نے تیری نافرمانی کی ہو تو تو اپنے فضل و کرم سے اس کی غلطیاں بھی معاف کر دے مگر دل کو تسکین نہیں ہوتی کہ یہ تو حقوق العباد میں داخل ہے اور صرف دعا کرنے سے یا استغفار کرنے سے کیسے معاف ہوگا۔ اب حضرت ارشاد فرمائیں کہ گذشتہ گناہ (جھوٹ) کی تلافی کیسے کروں۔

تحقیق: جب اہل حقوق مجہول ہوں اس حالت میں بھی تدارک شریعت میں ہے یعنی اپنے ساتھ ان کے لئے بھی استغفار مگر مالی حقوق مالیہ کا یہ حکم نہیں۔

حَالؒ: کوئی تدبیر ایسی تجویز فرمائیں کہ جس سے جھوٹ کے ترک کرنے میں سہولت ہو سکے۔

تحقیق: جو اوپر گذرا یعنی تکرار و مداومت۔

حَالؒ: اس سراپا گناہگار کے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ جملہ ظاہری و باطنی برائیوں سے محفوظ رکھیں اور اپنی محبت اور نیک عمل کی توفیق بخشیں۔

تحقیق: آمین۔ (النور، محرم الحرام ۶۲ ۱۳ھ)

رسالہ اللطف الخفی من اللطیف الحفی

جو تین خطوط کے جوابوں پر مشتمل ہے

پہلا خط

حَالؒ: مجھ کو اپنے گھریلو معاملات کا فی الحال ایک حل فی الجملہ یہی نظر آتا ہے کہ سب بال بچوں کو لے کر بھاگ آؤں حقیقت میں جس کا ارادہ بھی کر لیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا کچھ عجیب معاملہ میرے ساتھ چل رہا ہے کہ بچوں کی بیماری کا ایسا تار بندھا کہ ایک اچھا نہ ہونے پایا تھا دوسرا پڑا اور دوسرے کے بعد تیسرا۔ مجبوراً اکیلا ہی آنا پڑا اور اس حال میں کہ دو بچوں کی بیماری سے ابھی تک قابل اطمینان نہ تھی پھر بھی الحمد للہ کہ حضرت کی دعا سے پہلے سے بہت بہتر تھی ورنہ ڈاکٹر صاحب نے تو یہ کہہ دیا تھا کہ خود مجھ کو رخصت لے کر لوٹ جانا چاہئے۔ بہرحال ہر حال میں حضرت کی دعاؤں کا ہمیشہ سے زیادہ محتاج و طالب ہوں۔

تحقیق: دل سے دعا ہے اور جو معاملہ خواہش کے خلاف ہوتا ہے وہ حقیقت میں اس کا مصداق ہوتا ہے ؎

طفل مے لرزد زنیش احتجام ❊ مادر مشفق ازاں غم شاد کام

ترجمہ: ”بچہ پچھنے کے زخم سے ڈر کر کانپتا ہے (لیکن) محبت کی ماری ماں (اس کے) اس غم میں (بھی اس کے پچھنے لگوانے میں) خوش ہے) (کیونکہ یہ زخم مفید ہے)۔“

مگر اس شادکامی کی وجہ اس بچہ کی سمجھ میں بلوغ کے بعد آتی ہے اس بلوغ کی تفسیر فرماتے ہیں ؎

خلق اطفا لند جز مستِ خدا ❊ نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

ترجمہ: ”اللہ والوں کے علاوہ ساری مخلوق نابالغ ہے جو نفسانی خواہشات میں مبتلا ہے وہ بالغ نہیں ہوا ہے۔“

والسلام

دوسرا خط

حال: اجازت نامہ باعث صدر فخر وسعادت ہوا۔ اس مرتبہ وطن میں زیادہ سے زیادہ دو ہفتے ٹھہر کر تھانہ بھون حاضر ہو جانے اور تعطیل کا زیادہ حصہ حاضر رہنے کا ارادہ تھا لیکن ٹھیک دو ہفتے پورے ہوتے ہی پاؤں میں چوٹ آئی۔ خیال تھا کہ دو تین دن میں سفر کے قابل ہو جاؤں گا لیکن اب تک چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہوا۔ ملازم ساتھ آنے کے لئے نہ ملا تھا تو اس کی بھی پرواہ نہ تھی لیکن اب ان چیزوں کی کہاں تک اور کیا تاویل (بہانہ کروں) وتوجیہہ (وجہ نکالوں) کروں۔

تحقیق: صاف بات میں توجیہ (وجہ نکالنے) تاویل (بہانہ بنانے) کی ضرورت ہی کب ہے جس کو میں نے صاف کہا ہے یہ اس کی ابتدائی باتیں ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وعسی ان تحبوا شیئا وھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون﴾ **ترجمہ**: ”ممکن ہے تم کسی بات کو پسند کرو مگر وہ تمہارے لئے بری ہو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں تم نہیں جانتے۔“ وقال تعالیٰ ﴿لو یطیعکم فی کثیر من الارم لعنتم وھذا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فکیف باللّٰہ تعالیٰ وغیرھما من المحکمات﴾ **ترجمہ**: ”وہ یعنی رسول اللہ اگر تمہاری محبت میں باتیں مانیں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ...... یہ تو رسول اللہ ﷺ کا حال ہے تو اللہ تعالیٰ کا حال کیا ہوگا۔“

جب ابتدائی باتوں کا نتیجہ یعنی شفقت الٰہیہ صاف ہے پھر تاویل کیسی۔ اس جھگڑے کی ایسی مثال ہے کہ

بچہ چراغ کو صرف نور سمجھ کر پکڑنا چاہتا ہے اور اس کی ماں اس کی دوسری آگ والی حقیقت کو دیکھ کر اس کو چراغ سے یا چراغ کو اس سے ہٹاتی ہے۔

تیسرا خط

حَال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کل تیسرے پہر ایک خط خدمت میں بھیجا جاچکا ہے جواب کے لئے لفافہ نہیں رکھا تھا۔ امید تھی کہ دو چار دن میں پاؤں سفر کے لائق ہوجائے گا کہ مغرب کے بعد ہی پھر چوٹ میں چوٹ لگی۔ یہ چوتھا پانچواں چرکہ (گرم داغ، چھوٹا زخم) ہے۔ جس دن سامان سفر باندھا دوسرے ہی دن ایک ہی جگہ دو چوٹیں مسلسل کھائیں۔ پھر تین دن بعد تاریخ مقرر کی تو پھر روانگی سے ایک دن پہلے ہی اس چوٹ پر چوٹ کھائی۔ اب تاریخ غیر متعین تھی لیکن ارادہ بہرحال جلد از جلد تھا کہ ابھی مغرب بعد اتنی سخت چوٹ لگی کہ قریبا پہلی حالت لوٹ آئی۔ پہلے دین ودنیا کے اور ارادوں کی طرح حضرت کی خدمت میں حاضری کا ارادہ بھی پورا ہی ہو جاتا تھا۔

اب غالباً یہ تیسرا موقع ہے کہ جب ذرا طویل حاضری کی نیت کی تو کچھ نہ کچھ اس قسم کی صورت پیدا ہوئی اس مرتبہ پہلے سب گھر کے ساتھ حاضری کا تہیہ کیا۔ اس میں رکاوٹ ہوئی پروا نہ کی۔ پھر خیال ہوا کہ کوئی ملازم ساتھ ہو تو اچھا ہے وہ بھی نہ ملا۔ اچھا نہ ملے تنہا جاؤں گا تو اب پتہ چلا کہ جن پیروں سے جانے کا دعوی تھا وہ بھی اپنے کب ہیں۔ دل تو اس کے بعد بھی سر کے بل حاضری کے لئے بے تاب ہے لیکن اب کس زبان سے کچھ عرض کروں۔

حضرت اتفاق تو کوئی چیز نہیں پھر یہ کیا ہے۔ مار کھاتا جاتا ہوں لیکن نہ دماغ سوچنا چھوڑتا ہے نہ دل ارادہ کرنا۔ اب یہ خیال مسلط ہے کہ ساری سزا جھوٹ وجاہ کی ہے۔ گھر بنانے کی خواہش ہوئی تو کوٹھی بنائی اس کی ایسی سزا ملی کہ اب کوٹھڑی کی تمنا ہے۔ مصنف بننے کا شوق ہوا تو اس میں مقام امتیاز کی تلاش تھی۔ یہ سودا سر سے کچھ نکلا۔ دین کی راہ میں بظاہر قدم رکھا تو اس میں نظر نیچے نہیں پڑتی۔ یہ تو وہی نفس دانا معلوم ہوتا ہے جس نے صرف بھیس بدل لیا ہے۔ والسلام مع الاکرام

تحقیق: پہلے خط کا جواب بھی لکھ کر رکھ لیا تھا کہ آنے کے وقت دے دوں گا اس میں یہ دوسرا خط آگیا جس پر خود بخود حدیث ''نعم العدلان ونعم العلاوہ'' یاد آگئی اور اگرچہ وہ حدیث قول مشہور کی وجہ سے کئی بلاؤں کے ساتھ مفید نہیں ہر بلا پر یہ کئی نعمتوں کا وعدہ مگر (یہ حدیث) تعدد کے تعلق کی وجہ سے یاد آگئی۔ یہ حدیث تو

حافظہ میں تھی پھر اس کے ساتھ اس باب میں وعدوں کی حدیثوں کو کتب حدیث دیکھ کر لکھنے کو دل چاہا چنانچہ نمونہ کے طور پر منقول ہیں۔

''عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ اتیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو یوعک فمسستہ بیدی فقلت انک توعک وعکا شدیدا قال اجل انی اوعک کما یوعک الرجلان منکم قلت ذلک بان لک اجرین قال اجل.''

(للشیخین)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو بخار تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لگایا۔ میں نے کہا آپ کو تو سخت بخار ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! مجھے ایسا بخار ہوتا ہے جیسے تم میں دو آدمیوں کی طرح بخار ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا: آپ کو اس کی وجہ سے دوگنا اجر ملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔''

''وعن انس رفعہ ان اعظم الجزاء مع عظم البلاء وان اللّٰہ تعالٰی اذا احب قوما ابتلاھم فمن رضی فلہ الرضا ومن سخط فلہ السخط.'' (للترمذی)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں سے محبت فرماتے ہیں انہیں آزمائش میں ڈالتے ہیں جو راضی رہتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ناراض ہو جائے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔''

''عن محمد بن خالد السلمی عن ابیہ عن جدہ سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ان العبد اذا سبقت لہ من اللّٰہ تعالٰی منزلۃ لم یبلغھا ابتلاہ اللّٰہ فی جسدہ او فی مالہ او فی ولدہ ثم صبرہ علی ذلک حتی یبلغہ المنزلۃ التی سبقت لہ من اللّٰہ تعالٰی (لابی داود) عن مصعب ابن سعد عن ابیہ قلت یا رسول اللّٰہ ای الناس اشد بلاء قال الانبیاء ثم الامثل فالامثل یبتلی الرجل علی حسب دینہ فان کان فی دینہ صلبا اشتد بلاء ہ الحدیث.'' (للترمذی)

ترجمہ: ''حضرت محمد بن خالد السلمی اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اللہ تعالیٰ کے ہاں بندے کے لئے ایک درجہ مقرر ہوتا ہے وہ اس تک نہیں پہنچتا ہے

تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم، مال یا اولاد کے بارے میں آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس درجہ تک پہنچا دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر تھا (ابوداود)
حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ تکلیف میں کون لوگ ہوتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء پھر ان کے بعد جو ان کی طرح ہے (درجات میں) پھر ان کے بعد والے۔ آدمی کو اس دین کے اعتبار سے آزمایا جاتا ہے اگر دین مضبوط ہے تو آزمائش بڑی ہوتی ہے۔''

''عن عمرو بن مرة قال ان مما انزل اللّٰه تعالٰی لیبتلی العبد وھو یحب یسمع تضرعه (للاوسط بلین) کلھا من جمع الفوائد.''

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن مرہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل فرمایا ہے ان میں یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو آزماتے ہیں اس سے محبت فرماتے ہیں اور اس کی الحاح وزاری کو سنتے ہیں''۔

مگر یہ سب عقل کا فتویٰ ہے۔ باقی طبیعت پر جو طبعی اثر ہوا اور آپ پر بھی ہونا کوئی دور نہیں وہ یہ ہے ؎

ارق علی ارق ومثلی یارق ❁ وجوی یزید وعبرة تتر قرق

ترجمہ: ''اس نے مجھے مسلسل جگائے رکھا مجھ جیسے کو جگایا جاتا ہے سوزش بڑھ رہی ہے اور آنسو بہہ رہے ہیں۔''

اور یہ طبعی اثر بھی بیکار نہیں۔ اس عقلی فتوے کی جو وجہ ہے صبر وتفویض وہ اسی طبعی اثر کا ثمرہ ہے کیونکہ یہ تکلیف اور درد پر موقوف ہے دعا بھی اسی کا اثر ہے چنانچہ میں دل سے آپ کی صحت وقوت ملاقات کی آسانی کے لئے دعا کرتا ہوں اور آپ بھی دعا میں کمی نہ کیجئے۔

باقی یہ احتمال کہ یہ کسی گناہ کی پاداش (سزا) ہے یہ بھی ایمان ہی کی وجہ سے خشیت کے ذریعے سے ہے جس کی چاہت یہ ہے کہ دعا کے ساتھ استغفار کی بھی کثرت کی جائے۔ پھر تو یہ سب نور علی نور کا مصداق ہے۔ اب میں مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اور اس کی اہمیت پر نظر کر کے اس جواب کا لقب ''اللطف الخفی من اللطیف الحفی'' قرار دیتا ہوں اور ختم پر یہ مشورہ بھی کہ اس نعمت کو دشمن دانا کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔ اس سے اتنی بڑی خیر خواہی کی کب امید ہے دوسرے اس کے استعمال کا آلہ نفس کے موافق حالات ہوتے ہیں نہ کہ اس کے مخالف حالات۔ والسلام (النور، محرم الحرام ۱۳۶۲ھ)

تمت رسالہ

جھوٹی شہادت کا تدارک

حَالؒ: میں نے ایک عزیز کے خلاف مقدمہ میں جھوٹی شہادت دی تھی۔ اگرچہ اس سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا اور تحصیلدار نے میری شہادت کو غیر معتبر قرار دیتے ہوئے ان کے حق میں ہی فیصلہ کر دیا تھا۔ اب میں اس کی تلافی کرنا چاہتا ہوں خیال تھا کہ ان کو معافی کا خط لکھوں مگر چونکہ ان سے خاندانی خلش ہے اور اگرچہ میرے دل میں ان کی طرف سے کوئی بغض وعناد (نفرت و دشمنی) نہیں ہے مگر وہ مجھ کو اپنا مخالف ہی سمجھتے ہیں۔ اگر میری تحریر پہنچ گئی تو وہ اس کے ذریعہ بدنام کرنے کی کوشش کریں گے اور شاید مخالف سمجھنے میں اور دوسروں پر مخالفت ظاہر کرنے میں اور شدت نہ پیدا ہو جائے۔ اب میں اس صورت میں کیا کروں آیا خط لکھوں یا بروقت ملاقات زبانی معافی چاہوں یا صرف استغفار کرتا رہوں جو علاج حضرت مناسب خیال فرمائیں تحریر فرمائیں انشاء اللہ اسی پر عمل کروں گا۔

تحقیقؒ: تحریر میں تو خرابیاں معلوم ہوتی ہیں اگر زبانی معافی مانگنے میں کوئی قوی اور قریبی خرابی نہ ہو تو ایسا ہی کیا جائے ورنہ اپنے لئے اور اس کے لئے استغفار کی جائے۔

حَالؒ: ایک اور یہ بات بھی پوچھنا ہے کہ اس مہلک مرض سے پورا چھٹکارا تو شاید زیادہ دنوں میں ہو کیا جس وقت نفس سے مقابلہ آسان ہو جائے اس وقت دوسرے مرض کا علاج بھی پوچھنا اور دونوں کا علاج اور نگرانی ساتھ ساتھ جاری رکھنا معالجہ کے اصول کے موافق ہوگا یا نہیں۔

تحقیقؒ: اگر دونوں کا استحضار اور استعمال سہولت سے ایک ساتھ ہو سکے تو ساتھ ساتھ بھی مضائقہ نہیں ہے۔

(النور، محرم الحرام ۱۳۶۲ھ)

حب جاہ و مال کی باریکیوں کا معلوم ہونا علم حقیقت ہے مبارک ہے

حَالؒ: حضرت نے میری عرض پر حب جاہ و مال کی جن باریکیوں اور ان کے غیر محسوس رگ و ریشہ کی طرف متنبہ فرمایا ہے بلاشبہ وہ میری ظاہر دیکھنے والی نگاہ سے اوجھل تھے۔ حضرت کی تنبیہ سے متنبہ ہوا اور اب ہر واقعہ کے وقت بحمد اللہ تعالیٰ ان پر نظر پڑنے لگی ہے اور جب کوئی رگ و ریشہ نظر آیا (حضرت کے) حکم کے مطابق استغفار کیا اور اپنے عیوب ونقائص کا استحضار اور اس علاج سے فائدہ پاتا ہوں۔

تحقیقؒ: "هنيئا لكم علم الحقيقة والعمل" آپ کو حقیقت علم وعمل کا علم مبارک ہو۔ دوسرا مصرعہ خود بخود ذہن میں نہیں آیا۔ (النور، صفر ۱۳۶۲ھ)

جھوٹ اور غیبت کا علاج

حال: جھوٹ کے بارے میں حضرت کے فرمائے ہوئے پر عمل کر رہا ہوں۔ خدا کے فضل سے نفس پر قابو حاصل ہو گیا ہے کبھی کبھی اگر جھوٹ بول جاتا ہوں تو فوراً تلافی کر لیتا ہوں۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔

حال: اس وقت دوسرا مرض پیش کرتا ہوں اس وقت چونکہ دونوں کا استحضار اور علاج آسانی سے ایک ساتھ ہو سکتا ہے اس لئے پیش ہے۔ غیبت اور جھوٹ کے بارے میں فرمائے ہوئے علاج سے اس میں بہت کمی آ گئی ہے۔

تحقیق: الحمد للہ۔

حال: خود تو غیبت کم کرنے لگا ہوں مگر سننے سے اب تک پورا پورا بچاؤ نہیں کر سکتا ہوں۔ اکثر کوشش کرتا ہوں کہ جب کوئی کسی کی غیبت شروع کرتا ہے تو میں وہاں سے کسی نہ کسی بہانہ سے اٹھ جاتا ہوں اور اگر نفع کا گمان ہوتا ہے تو دوسرے کو بھی متنبہ کر دیتا ہوں کہ دوسروں کی برائی مت بیان کرو لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ غیبت سنتے وقت تنبہ نہیں ہوتا یا اگر تنبہ ہوتا بھی ہے تو اس خیال سے نہیں اٹھتا کہ دوسروں کو خیال ہوگا کہ بڑے متقی ہیں جو اٹھ کر چلے گئے اگر چہ یہ نفس کا دھوکہ ہے اور شریعت کے احکام کی پابندی میں کسی شرم و بدنامی کا خیال نہیں ہونا چاہئے مگر طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے ابھی تک یہ جوہر پکا نہیں ہو سکا۔ اس لئے پوچھنے کی بات یہ ہے کہ ایسے مواقع سے فوراً اٹھ جایا کروں یا نہیں؟

تحقیق: ضرور (اٹھ جایا کرو)۔ رہا دوسروں کا خیال اس کا جواب نفس کو یہ دیا جائے کہ اس میں بھی ہر حال میں نفع ہے اگر غیبت کرنے والوں کو معاف نہ کیا تو ان کی حسنات ملیں گی اور اگر معاف کر دیا (وھذا ھو العزیمۃ) یہ اصل ہے تو ان کی حسنات سے زیادہ اور حسنات ملیں گی لیکن زیادہ محفوظ بات یہ ہے کہ اگر ممکن ہو کوئی بہانہ کر کے اٹھا جائے۔

حال: اسی طرح اگر کسی کی غیبت سنی ہو تو اس کا تدارک اس کے حق میں دعا کرنے سے ہو جائے گا یا نہیں؟ ایسے خود جن جن حضرات کی غیبت کی ہے اب ان کی بھلائیاں بیان کر دیتا ہوں کہ ہر شخص میں کچھ نہ کچھ بھلائی تو ہوتی ہی ہے اور ان کے اور اپنے حق میں دعائیں بھی کرتا ہوں کیا یہ علاج کافی ہے یا نہیں؟ اگر کافی نہ ہو تو تدارک کا راستہ ارشاد فرمایا جائے انشاء اللہ عمل کروں گا۔

تحقیق: جس کی غیبت کی ہے اس کے محاسن بیان کرنا مستقبل میں مستقل معالجہ ہے ماضی کی تلافی نہیں ہاں اس کے لئے دعا کرنا حدیث کی وجہ سے ایک درجہ میں تلافی ہے لیکن کلیات سے ذوقاً اس دعا سے تلافی ہو جانا (دوسری صورت سے) عاجز ہونے کی شرط کے ساتھ مقید معلوم ہوتا ہے بشرطیکہ عجز کی وجہ مناسب ہو اور نفس کے لئے احتیاط اور زیادہ تنبیہ کی بات اس حال میں یہی ہے کہ اس سے معاف کرا لے اس سے آئندہ کے لئے ایک رادع قوی ہو جائے گا۔

حال: ایسے ہی پرانی عادت کے غلبہ سے اگر کسی وقت غیبت ہو جائے تو اس کا کیا علاج کیا جائے کہ آئندہ احتیاط کی عادت ہو؟

تحقیق: قد مر انفا (ابھی گذر چکا)۔ (النور، صفر ۱۳۶۲ھ)

اگر عبادت میں کوئی دیکھے اور عابد سمجھے تو مبتدی کو یہ استحضار کرنا چاہئے کہ رد و قبول کی خبر نہیں

حال: عرض یہ ہے کہ جب میں کسی عبادت میں مشغول ہوتا ہوں تو بفضلہٖ تعالیٰ عبادت شروع کرنے سے پہلے کسی کو دکھانے کی نیت نہیں ہوتی اللہ ہی کی خوشنودی کی نیت سے مشغول ہوتا ہوں اور ساتھ ہی اس کا بھی پورا خیال رہتا ہے کہ صرف اللہ کی توفیق سے یہ کام کر رہا ہوں ورنہ میں کسی قابل نہیں مگر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عبادت میں مشغول ہو جانے کے بعد کوئی شخص آ کر دیکھتا ہے یا عبادت کے درمیان کسی کی آواز کان میں پڑتی ہے تو دل میں خوشی ہوتی ہے کہ یہ شخص مجھے عابد سمجھے گا اور اس کے نزدیک میں بزرگ سمجھا جاؤں گا۔ حضرت والا سے درخواست ہے کہ اس مرض کا علاج تجویز فرمائیں۔

تحقیق: مبتدی کے لئے ضرورت ہے کہ فوراً ہی اس (بات) کا استحضار کرے کہ جب رد و قبول ہی کی خبر نہیں تو پھر کسی کے اعتقاد سے کیا ہوتا ہے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۶۲ھ)

غیبت اور غصہ کا علاج

حال: گذارش ہے کہ اس سے غیبت کے بارے میں علاج پوچھا تھا۔ حضرت کے فرمائے ہوئے علاج پر عمل کر کے اس میں بہت کمی محسوس کرتا ہوں خدا کا شکر ہے کہ پرانی عادت تقریباً چھوٹ گئی ہے۔ جب کوئی دوسرا غیبت کرتا ہے تو اس کو بھی نہیں سنتا ہوں حضرت کے ارشاد کے مطابق بہانہ کر کے وہاں سے فوراً اٹھ جاتا ہوں۔

تحقیق: الحمد للہ وزاد اللہ تعالٰی فی الادمۃ والاستقامۃ۔ (اللہ تعالٰی ہمیشگی اور استقامت میں زیادتی عطا فرمائیں)۔

حال: اب یہ مرض اس درجہ میں آ گیا ہے۔ اس کے ساتھ دوسرے مرض کو پیش کر کے دونوں کی نگرانی کر سکتا ہوں۔ لہٰذا اس وقت غصہ کا علاج پوچھنا ہے۔ بات بات پر تو غصہ نہیں آتا لیکن جب کسی سے کوئی بداخلاقی یا بددیانتی ہوتی ہے تو اکثر غصہ آ جاتا ہے۔ باہر رہ کر تو غصہ کے واقعات بہت کم ہوتے ہیں مگر دوکان پر جا کر بڑھ جاتے ہیں۔ مثلاً بیوی سے کوئی بات مزاج کے خلاف ہوتی ہے تو فوراً رنج ہوگا اور غصہ بھی آئے گا۔ اکثر تو ایسے مواقع پر صبر کرتا ہوں اور اظہار نہیں ہونے دیتا مگر جب چند واقعات جمع ہو جاتے ہیں تو صبر نہیں ہوتا۔ ناراضگی کا اظہار ہو ہی جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ غصہ میں دیوانگی نہیں ہوتی اور دیرپا نہیں ہوتا ذرا سی دیر میں اتر جاتا ہے۔ یہ کیفیت ہے۔ اب حضرت سے اس کا علاج پوچھنا چاہتا ہوں تاکہ کبھی کبھی جو یہ غصہ آتا ہے یہ بھی نہ آئے۔

تحقیق: قال اللہ تعالٰی ﴿واذا غضبوھم یغفرون لم یقل لم یغضبوا﴾ (ترجمہ: جب وہ غصہ کرتے ہیں تو معاف کرتے ہیں...... یہ نہیں فرمایا کہ وہ غصہ ہی نہیں کرتے) اس میں صاف دلالت ہے کہ غصہ کا نہ آنا مطلوب نہیں۔ آنے پر حدود سے نہ نکلنا خواہ درجۂ عزیمت (اصل) میں "کما فی ھذہ الایۃ" (جیسا کہ اس آیت میں ہے) یا درجۂ رخصت میں "کما فی آیۃ الاٰتیہ" (جیسا کہ آنے والی آیت میں) یا درجہ ﴿والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون﴾ (ترجمہ: وہ ایسے لوگ ہیں جب ان پر ظلم ہوتا ہے تو برابر بدلہ لیتے ہیں) یہ مطلب ہے جو بحمد اللہ حاصل ہے پھر کس چیز کا علاج مطلوب ہے۔

حال: ایسے ہی مجھ میں احساس کا مادہ بہت ہے معمولی معمولی باتوں پر رنج محسوس کرتا ہوں جس سے جس قدر تعلق زیادہ ہے اتنا ہی اس کی غلطیوں پر رنج زیادہ ہوتا ہے اگرچہ دیرپا نہیں ہوتا اور اس کے چاہت پر عمل بھی نہیں کرتا۔ اکثر ایسے اوقات میں وہاں سے علیحدہ ہو جاتا ہوں تاکہ اثر ختم ہو جائے مگر اس شخص کو دیکھ کر دوبارہ رنج تازہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے برداشت کرنے میں کوفت بہت ہوتی ہے مگر اظہار نہیں ہونے دیتا ہوں بلکہ جہاں تک ہو سکے برداشت ہی سے کام لیتا ہوں۔ اب حضرت کوئی ایسی تدبیر ارشاد فرمائیں جس سے اس اثر ہونے میں بھی کمی آ جائے۔

تحقیق: الداء الداء والدواء الدواء۔ کہ بیماری بیماری ہے دوا دوا ہے۔

حال: اس ناکارہ کے لئے فلاح دارین کی دعا فرمائیں۔

تحقیق: دل سے (کرتا ہوں)۔ (النور، ربیع الثانی ۶۲ ۱۳ھ)

تکبر کا علاج

حال: اس وقت ایک اور مرض تکبر پیش کرتا ہوں حضرت کے مواعظ اور مضامین کا مطالعہ کرنے کی وجہ سے اس مرض میں بھی بہت کمی آ چکی ہے۔ عقلی طور پر اپنے آپ کو کسی سے بڑا نہیں سمجھتا اور نہ کسی دوسرے کو ذلیل سمجھتا ہوں حتیٰ کہ جن لوگوں میں کبائر کا غلبہ ہے اور فسق و فجور عیاں نظر آتا ہے ان کے متعلق بھی نفس کو یہ کہہ کر سمجھاتا ہوں کہ اگر ایک دو عیب کسی شخص کے معلوم ہو گئے تو اس کو کیوں ذلیل سمجھتا ہے جبکہ تجھ میں ہزاروں عیب موجود ہیں اور آج تک ہزار ہا گناہ کر چکا ہے اتنا ہی تو فرق ہے کہ تیرا پردہ ڈھکا ہوا ہے اور اس کا کھل گیا۔ اس نصیحت سے قلب سے تکبر دور ہو جاتا ہے۔

تحقیق: لیھنك العلم والعمل۔ (اللہ تعالیٰ آپ کو علم و عمل مبارک کرے)۔

حال: البتہ ایک بات بیان کے قابل یہ ہے کہ جب مکان پر ہوتا ہوں اور کوئی کاشتکار یا چمار بھنگی وغیرہ آتا ہے بشرطیکہ غیر مسلم ہو (مسلمان میں سے ہر ایک کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں) تو اس کو اپنے سے کمتر سمجھتا ہوں اور اگر وہ برابر بیٹھے تو ناگوار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کسی کافر کا احترام دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ بغض فی اللہ میں شاید داخل ہو۔ مگر جب اپنے نفس کی بڑائی ہوتی ہو اور دوسرے کو اپنے نفس کے مقابلہ میں کمتر سمجھا جاتا ہو تو شاید تکبر کے حدود میں داخل شمار کیا جائے اس لئے عرض ہے کہ اگر یہ مرض ہو تو اس کا علاج تجویز فرما دیں۔

تحقیق: مرض کا احتمال یہ بھی شفا کی ابتدائے۔ کما قیل ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد ❁ اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

ترجمہ: ''وہ عاشق کیسا ہے کہ اس کے دوست کو اس کے حال کی خبر نہیں خواجہ! مرض نہیں ہے ورنہ طبیب تو موجود ہے۔''

اس کا حاصل یہ ہے کہ مسلم غیر متقی اور کافر کے ساتھ معاملہ یکساں نہیں کیا جاتا۔ تو یہ برابری دین میں مطلوب بھی نہیں۔

''قال تعالیٰ افمن کان مومنا کمن کان فاسقا (اے کافرا کما هو مصطلح القران ویاضا یدل علیه جزاء ہ المذکور فیما بعد والذین فسقوا فما وهم النار کلما ارادوا ان یخرجوا منها اعیدوا فیها وقیل لهم ذوقوا عذاب النار الذی کنتم به

تکذبون) لا یستوون الایة."

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "کیا مومن فاسق (یعنی کافر (فاسق سے مراد کافر ہے) کے برابر ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کی اصطلاح ہے اسی طرح اگلی آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔ وہ یہ ہے) کہ وہ لوگ جو فاسق ہوئے ان کا ٹھکانا آگ ہے جب بھی وہ اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے دوبارہ اس میں ڈال دیئے جائیں گے۔ اور ان سے کہا جائے گا چکھو اس آگ کے عذاب کو جس کو تم جھٹلاتے تھے۔"

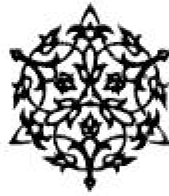
برابری نہ ہونے کا حاصل یہ ہے کہ حالاً وعملاً شدید ضرورت کے بغیر اور اس میں اس سے نقصان کا خوف بھی ہے اس کا اکرام نہ کیا جائے اور آئندہ اور احتمال کے طور پر اس کے دور ہونے اور مردود ہونے کا یقین اس کے بعد نہ کیا جائے۔ کما قال الرومی ؎

ہیچ کافر را بخواری منگرید ❀ کہ مسلمان بودنش باشد امید

ترجمہ: "کسی کافر کو کمتر نہ سمجھو کہ اس کے مسلمان ہونے کی امید ہے۔"

رہا عملی فرق تو اس کی بنیاد مصالح پر ہے اس کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہے اور اس فرق کا راز یہ ہے کہ کافر کی ساری نیکیاں ضائع ہیں اس لئے فی الحال شرعی اعتبار سے اس کا کوئی اثر شمار کے قابل نہیں ہے۔ مسلم جو متقی نہ ہو اس کی نیکیاں فی الحال بھی موثر ہیں اس وجہ سے عمل میں فرق لازم ہے اور عمل میں شرعاً اس فرق کے موثر ہونے کی دلیل قطعی مسئلہ جہاد ہے کما ہو ظاہر۔ امید ہے کہ اس سے سب اشکالات دور ہو گئے ہوں گے۔

(النور، ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)



چوتھا باب

اعمال کے بیان میں

مامورات (جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے) ومنہیات (جن کاموں کے نہ کرنے کا حکم ہے) سب اختیاری ہیں مگر مشائخ کی ضرورت ہے

حَالؒ: احقر اس سال دورۂ حدیث میں شریک ہے۔ ایک عرصہ سے خط لکھنے کا خیال کر رہا تھا لیکن ایک عارض رکاوٹ بنا رہا۔ وہ یہ کہ احقر کو آپ کے مصنفات وملفوظات دیکھنے کا بے حد شوق ہے چنانچہ بچپن سے اب تک برابر دیکھتا رہا بحمد اللہ بہت مستفید ہوا۔ ان سے ایک خاص بات معلوم ہوئی وہ یہ کہ مامورات شرعیہ (شرعی طور پر جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے) سب کے سب اختیاریہ ہیں چونکہ مامورات اختیاریہ ہیں اس لئے جہاں رکنے کا حکم ہے وہ بھی اختیاری ہوئے اس لئے سارے امراض کا علاج یہی ہے کہ اپنے اختیار سے رکے۔ اب اپنے بارے میں بھی ہمیشہ یہی تقریر جاری کرتا رہا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس قاعدہ کے معلوم ہونے کے بعد کیا مشائخ طریقت سے سوال اور علاج کرانا چاہئے۔ میرے یہی سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ بہت عرصہ سے اس بات پر غور کر رہا ہوں۔ امید کہ جناب والا مطلع فرمائیں گے تاکہ احقر اسی پر عمل کرے۔ آخر اس قاعدہ کلیہ کے علم کے بعد معالج و مشائخ کی مرض کو ختم کرنے میں کیا ضرورت باقی رہتی ہے۔ امید کہ اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تو مطلع فرمائیں۔

تَحقِیق: مامورات ومنہیات سب اختیاری ہیں تو مامورات کو کرنا اور منہیات سے رکنا بھی سب اختیاری ہیں لیکن اس میں کچھ غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ کبھی تو یہ کہ حاصل کو غیر حاصل سمجھ لیا جاتا ہے۔ کبھی اس کا الٹ ہوتا ہے جیسے ایک شخص نے نماز میں خشوع کا ارادہ کیا اور وہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے حاصل ہوگیا۔ مگر ساتھ ہی ساتھ وساوس وخطرات کی زیادتی بھی ہوتی رہی۔ یہ شخص اس کو خشوع کے خلاف سمجھ کر خشوع کو غیر حاصل سمجھا یا عبادت کے شروع میں وساوس غیر اختیاری تھے مگر اسی سلسلہ میں وہ وساوس اختیاریہ کی طرف لے گئے اور یہ ابتدا کے دھوکے میں رہ کر خشوع کو باقی سمجھا حالانکہ وہ ختم ہو چکا اور کبھی مضبوط نہ ہونے کو مضبوط ہونا سمجھ لیا جاتا ہے۔ مثلاً دو چار ہلکے سے حادثوں میں رضا بالقضا کا احسا ہوا یہ سمجھ گیا کہ یہ ملکہ راسخ ہوگیا۔ پھر کوئی بڑا حادثہ واقع ہوا اور اس

میں رضا نہیں ہوئی یا درجہ مقصود تک نہیں ہوئی مگر یہ اسی دھوکہ میں رہا کہ اس میں مضبوطی ہو چکی ہے۔ اب بھی رضا نہیں یا ضعیف نہیں ہے۔ حاصل کو غیر حاصل سمجھنے میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ شکستہ دل ہو کر اس کا اہتمام چھوڑ دیتا ہے پھر وہ سچ مچ ختم ہو جاتا ہے اور اس کے الٹ میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ اس کا اہتمام ہی نہیں کرتا اور محروم رہتا ہے غیر راسخ کو راسخ سمجھنے میں بھی وہی تکمیل کے اہتمام کے نہ ہونے کی خرابی ہوتی ہے کبھی یہ غلطی ہوتی ہے کہ حاصل راسخ کو ختم سمجھ لیتا ہے مثلاً شہوت حرام کا مقابلہ کیا اور ذکر کے آثار کے غلبہ کا زمانہ تھا اس لئے شہوت حرام کی چاہت ایسی کمزور ہوگئی کہ اس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا پھر ان آثار کا جوش وخروش کم ہونے سے طبعی التفات اگرچہ کمزور درجہ میں سہی ہونے لگا یہ شخص یہ سمجھ گیا کہ مجاہدہ بیکار گیا اور شہوت حرام کی برائی پھر لوٹ آئی پھر اصلاح سے مایوس ہو کر سچ مچ بے کاری میں مبتلا ہو گیا۔

یہ چند مثالیں غلطیوں کی اور ان کے نقصانات کی ہیں۔ اگر کسی شیخ سے تعلق ہو اور اس پر اعتماد ہو تو اس کو اطلاع کرنے سے وہ اپنی بصیرت و تجربوں کی وجہ سے حقیقت سمجھ لیتا ہے اور ان غلطیوں کو بتاتا ہے اور یہ ان نقصانات سے محفوظ رہتا ہے فرض کریں کہ سالک اگر ذکاوت صحیح سمجھ کی وجہ سے خود بھی مطلع ہو سکے مگر ناتجربہ کاری کی وجہ سے مطمئن نہیں ہوتا اور پریشان ہونا مقصود میں رکاوٹ ہوتا ہے۔

یہ تو شیخ کا اصلی منصبی فرض ہے اور اس سے زیادہ اس کے ذمہ نہیں لیکن احسان کے طور پر وہ ایک اور بھی خدمت کرتا ہے وہ یہ کہ مقصود یا مقصود کی ابتدا کے حاصل ہونے میں اور اسی طرح کسی برائی اور برائی کے ابتدا کے ختم کرنے میں طالب کو شدید مشقت پیش آتی ہے اگرچہ بار بار کرنے اور بار بار بچنے سے وہ مشقت آخر میں آسانی سے بدل جاتی ہے لیکن شیخ احسان کے طور پر کبھی ایسی تدابیر بتا دیتا ہے کہ شروع ہی سے مشقت نہیں رہتی ہے۔ یہ ایک سمجھ کے لئے ایک مختصر سی تحقیق ہے باقی ضرورت شیخ کا مشاہدہ اس وقت ہوتا ہے جب کام شروع کر کے اپنے احوال جزئیہ کی اس کو لازمی طور پر اطلاع کرتا رہے اور اس کے مشورہ کا اتباع کرتا رہے۔ یہ اتباع کامل اس وقت ہو سکتا ہے جب اس پر اعتماد ہو اور اس کے ساتھ فرمانبرداری کا تعلق ہو اس وقت حسا معلوم ہوگا کہ شیخ کے بغیر مقصود کا حاصل ہونا عادۃً (معمول کے اعتبار سے) مشکل ہے ہاں بہت کم ہو سکتا ہے اور بہت کم ہونا نہ ہونے کے برابر ہے پھر اس ضرورت میں فہم و استعداد کے فرق کے اعتبار سے فرق بھی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ متقدمین (پہلے لوگوں) کو کم ضرورت تھی۔ (النور، محرم ۱۳۵۱ھ)

ضعف کی وجہ سے تہجد کی نوافل عشا کے بعد پڑھے جا سکتے ہیں

حَالؒ: ایک صاحب کا خط تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلنے یا آنکھ کھلنے کے باوجود مرض کے بعد کمزوری کی وجہ سے

ہمت نہ ہونے کے بارے میں عشاء کے بعد نوافل کی پابندی کے ساتھ آیا جس میں بے حد افسوس کا اظہار کیا تھا جس کا یہ جواب لکھا گیا۔

تحقیق: میں نے غور کیا زیادہ محفوظ یہی معلوم ہوا کہ تہجد کا التزام رہے اور اگر سونے کے بعد خود اہتمام کے بغیر آنکھ کھل گئی تہجد بھی پڑھ لی ورنہ جب تک قوت نہ آ جائے اس کا اہتمام نہ کیا جائے۔ فضائل کی احادیث میں قیام اللیل وصلوۃ اللیل کا عنوان بہت زیادہ آیا ہے جس سے صرف فضیلت کا اس سے حاصل ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ اس باب میں یہ اور تہجد مشارک (شریک) ہیں۔ رہ گئی فضیلت کی زیادتی وہ سوکر اٹھنے کے بعد کے ساتھ خاص ہے سونا خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً یعنی شروع رات سے آخر رات تک بیدار رہا اور ایسے وقت نماز پڑھی کہ اس سے عادۃً نیند ہوا کرتی ہے۔ اس فضیلت کی زیادتی کے لئے افسوس کرنا ایسا ہے جیسے رمضان میں کسی کی آنکھ سحور کے لئے نہ کھلے مگر روزہ کی توفیق ہو اور وہ روزہ سے اتنا مسرور نہیں ہوتا جتنا سحور کی فضیلت فوت ہونے سے غمگین ہوتا ہے۔ تو کیا یہ حزن طبعی عقلاً بھی مطلوب ہے خصوصاً جب حدیث میں صاف ہے کہ اگر اٹھنے کا ارادہ ہو اور آنکھ نہ کھلے "کان نومه علیه صدقة" (تو اس کی نیند اس کے لئے مفت رہی) اور قویٰ کا مدد نہ کرنا آنکھ نہ کھلنے کی جگہ میں ہے "لکون کل منهما عذرا" (کیونکہ ہر ایک عذر ہے) واللہ اعلم۔ (النور، رمضان ۱۳۵۱ھ)

تلاوت قرآن کا علم وحال

حال: (ایک اجازت یافتہ کی طرف سے)

پہلے قرآن کریم کی تلاوت میں علوم اسرار کا انکشاف زیادہ ہوتا تھا، اب حالت یہ ہے کہ تلاوت میں خاص کیفیت ہوتی ہے جس سے کبھی قلب پر ایسا بوجھ محسوس ہوتا ہے کہ برداشت کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور بے اختیار رونا آتا ہے تو بوجھ کم ہو جاتا ہے۔

تحقیق: وہ علم تھا یہ حال ہے۔ تربیت حال سے علم کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے۔ (النور، رمضان ۱۳۵۱ھ)

ناقص کو دعا وغیرہ میں افضل کی فکر ضروری نہیں

حال: اکثر صلحاء کو سنا وہ دعا میں ہاتھ اٹھا کر درود شریف سے شروع کرتے ہیں مگر میری حالت یہ ہے کہ دعا کے وقت ایک حدیث کا استحضار ہو جاتا ہے جس میں ارشاد "لقد عجلت الخ" (تم نے جلدی کی) آیا ہے اس لئے پہلے اللہ تعالیٰ کی ثنا پھر درود شریف کے بعد دعا شروع کرتا ہوں مگر اس کے بارے میں کوئی صیغہ ماثور معلوم نہیں اس لئے بچپن کی عادت کی وجہ سے یوں پڑھا کرتا ہوں۔ "الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوۃ

والسلام علی سیّد الانبیاء والمرسلین وعلی کل ملئکۃ المقربین وعلی عباد اللّٰہ الصالحین'' اس میں جو بات اصلاح کے قابل ہو اصلاح فرما دی جائے۔ ہاں! یہ یاد آیا کیا خطبہ تشہد ماثورہ ''الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ الخ'' پڑھنا زیادہ افضل نہ ہوگا۔

تحقیق: ہم جیسوں کے لئے کہ ناقص ہیں افضل کی غور وفکر غیر ضروری نہیں ہے جس میں یکسوئی زیادہ ہو اختیار کرلیا جائے۔ (النور، رمضان ۱۳۵۱ھ)

اعمال کے ہونے کے وقت ایک قسم کی نورانیت محسوس ہونا نعمت عظمی ہے

حال: چار روز سے یہ حالت نئی پیدا ہوئی کہ کبھی کبھی ارادے کے بغیر قلب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا استحضار ہوتا ہے۔ اس اللہ تعالیٰ کی رحمت کے استحضار سے قلب میں اعمال کے کرنے کے وقت ایک خاص قسم کی نورانیت محسوس ہوتی ہے جو اس سے پہلے کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی مگر اعمال کی ادائیگی کے وقت کسی وقت سستی یا کم ہمتی ہوتی ہے تو جیسے پہلے حضرت حق کی عظمت وہیبت کا استحضار ہو کر عمل میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے اب اس حالت میں بہت ہی کمی پیدا ہو چلی ہے۔ اس حالت میں بھی کمی پاتا ہوں کہ نفس اس عمل کو عطائے حق سمجھ کر ادا کرنے کو غنیمت سمجھتا تھا۔ اب احقر حضرت والا کی دعا کی برکت سے قوت میں ہمت سے کام لیتا ہے اور اس قوت وہمت کو بھی عطائے حق ہی سمجھتا ہے۔ یہ میرا سمجھنا کیسا ہے اور یہ میری حالت کیا ہے؟ اگر یہ میری حالت قابل اصلاح ہے تو للہ حضرت والا میری مدد فرماتے ہوئے جو تدبیر یا علاج ہو مشرف فرمائیں۔

تحقیق: حق تعالیٰ کی نعمتوں سے جو کہ مجھ پر ہیں جتنا مسرور ہوتا ہوں اتنا ہی دوستوں پر جو نعمتیں ہیں ان پر بھی (خوش ہوتا ہوں)۔ الحمد للہ الحمد للہ۔ یہ حالات سب نعمتیں ہیں اور عظیم نعمتیں۔ اللھم زد فزد۔ آخر میں جس تبدیلی کا بیان کیا ہے تو جیسے موسم کی تبدیلیاں ایک تندرست آدمی کے لئے بھی لازم ہیں اسی طرح یہ تبدیلیاں بھی ضروری ہیں یہ اسی طرح کی تبدیلیاں ہیں امراض نہیں ہیں موسم کے بدلنے سے یہ خود معتدل ہو جاتے ہیں کسی مستقل تدبیر کی ضرورت نہیں نہ کچھ فکر کرنا چاہئے۔ ہاں جو تبدیلی اختیاری اسباب کی وجہ سے ہو وہ توجہ کے قابل ہے۔

(النور، محرم وصفر ۱۳۵۲ھ)

اعمال چھوڑ کر اعمال کی توفیق طلب کرنا بے جا ہے

حال: جس دن سے رخصتیں ختم ہوئی ہیں اسی دن سے بندہ مدرسہ میں حاضر ہوگیا تھا۔ رخصتوں میں اکثر تہجد کی بھی توفیق ہو جاتی تھی اور حضور کی فرمائی ہوئی تعلیم پر قضا نمازوں کے بارے میں ہر نماز کے ساتھ ساتھ ادا کرلینی

چاہئے پر بھی عمل کرتا رہا اور اکثر تلاوت قرآن مجید بھی کر لیتا تھا۔ نماز میں وساوس پہلے کے مقابلے میں کم آتے تھے۔ جس دن سے مدرسہ میں آ کر تعلیم کا کام شروع کیا ہے اسی دن سے تمام اعمال مذکورہ چھوٹ گئے۔ حضور سے عرض ہے کہ ایسا طریقہ ارشاد فرمائیں کہ جس سے اعمال کی توفیق ہو اور پریشانی دور ہو جائے۔

تحقیق: سبحان اللہ کیا اچھا سوال ہے۔ اگر کبھی دوا سے ناگواری ہو تو کیا یہ سوال معقول ہے کہ ایسا طریقہ بتایا جائے کہ ناگواری دور ہو۔ (النور، صفر ۱۳۵۲ھ)

احکامات شرعیہ سب اختیاری ہیں ہمت (کرنا) چاہئے

حال: حضور کے ملفوظات و مواعظ سے یہ تو میں نے بخوبی سمجھ لیا ہے کہ احکامات شرعیہ جتنے بھی ہیں وہ اختیاری ہیں لیکن میں نے تدبیر اس لئے پوچھی تھی کہ سہولت ہو جائے۔ حضرت کے ملفوظات و تربیت السالک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکثر ازراہ شفقت و ہمدردی ایسے طریقے بھی تجویز فرما دیتے ہیں جن سے گناہ کے ترک کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اس خیال سے حضور کی خدمت بابرکت میں عرض کیا تھا۔ لہٰذا پھر ادب سے گذارش ہے کہ حضور والا ازراہ شفقت و ہمدردی اگر کمترین کے لئے بھی کوئی ایسی ترکیب تجویز فرمائیں تو حضور کی بے حد نوازش و عنایت ہوگی۔

تحقیق: میں ایسی نوازش کو تمہارے لئے نقصان دہ سمجھتا ہوں۔ ایک طبیب ایک کے لئے ایک دوا تجویز کرتا ہے دوسرے کے لئے (اس دوا کو) نقصان دہ سمجھتا ہے۔ اب مجھ کو خط مت لکھنا تم سرکش (نافرمان) ہو۔

(النور، ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

ہدیہ دینے میں محبت کا خیال آنا عین دین ہے

حال: جب میں اپنے کسی مخلص دوست یا محسن یا استاد کو کوئی ہدیہ دیتا ہوں تو سچی محبت سے اور صرف دل کو خوش کرنے کے لئے دیتا ہوں ثواب وغیرہ بھی حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا مگر جب غور کرتا ہوں تو اپنی نیت میں کچھ اس قسم کی ملاوٹ ضرور پاتا ہوں کہ جب یہ ہدیہ وصول ہوگا تو ان کے دل میں یہ خیال ہوگا کہ مجھے ان سے محبت ہے اور پھر وہ میری طرف متوجہ بھی زیادہ ہوں گے۔ اس خیال سے دل کچھ مسرور بھی ہوتا ہے۔ حضرت ارشاد فرمائیں کہ یہ خود غرضی اور خلوص کے خلاف تو نہیں ہے۔

تحقیق: نہیں۔ کیونکہ حدیث "تھادوا تحابوا" (کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو کہ اس سے ایک دوسرے سے محبت ہوگی) میں محبت کے زیادہ ہونے کا مقصد خود شریعت میں مطلوب ہونا واضح ہے۔ اس لئے شریعت

کے مطلوب مقصد کا ارادہ کرنا خلوص کے خلاف نہیں ہوسکتا ہے۔ اور اس میں راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا جب دین ہے تو اس کا ارادہ کرنا دین کا ارادہ کرنا ہے دنیا کا ارادہ کرنا نہیں ہے اور ریا و خلوص کے نہ ہونے کی حقیقت طاعت سے دنیا کا ارادہ کرنا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگر ہدیہ بطور طاعت نہ ہو بلکہ کسی دنیوی غرض کی تدبیر ہو تو دوسری دنیوی تدابیر کی طرح ہے کبھی مباح جیسے عوض کے ساتھ ہبہ کرنا کبھی غیر مباح جیسے رشوت۔ فقط (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ)

اپنے اعمال کو نہ ہونے کی طرح پانا بھی نعمت ہے

حَالؔ: حضرت! بندہ کے اندر ایک بات یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے حال پر افسوس و ندامت ہوتی ہے اپنے اعمال پر کچھ اعتقاد نہیں ہوتا حتیٰ کہ اپنے افعال و اعمال کو (بالکل) نہ ہونے کی طرح پاتا ہوں۔ اس وجہ سے دل سے کبھی باری تعالیٰ کا شکریہ نہیں کرتا اور کسی چیز کو شکریہ کے قابل نہیں پاتا۔ ہاں کبھی بہ تکلف زبان سے کہتا ہوں یا دل میں تصور کرتا ہوں الحمد للہ باری تعالیٰ نے اپنے ذکر و طاعت کی توفیق دی یا حضرت والا کی خدمت میں آنے کی توفیق دی۔ حضرت بندہ کا اس تکلف سے شکریہ ادا ہوگا یا نہیں۔

تحقیق: ہوگا۔ اور اس کا بھی شکریہ کرنا چاہئے کہ اپنے اعمال کو نہ ہونے کی طرح پایا جاتا ہے۔ یہ شکر بے تکلف ادا ہوگا۔ (النور، صفر ۱۳۵۶ھ)

دلی محبت کی پہچان

حَالؔ: اللہ تعالیٰ رحیم و کریم کے فضل پر کامل بھروسہ ہے اور باری تعالیٰ کی محبت کی جو کیفیت قلب میں ہے اس کو تحریر کرنے سے قاصر ہوں۔ الفاظ میں دلی جذبات اپنی ناقابلیت کی وجہ سے تحریر نہیں کرسکتا ہوں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محبت نہیں ہے لیکن غور کرنے سے اس خیال کی تردید ہوجاتی ہے البتہ جوش و خروش بالکل نہیں ہے۔

تحقیق: اس میں کیا رکھا ہے۔

حَالؔ: ایک بے رنگ سی حالت ہے۔

تحقیق: روحانی محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ (النور، صفر ۱۳۵۶ھ)

گذشتہ گناہ یاد آنے سے عمل میں قوت ہو تو اچھا ہے

پہلا خط

حَالؔ: بندہ کو کبھی پہلے کئے ہوئے گناہ کی یاد آتی ہے اور طبیعت بہت پریشان ہوجاتی ہے۔ دل میں یہ خیال پیدا

ہوتا ہے کہ اتنے بڑے بڑے گناہ مجھ سے ہوئے جو کسی سے شاید نہیں ہوئے۔ خدا نے معاف کیا یا نہیں۔ خدانخواستہ اگر معاف نہ ہوا تو ضرور پکڑ ہوگی۔ ایسے خیال سے دل میں اندھیرا سا ہو جاتا ہے۔ صفائی معلوم نہیں ہوتی۔ یہ خیال اختیار سے دل میں ہوتا ہے واقعی جو گناہ پہلے مجھ سے ہوئے تھے دل گھبرانے کے قابل ہیں۔ اب حضرت سے درخواست یہ ہے کہ ایسا خیال دل میں پیدا ہونا اچھا ہے یا برا۔ اطلاع فرما کر بندہ کو مشکور و ممنون فرمائیں۔

تحقیق: اس خیال کے اثر کو دیکھو کہ عمل میں اس سے قوت ہوتی ہے یا ضعف ہوتا ہے۔

دوسرا خط

حال: اس خیال سے عمل میں قوت ہوتی ہے۔

تحقیق: تو اچھا ہے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

اتباع شریعت کی نیت سے ہونا چاہئے نہ کہ وارد کی نیت سے

حال: ایک رئیس نوجوان مدرسہ میں آئے احقر پڑھا رہا تھا۔ شعبہ اردو جسے بورڈ سے ۵۰ روپیہ ماہانہ امداد ملتی ہے بند تھا۔ یہ صاحب بورڈ کے ممبر ہیں۔ موٹر سے اتر کر مع بونٹ و چند ملازمین درس گاہ میں تشریف لائے۔ احقر پڑھا رہا تھا کھڑا نہ ہوا۔ وہ سب صاحب کھڑے کھڑے احقر سے مدرسہ کے متعلق سوالات کرتے رہے حالانکہ وہ سوالات مہتمم صاحب سے کرنا چاہئے تھے۔ احقر نے بیٹھے ہی بیٹھے ان کے لحاظ سے جوابات دے دیئے۔ ان کے سوالات حاکمانہ لہجہ میں تھے۔ چلے جانے کے بعد ساتھیوں اسی طرح ملازمین مدرسہ اور مہتمم صاحب سے بواسطہ شکایت کی کہ فلاں مولوی صاحب بداخلاق ہیں۔ مجھے سلام نہیں کیا نہ کھڑے ہوئے نہ اٹھ کر میرے ساتھ آئے۔ مہمان نواز نہیں ہیں۔ احقر کا کھڑا نہ ہونا بے حد ناگوار ہوا۔

حضور! احقر نے خیال کیا کہ کھڑا ہو جائے مگر قلب میں یہی وارد ہوا کہ نہ کھڑا ہونا چاہئے۔ تین مرتبہ خیال ہوا تینوں دفعہ یہی دل میں آیا۔ ہاں امیر ہونے پر نظر کرتے ہوئے یہ کیا کہ مدرس کے بیٹھنے کی جو گدی ہے اس پر سے کھسک گیا۔ بتکلف قلب کے خلاف کرنے کو گوارا نہ کیا۔ رہا کسی کو نفع دینے والا اور نقصان پہنچانے والا سمجھ کر خاطر تواضع کرنا، تعظیم وغیرہ کرنا کسی سے امید رکھنا سو حضور واللہ باللہ خدا عظیم کے سوا کسی کو نفع دینے والا اور نقصان پہنچانے والا سمجھنا و امید رکھنا شرک معلوم ہوتا ہے۔ اگر دوسرا بھی ایسی بات کرے تو طبیعت مکدر (بوجھل) ہوتی اور غصہ آتا ہے۔ احقر نے ان کے ساتھ جو برتاؤ کیا بلا سوچ و فکر بلا تکلف جو دل میں آیا کیا تو طریقت و

شریعت دونوں کے مخالف نہ پایا بلکہ یہی برتاؤ ان کے ساتھ ہونا مناسب معلوم ہوا حتیٰ کہ اس برتاؤ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص قسم کا تعلق معلوم ہوا۔ تعلق محبوب میں اضافہ ہوا۔ بفضلہٖ تعالیٰ غلام سب سے تو اضعا ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ مہتمم صاحب نے احقر سے کچھ نہیں فرمایا بلکہ کہہ رکھا ہے کہ ان معاملات میں تم کو اختیار ہے جو مناسب معلوم ہو وہ کیا کرو۔

تحقیق: وارد اگر شریعت کے موافق ہو تو اتباع شریعت کی نیت سے عمل کیا جائے نہ کہ وارد کی نیت سے اتباع کی جائے۔ ناقصین کے لئے یہ سخت خطرہ کی چیز ہے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

خدمت خلق سے اگر وہ شرمندہ نہ ہوں تو بہتر ہے

حال: کبھی جی چاہتا ہے کہ طلباء کی جوتیاں جھاڑ کر سیدھی کر دیا کروں۔ ان کے کپڑے دھویا کروں۔ مگر پھر خیال ہوتا ہے کہ ایسے افعال سے تو اور شہرت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اس خدمت میں کچھ نفس کا حصہ ابھی سے معلوم ہو رہا ہے لہٰذا ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ جب طلباء یا صلحاء یا عام اہل اسلام کی خدمت کو جی چاہے تو کیا کرنا چاہئے۔

تحقیق: اگر وہ شرمندہ نہ ہوں تو افضل ہے اور شہرت کا ارادہ برا ہے نہ کہ احتمال برا ہے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ)

مرید کا خادم کو ساتھ رکھنا جائز ہے

حال: اسی طرح آج کل مسائل السلوک دیکھ رہا ہوں، اس میں بھی ایک شبہ ہو گیا ہے اس لئے عرض ہے کہ جواب سے سرفراز فرما کر بندہ کو ممنوع فرمائیں۔

سورہ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ سے اس پر بھی دلیل پکڑی گئی ہے کہ مرید کے لئے خادم کا ساتھ رکھنا بھی درست ہے۔ اس میں شبہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کامل و مکمل تھے اور نفس مطمئنہ ہو چکا تھا۔ اگر ایسا شخص مزید طلب کے وقت کوئی خادم رکھ لے تو کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا لیکن جو شخص ابھی ناقص ہے اور اس کا سلوک بھی طے نہیں ہوا اور نفس کے دھوکوں سے نجات نہیں ملی اس کو کامل پر قیاس کر کے خادم رکھنے کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے جبکہ اس کے لئے زیادہ غالب یہ ہے کہ نفس اس کو عجب اور کبر وغیرہ امراض میں نہ گرفتار کر دے ہاں اگر شیخ کسی خاص مرید کی نسبت اس کی اجازت دے دے مصالح کی بناء پر تو ممکن ہے کہ وہ اس سے مستثنیٰ ہو جائے مگر کسی قید کے بغیر اس کی اجازت نہ بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہے اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے دلیل حاصل کرنا درست معلوم ہوتا ہے اور اس قصہ کی اصل مثال بالکل ایسی ہی ہے

جو آج کل مشائخ میں پائی جاتی ہے کہ مزید طلب کے باوجود خدام رکھتے ہیں چونکہ سیر الی اللہ (اللہ تعالیٰ تک سیر) ختم ہو چکی ہے اس لئے نفس کے غلبہ کا گمان نہیں رہا اور مریدین میں یہ بات نہیں ہے۔

تحقیق: لفظی اطلاق (یعنی جو قید لفظوں میں نہ ہو) قصدی اطلاق (یعنی جس میں بغیر قید کا ارادہ کیا ہو) کے لئے ضروری نہیں ہے بعض قیود قواعد مشہورہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ ہر مقام پر ان کو واضح بیان کرنا ضروری نہیں۔ مثلاً کوئی مفتی کہے کہ روٹی کھانا حلال ہے تو اس کے ساتھ تمام شرائط جیسے غصب کی نہ ہو چوری کی نہ ہو، نجس نہ ہو، وغیرہ وغیرہ بتانا ضروری نہیں۔ معنی یہ ہوتے ہیں کہ خود حلال ہے، اگرچہ کسی وجہ سے حرام ہو جائے۔ پھر جہاں ضرورت ہوگی منع نہ کریں گے مفاسد کو روکیں گے۔ اسی طرح یہاں یہ حکم مقصود ہے کہ یہ خادم کا رکھنا درست ہے۔ خصوصاً سفر میں اکثر ایسی ضرورت پیش آتی ہے اس سے مبتدی کو بھی منع نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے کوئی امیر جس کو خود کام کرنے کی عادت یا تحمل نہیں شیخ کے پاس جاتے ہوئے نوکر ساتھ لے لے تو اس میں کیا ڈر کی بات ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصل میں اس کی اجازت ہے اور منع عارض کے سبب مگر عبارت میں ہر جگہ اس تفصیل کی ضرورت نہیں۔ (النور، ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ)

کھانے میں کمی کرنا خود مقصود نہیں ہے

حال: تبلیغ دین میں جس جگہ کھانے میں کمی کرنے کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں وہاں اس کی ایک صورت یہ بھی لکھی ہوئی ہے جس وقت خوب چاہت ہو اس وقت کھانا کھا کر چاہت کو ختم نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کو باقی رکھ کر ہاتھ روکنا چاہئے۔ اس وجہ سے احقر جب کھانا کھاتا ہے تو جس وقت ابھی ایک روٹی یا پون روٹی کی چاہت باقی رہتی ہے تو فوراً اسی وقت ہاتھ روک دیتا ہے تو گویا یہ کھانے کی کمی کا جہاد ہوا۔ اب عرض یہ ہے کہ کیا یہ کھانے میں کمی کا صحیح طریقہ ہے یا غلط۔ اس سے از راہ فضل و کرم مطلع فرمائیں۔ اگر غلط ہو تو طریقہ صحیح تفصیل سے بتائیں۔

تحقیق: بالکل صحیح ہے لیکن کھانے میں کمی کرنا خود مقصود نہیں ہے مقصود حیوانی قوت کو توڑنا ہے اور اس توڑنے سے بھی مقصود ''کف النفس عن المعاصی'' (نفس کو گناہوں سے روکنا اگر) کھانے میں کمی کے بغیر حاصل ہو جائے کھانے میں کمی کرنا ضروری نہیں بلکہ اس زمانہ میں اکثر اس سے ضعف ہو جاتا ہے جس سے دوسرے جسمانی و نفسانی نقصانات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے بلا ضرورت مناسب نہیں۔

حال: دوسری گذارش یہ ہے کہ اگر اس قسم کے مسائل جن کا تعلق نفس کی اصلاح سے ہو کسی تصوف کی کتاب

میں جو کہ مستند و معتبر ہوں پائے جائیں تو حضور سے پوچھے بغیر عمل کرنا درست ہے یا نہیں اور یہ علاج ایسا ہی سمجھا جائے جیسا کہ حکیم حاذق کا علاج سمجھا جاتا ہے۔

تحقیق: اگر فہم میں یا حدود و شروط میں غلطی نہ ہو تو درست ہے لیکن ان غلطیوں کا احتمال عادۃً غالب ہے اس لئے کسی شیخ مبصر کے مشورہ کے بغیر خود عمل کرنا مناسب نہیں۔ ہاں یہ مناسب ہے کہ اس علاج کو نقل کر کے مشورہ کر لے۔

حال: اور تیسری گذارش یہ ہے کہ مجاہدہ شرعی و مجاہدہ عرفی میں فرق کیا ہے یا دونوں ایک ہیں۔ الگ ہونے کی صورت میں کس پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے از راہ احسان جواب سے محظوظ و مرہونِ منت فرمائیں۔

تحقیق: یہ سوال فن سیکھنے والے کے لئے مناسب ہے اور جو شخص اپنا علاج کرتا ہو اس کو یہ پوچھنا مناسب نہیں ہے ہاں اس مجاہدہ کو اور اس کی وجہ بیان کر کے مشورہ لے لیا جائے۔ (النور، محرم ۱۳۵۲ھ)

دنیاوی باتوں کے فنا ہونے کا استحضار کرنا ان کی تمنا کا علاج ہے

حال: مجھ میں ایک مرض بہت پرانا ہے جس کو کئی بار ارادہ کیا کہ اپنے خط میں لکھوں مگر ابھی تک اس کی باری نہ آئی۔ وہ مرض یہ ہے کہ میری طبیعت ہمیشہ یہ چاہتی ہے کہ جو چیز اور جو بات ہو وہ اعلیٰ درجہ کی ہو جس کو نہ کوئی کم ہی کہہ سکے اور نہ جس میں کوئی عیب نکال سکے کہ کم از کم اس زمانہ کا سب سے زیادہ بہادر میں ہی ہوتا۔ بیعت کا خیال ہوا تو ہر وقت یہ دھن تھی کہ ایسا پیر ملے جس کا کوئی ثانی نہ ہو اور جس میں کوئی عیب نکال ہی نہ سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایسا ہی شیخ عطا فرمایا اور بفضلہٖ تعالیٰ میری طبیعت کو ایک اطمینان حاصل ہے۔ شاعری کا خیال آتا ہے تو یہی چاہتا ہے کہ کم از کم اتنا ہوتا کہ ہندوستان میں اول شمار کیا جاتا۔ غرض یہ خبط لڑکپن سے ہے کھیل میں یہی کیفیت رہتی تھی۔ جب کسی لڑکے کو اپنے سے اچھا کھیلتے پاتا ہوں تو رشک ہوتا۔ جس طرف طبیعت کا میلان ہوتا ہے ہوتا ہی چلا جاتا ہے۔ حالانکہ بفضلہٖ تعالیٰ اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ نہ اتنا علم ہی ہے کہ شاعر بن سکوں اور اتنا کیا علم تو بالکل ہی نہیں ہے۔ دل اتنا کمزور کہ اندھیرے میں ڈر لگتا ہے بہادری تو ایک طرف۔

غرض میں اپنے خیالات پر بہت ملامت کرتا ہوں۔ شرمندہ ہوتا ہوں توبہ کرتا ہوں۔ مگر پھر بھی یہ خیالات ہر وقت دماغ میں گھومتے رہتے ہیں اور طبیعت اس سے لطف لیتی ہے کہ اس جنگ میں شریک ہوا ہوتا میں ہی سب سے زیادہ بہادری دکھاتا سب کا سردار میں ہی ہوتا یوں فوج کو لڑاتا یا بجائے قانونگو ہونے کے کلکٹر ہوتا تو یہ

انتظام کرتا اس طرح لوگوں سے برتاؤ کرتا۔ حالانکہ اصلیت یہ ہے کہ اپنے میں قانونگوئی کی بھی لیاقت نہیں پاتا۔ اب اس کا علاج جو حضور تجویز فرمائیں اس پر عمل کروں۔

تحقیق: جس دنیوی چیز کی تمنا ہو اس کے فنا کا استحضار کرو تا کہ اس کا ہیچ اور بے نتیجہ ہونا مستحضر ہو اور اگر وہ دین میں نقصان دہ ہے تو اس کے برے نتیجہ کا بھی استحضار کرو۔ اس مراقبہ کے بار بار استعمال کرنے سے یہ ہوس کمزور ہو جائے گی اور اگر وہ دینی بات ہے تو اس کی تمنا محمود ہے اس کے علاج کی ضرورت نہیں۔ ہاں شرط یہ ہے کہ جس کو وہ نعمت عطا ہوئی ہے اس سے زائل ہونے کی تمنا نہ ہو ورنہ وہ حسد اور حرام ہے۔ اگر خدا نہ کرے ایسا ہوتا ہو تو اس کے متعلق مستقل سوال کیا جائے باقی اعتدال کی دعا بھی کرتا ہوں۔ (النور، رجب المرجب ۱۳۵۳ھ)

مریض کو مرض کا استحضار، علاج کی طلب عمل کی فکر اور رحمت کی امید رکھنا فرض ہے

حال: یہ اپنی حالت اور برے اخلاق کی ادنیٰ تفصیل ہے جو پیش ہے۔ حق تعالیٰ حضرت والا کی برکت و دعا اور حضرت کی اصلاح سے مجھے مسلمان بنا کر نیک لوگوں کے گروہ میں اٹھائیں۔ ورنہ اس صفت کمالیہ خداوندی کی شرکت و منازعت جانے کس نتیجہ پر پہنچائے گی العیاذ باللہ۔

تحقیق: جب تک مرض کا استحضار اور علاج کی طلب اور عمل کی فکر رہے رحمت کی امید رکھنا فرض ہے۔

حال: تبلیغ دین حسب ارشاد دیکھتا ہوں حقیقت میں اس کو دیکھ کر اپنے اسلام کا وہم بھی نہیں ہونا چاہئے۔

تحقیق: مگر اس میں تیز مسہل (جلاب لانے والی دوا) تجویز کیا گیا ہے جو اس زمانہ کے اقویا (مضبوط لوگوں) کے لئے مناسب ہے۔ اس کے مطالعہ کو امراض کے اجمالی علم کے لئے سمجھا جائے۔ فیصلہ نہ سمجھا جائے۔

حال: مگر یہاں کیفیت یہ ہے کہ اس حدیث کے خیال سے کہ جس میں ہے کہ آج دین کے دس فیصد حصہ پر بھی عمل سے نجات کا زمانہ جو اگرچہ کیفیت کے اعتبار سے اپنی حالت پر جو کچھ تھوڑا بہت افسوس ہوتا ہے وہ بھی باقی نہیں رہتا۔

تحقیق: اس طبعی افسوس کے نہ ہونے پر عقلی افسوس کا ہونا اس کا نعم البدل ہو جاتا ہے۔

حال: یہ اپنے مرض غفلت کا اظہار ہے اب جو حضرت والا کا ارشاد ہو۔

تحقیق: ارشاد کی تو مجھ میں کیا قابلیت ہوتی بس سبق کا تکرار سا کر دیتا ہوں۔ سو ہر مضمون پر کچھ کچھ لکھ دیا ہے۔

حال: فلاح دارین کی درخواست کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ حد ادب۔ (ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ)

تحقیق: دعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

(ثانیہ) حال: والا نامہ اصلاح آفرین ہوا۔ الحمد للہ کہ حضرت والا کے مضمون سے شفا میسر ہوئی۔ اور جو الجھن اپنے امراض کے بارے میں تھی وہ اپنے غیر ضروری اجزاء کے اعتبار سے بالکل صاف ہوگئی۔

تحقیق: الحمد للّٰه وهنيئا لكم العلم۔ (آپ کو علم مبارک ہو)۔

حال: ایسے ہی باطنی طور پر بھی مبارک تحریر سے اپنے ایوان کبر کی بنیادیں بہت ہلتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ امید ہے حضرت والا کی خاص توجہ کی وجہ سے یہ قلعہ ایک روز اسی طرح منہدم ہو جائے گا اور یہ تعمیر کا گرنا بندگی کی ابتدا ہوگی۔

تحقیق: انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ بلکہ ماشاء اللہ ہوگیا۔ صرف ہونے کے علم کا انتظار ہے۔ وہ جلدی نہیں ہوا کرتا۔ اور (اس میں) مصلحت بھی یہی ہے کہ بے فکری نہ ہو جائے۔

حال: حق تعالیٰ آں مخدوم (حضرت) کے فیوض ہمیشہ باقی رکھیں۔

تحقیق: میرے کیا فیوض احباب کا حسن ظن ہے ورنہ

ع صلاح کار کجا و من خراب کجا

ترجمہ: ''کام کی نیکی کہاں اور میں خراب کہاں۔''

حال: اللہ تعالیٰ کی ذات کے تصور کے بعد خشیت اور طاعات کے اہتمام کا نہ ہونا جو عرض کیا تھا اس پر حضرت والا کا ارشاد کہ تصور خود مقاصد میں سے ہے اور خوف وخشیت اس کی ابتدائی چیزیں ہیں۔ مقصود کے بعد اس کی ابتدائی باتوں سے بے پرواہ ہو جانا چاہئے۔ سمجھ کی کمی کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آیا۔ صحیح یہی ہے جو حضرت کا ارشاد ہے مگر فہم ناقص اب تک یہ سمجھا تھا کہ رضا ہی مقصود ہے جو طاعات اور اس کے اہتمام میں منحصر ہے۔ اور تصور خوف خشیت کی ابتدا ہے۔ جس کے بعد طاعات کا اہتمام حاصل ہوتا ہے اور اسی پر اللہ تعالیٰ کی رضا کا نتیجہ ملتا ہے۔ حضرت پر بوجھ نہ ہو تو کچھ وضاحت فرمائیں۔ اگر ضرورت بھی خیال فرمائیں ورنہ بہتر۔

تحقیق: معلوم ہوتا ہے میری پوری عبارت میں غور نہیں کیا گیا۔ میں نے یہ نہیں لکھا کہ تصور خود مقاصد میں سے ہے میری عبارت یہ ہے کہ خاص درجہ میں خوف وخشیت واہتمام خود مقدمات انہیں مقاصد کی ابتدائی باتوں میں سے جن کو میں نے دولت کہا ہے اور اوپر گذشتہ عبارت میں جس کو دولت کہا ہے وہ ان چیزوں کا مجموعہ ہے۔ فرائض و واجبات وموکدات کو لازمی طور پر کرنا درود کے شغل اور ذات کے تصور کے ساتھ مسجد میں قیام جس کا حاصل مامورات (جن باتوں کے کرنے کا حکم ہے) کا (کہ وہ اعمال وطاعت و ذکر وفکر کا مجموعہ ہے) لازمی طور

سے کرنا ہے اور ان کا مقصود ہونا ظاہر ہے اور خوف وخشیت اور مرضیات کے اہتمام کو جو ان (باتوں) کی ابتدا کہا گیا ان کا صرف درجہ نہیں بلکہ وہ درجہ جو آپ کے ذہن میں ہے یعنی طبعی غلبہ کا درجہ اسی لئے میں نے اس میں خاص کی قید لگائی ہے اور یہ ثابت ہے کہ خوف وخشیت طبعی یا اہتمام طبعی یعنی طبعی چاہت ان کا حکم نہیں کیا گیا ہے اگر چہ پسندیدہ ہیں اور اگر حاصل ہو جائیں تو ان سے حکموں کے پورا کرنے میں مدد حاصل ہوتی ہے۔ باقی عقلی خوف، خشیت اور ارادے سے اہتمام کرنا ان کا خود حکم ہے آپ کو حاصل ہے اور اس کے نہ ہونے کے آپ بھی شاکی نہیں ان کو ابتدائی بات نہیں کہا گیا باقی ان کا مقصود ہونا رضا کے مقصود ہونے کے خلاف نہیں ہے۔ رضا مقصود کا مقصود ہے اور یہ چیزیں اپنے ابتدا کے اعتبار سے مقصود ہیں۔ اگر اب بھی پریشانی ہے بے تکلف لکھ دیا جائے۔

حَالؔ: حاضری کے بارے میں ''حضرت کا ارشاد کہ آنے کے معنی بتانے کی ضرورت ہے'' یہ گذارش ہے کہ مقصود زیارت کے علاوہ کچھ نہیں ہے بیعت کے بارے میں تو چونکہ یہ طے ہو چکا ہے کہ مستقل شدید تقاضے کے اور طبعی محبت کے بغیر مناسب نہیں ہے اس لئے ارادہ ہی نہیں کہ اس درجہ میں یہ دونوں باتیں بھی محسوس نہیں کرتا ہوں۔ زیارت اور ایک لمحہ کی صحبت اس لالچ میں بہتر از صد سالہ طاعت ہے (وہ سو سالہ عبادت سے بہتر) ہے مقصود ہے۔

تَحقِیق: اس حسن ظن کی وجہ صحیح ہے کہ جس شخص کی صحبت کا ارادہ ہے اس میں صلاحیت ہے (تو یہ تو) نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ صحبت کے ارادہ کرنے والے کو قاصد صحبت کو اس وجہ کے بغیر ہی صرف نیت سے مراد عطا فرما دیتے ہیں اس لئے میں بھی گوارا کرلوں گا۔

حَالؔ: والدہ صاحبہ اگر چہ رہتی اپنی بہن ہی کے یہاں ہوں گی مگر ان کے سفر کا مقصود سفر بھی زیارت کے علاوہ کچھ نہیں اور اجازت کے بغیر کچھ بھی عمل میں نہ آئے گا کہ احقر کو یہ قانون معلوم ہے کہ حضرت اجازت اور اطلاع کے بغیر حاضری پسند نہیں فرماتے جو عین مقتضائے عقل وتہذیب ہے۔

تَحقِیق: وہ بھی تشریف لائیں میں تو دیہاتی زندگی گزارتا ہوں سب کچھ گوارا کر لیتا ہوں مگر بہنوں کے معاملہ میں کچھ دخل نہ دوں گا۔ ہاں آپ سے جو وقت کا مقتضا ہوگا معاملہ کرلوں گا لیکن اطلاع ہر حال میں ضروری ہے اتنی پہلے کہ اطلاع کی رسید جا سکے۔

حَالؔ: میری یہ حاضری کی تمنا پرانی اور آج تک اس میں جہاں اور رکاوٹیں اور پردے رہے وہاں ایک اہم رکاوٹ یہ بھی ہے کہ میں ایک سیدھا اور کم فہم سا انسان ہوں اور حسرت سے یہ بات عرض کرتا ہوں کہ اہل اللہ کی

صحبت اور اس کے ساتھ بیٹھنے بات کرنے کے آداب سے بھی ناواقف ہوں۔ ایسی گنوار حالت میں ایسا نہ ہو کہ سمجھ کی کمی کی وجہ سے کوئی بات حضرت کی منشا کے خلاف مجھ سے نہ ہو اور حضرت اپنی عالی خلق وشفقت سے تحمل تو فرمالیں مگر ان کو تکلیف ہو اور ان کی طبیعت تنگ ہو جائے کیا نتیجہ ہو اس حاضری کا کہ برکت حاصل کرنے کے لئے جائیں اور واپس ہوں اس کا عکس لے کر کہ اہل اللہ کی اذیت رسانی خیر ؛ سعادت سے کھلی محرومی ہے۔ اعاذنا اللّٰه منها۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے)۔

تحقیق: اس سے بے فکر ہو جانا چاہئے اگر ان خیالات کی کوئی شمار کے قابل اصل بھی فرض کر لی جائے پھر بھی آپ کا صدق وخلوص ان سب پر اتنا غالب آ جائے گا کہ ان سب خیالات کو ھباء منثورا (ہوا) کر دے گا اور "اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم" (جو چاہو کرو میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے) بے اختیار قبضہ ہو جائے گا جو انقباض کو آنے ہی نہ دے گا۔

حال: اس لئے احقر کا یہ خیال ہے کہ اکثر کبھی یہ سعادت حاصل ہوتی تو جہاں تک ہو سکے قیام وطعام اور ہر قسم کی مہمانی تکلیف سے بچا رہوں گا کہ اکثر متعارف وہاں موجود ہیں اور بے تکلف۔

تحقیق: میں اس کے بارے میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ جو وقت کا مقتضا ہوگا معاملہ کرلوں گا۔ آپ کی چاہت کے اتباع سے یہ وقت مستثنیٰ ہے۔ یہ میری رائے پر ہوگا خواہ اتفاق سے آپ ہی کی چاہت کے موافق ہو جائے یا نہ ہو میں خود کہہ دوں گا آپ کو پوچھنے کی بھی گنجائش نہ ہوگی۔

حال: اگرچہ حضرت کے یہاں کی مہمانی ایک سعادت ہے۔ مگر افسوس کہ اپنے اندر نہ اس کی اہلیت نہ اپنی سمجھ پر اطمینان ہے۔

تحقیق: بس یہی اعتقادات تو مہمانی کا اہل بنا دیتے ہیں۔

حال: یہ سب کچھ حضرت ہی کی خوشی اور اجازت پر موقوف ہوگا۔

تحقیق: بارك الله لکم۔ اس رعایت کو دیکھ کر اہلیت کا نہ ہونا کیسے مان لوں۔

حال: اگر حضرت کسی وجہ سے حاضری کو پسند نہ فرمائیں گے تو تمنا کے باوجود اس پر بھی ادبا اصرار نہ ہوگا۔

تحقیق: اس سفر کی جو شرائط تھیں جب وہ پائی جائیں اور جو رکاوٹیں تھیں ان کے دور ہونے کا مسئلہ طے ہو جائے (جب آنا چاہئے) اب (کیونکہ) اس بات کا احتمال ہی نہیں رہا ہے (اس لئے) اب جب خیال ہو اس وقت کے کہنے کے بجائے پہلے ہی سے کہے دیتا ہوں۔ کرم نما د فرود آ کہ خانہ خانہ تست۔ (کہ کرم فرماؤ یہ گھر آپ ہی کا گھر ہے) اور احتیاطا یہ بھی کہے دیتا ہوں کہ میرے اس کہنے کی حقیقت اپنی طرف سے (آپ کو)

آزادی دینے کی اطلاع ہے نہ کہ آپ کے ارادہ میں کسی قسم کا تصرف (کرنا ہے)۔ آپ ہر پہلو میں اور اس پہلو کی ہر حالت اور ہر وقت میں آزاد ہیں باقی یہ دوبارہ لکھے دیتا ہوں کہ کچھ پہلے سے اطلاع ہو جائے اور اس پہلے کی وہی مقدار جو اوپر لکھ چکا ہوں۔

حال: پہلے اور اس خط میں جو بات مزاج والا کے خلاف ہوا یا ہو بصد ادب معافی پیش کرتا ہوں۔ حد ادب۔ والسلام

تحقیق: اس کو بھی "اعملوا ما شیتم" (جو چاہو کرو) کی طرح عام میں داخل کر لیا جائے بلکہ آئندہ کے احتمالات کو بھی۔

حال: مخدومی و مطاعی دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پہلے والے سلسلہ کے ایک پرچہ میں میں نے ایک اپنا نفسانی عیب اصلاح کی غرض سے پیش کیا تھا۔ وہ یہ کہ مجھے اکثر اوقات لوگوں کے برا کہنے کا خوف لگا رہتا ہے مثلاً کوئی نماز یا جماعت قضا ہوگئی یا اور کوئی فعل کے خلاف ہوگیا اور ایسی حالت میں کوئی ملنے والا پہنچ گیا تو بے حد شرماتا ہوں اور نفس کو ہرگز یہ گوارا نہیں ہوتا کہ یہ شخص میرے اس عیب پر مطلع ہو جہاں تک ہو سکے چھپانے کی کوشش کرتا ہوں۔

حضور نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ شرمانا اور ناگوار ہونا تو غیر اختیاری بات ہے جس کا انسان مکلف نہیں ہاں اس کی کوشش کرنا کہ دوسرے کو اطلاع نہ ہو یہ فعل اختیاری ہے۔ علاج ضد کے ساتھ ہوتا ہے۔ چھپانے کی ضد بتانا ہے جان بوجھ کر بتا دینا چاہئے جبکہ گناہ نہ ہو۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے اسی وقت سے اس تجویز پر عمل شروع کر دیا۔ اب بحمد اللہ صاف صاف بتا دیتا ہوں کہ آج یہ واقعہ پیش آیا ہے اس تدبیر سے نفس کی آن ٹوٹ گئی لیکن کبھی شرم و ندامت ہو جاتی ہے تو اس کا میں مکلف نہیں۔ ہاں ایسی باتوں میں جن کو طبعی طور پر اپنی وضع کے خلاف سمجھتا تھا جیسے بازار سے سودا سلف لانا، گھر میں صفائی کر لینا۔ وزنی چیز اٹھانا وغیرہ اس میں تو یہاں تک بے حجاب ہوگیا ہوں کہ اب مجھے اس کا وہم بھی نہیں ہوتا کہ یہ کام وضع کے خلاف ہیں یا نہیں۔ اس حالت کے بتانے سے یہ مقصود ہے کہ اگر اس علاج میں پختگی ہوگئی ہو تو خیر ورنہ اس ہی تدبیر پر عمل کرتا رہوں۔

تحقیق: اگر اس میں وقت پر اصلاح کا طریقہ یاد بھی آ جاتا ہو اور اس پر عمل کرنے میں کھینچا تانی بھی نہ ہو تو رسوخ کی علامت ہے۔ اگر ایسا ہوگیا تو دوسری حالت لکھ دیجئے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۷ھ)

اختیاری باتوں پر وسوسہ اور اس کا تفصیلی جواب اور ازالہ

حال: حضرت! یہ اختیاری باتوں کا جو مسئلہ ہے اس کے بارے میں اکثر ایک وسوسہ یہ ہوا ہے۔ خصوصاً اپنے

حالات ہی پر نظر کرنے سے کہ کیا جسمانی امراض خاص کر ضعف قلب و دماغ اور مسلسل طبیعت کے خلاف حالات کے پیش آتے رہنے سے یہ اختیار بھی ضعیف و کمزور نہیں ہو جاتا ہے اور کیا پھر اس حد تک یہ اختیار اختیاری باتوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی ارادہ و اختیار میں اور نیت میں کیا فرق سمجھوں۔ مثلاً اگر نماز میں خشوع و خضوع کی ہر وقت نیت رکھتا ہوں اور پھر بھی یہ اس درجہ تک کا بھی نہ حاصل ہوتا ہو جس کو حضرت اختیاری بات میں فرمایا کرتے ہیں تو ایسی نیت معتبر ہوگی (یا نہیں؟)۔

تحقیق: خشوع لغت میں صرف سکون ہے اور شرعاً (اعضاء و) جوارح کا سکون ہے جس کی حقیقت ظاہر ہے اور سکون قلب جس کی حقیقت حرکت فکریہ کا ختم ہو جانا ہے اور جس طرح جوارح کے سکون کا حکم قدرت جتنا ہے مثلاً صحیح قوی آدمی اس پر قادر ہے کہ نماز میں کوئی حرکت نماز سے زیادہ نہ ہونے دے وہ اسی کا مکلّف ہوگا اور مریض جس کو درد ہو درد کے غلبے کے وقت اس پر قادر نہیں جب درد اٹھے گا وہ بے چین ہو کر پیچ و تاب کھائے گا اس لئے وہ اس درجہ سکون کا مکلّف نہ ہوگا لیکن جب درد نہ ہو پھر وہ اس سکون کو دوبارہ تازہ کرنے کا مکلّف ہوگا۔ اسی طرح سکون قلب کی تکلیف بھی قدرت کے بقدر ہوگی مثلاً جو شخص تمام پریشان کرنے والے اسباب سے محفوظ ہو وہ حرکات فکریہ کے پوری طرح ختم کرنے پر قادر ہے وہ اسی کا مکلّف ہوگا اور جو پریشان کرنے والے اسباب میں مبتلا ہو وہ ایسی طبیعت کی یکسوئی پر قادر نہیں اس لئے وہ اس درجہ کا مکلّف بھی نہ ہوگا لیکن جتنا وقت پریشانی سے سکون حاصل ہوگا یعنی وہ پریشانی قوت خیالیہ پر غالب نہ ہو اس وقت میں اس کا مکلّف ہوگا۔

یہ تو قاعدے کی بات ہے۔ اب اس مقام پر ایک باریک جزئی ہے وہ زیادہ توجہ کے قابل ہے اور اس میں زیادہ بصیرت کی ضرورت ہے۔ اگر صاحب معاملہ کو ایسی بصیرت نہ ہو تو کسی مصلح تجربہ کار حکیم سے مشورہ کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ اس حرکت فکریہ کے ختم کرنے کا طریقہ کیا ہے کیونکہ یہ ختم براہ راست حاصل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے قلب کو کسی محمود چیز کی طرف جان بوجھ کر متوجہ کر دیا جائے جو نماز کی وضع کے خلاف نہ ہو مثلاً ذات حق کی طرف مسلسل متوجہ رہے اگر خیال نہ جمنے کی وجہ سے اس پر قادر نہ ہو تو یہ تصور کرے کہ میں کعبہ حسنا کی طرف رخ کئے ہوئے ہوں یا نماز میں جو اذکار و قرات پڑھ رہا ہے ان کی طرف توجہ رکھے کہ میں یہ الفاظ پڑھ رہا ہوں یا ان کے معانی کی طرف توجہ رکھے نفس کیونکہ آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہوتا اس لئے یہ توجہ دوسرے خطرات کے آنے سے رکاوٹ بن جائے گی۔ یہ ہے وہ طریقہ اب اس میں ایک غلطی ہوتی ہے وہ یہ کہ ہر شخص کی استعداد الگ ہے۔ کسی شخص کے لئے ایک تصور نفع دینے والا ہے دوسرے شخص کے لئے دوسرا تصور مفید ہے۔ کبھی صاحب معاملہ بصیرت اور تجربہ کے نہ ہونے کی وجہ سے اپنے لئے ایک طریقہ

اختیار کرتا ہے اور وہ طریقہ اس کی طبیعت کے مناسب نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے اس سے مقصود حاصل نہیں ہوتا ہے۔ اور بار بار کی ناکامی سے مایوس ہوکر اس غلط گمان میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ خشوع اختیاری فعل نہیں ہے اس لئے بالکل اس کا اہتمام چھوڑ بیٹھتا ہے اور اس حکم کی برکت سے محروم رہتا ہے۔ اس لئے اپنے مناسب طریقہ کی تعیین کے لئے سخت اہتمام کی ضرورت ہے۔

دوسری غلطی اس سے شدید یہ ہوتی ہے کہ تعیین کے بعد جس طریقہ کو اختیار کیا گیا ہے اس میں کوشش زیادہ کرنے لگتا ہے اور اس کا منتظر اور متوقع رہتا ہے کہ دوسرا کوئی خیال اصلا نہ آنے پائے اور اس کے لئے طبیعت پر زور ڈالتا ہے حتیٰ کہ اکتاہٹ تک پیش آتی ہے جس کا نتیجہ وہی ناامیدی اس کے بعد ترک کر دینا ہے۔ اس لئے کوشش کو چھوڑنے کی ضرورت ہے۔ بس ہلکی سی معتدل توجہ کافی ہے۔ اگر اس توجہ کے ساتھ دوسرا کوئی خطرہ آ جائے وہ غیر اختیاری ہوگا اور نقصان دہ نہ ہوگا۔ جیسے کسی خاص صفحہ میں سے کسی خاص لفظ پر اختیار سے نظر کی جائے تو یقینی بات ہے کہ وہ شعاعیں ارادے کے بغیر دوسرے کلمات پر بھی پہنچ جاتی ہیں مگر وہ نظر اختیاری نہیں ہوتی ہے۔

ایک غلطی سب سے بڑھ کر ہوتی ہے کہ دوسرے خیال کے آنے کے ساتھ یہ سوچنے لگتا ہے کہ یہ خیال اختیار سے آیا ہے یا اختیار کے بغیر آیا ہے تو یہ فیصلہ خالص بیکار ہے۔ اگر فرض کیا جائے کہ یہی ثابت ہو جائے کہ اختیار سے آ گیا تو اب گذشتہ کو تو ختم نہیں کیا جا سکتا ہے آئندہ کے لئے تدارک ہی کیا جائے گا۔ اگر اس فیصلہ کے بغیر بھی اس تدارک میں مشغول ہو جائے تو کیا نقصان ہے اور وہ تدارک معلوم ہونے کے بعد اس توجہ مقصود کی اور نیت و ارادہ جو کہ مترادف ہیں قبل اختیار ہوتے ہیں جو بدون اختیار کئے ہوئے مامور بہ کے کافی نہیں جیسے نماز کی نیت کرے مگر فعل صلوۃ کو اختیار نہ کرے ناکافی ہے لیکن جن اشکالات کا مخلص اس فرق کی تحقیق کو سوچا تھا اب وہ اس تحقیق کے بغیر بحمد اللہ حل ہوگئے۔ یعنی فرق ہونے پر بھی اور نیت کے کافی نہ ہونے پر بھی اشکال نہیں رہا کیونکہ اختیار کے درجات میں ایسی گنجائش نکل آئی کہ کسی درجہ میں بھی خلجان اور مشقت کا احتمال نہیں رہا۔ وللہ الحمد

(**نوٹ**): مضمون کی اہمیت پر نظر کر کے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ''التحفیف فی الاختیار الضعیف'' سے ملقب کر دیا جائے۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ)

توجہ کا اصلاح میں کچھ دخل نہیں

حَال: احقر کی عملی حالت بہت خراب ہوگئی ہے۔ احقر یکسر خبیث و مردود ہوگیا ہے ایسی حالت میں احقر کی

طرف پوری توجہ فرمائیں۔

تحقیق: توجہ کا اصلاح میں کیا دخل ہے کبھی قبض معدہ ہوگیا ہو یا ہو جائے کیا اس کا علاج بھی میری پوری توجہ تجویز کرو گے۔

حال: میرے خاندان میں تقریباً سب ہی حضور والا سے بیعت ہیں۔ ان سب ہی سے اپنے کو دین کے معاملہ میں کم پاتا ہوں اس لئے طبیعت میں ایک الجھن سی رہتی ہے کہ کون سی ترکیب کروں جو ان سب سے بڑھ جاؤں۔

تحقیق: جب سب سے بڑھ جائیں گے اس وقت بھی اپنے کو سب سے گھٹا ہوا پائیں گے۔ پانی میں اپنا عکس ایک خاص مقام پر دیکھا جاتا ہے لیکن اپنے مقام سے زیادہ اونچا ہو جائے تو عکس زیادہ نیچا نظر آئے گا۔

حال: طبیعت نئی نئی تمنائیں پیدا کرتی ہے کہ اتفاق سے یہ موقع بھی مجھے مل جائے وہ موقع بھی مجھے مل جائے اور میں سب سے بڑھ جاؤں۔

تحقیق: یہ تو "سابقوا بالخیرات" (نیکیوں میں آگے بڑھنا) ہے۔

نفس انسان کے قبضہ میں ہے نہ انسان نفس کے قبضہ میں ہے

حال: عرض یہ ہے کہ نفس کی حالت اس طرح محسوس ہوتی ہے جیسے شیر کی ہوتی ہے۔ اور انسان اس کے قبضہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بکری شیر کے پنجہ میں ہو۔ اسی لئے پوری اصلاح کا ہونا ناممکن محسوس ہوتا ہے الا ماشاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت والا کی دعا کی وجہ سے امید تو ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے پھندے سے محفوظ فرمائے اور مقصود اصلی تک پہنچائے۔

تحقیق: السلام علیکم۔ بالکل حقیقت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ انسان نفس کے قبضہ میں نہیں بلکہ نفس انسان کے قبضہ میں ہے۔ باقی اس جہل و ضعف کا کچھ علاج نہیں کہ غلط اعتقاد کر کے ہمت ہار دی جائے۔

(النور، رجب ۱۳۵۷ھ)

نماز سے اصل مقصود ذکر ہے

حال: حضرت نے گذشتہ والا نامہ میں جو ہدایت فرمائی تھی کہ تمام افعال کے بارے میں یہ تصور رکھے کہ سب عنقریب حق تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے۔ اس میں شبہ نہیں کہ نماز کے علاوہ دوسرے افعال میں یہ بہت نافع معلوم ہوتا ہے لیکن حضرت! نماز میں اس مراقبہ سے جو کچھ نماز میں پڑھتا ہوں اس کے معانی سے بے التفاتی

ہوجاتی ہے جو طبیعت پر شاق ہوتا ہے۔ پھر افعال کے پیش ہونے کا معاملہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی دور ہے لیکن اس سے کہ حق تعالیٰ دیکھ رہے ہیں ایک فوری ہیبت معلوم ہوتی ہے مگر ہر حال میں جو چیز معانی کے سمجھنے میں رکاوٹ ہوتی ہے وہ بوجھ کا سبب ہوجاتی ہے بلکہ خیال ہوتا ہے کہ نماز کے مقصد ہی سے دوری ہو رہی ہے۔ بہر کیف جیسا ارشاد ہو۔

تحقیق: قرآن مجید میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کا اصل مقصد خود ذکر ہے قال تعالیٰ ﴿اقم الصلوة لذكرى﴾ (ترجمہ: کہ میری یاد کے لئے نماز پڑھئے) وقال تعالیٰ ﴿ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر ثم علله بقوله ولذكر الله اكبر﴾ (ترجمہ: کہ بلاشبہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے، پھر اس ارشاد کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بڑی چیز ہے، سے علت بیان کی ہے) صرف حضوری (جس کے ساتھ کوئی دوسری چیز نہ ہو) ذکر کا ہی حصہ ہونے کی وجہ سے استحضار مرکب (یعنی وہ حضوری جس کے ساتھ کوئی دوسری چیز ملی ہوئی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کی حضوری کے ساتھ ہیبت بھی ملی ہوئی ہو) کے مقابلے میں مقصود ہونے میں زیادہ قوی ہے۔ "وهو الذكر" (وہ ذکر ہے) اور نماز کے باہر وہ قرات خود مقصود۔ لہٰذا اس کی زیادہ پرواہ کی جائے گی۔ "وهو بالاستحضار المركب" (وہ استحضار مرکب سے ہوگا) اس لئے اگر بندے کے لئے اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کے مراقبہ سے حضوری زیادہ حاصل ہو تو وہ استحضار معانی سے مقدم ہے "هذا ذوقى" (یہ میرا ذوق ہے)۔ (النور، رجب ۱۳۵۷ھ)

دعا میں واحد کے صیغے میں الحاح زیادہ اور صیغہ جمع میں شرکت کا ثواب ہے کیفیت کے غلبہ کا اعتبار ہے

حال: ایک اور بات گذارش کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ جب اپنے لئے کوئی خاص دعا مانگتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ دعا میں اکثر جمع متکلم کے صیغہ میں منقول ہیں جن کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں کو شریک رکھے مگر دوسروں کو شریک کرکے وہ خودغرضی والحاح نہیں پیدا ہوتا ہے۔

تحقیق: دعائیں دونوں صیغوں سے منقول ہیں۔ واحد کے صیغہ میں الحاح مصلحت زیادہ ہے اور جمع کے صیغہ میں دوسروں کو شریک کرلینے سے زیادہ دعا کے قبول ہونے کی مصلحت زیادہ ہے۔ جس وقت جس کیفیت کا غلبہ ہو اس کا اتباع کرلیا جائے اور میرا ذوق یہ ہے کہ پہلے ہر دعا میں منقول کا اتباع کرے کہ یہ ادب کے زیادہ قریب ہے پھر اس دعا کے تکرار میں وقتی ذوق کا اتباع کرے کہ دونوں مجتمع ہوجائیں۔ (النور، رجب ۱۳۵۷ھ)

دعا میں کہنا کہ اپنے اولیاء کے صدقہ، اس میں غیر منقول ہونے کا شبہ اور اس کا جواب

حال: بعض دعاؤں میں یہ کہہ لیا کرتا ہوں کہ اپنے اولیاء واتقیاء "ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقکم" (کہ تم میں سے بزرگ تر اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے جو تقویٰ میں سب سے زیادہ ہو) کے صدقہ اور اپنے رسول رحمۃ للعالمین کی رحمت کے طفیل ایسا کر دیجئے مگر ادھر یہ وسوسہ ہونے لگا ہے کہ یہ طریقہ ماثور و منقول نہیں اپنی طرف سے کیوں بڑھاتا ہوں۔

تحقیق: پہلے تو منقول بھی ہے مگر کہیں کہیں تو اصل ہونے کے لئے اتنا کافی ہے "اللھم انی اسئلك بحق السائلین علیك وامثالھا" "اے اللہ! میں اس حق کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جو مانگنے والوں کا آپ پر ہے۔" (ایسے ہی دوسری) روایات میں آیا ہے اور اگر منقول بھی نہ مانا جائے تو منع بھی منقول نہیں۔ بلکہ عام قواعد سے ایسے مواقع میں زیادہ کی اجازت منقول ہے۔ جیسے تلبیہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادتی منقول ہے اور جیسے فقہاء نے تشہد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ سیدنا بڑھانے کی صرف اجازت ہی نہیں دی بلکہ مستحب کہا ہے۔ اس میں، اس میں کیا فرق ہے اس کے علاوہ دعا میں خود الحاح ومسکنت کا مقصود ہونا بغیر کسی مخالفت کے ثابت ہے اور ایسی زیادتیوں سے اس مقصود کی تقویت ظاہر ہے پس یہ دلیل کلی بھی جواز کے حکم کے لئے کافی ہے لیکن اگر ذوق کے اعتبار سے ان مصالح پر اتباع غالب ہو تو اس کے لئے زیادہ کرنا افضل ہے "وللناس فیما یعشقون مذاھب" (عشق میں لوگوں کے مذاہب مختلف ہوتے ہیں)۔

واللہ اعلم اشرف علی یکم شعبان ۵۶ھ۔ (النور، رجب ۱۳۵۷ھ)

فکر اور مراقبہ دونوں مطلوب ہیں

حال: دوسری بات یہ ہے کہ کبھی کبھی جب دماغ پر تھکن کا اثر ہوتا ہے تو اس وقت نفس پر یہ بھی گراں گزرتا ہے کہ زبان سے آہستہ آہستہ لفظ "اللّٰہ یا لا الہ الا اللّٰہ" کہا جائے بس ذکر کا تصور تو رہتا ہے مگر زبان کو حرکت نہیں ہوتی۔ کیا ایسا ذکر بھی مفید اور اجر کا سبب ہے۔

تحقیق: یہ ذکر فکر کی یا مراقبہ کی ایک قسم ہے اور دونوں شرعاً مطلوب ہیں۔ فکر تو جگہ جگہ قرآن وحدیث میں مذکور ہے اور مراقبہ بھی ایک حدیث میں ہے "راقب اللّٰہ تجدہ تجاھك" (اللہ تعالیٰ کا مراقبہ کیا کرو تم اللہ تعالیٰ کو

اپنے پاس پاؤ گے) اگر چہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ فکر اور مراقبہ پوری طرح (یعنی زبان اور فکر دونوں) کے ساتھ خاص ہو مگر اطلاق (قید کے بغیر ہونے) سے ظاہراً عموم معلوم ہوتا ہے۔

حال: شبہ یہ ہے کہ اس میں نفس کو کچھ کرنا تو پڑا ہی نہیں پھر اجر کیسا۔

تحقیق: کرنا تو پڑا جان بوجھ کر توجہ اور استحضار یہ بھی تو عمل ہے۔ چنانچہ اگر ایسی ہی توجہ گناہ کی طرف ہو تو مواخذہ ہوتا ہے جو اس کے معتبر ہونے کی دلیل ہے "والاجر اقرب واوسع شرطا من الوزر." (شرط لگانے کے لئے اجر گناہ سے زیادہ بہتر ہے)

حال: اگر اس کے ذکر کے تصور کو کلام نفسی (ذہن میں کسی بات کا آنا) کا ایک حصہ شمار کیا جائے تو کچھ گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: اپنی اصطلاح میں جو چاہے کہہ لیا جائے حقیقت معلوم ہوگئی۔

حال: بہر حال مجھے اس میں مدت سے تردد ہے۔ امید کہ اس کا ازالہ فرما کر تسلی بخشی جائے۔

تحقیق: جو خیال ذہن میں آیا قواعد سے لکھ دیا۔ (النور، شعبان ۱۳۵۷ھ)

عقلی خوشی ایمان کی علامت ہے

حال: حضرت والا! ارشاد نبوی "اذا سرتك حسنتك وساء تك سيئتك فانت مومن" (کہ جب تجھے تیری نیکی خوش کرے اور برائی تجھے بری لگے تو تو مومن ہے) کے بارے میں شبہ یہ ہوا کہ خوشی دو قسم پر ہے طبعی، عقلی، طبعی تو اکثر نہیں ہوتی ہے عقلی بھی کبھی کبھی بلکہ اکثر اوقات اس لئے کہ عقلی خوشی اس طرح ہوگی کہ نیک کام کرنا آخرت میں ثواب ملنے کا ذریعہ ہے اور وہ خوشی کے قابل ہے یا اس طرح کہ نیکی کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے کی علامت ہے یہ بھی خوشی کے قابل ہے مگر ہر نیکی کرنے کے بعد قلب محسوس کرتا ہے کہ اس نیکی کے حقوق و آداب ادا نہیں ہو سکے۔ کبھی اخلاص نہیں، کبھی پوری توجہ نہیں۔ کبھی ظاہری آداب مکمل نہیں۔ جب بہت ساری کمیاں اور عیوب معلوم ہیں تو نہ معلوم پتہ نہیں کتنے ہوں گے۔ الغرض ایسی صورت میں نیکی سرے سے نیکی ہی نہیں ہے بلکہ صرف نیکی کی صورت ہے۔ کہ اس پر خوشی کی وجہ جو آخرت کا ثواب یا حکم پورا کرنا تھی وہ بھی ثابت نہ ہوئی۔ اوروں کی تو خبر نہیں میری اپنی حالت تو یہی ہے۔ ایسی حالت میں ایمان مطلوب (کامل) کا بھی ٹھکانا نہیں۔

تحقیق: کامل کی قید کہاں سے لگالی۔ کیا حدیث میں ہے یا کوئی اور دلیل ہے۔ جب یہ قید دلیل کے بغیر ہے تو

ایمان سے مراد صرف ایمان (قید کے بغیر) ہوا اور نیکی اگر کامل نہیں تو ناقص تو ہے پس ناقص نیکی پر خوشی ناقص تو ہوگی مگر وہ بھی مطلق ایمان کی علامت ہے اور اس پر بھی جزاء (بدلے) کا وعدہ ہے **لقوله تعالیٰ ﴿فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره﴾** (کہ جو خیر کا ذرہ بھی عمل کرے گا وہ اس کو پائے گا) اب کیا اشکال رہا۔

خلاصہ یہ ہے جیسی نیکی ویسی ہی خوشی اور ویسا ہی ایمان "ان (کان) **کاملا فکامل وان کان ناقصا فناقص**" (اگر کامل ہو تو کامل ناقص ہو ناقص) اور یہ ساری ظاہری نظر کے اعتبار سے ہے ورنہ غور سے دیکھیں تو ناقص نیکی پر بھی کامل خوشی ہوگی وہ بھی کامل ایمان کی علامت ہوگی۔ کیونکہ حقیقت میں خوشی کی وجہ یہ ہے کہ میرے نااہل ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ نعمت دی کہ نیکی کی توفیق ہوئی اگرچہ وہ ناقص ہی ہے مگر اس کا نقص اپنے نقص کے اعتبار کے ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے اعتبار سے تو ناقص نہیں یہ تو عملی نعمت ہے۔ دوسری نعمت اعتقادی ہے کہ میں نے نیکی کو نیکی سمجھا تو یہ نعمت دو نعمتوں سے مرکب ہوئی اور حق تعالیٰ کی توفیق پر خوش ہونا اور اسی طرح اعتقاد کے صحیح ہونے پر دونوں ایمان کامل کی علامت ہیں بلکہ اگر کامل نیکی بھی ہو تب بھی اس کو ناقص سمجھنا۔

> "کما هو مقتضای قوله تعالیٰ ﴿والذین یوتوان ما اتوا وقلوبهم وجلة انهم الی ربهم راجعون﴾ (جو لوگ دیتے ہیں اس طرح دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرے ہوئے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں) علی ما ورد فی الحدیث من تفسیره بقوله علیه السلام ولکن هم الذین یصومون ویتصدقون ویخافون ان لا یقبل منهم الحدیث" (جیسا کہ اس کی تفسیر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد آیا ہے کہ مگر وہ لوگ روزہ رکھتے ہوں گے صدقہ کرتے ہوں گے اور اپنے اس بات سے ڈرتے ہوں گے کہ یہ چیزیں قبول نہ ہوں)۔

ایمان کامل کی علامت ہے۔ بہرحال صرف حسنہ کا ہونا ناقص ہو یا کامل علامت ہے ایمان کامل کی علامت ہے۔ اس لئے ہلکی حسنہ کا ناقص ہونا بھی نہ خوشی کے خلاف نہیں ہے نہ ایمان کامل کے خلاف ہے اگرچہ عمل کامل کے خلاف ہو۔ واللہ اعلم۔ (النور، شعبان ۱۳۵۷ھ)

ناغہ پر نفس کو سزا دینے سے ندامت کم ہو جاتی ہے صرف استغفار کافی ہے

حَال: (ایک اجازت یافتہ کی طرف سے)

روزہ میں ایک دن پیٹ میں درد زیادہ ہوا۔ روزہ افطار کرنے کے بعد زیادہ بے چین ہوا کہ مسجد نہ جا سکا اور

مشکل سے تمام فرض و وتر وغیرہ عشا کے پڑھ لئے گئے لیکن تراویح نہیں پڑھی گئی تقریباً آدھی رات کے وقت آنکھ لگی۔ دو گھنٹہ کے بعد اٹھا نہایت سکون تھا۔ بہت اچھی طرح سے تہجد پڑھی وظیفہ پڑھا لیکن نفس نے اس قدر غفلت کی کہ تراویح نہیں پڑھی ورنہ پہلے تراویح پڑھتا پھر تہجد پھر وظیفہ پڑھنا چاہئے تھا۔ اس غفلت سے طبیعت بہت پریشان ہے۔ استغفار کرتا ہوں لیکن طبیعت کو سکون نہیں ملتا ہے۔ حضور والا! ایسی سخت سزا فرمائی جائے کہ طبیعت کو قرار ہو اور آئندہ ایسی غفلت نہ ہو۔

تحقیق: کبھی نفس کو سزا دینے سے ندامت کم ہو جاتی ہے اور سزا نہ دینے سے ندامت باقی رہتی ہے اور اصلی مقصود ندامت ہے لہٰذا استغفار کی کثرت کافی ہے۔ (النور، شعبان ۱۳۵۷ھ)

حق تعالیٰ کے دیدار کا نماز میں تصور رکھنا حق تعالیٰ کی عین رضا مندی ہے

حال: میں جب نماز پڑھتا ہوں تو مجھے اس لذت کا تصور ہو جاتا ہے جو کہ جنت میں حق تعالیٰ کے دیدار کے وقت حاصل ہوگی اور یہ خیال ہوتا ہے کہ میں اس لذت (یعنی لذت دیدار) کے حاصل کرنے کی خاطر نماز پڑھ رہا ہوں۔ اس تصور میں الفاظ یا معانی الفاظ کی طرف توجہ نہیں رہتی ہے۔ براہ مہربانی تحریر فرمائیں کہ اس طرح نماز میں کوئی نقص تو پیدا نہیں ہوتا۔ اس سوال کی وجہ یہ شبہ ہے کہ نماز کے اندر خلوص اور حضور قلب ضروری ہے اور میرے خیال میں خلوص سے یہ مراد ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے نماز پڑھی جائے لیکن مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ میں اس لذت (لذت دیدار) کے حاصل کرنے کی خاطر نماز پڑھ رہا ہوں اور حضور قلب سے یہ مراد ہے کہ دل کو الفاظ یا معانی الفاظ یا حق تعالیٰ کی ذات کی طرف رکھا جائے لیکن مجھے اس لذت (لذت دیدار) کا تصور یا انتظار ہوتا ہے اس لئے مجھے شبہ ہوا کہ شاید اس طرح نماز پڑھنے میں خلوص اور حضور قلب میں کوئی نقص پیدا نہ ہوتا ہو۔

تحقیق: رضا مندیٔ حق اور دیدار حق دونوں ایک دوسرے کے لئے ضروری ہیں۔ ایک کا ارادہ دوسرے کا بھی ارادہ ہے۔ لہٰذا وہ تصور حضور قلب کے خلاف نہیں ہے۔ (النور، شعبان ۱۳۵۷ھ)

خداوند تعالیٰ خالق و مالک ہے جنت و دوزخ کا برابر ہونا مبارک ہے مگر زیادہ اونچی بات یہ ہے کہ جنت کی دعا کی جائے دوزخ سے پناہ مانگی جائے

حال: (ایک اجازت یافتہ کا حال)

کچھ دنوں سے میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ خدا تعالیٰ اگر تجھ کو جہنم میں بھیج دیں تو کیا ہوگا تو اس کا

جواب ذہن میں یہ آتا ہے کہ خدا تعالیٰ خالق و مالک ہیں وہ جنت و دوزخ میں سے جہاں چاہیں اپنے بندہ کو بھیج دیں بندہ کے لئے سر تسلیم کرنے کے علاوہ اور کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میں یہ لکھنا بھول گیا کہ مجھ پر ہمیشہ امید کا غلبہ رہا ہے۔ خوف خداوندی عقلی تو مجھے ہے لیکن خوف خشیت کا غلبہ نہیں ہوتا۔ کل جمعہ کی نماز میں امام سورہ رحمٰن پڑھ رہے تھے اور مجھ پر یہ کیفیت غالب تھی کہ خدا تعالیٰ تجھ کو جہنم میں بھیجیں تو کیا ہو اور دل میں تھا کہ وہ خالق و مالک ہیں مجھ کو چاہے جنت میں بھیجیں یا جہنم میں ہر حالت میں سر تسلیم خم ہے۔ یہ بھی ذہن میں آیا کہ کیا مجھے حق تعالیٰ کو جہنم میں بھیجنا منظور ہے جو بار بار دل میں یہ خیال آتا ہے۔ معلوم نہیں کیوں آنکھ سے نماز میں آنسو جاری ہوگئے اور اس شعر کا مضمون دل میں تھا ؎

زندہ کنی عطائے تو در بکشی فدائے تو ❁ جان شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

ترجمہ: ”زندہ کریں تو آپ کی عطا ہے ورنہ یہ جان آپ پر فدا ہے جان آپ کے عشق میں مبتلا ہو چکی ہے آپ جو کریں آپ کی رضا ہے۔“

پھر یہ خیال آیا کہ جب تو جنت کے قابل نہیں اگر جہنم میں بھیجنا حق تعالیٰ تجویز فرمائیں تو کیا ہے تو بندہ ہے اللہ تعالیٰ کی تجویز کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کے علاوہ اور گنجائش ہی کیا ہے۔ جہنم میں بھی طبقات ہیں تو جہنم کے اعلیٰ طبقات بھی قابل نہیں درک اسفل (سب سے نیچے والا طبقہ) یا اس سے بھی اسفل (نیچے والا) کوئی درجہ چاہئے۔ خیر نماز جمعہ کے بعد یہ کیفیت ختم ہوگئی۔ تہجد کے وقت جب آنکھ کھلی تو ذہن میں آیا کہ خدا تعالیٰ کو اختیار ہے جہاں چاہیں بھیجیں لیکن جنت میں بھیجنا رضا کے ساتھ ہے اور جہنم میں بھیجنے کے ساتھ رضائے الٰہی نہیں لیکن ساتھ ہی ذہن میں آیا کہ جس کے لئے حق تعالیٰ جہنم تجویز کریں وہاں بھی رضائے الٰہی کا تعلق ہے اس معنی سے کہ خدا تعالیٰ کو ایسے شخص کا جہنم میں جلانا ہی پسند ہے۔ جیسے اہل جنت کو آرام پہنچانا ہی پسند ہے۔ لہٰذا جو چیز اللہ تعالیٰ کی تجویز کی ہوئی اور اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اس کے لئے سر تسلیم خم ہی ہونا چاہئے، بندہ کو تکلیف ہو یا راحت۔ اس مصرح کا مضمون ذہن میں حاضر تھا۔

ع فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب

ترجمہ: ”فراق و وصل کی طلب کیا چیز ہے دوست کی خوشنودی مطلوب ہونی چاہئے۔“

اس طرح کہ جنت اور دوزخ میں سے جہاں بھیجنا پسند ہو بندہ کا سر تسلیم خم ہے۔ عقلی طور پر دوزخ سے خوف بھی ہے اور اس کے برداشت کی طاقت بھی نہیں ہے لیکن دل میں یہی خیال آتا ہے۔ معلوم نہیں میری یہ حالت کیسی ہے۔ مدد فرمائیں اور اصلاح کریں۔

تحقیق: مبارک مبارک۔ یہ بلند حال اکابر کا بھی ہوا ہے کما قال السعدی رحمہ اللہ تعالیٰ ؎

کسے پیش شوریدہ حالے نوشت ❁ کہ دوزخ تمنا کنی یا بہشت
بگفتا مپرس از من ایں ماجرا ❁ پسندیدم آنچہ او پسندد مرا

ترجمہ: ''کسی نے پریشان حال کو لکھ پوچھا کہ تمہیں دوزخ کی تمنا ہے یا جنت کی ـــــ اس نے جواباً کہا بات مجھ سے مت پوچھو میری پسند وہ ہے جو وہ میرے لئے پسند کرے۔''

مگر اس بلند حال سے ایک اور مقام اونچا ہے یعنی جنت کا سوال کرنا اور جہنم سے پناہ چاہنا۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف ترقی بخشے۔ حال میں تو جہنم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا فرضی و معلق ہے اور مقام میں جہنم کے ساتھ اللہ تعالیٰ رضا حقیقی اور ثابت ہے جو قرآن و حدیث میں آیا ہے اس لئے یہ (مقام کی حالت) زیادہ اونچی ہے۔

(النور، شعبان ۱۳۵۷ھ)

موت سے خوف اصل میں حق تعالیٰ سے خوف ہے

حال: ایک لازمی چیز جس سے بالکل فرار نہیں یعنی موت۔ اس کے ہول سے دل لرزتا ہے جب خیال کرتا ہوں۔ کیا کروں۔

تحقیق: مومن کا موت سے خوف کرنا حقیقت میں حق تعالیٰ سے خوف کرنا ہے کیونکہ مومن کو اگر یہ اطمینان ہو جاتا کہ موت کے بعد نجات ہو جائے گی تو یقیناً موت سے ذرہ وحشت نہ ہوتی۔ اس لئے یہ خوف انجام کے احتمال سے ہے اس لئے محمود و مطلوب ہے۔ ہاں اگر وہبی طور پر (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اس خوف پر شوق طبعی غالب ہو جائے خواہ زندگی کی حالت میں خواہ موت کے قریب تو پھر خوف نہیں رہتا مگر نہ اس حالت کا حکم ہے نہ یہ اختیاری ہے نہ لازم ہے۔ لہٰذا اس کا نہ ہونا افسوس کا سبب نہیں ہونا چاہئے۔ (النور، رمضان ۱۳۵۷ھ)

تعلیم و اصلاح کا حاصل تدبیر و معالجہ ہے اور دو معالجے (ایک ساتھ) جمع نہیں ہو سکتے

تمہید: ایک فاضل صالح ایک شیخ سے بیعت ہیں مگر کچھ اسباب اتفاقیہ سے اپنی اصلاح کا تعلق خانقاہ امدادیہ سے رکھتے ہیں ان کو غالباً اس باب میں کچھ پریشانی ہوتی ہوگی اس لئے انہوں نے ذیل کی بات پوچھی جو جواب کے ساتھ نقل کی جاتی ہے۔

استفسار: دوسری بات جس کے لئے حضرت کی خدمت میں کئی بار عرض کرنے کا ارادہ کیا لیکن کچھ سمجھ میں نہ

آیا کہ کیسے عرض کروں اور عرض کرنا سرے سے مناسب بھی ہے یا نہیں۔ اب یہ سوچتا ہوں کہ اگر نامناسب ہوا تو حضرت خود ہی اس کا بھی فیصلہ فرما دیں گے۔ ورنہ مجھ کو تو اطمینان کی صورت حضرت ہی کے ارشاد میں نظر آتی ہے جہاں تک خود عقیدت کا تعلق ہے۔ الحمدللہ کہ حضرت مرشد محترم مدظلہم العالی اور حضرت والا دونوں کے ساتھ اپنی اپنی جگہ کمی نہیں پاتا بلکہ دن بدن اضافہ ہی ہے اور عقیدت بھی بحمد اللہ محبت کے ساتھ (ہے) لیکن تعلیم و اصلاح کے معاملہ میں بالکل فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اس طریق کے آداب کی رو سے کیا حدود قائم رکھوں۔ اس کے لئے جی چاہتا ہے کہ اگر حضرت کی اجازت ہو تو ایک مرتبہ کھل کر عرض کروں لہٰذا جیسا ارشاد ہو۔

جواب: میں (اس راستے کے آداب وغیرہ) مختصر طور پر عرض کر دوں اگر پھر بھی ضرورت ہے تو کھل کر لکھ دیجئے اور کافی ہو جائے تو کیوں تکلف کیا جائے۔ تعلیم و اصلاح کا حاصل تدبیر و معالجہ ہے اور دو علاج ایک ساتھ نہیں ہو سکتے جیسے ایک وقت میں دو طبیبوں کو حالات کی اطلاع اور دونوں کی رایوں کا اتباع صرف پریشانی کے علاوہ اور کیا ہوگا بلکہ حقیقت میں ایک کا بھی اتباع نہ ہوگا کیونکہ اگر رائے میں اختلاف ہوگیا تو مریض کو خود ترجیح دینا پڑے گی تو وہ اپنا اتباع ہوا جس سے طبیب کی طرف رجوع کرنا ہی بیکار رہوا۔ اس لئے تدبیر تو ایک ہی معالج کی کام میں لائے جائے گی۔ باقی دوسرے طبیب سے کیا معاملہ ہوگا تو اگر وہ دوسرا طبیب صرف مادی طبیب ہو تو بے شک وہ بے کار سمجھا جائے گا لیکن اگر وہ روحانی طبیب اور بابرکت ہو تو اس سے توجہ اور دعا کی درخواست اور برکات صحبت کا کام لیا جائے گا اگرچہ صحبت محدود ہی ہو مگر توجہ و دعا تو محدود نہیں ہے۔ لیکن ایک اشکال کبھی کبھی پیش آ سکتا ہے وہ یہ کہ رجوع کے بغیر ہی خود ہی سے دوسرے طبیب کی کوئی رائے معالج کے خلاف معلوم ہو یا راستے کے علاوہ میں کوئی اختلاف معلوم ہو تو اس کا حل یہ ہے کہ اس اختلاف کو اجتہادی سمجھا جائے گا تاکہ کسی سے سوء ظن نہ ہو اور عمل معالج ہی کی رائے پر کیا جائے گا۔

ان ہی فاضل صالح کا دوسرا خط جواب کے ساتھ

حال: جواب والا نے الحمدللہ سب گرہیں کھول دیں اور اب اصولاً کچھ کھل کر عرض کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔

تحقیق: ھنیئا لکم العلم (آپ کو علم مبارک ہو)۔

حال: صرف دو باتوں کے بارے میں اور اطمینان حاصل کرنا ہے جیسا کہ حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ ''دو علاج ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے'' میں علاج حضرت والا سے چاہتا ہوں۔

تحقیق: مجھ کو کیا عذر ہے اگرچہ اہلیت نہیں رکھتا ہوں مگر کیا عجب کہ خدمت ہی کی برکت سے اہلیت عطا ہو

جائے۔

حال: جہاں تک اپنی کمزوریوں کا اندازہ کرتا ہوں ان کی رعایت حضرت ہی کے طریقے میں پاتا ہوں۔

تحقیق: یہ سب حسن ظن ہے۔ "رزقنا اللہ وایاکم برکاتہ" (اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی برکتیں عطا فرمائے)۔

حال: اور حضرت مرشد محترم کے طریقے اتباع کی طاقت نہیں پاتا۔

تحقیق: ممکن ہے آہستہ آہستہ (طاقت پیدا) ہو جائے جب مرضی ہو رائے بدلنے میں ذرا توقف نہ فرمایا جائے۔

حال: اور الحمد للہ جیسا حضرت نے تحریر فرمایا دونوں طریقوں کے فرق واختلاف کو اجتہادی یقین کرتا ہوں اسی لئے کسی سے عقیدت میں کوئی کمی نہیں پاتا ہوں۔

تحقیق: زیادہ محفوظ، احتیاط اور نفع والا طریقہ یہی ہے لیکن اگر کسی کا شیخ متبع سنت نہ ہو تو "اھجرھم ھجرا جمیلا" (اچھے طریقے سے اس کو چھوڑ دینے) پر عمل ہوگا یعنی تعلق ترک کر دیں اور دل آزاری نہ کریں۔

حال: لیکن اتنا وسوسہ ابھی باقی ہے کہ مرشد کے ہوتے ہوئے ایسی صورت میں غیر مرشد سے علاج کی درخواست اس راستے سے مقصود نہیں ہیں۔

حال: اسی طرح مرشد سے اس کی اجازت یا اس کی اطلاع تو ضروری نہیں ہے؟

تحقیق: فی نفسہٖ (اپنی ذات کے اعتبار سے) ضروری نہیں ہے۔

حال: دوسری بات یہ ہے کہ اگر مرشد کو خود اطلاع دینا یا اجازت حاصل کرنا ضروری نہ ہو لیکن کسی اور طرح اس کو اطلاع ہو جائے تو ناراضگی یا گرانی کا احتمال ہوسکتا ہے جو غالباً اس تعلق کے لئے نقصان دہ ہو۔

تحقیق: ناخوشی یا گرانی ہونا تو خود صاحب طبیعت ہی کو معلوم ہوسکتا ہے لیکن فی نفسہٖ (اپنی ذات کے اعتبار سے) نقصان بالکل نہیں ہے۔ باقی اس عارض کی وجہ سے مرید کا طبعی اثر قبول کرنا پھر اس کا برداشت کرنا یا نہ کرنا یہ بھی صاحب طبیعت کو معلوم ہوسکتا ہے مگر فن کا مسئلہ یہی ہے کہ شیخ کامل ناخوش نہیں ہوتا اور اگر نزاکت طبیعت و ناز خصوصیت سے طبعا کچھ اثر بھی ہو تو شیخ کا فرض ہے کہ طالب سے بے تکلف ظاہر کر کے خود تربیت کرے اور اگر ایسا کیا تو طالب کا ذرہ برابر نقصان نہیں۔

حال: یہ بھی عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ خود میری ہمت اجازت واطلاع کی نہیں ہوتی لیکن اگر ضروری ہوا یا حضرت نے مناسب خیال فرمایا تو انشاء اللہ ارشاد کے مطابق عمل ہوگا۔

تحقیق: اوپر تفصیل سے عرض کر دیا اور کوئی تکلف نہیں کیا اور کوئی رعایت نہیں کی۔ نہ اپنی نہ آپ کی نہ مرشد صاحب کی۔ اب صرف اس کا وقت ہے ''استفت قلبك'' (اپنے دل سے پوچھ لو)۔ فقط والسلام

(النور، رمضان ۱۳۵۷ھ)

شبیہہ (صورت) کا استحضار سنت سے منقول نہ ہونے کی وجہ سے مطلوبہ حالت نہیں ہے

حال: کچھ عرصہ سے حضرت والا کی شبیہہ (صورت) کا استحضار جو تقریباً ہر وقت رہتا تھا۔ اس میں بہت کمی پاتا ہوں۔ خصوصاً اللہ اللہ کے ورد کے وقت اور نماز وغیرہ میں ارادہ کرنے سے بھی نہیں ہوتا ہے اگر چہ بحمد اللہ حضور سلمہ کی محبت ویسی ہی ہے بلکہ مزید ترقی ہے۔ لہٰذا پریشان ہوں اور تسلی فرمائی جائے۔

تحقیق: مطلوبہ حالت یہی ہے جواب پیدا ہوئی سنت کی موافقت کی وجہ سے اور شبیہہ کا استحضار مطلوبہ حالت نہ تھی سنت میں منقول نہ ہونے کی وجہ سے الحمد للہ اس سے نجات ہوئی۔ (النور، رمضان ۱۳۵۷ھ)

اگر سنت کے ادا کرنے کا دھیان رہے تو گذشتہ نیت رہے گی

حال: سنت والا فعل اگر عادت میں داخل ہو جائے اور کام کرتے وقت سنت ادا کرنے کا دھیان (یعنی اس کی نیت) نہ ہو تو ثواب سنت کے ادا کرنے کا ہوگا یا نہیں۔

تحقیق: ہوگا۔ وہی نیت گذشتہ رہے گی جب تک اس کی ضد پیش نہ آئے۔ (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ)

ہلکی فکر پر اجر کا وعدہ ہے اگر چہ لطف نہ رہے

حال: ناکارہ غلام حضرت کی توجہات کی برکت سے بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے مگر مشاغل وافکار کی زیادتی میں حیران و پریشان حال ہے۔ دن بھر دنیا کے دھندوں میں گرفتار اور رات کو تھک کر خواب غفلت میں کوئی چھٹکارا (راستہ) نظر نہیں آتا کہ مشاغل کی زیادتی میں کمی ہو کر کچھ کام آخرت کے لئے بھی کر سکوں۔ جب کمی کا ارادہ کرتا ہوں اور اس کی کوئی تدبیر کرتا ہوں اور زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اس مرتبہ پکا عزم کیا تھا کہ لمبی رخصت لے کر گھر کا کچھ انتظام کر کے آستانہ عالیہ پر رہوں۔ مگر ابھی تک نہ کوئی انتظام ہو سکا اور نہ قریبی زمانہ میں ہوتا نظر آتا ہے۔ مخدومی! یہ ناکارہ غلام بہت ہی دعا و توجہ کا محتاج ہے۔

تحقیق: دعا سے کیا عذر ہے مگر طلب دعا کے علاوہ یہ بھی وظیفہ عبودیت (بندگی کا وظیفہ) ہی ہے کہ ؎

چونکہ برمیخت بہ بند و بستہ باش ❁ چوں کشاید چابک و برجستہ باش

ترجمہ: ”جب وہ تم کو کھونٹے سے باندھ دے تو بندھے رہو اور جب کھول دے تو چل پڑو اور چالاک ہو جاؤ۔“ (یعنی اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھیں رہو خواہ تنگی ہو یا فراخی اور جب سہولت ہو جائے تو سہولت سے رہو)

کیا احادیث میں تھوڑی فکر و پریشانی پر اجر کا وعدہ نہیں ہے ایسی پریشانی لطف کو کم کرنے والی تو بے شک ہے لیکن اجر کم کرنے والی نہیں ہے۔ اب خود فیصلہ کر لیجئے کہ بڑا مقصود اجر ہے یا لطف ہے۔

(النور، ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ)

یہ اعتقاد کہ میرے پاس کچھ عمل نہیں یہ بھی عمل ہے

حال: میری عمر تقریباً ساٹھ سال ہو گئی لیکن آپ کے تعلق کے علاوہ میرے پاس کوئی عمل نہیں ہے۔

تحقیق: یہ اعتقاد کہ میرے پاس کوئی عمل نہیں ہے کیا تھوڑا عمل ہے۔

حال: اللہ تعالیٰ سے بخشش کی امید رکھتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ غفور رحیم ہیں ستار العیوب ہیں۔

تحقیق: یہ دوسرا عمل ہے۔

حال: الحمد للہ آنحضرت کے کرم اور فیض و برکت سے میرا قلب روشن ہے۔ بھلائی اور برائی کی تمیز ہو جاتی ہے علم اور سمجھ تو ہے مگر عمل نہیں ہے۔

تحقیق: علم اور سمجھ کا درجہ بعض وجوہ سے عمل سے بھی زیادہ ہے۔

حال: خدا لے لئے وہ طریقہ بتا دیجئے جو توفیق عمل حاصل ہو۔

تحقیق: ارادہ (کرنا) اور دعا کرنا۔ (النور، محرم ۱۳۵۸ھ)

گناہ سے نفرت ہونے اور نیکیوں پر ہمیشگی نہ رہنے کے لئے تین علاج

گناہوں سے بچنے کا اہتمام کوتاہی پر ابتہال واستغفار و جرمانہ

حال: السلام علیکم از کمترین ...... خدمت عالی میں ہاتھ باندھے ہوئے گذارش ہے کہ میں کل سے یہاں خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں مگر بفضلہ تعالیٰ حضرت کی برکت سے یہ حالت ہے ؎

شکر للہ حال من ہر لحظ نکو تر شدہ است ❁ شیخ شیخاں شیخ اشرف چوں رہبر شدہ است

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرا حال ہر آن اچھا ہو رہا ہے کیونکہ شیخوں کے شیخ، شیخ اشرف علی رہبر ہیں۔''

بفضلہٖ تعالیٰ ہر لمحہ سکون اور دل کی یکسوئی کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ طاعت کی طرف رغبت معصیت سے نفرت اور امراض باطنی کمزور ہیں یہاں سے جانے کو دل نہیں چاہتا۔ دعا فرمائیں حق تعالیٰ مجھے بھی اپنے بندوں میں شامل فرمائے اور اعمال صالحہ پر ہمیشگی اور استقامت حاصل ہو۔

❶ دوسری عرض یہ ہے کہ بندہ کے اندر بہت سے باطنی امراض ہیں لیکن افسوس کہ میں نے کبھی ان کا حضور سے باقاعدہ علاج نہیں کرایا۔ اب اللہ کے بھروسہ پر بسم اللہ کر کے تبرکا (برکت کے لئے) خانقاہ شریف سے شروع کرتا ہوں۔

امراض تو بہت ہیں مگر ان کے پیش آنے کا عجیب طریقہ ہے۔ کچھ دنوں تو یہ کیفیت رہتی ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مرض نہیں۔ شوق الی اللہ کا غلبہ، عبادت کی طرف رغبت، گناہ سے نفرت ہوتی ہے اور ذکر اذکار سے دلچسپی ہوتی ہے۔ مگر جہاں کیفیت رخصت ہوئی تو بس بندہ ہوا و ہوس (خواہش) کا تابع ہوا حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ اصل میں عمل کا وقت تو یہی زمانہ ہوتا ہے۔ مجھے تکلیف کر کے اختیار کو عمل میں لانا چاہئے مگر آج تک پوری قوت کے ساتھ مدافعت نہیں کی۔

مجھے بہت ہی شرمندگی سے لکھنا پڑتا ہے کہ حضور کا خادم کہلا کر مجھ میں مندرجہ ذیل امراض بھی ہیں ① زیادہ بولنا ② کبھی کبھی بدنظری کرنا لیکن عجیب معاملہ ہے کہ اکثر تو بڑے سے بڑا واقعہ پیش آ جانے پر توجہ نہیں ہوتی ہے لیکن کبھی معمولی واقعہ پیش آ جانے پر التفات ہو جاتا ہے۔ لیکن اکثر تجربہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسا واقعہ اکثری طور پر اس وقت ہوتا ہے جب کسی قسم کی طبی شرکت بھی ہو مثلاً معدہ کا خراب ہونا، قبض یا تبخیر ہونا کبھی کبھی اس کے علاوہ بھی ③ ایک مرض اختیاری اور ہے۔ یعنی عورت سے صحبت زیادہ کرتا ہوں اس کی وجہ یہ (میرے خراب گمان کے مطابق) یہ بھی ہے کہ میرے قلب کی ساخت بناوٹ اس قسم کی ہے کہ معمولی واقعہ کا اثر قلب پر زیادہ ہوتا ہے اور طبیعت میں نزاکت بلکہ آرام طلبی زیادہ ہے۔ جہاں کوئی طبیعت کے خلاف واقعہ پیش آیا دل کی ساری یکسوئی برباد ہو جاتی ہے (طبیعت میں سخت بے چینی ہو جاتی ہے بلکہ دماغ ماؤف ہو جاتا ہے) تو عورت سے صحبت کرنے سے اس وقت نشاط اور غم دور ہو جاتا ہے مگر تجربہ اور غور سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب نفس کا دھوکہ ہے کیونکہ اس وقت اگرچہ سکون ہو جاتا ہے مگر آخر میں یہ اعمال کے چھوٹ جانے کا سبب بن جاتا ہے اور حالت یہ ہوگئی ہے کہ ذکر اذکار پابندی سے نہیں کرتا ہوں۔ صبح کی جماعت سے اکثر غیر حاضری ہو جاتی ہے۔

میں نے اپنی ناقص سمجھ کے مطابق جہاں تک غور کیا سارے امراض کی علت ایک نظر آئی۔ ایک تو غیر اختیاری یعنی قلب جلد متاثر ہو جاتا ہے۔ دوسرے اختیاری یعنی اختیارات کو پورے طور پر استعمال نہیں کرتا ہوں اور پوری زبردستی پورے زور کے ساتھ مسلسل اس کی مدافعت نہیں کرتا ہوں تھوڑی سی مخالفت کرتا ہوں مگر آخر میں مغلوب ہو جاتا ہوں۔

اس لئے اس کا حل تو یہی ہونا چاہئے کہ ایک چیز پر پوری توجہ دی جائے میری عقل ناقص تو پوری طرح اس کا فیصلہ نہیں کر سکتی کہ کس مرض کو علاج کے لئے مقدم کروں۔ اپنے ناقص گمان کے مطابق تو سب سے پہلے گھر سے معاملہ شروع ہو جانا چاہئے۔ کہ پہلے عورت کی صحبت سے شروع ہو حضور سے درخواست ہے کہ جناب والا بھی اس کو اگر مقدم سمجھیں تو پھر اس کا علاج شروع کر دے ورنہ جسے حضور مقدم سمجھیں اس پر عمل شروع کیا جائے۔ مرض چونکہ اختیاری ہے تو علاج بھی اس کا اختیاری ہوگا۔ اس لئے میرے خیال کے مطابق جو علاج سمجھ میں آیا ہے وہ عرض کرتا ہوں کہ ایک مدت تک کے لئے فوراً صحبت ترک کر دوں کم از کم ایک چلہ اور اس کے بعد ہفتہ میں ایک دن اس کے لئے مقرر کر لیا جائے وہ بھی اس شرط پر کہ اگر اس روز غلبہ شدید ہو تو اختیار کر لیا جائے ورنہ اس روز بھی ترک کیا جائے۔

اس طرح گذارش ہے کہ اس علاج کے خلاف جو بھی کمی ہو یعنی خلاف ہو جائے تو نفس پر نفلوں یا پیسوں کا جرمانہ کروں۔ جہاں تک مجھے اپنی طبیعت کا پتہ ہے چونکہ میری طبیعت آرام طلب ہے اس لئے نفلوں کا جرمانہ پیسہ کے مقابلے میں گراں ہے۔ شاید میرے نفس کا یہ بھی دھوکا نہ ہو اس لئے جو حضور والا مناسب سمجھیں اس کو جاری کیا جائے۔ مجھے معلوم ہے کہ معالج کی حیثیت سے سہولت کی تدبیریں بتانا حضور والا کے ذمہ نہیں مگر احسان کے طور پر حضور والا (میری کمزوری طبیعت پر نظر فرما کر) اس سے بھی دریغ نہ فرمائیں گے۔ باقی مناسب تو وہی ہے جو حضور والا سمجھیں۔

آخر میں نہایت عاجزی کے ساتھ ہاتھ باندھے درخواست کرتا ہوں کہ للہ میری بری حالت پر رحم فرما کر میرے لئے دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ مجھے علاجوں پر استقلال اور ہمت کے ساتھ اور استقامت کے ساتھ عمل کی توفیق عطا فرمائیں کیونکہ میں حضور والا کی سب سے زیادہ توجہ کا مستحق ہوں کیونکہ حضور والا ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ حضور کا خادم ہو کر کس قدر بدکار و بے عمل ہوں۔ مجھے بہت ہی ندامت ہے کہ حضور والا میرے ساتھ اس قدر کرم کا معاملہ فرما رہے ہیں حالانکہ میں اس لائق ہوں کہ مار کر مجھے خانقاہ سے باہر نکال دیا جائے۔ حضور والا کے کرم کے بھروسہ پر جو کچھ واہی تباہی دل میں تھا اصلاح کی غرض سے لکھ دیا ہے امید ہے کہ حضور والا جہاں مجھ سے

لکھنے میں زیادتی یا بے ادبی ہوگئی ہوگی معاف فرما کر درگذر فرمائیں گے۔

تحقیق: یا تو اصول معلوم نہیں یا معلوم ہونے کے باوجود عمل میں ہمت نہیں یا بھول ہو جاتی ہے۔ ان اصول کا حاصل صرف تین چیزیں ہیں۔ ایک سارے گناہوں سے بلا ترتیب بچنے کا اہتمام اور اس کا استحضار اگر چہ بچنے میں تکلیف ہو اور اگر چہ بچنے میں لذت نہ ہو جیسے کیفیت کے غلبہ میں بچنے میں لذت بھی ہوتی ہے اور وہی لذت سہولت کا سبب ہو جاتی ہے۔ دوسرے اگر بھول سے یا کم ہمتی سے اس میں کوتاہی ہو جائے تو بہت ہی عاجزی کے ساتھ استغفار اور جتنا زیادہ وقت ملے اس میں مشغول رہیں۔ تیسرے اولیاء کی حکایات و تذکرہ کو ضرور پڑھیں۔ باقی جرمانہ وغیرہ یہ اپنی طبیعت کی حالت کا تجربہ کر کے جس وقت جو مناسب ہو اس کو اختیار کیا جائے۔ اس کے لئے کسی ضابطہ کی ضرورت نہیں۔ باقی ان سب سے زیادہ حق تعالیٰ سے توفیق (حفاظت کی دعا کریں) اگر پابندی سے ان چیزوں پر عمل ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ پھر صلاح وفلاح ہی ہے میں بھی دعا کرتا ہوں۔

(النور، صور ۱۳۵۸ھ)

اختیاری باتوں کا علاج ہمت کو استعمال کرنا ہے

حال: مولانا و مخدومنا سلام و نیاز۔ میں چھ برس سے مختلف قسم کی بیماریوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہوں۔ علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بیماریوں کا سبب گناہوں کی زیادتی ہے۔ غلط کاری اور گناہ نے میری حالت تباہ کر دی۔ خداوند قدوس سے ہدایت چاہتا ہوں۔ لیکن ہدایت نہیں ملتی۔ چھ برس پہلے میں سلسلہ قادریہ میں مرید بھی ہوا لیکن پیر کی بدکرداری سے بیزار ہو کر بیعت توڑ دی۔ اس کے بعد میں خود بھی انہیں گناہوں میں ملوث ہو گیا۔ اب نماز روزہ کا بھی پابند نہیں ہوں۔ ایمان صحیح ہے لیکن عمل سے دور ہوں۔ یہ بھی تندرستی نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ آپ خداوند عالم سے میرے لئے دعائے خیر کیجئے اور خدا ہی کے لئے کیجئے یا میرے لئے کوئی تجویز بتا دیجئے تاکہ مصائب سے چھٹکارا ہو۔ میں گناہ کو گناہ سمجھتا ہوں توبہ واستغفار پڑھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ گناہوں سے چھٹکارا ہو لیکن کوئی تدبیر کامیاب نہیں ہوتی۔

تحقیق: ایسی کوئی تجویز مجھ کو کیا کسی کو بھی معلوم نہیں کہ اختیاری افعال اختیار کو استعمال کئے بغیر ہونے لگیں۔ یہ تو تجویز و تدبیر کا جواب ہے۔ باقی شائد تصور کے موثر ہونے کا وسوسہ ہو تو (اس کے بارے میں عرض ہے کہ) پہلے تو مجھ کو اس میں اختلاف ہے (کہ تصور سے اثر ہوتا ہے یا نہیں) لیکن اگر یہ اختلاف نہ بھی ہو تو یہ بات ضرور ماننے والی ہے کہ میں اس کمال سے خالی ہوں۔ (النور، صفر ۱۳۵۸ھ)

نماز وذکر میں خیالات کا کثرت سے آنا غیر اختیاری ہے

حال: (کچھ حالات لکھنے کے بعد) لیکن دو چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں ابھی تک معمولی کامیابی بھی معلوم نہیں ہوتی ہے۔ نماز اور ذکر کے وقت خیالات بہت کثرت سے آتے ہیں اس کے لئے دعا فرمائیں میں بہت تنگ ہوں۔

تحقیق: قال علیه السلام "من شاق وشاق علیه" **ترجمہ:** "رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو سختی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر سختی فرماتے ہیں)" وقال العارف الشیرازی فی ترجمته" (حافظ شیرازی نے اس کا ترجمہ کیا ہے) ؎

گفت آسان گیر بزخود کارہا کز روئے طبع ❁ سخت میگرد جہاں بر مرد مان سخت کوش

ترجمہ: "کہا اپنی طبیعت کے موافق کام آسان رکھو کیونکہ سختی کرنے والوں کے ساتھ زمانہ سختی کرتا ہے۔"

اپنے ہاتھوں تنگی میں پڑنے کا علاج کس کے پاس ہے کیا ان خیالات کے آنے کو روکنے کا بندہ کو حکم ہے اور کس دلیل سے ہے قرآن مجید سے زیادہ کس کا فیصلہ ہوگا۔ مقبولین کے کمال اور فضیلت میں یہ ارشاد ہوا ہے ﴿ان الذین اتقوا اذا مسھم طئف من الشیطان تذکروا﴾ **ترجمہ:** وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں جب انہیں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیش آتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔" (تفسیر عثمانی) یہ نہیں فرمایا "لا یمسھم طائف من الشیطان" کہ ان کو وساوس شیطانیہ پیش نہیں آتے ہیں پھر اذا یعنی جب کے ساتھ فرمایا ہے جس سے اس کا پیش آنا یقینی طور سے معلوم ہوتا ہے جب متقی اس سے خالی نہیں تو غیر متقی ہماری طرح کے لوگ (کہاں اس سے خالی ہو سکتے ہیں) لیکن ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا حکم ہے جس کا مفہوم بہت عام ہے اور اختیار میں ہے اب کیا سوال رہا۔ فقط (النور، سن ۱۳۵۸)

زیادہ خوف اور احتیاط برا ہے

حال: آج کل بندہ بہت پریشان ہے۔ جب سے یہ حدیث شریف بخاری میں نظر سے گزری "ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال یصلون لکم فان اصابوا فلکم وان اخطاوا فلکم وعلیھم" (کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو تمہیں نماز پڑھاتے ہیں اگر صحیح پڑھائیں تو تمہیں ثواب ملے گا اور اگر غلط پڑھائیں تمہیں تو ثواب ملے گا ان کو گناہ ملے گا) جب نماز پڑھنے لگتا ہوں اور یہ حدیث یاد آتی ہے "وان

اخطا فلکم و علیھم عقابھا'' (کہ اگر وہ غلطی کریں تو تمہیں ثواب ملے گا اور ان کو گناہ ملے گا) تو بے حد پریشانی ہوتی ہے۔ میں بھی غلطی کرنے والوں میں سے ہوں اور میرے پیچھے جمعہ و عیدین میں ہزاروں آدمیوں نے نماز پڑھی ان کا عقاب بھی میرے سر پر ہوگا۔ یہ خیال آنے کے وقت رونا آتا ہے اور خوف ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی رونے کی وجہ سے آواز بھی نکل جاتی ہے اور آنسو ہر وقت جاری رہتے ہیں اور خوف کی وجہ سے دو دن سے امامت نہیں کر سکا اور دو دن سے خوف کی وجہ کھانا بھی نہیں کھا رہا ہوں۔ بھوک نہیں لگتی ہے۔ جیسا آپ کا حکم ہو بندہ اس پر عمل کرے۔

تحقیق: خوف اور احتیاط کی بھی حد ہوتی ہے۔ غلو (حد سے زیادتی اس میں بھی بری ہے جو سلف صالحین امامت کرتے تھے کیا وہ اپنے کو امامت کا اہل سمجھتے تھے۔ اس کا تو گمان بھی نہیں مگر پھر بھی شرعی حکم سمجھ کر نہیں چھوڑا اور اپنی کوتاہی پر استغفار کرتے رہے۔ بس یہی طریقہ ہم لوگوں کو (بھی) اختیار کرنا چاہئے۔ اگر اس کے بعد بھی خوف رہے (تو) وہ نعمت ہے اور اگر اس درجہ کا نہ رہے وہ بھی نعمت ہے کیونکہ یہ احوال ہیں اور غیر اختیاری ہیں اور ایسی چیزیں سب خیریں ہیں۔

ع در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست

طریقت (سلوک کے راستے) میں سالک کو جو حالت بھی پیش آئے وہ اس کے لئے خیر ہے۔

(النور، ربیع الاول ۱۳۵۸ھ)

قوت بیانیہ کا بند ہونا جب نہ ہو تو مضر نہیں

حال: مجھ میں آج کل ایک نئی حالت یہ نظر آ رہی ہے کہ قوت بیانیہ پہلے سے بہت تنگ ہوگئی ہے کبھی تو آسان آسان باتیں ذہن میں نہیں آتی ہیں ذہن بند معلوم ہوتا ہے۔ اور کبھی عنوانات بیانیہ سے زبان رک جاتی ہے۔ معلوم نہیں اس کی وجہ بداعمالی ہے یا حافظہ کی کمزوری یا کچھ اور ہے۔ ہر صورت میں ایسی حالت میں میرے لئے جو ہدایت مفید ہو ارشاد فرما دی جائے۔

تحقیق: جب کوئی احتمال نقصان دینے والا نہیں تو تعیین کی فکر کرنا بے کار ہے باقی دعا و استغفار ہر حال میں نافع ہے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۸ھ)

تفویض عقلی مطلوب ہے

حال: تفویض کے بارے میں جناب کے جواب نے سعادت بخشی تھی الحمد للہ کہ حضرت کے ارشادات سے یہ

بالکل سمجھ میں آ گیا کہ مطلوب تفویض عقلی ہے خواہ اس سے طبعی قرار بھی نصیب نہ ہو بلکہ طبعی قرار و تسلی (نصیب ہونے) کی صورت میں (تو) واقعی اخلاص کی کمی کا شبہ ہو سکتا ہے۔

تحقیق: لیکن خواہ مخواہ شبہ بھی نہ کیا جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ طبعی قرار بھی عطا فرما دے تو اس کو مستقل نعمت سمجھ کر اس پر شکر کیا جائے اور یہ شکر کی توفیق اخلاص کی علامت بھی ہوگی اور بفرض محال اگر اس میں کمی بھی ہوگی تو اس شکر سے اس کی کمی کی تلافی بھی ہو جائے گی اس قاعدے کی وجہ سے کہ ''ان الحسنات یذہبن السیئات'' (**ترجمہ:** نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں)۔

حال: لیکن حضرت! کیا عقلی تفویض ذہنی تجویز سازیوں اور ان کے لئے عملی دوا دوش کے ساتھ بھی (موجود) ہو سکتی ہے؟

تحقیق: دو شرطوں کے ساتھ (موجود) ہو سکتی ہے۔ ایک وہ تجویزیں مشروع (جائز) ہوں دوسرے اگر وہ تجویزیں نا کام ہوں تو اعتقاداً اس ناکامی کو خیر سمجھے اگرچہ اس کے ساتھ غیر اختیاری تنگی بھی ہو وہ اس کے خلاف نہیں۔ حضور سرور عالم ﷺ کے لئے اس غیر اختیاری تنگی کو ثابت فرمایا ہے ''ولقد نعلم انك یضیق صدرك بما یقولون'' (حجر) اور اختیاری تنگی سے منع فرمایا ہے ''ولا تك فی ضیق مما یمكرون'' (نحل) اور اس سے حضور اقدس سے اختیاری تنگی کے وقوع کا وہم نہ کیا جائے کیونکہ نہی کا تعلق ماضی سے نہیں ہوتا مستقبل سے ہوتا ہے۔ ''كقول لقمان علیه السلام لابنه لا تشرك بالله.'' (جیسا حضرت لقمان کا اپنے بیٹے کے لئے ارشاد ہے ''بیٹے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرو'')

حال: مجھ کو اپنے بارے میں تفویض سے محرومی کا جو یقین ہوتا ہے وہ اسی وجہ سے ہے اگرچہ پہلے کے مقابلے ذہنی تجویز سازی میں تو کچھ نمایاں کمی نہیں۔

تحقیق: اگر بالکل بھی کمی نہ ہو تب بھی نقصان دینی والی نہیں ہے جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔

حال: لیکن عملی دوڑ دھوپ میں کافی کمی پاتا ہوں مگر زیادہ تر اس کی وجہ کچھ کاہلی اور پست ہمتی معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: پہلے تو یہ احتمال یقینی نہیں لیکن اگر یقینی بھی ہو تب بھی رحمت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس سستی کی وجہ سے کسی گناہ سے بچا لے مثلاً بزدلی کی وجہ سے ناحق (کسی کو) قتل (کرنے) سے بچا لے کیا وہ رحمت نہیں۔ ہاں ایک فطری کمال کی کمی ضرور ہے۔ مگر عبد کو تو عبد بننا ہے نہ کہ کامل بننا ہے۔

حال: ہاں ادھر بار بار خصوصاً حضرت اس کے والا نامہ کے بعد سے دل میں آ رہا ہے کہ دماغی وساوس اور تجویز سازیوں پر اگر قابو نہیں چلتا تو نہ چلے ہاتھ پاؤں تو اپنے اختیار میں ہیں۔ دماغ تجویزیں بناتا رہے مگر میں ان

کے لئے ایک قدم بھی کیوں اٹھاؤں۔

تحقیق: یہ ذہنی ترکیب میری تقریر کی تائید کرنے والی ہے۔ وللہ الحمد۔

حال: خصوصاً جب ظاہری طور پر بھی اتنا سامان ہے کہ انشاء اللہ فاقہ نہ مجھ کو ہوگا نہ اہل وعیال کو (ہوگا)۔ تین چار دن ہوئے اسی کو بہت دیر تک سوچتا رہا اور دل نے کہا کہ بس اسی وقت سے اس پر عمل شروع کردوں مگر ساتھ ہی ایک خیال یہ آیا کہ پہلے تو میری ہمت اور ظرف سے یہ تہیہ (ارادہ کرلینا) بہت بلند ہے شاید ہی نباہ سکوں۔

تحقیق: اس (ارادہ) کی تخصیص ہے ہر عمل میں قدرت حقیقی پر نظر کرکے اپنی قدرت کا ناکافی ہونا مشاہدہ ہے۔ مگر قدرت حقیقی پر یہی نظر ہر عمل کی ہمت دلانے کے لئے بھی کافی ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ قدرت حقیقی کی نسبت تمام مقدورات (جن کاموں پر قدرت ہے) کے ساتھ یکساں ہے بس ان کی توفیق سے مدد طلب کرکے ہر عمل مطلوب کی ہمت کرنا چاہئے اور عمل کے آسان ہونے کا ان ہی سے سوال کرنا چاہئے اگر نباہ نہ ہوگا ندامت اور استغفار کرلیں گے اگر ایسے احتمالات رکاوٹ بنالئے جائیں تو کوئی عمل بھی نہیں ہوسکتا ہے۔

حال: دوسرے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگی کا نمونہ کیا اس طرح ظاہری تدابیر کے ترک کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

تحقیق: صحابہ تدابیر میں غلو تو نہ فرماتے تھے ورنہ قناعت کی قرآنی آیات اور احادیث نبویہ پر ان کا کیسے عمل ہوتا اور ضرورت میں غلو کا حکم نہیں ہوسکتا۔

حال: پھر دوسرا خیال یہ آیا کہ تدبیر اور دوا دوش کو صرف دین کے کاموں تک محدود رکھا جائے باقی دنیوی چیزوں کے لئے بس زیادہ سے زیادہ صرف انتظار کافی ہے کہ دیکھو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا راہ پیدا ہوتی ہے۔

تحقیق: مسئلہ کا یہی فیصلہ ہے میری بھی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تدابیر میں غلو نہ فرمانے اور قناعت اختیار کرنے کی حکایت میں اور اوپر کی میری تقریر میں بھی یہی مراد ہے۔

حال: مثلاً ایک خیال یہ تھا کہ اگر کچھ دوا دوش و تدابیر سے کام لیا جائے تو وظیفہ کچھ زائد مل سکتا ہے مگر اب دل چاہتا ہے کہ بس ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر جو کچھ مل جائے اس پر کیوں نہ قناعت کروں۔

تحقیق: ایک درجہ اجمال فی الطلب (اچھی طرح طلب کرنے) کا ہے کہ اعتدال کے ساتھ جس میں نہ ذلت ہو نہ زیادہ تھکن ہو موجودہ یا آئندہ کے فوائد پر نظر کرکے کوشش کی جائے یہ نہ برا ہے اور نہ (ہی) سلف کے (طریقے کے) خلاف ہے اور ایک مبالغہ ہے جس میں اوپر ذکر کی گئی ممنوع چیزیں ہوں یا دوسری ممنوع چیزیں ہوں جیسے انہماک جس سے ضروریات دنیویہ یا دینیہ میں رکاوٹ ہونے لگے غفلت کا غلبہ ہوجائے۔ یہ اگر گناہ نہ

بھی ہو مگر گناہ کی طرف لے جانے والی ضرور ہے یا سنت سے دور ضرور ہے۔

حال: یا اسی طرح جو کچھ سرمایہ جمع ہوگیا ہے اس کے لئے کچھ نہ کچھ سوچتا اور ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہوں کہ کسی ایسے کام میں لگایا جائے کہ کچھ مجھ کو بھی وظیفہ کے ساتھ وسعت کے ساتھ حاصل ہو جائے اور اہل وعیال کے بھی کام آسکے اب اس کی فکر و تدبیر سے کیوں نہ فارغ ہوکر زیادہ سے زیادہ اس کی راہ دیکھوں کہ ادھر سے کیا ہوتا ہے۔

تحقیق: مسبب الاسباب (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف سے انتظار کرنا ایک علیحدہ مستقل عبادت ہے لیکن جب تدبیر کی غرض پسندیدہ ہو جیسا آپ نے ذکر کیا۔ اس کے لئے جاننے والوں سے مشورہ کرنا خود بھی کچھ کام کرنا کام لینا اوپر ذکر کی گئیں قیدوں کے ساتھ غلو نہیں ہے۔ تجارت کی ترغیب سنت میں آئی ہے جس کا حاصل مال کو بڑھانے کی تدبیر کرنا ہے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۸ھ)

والدہ کے لئے لمبی زندگی کی دعا کرنا مقررہ موت کے وقت کے خلاف نہیں

حال: آج کل والدہ مدظلہا کی صحت اور اس کے ساتھ طول حیات کی دعا ہر نماز کے بعد مانگتا ہوں مگر کل پرسوں سے اس خیال کا غلبہ ہو رہا ہے کہ خواہ مخواہ موت کے وقت کے مقرر ہونے والے قانون کو تڑوانے پر اتنا اصرار کیوں۔

تحقیق: وجہ تو تمام حوائج کی دعا میں یکساں ہوسکتی ہے۔ ہر واقعہ کے پیش آنے اور اس کے باقی رہنے کے لئے قرآن وحدیث سے یقینی طور پر وقت مقرر ہے تو کیا کوئی دعا بھی نہ کی جائے یا اسی طرح کھانے پینے اور بدن و نفس کے باقی رہنے کی تمام تدابیر میں وقت کے مقرر ہونے کے جھگڑے کا شبہ ہوسکتا ہے۔ "ولم ینقل عن احد العمل بمقتضاہ" (کسی سے بھی اس کے مطابق عمل کرنا ثابت نہیں ہے)۔

غرض سب دعائیں کرنے میں برابر ہیں جن کی حقیقت یہ ہے کہ ہم کو تقدیر کا علم نہیں اس لئے اپنے خیال میں جو مصلحت ہو اس کے مانگنے کی اجازت ہے۔ اگر تقدیر اس کے خلاف ہوگی اس پر راضی رہنے کا حکم ہے۔ رہا اصرار تو اس کا تو حکم ہے "ان اللّٰہ یحب الملحین فی الدعاء" (اللہ تعالیٰ دعا میں اصرار کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں) اور اس کا راز یہ ہے کہ اس سے اپنا ضعف و عجز واحتیاج وانکسار ظاہر ہوتا ہے جو عبدیت کا مقتضا ہے اور اسی لئے مطلوب ہے۔

حال: اسی طرح اور بہت سی چیزوں کے لئے دعا مانگتا رہتا ہوں۔ خیال ہوتا ہے کہ سب چھوڑ کر بس زیادہ سے

زیادہ ''ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة'' پر قناعت کیا کروں۔

تحقیق: قرآن مجید میں جو دعا آئی ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ اس اجمال (مختصر دعا) پر ہی بس کیا جائے ورنہ کتاب الدعوات میں جو خود حضور ﷺ سے طویل وعریض دعائیں آئی ہیں کیا بیکار ہیں بلکہ ایک صیغہ دعا کا یہ بھی ہے اور اس پر اکتفا کرنا استغنا کو پیدا کرنے والا ہے۔

حال: ہاں دعا کے قبول ہونے کا خیال ترک کر کے اگر ان کو صرف عبادت جان کر کروں تو اس میں نہ مستعدی کی امید ہوتی ہے نہ اصرار کی۔

تحقیق: یہ زاہدوں کا رنگ ہے اور عارفین کا طریقہ وہ ہے جو اوپر عرض کیا گیا۔ اگر یہ رنگ مطلوب ہوتا تو دعاؤں میں چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا نام کیوں ہوتا۔

حال: آج دو ایک باتیں اور عرض کرنا چاہتا تھا لیکن ایک ہی بات نے عریضہ کو اتنا طویل کر دیا۔

تحقیق: پھر سہی۔

حال: اللہ تعالیٰ ہم جیسوں کی رہنمائی کے لئے حضرت کی صحبت بھی قائم رکھے اور لمبی زندگی عطا فرمائے۔

تحقیق: رہروی (راستہ چلانے) کے لئے بھی۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۸ھ)

مامور کو تبلیغ کی اجازت ہے

حال: جناب والا کے اصول کے ماتحت یہاں کے اساتذہ کرام نے تبلیغ شروع فرمائی ہے۔ کل مجھ سے بعض اساتذہ نے فرمایا کہ تم بھی اب آنے والے جمعہ کے لئے تیاری کر لو تاکہ جمعہ کو کسی مسجد میں بغرض تقریر و تبلیغ کی غرض سے دوسرے طلبہ کے ساتھ بھیج دیا جائے۔ احقر کے لئے اس انجمن میں شرکت مناسب ہے یا نہیں؟ تردد کی وجہ یہ ہے کہ اس سے لوگ بڑا سمجھنے لگتے ہیں اور لکھنؤ میں رہنے کے زمانے میں معلوم ہوا کہ ایسا کام جس سے لوگ بڑا سمجھنے لگیں مصلح کی اجازت کے بغیر شروع نہیں کرنا چاہئے۔ لہٰذا حضرت والا کا جو ارشاد ہوگا اس پر عمل کروں گا۔

تحقیق: جب اساتذہ کے ارشاد سے کوئی کام کیا جائے تو یہ خود تابع ہونے کی علامت ہے۔ جس مجمع میں اس (بڑا سمجھنے) کا علم نہ ہو بتا دیا جائے۔ لہٰذا کچھ حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت فرمائے۔ حدیث میں ہے ''لا یقص الا امیر او مامورا ومختال'' (کہ بیان امیر، مامور اور متکبر ہی کرتا ہے) مامور کو حدیث سے اجازت ہے اور یہ صورت مامور ہونے کی ظاہر ہے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ)

اضطراب (بے اختیاری) میں یہ دعا ہونا کہ عافیت عطا ہو یہ صرف انعام الٰہی ہے

حَال: حضرت والا! خادم نے درد کی غیر اختیاری حالت میں جب یہ دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے ابھی عافیت عطا فرما دیجئے اور جب مجھے اسی وقت عافیت نصیب ہوئی تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا ایسا اثر ہوا کہ میں نے جو لوگ اس وقت موجود تھے ان پر ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل فرما دیا اور میرا درد بالکل جاتا رہا اور دیر تک میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہا اور یہ شعر پڑھتا رہے۔

ع اے خدا قربان احسانت شوم الخ

تَرجَمَہ: ''اے اللہ! میں آپ کے احسان پر قربان ہو جاؤں۔''

میں نے اس طرح جو اپنا حال ظاہر کیا تو یہ میرے لئے نقصان دہ تو نہیں ہے۔

تَحقِیق: اس کے ساتھ ہی اگر اس کا بھی دل سے استحضار رہے اور زبان پر تکرار رہے کہ میں اس قابل نہیں صرف انعام ہے تو پھر نقصان دہ ہونے کا احتمال نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ بیان کے وقت یہ احتمال نہ ہو کہ سننے والا مجھ کو مقبول سمجھے گا ورنہ خاموشی ضروری ہے۔ اسی طرح اس واقعہ کا بار بار ذکر کرنا خطرناک ہے۔

(النور، ربیع الاول ۱۳۶۲ھ)

تہجد کے قضا ہونے کا شبہ ہو تو عشا کے بعد پڑھ لینے میں ہی زیادہ احتیاط ہے

حَال: ایک مرتبہ الٹے سیدھے معمولات عرض خدمت ہیں حضرت جس کو ترجیح دیں گے اور منسوخ کریں وہی پوری طرح دل کے اطمینان کا سبب ہوگا۔ ان شاء اللہ تہجد کے بعد آدھ گھنٹہ جہر اور ضرب کے بغیر زبان کی حرکت کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ذکر، فجر کے بعد تلاوت اور اس کے بعد دو رکعت اشراق اور اس کے بعد کوئی دو میل چلتا ہوں۔ اس چلنے میں بھی اب زبان کی حرکت کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ذکر ہی رہتا ہے۔ چاشت کی بھی دو رکعت ادا کر لیتا ہوں۔ مسجد میں وقت ہوتا ہے تو عام طور پر پہلے پڑھ لیتا ہوں اور عصر سے پہلے بھی عام طور پر چار رکعت عصر ہی کے وقت حزب البحر کا بھی معمول ہے۔ والد مرحوم نے درخواست کے بغیر اجازت عطا فرمائی تھی اور تاکید فرما دی تھی۔ مغرب کے بعد چار رکعت نفل، وتر عشا کی جگہ تہجد کے ساتھ زیادہ تر پڑھتا ہوں۔ بیماری وغیرہ کسی عارضی سبب سے اگر تہجد کے وقت اٹھنے میں شبہ ہوتا ہے تو عشاء کے ساتھ ہی وتر پڑھ لیتا ہوں۔ اور کبھی کبھی چار رکعت تہجد کی بھی اسی وقت (یعنی عشا کے بعد وتر کے ساتھ) باقی چار رکعتیں اگر تہجد کے وقت نہ اٹھا تو اشراق کے ساتھ

پوری کر لیتا ہوں کہ آٹھ رکعت کی تعداد بہر حال (پوری) ہو جائے۔

تحقیق: شبہ کی حالت میں تہجد کی ساری رکعات عشاء ہی کے ساتھ پڑھ لینے میں ہی زیادہ احتیاط ہے اگر ہمت ہوئی تو دو چار رکعت اخیر شب میں ورنہ ختم۔

حال: تہجد کے بعد کلمہ طیبہ کا ذکر شروع کرنے سے پہلے ایک ایک تسبیح "یا حی یا قیوم برحمتك استغیث" اور "الله حاضری و ناضری و معی" کی پڑھتا ہوں۔ اور پھر فجر سے پہلے ہی عام طور پر ایک ایک تسبیح "استغفر الله الذی لا اله الا هو له الملك وله الحمد وهو علی كل شیء قدیر. سبحان الله وبحمده" اور "اللهم صل علی محمد واله واصحابه بعد وكل شیء معلوم لك" اور "لا حول ولا قوة الا بالله" کی (پڑھتا ہوں) چند دن سے ہر نماز کے بعد پانچوں وقت "سبحان الله، الحمد لله" اور الله اکبر حسب ترتیب ۳۳، ۳۳، اور ۳۴ بار پڑھ لیتا ہوں۔ اور سو مرتبہ "استغفر الله" (پڑھتا ہوں) لیکن مغرب کے بعد استغفار کی صورت "رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین" ہوتی ہے عشاء کے بعد بیماری کے سلسلہ میں "رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین" اور "لا اله الا انت سبحانك انی كنت من الظلمین" کی بھی ایک تسبیح (پڑھنے) کی عادت ہوگئی ہے۔ اب نماز کے پانچوں اوقات میں سو سو مرتبہ "اللهم صل علی محمد وعلی ال محمد وبارك وسلم" (بھی پڑھتا ہوں)۔

اب جو پڑھنے لکھنے وغیرہ کے دوسرے اوقات یا اٹھنے بیٹھنے یا چلنے پھرنے لوگوں سے ملنے جلنے یا بالکل فراغت کے ہوں ان میں کس ذکر کی عادت ڈالنا میرے لئے زیادہ مناسب ہوگا۔ اب تک تو کسی وقت زبان کی حرکت کے بغیر کلمہ طیبہ کسی وقت صرف اللہ اللہ کبھی تسبیح کبھی بلا تسبیح لیکن سارے وقت ان میں ابھی کسی کی بھی عادت نہیں۔

تحقیق: اب بھی وہی جواب ہے کہ جو "الصق بالقلب" دل کو زیادہ لگے اگر اب بھی تردد ہو تو آپ کے حالات کو دیکھ کر مجھ کو زیادہ موافق "اللهم اغفر لی" یا صرف اس کے ساتھ "اللهم ارحمنی" معلوم ہوتا ہے۔

حال: دوسرے کاموں کے ساتھ زبان کی حرکت کے بغیر زیادہ آسان لگتا ہے۔

تحقیق: "لا باس ان لم یعتر غفلة" (کوئی حرج نہیں ہے جبکہ غفلت نہ ہو)۔

سری نماز میں امام کے پیچھے قلب کا ذکر کی طرف مائل ہونا پسندیدہ حالت ہے

حَال: عرض یہ ہے کہ کبھی سری نماز میں امام کے پیچھے جب ہاتھ باندھ کر فارغ ہوتا ہوں تو قلب خود بخود ذکر کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلب سے ذکر لا الہ الا اللہ جاری ہے۔

تحقیق: پسندیدہ حالت ہے اس میں تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ ہاں زبان کو حرکت نہ ہو اور اگر دوسرے اذکار کے بجائے سورہ فاتحہ کے الفاظ کا خیال ہو تو زیادہ بہتر ہے اور اگر اس میں تکلف ہو تو پھر اس موجودہ حالت کا بھی مضائقہ نہیں ہے۔

حَال: کبھی دل ذکر کی طرف تو مائل نہیں ہوتا مگر حضرت والا کی صورت مبارکہ آنکھوں میں پھرتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا میری طرف متوجہ ہیں۔ ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہئے۔

تحقیق: ایک کا جواب ہو چکا دوسرے کا ابھی آتا ہے۔

حَال: یہ حالت میرے حق میں نقصان دہ ہو تو اس کے دور کرنے کی صورت تجویز فرما دیں۔

تحقیق: نقصان کا سبب تو نہیں ہے (لیکن) نقصان دینے کا احتمال ہے اس لئے پہلی حالت کی طرف توجہ کر لی جائے اگر چہ میلان نہ ہو۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

سلام چھوڑنے کی غلطی پر تنبیہ

(نوٹ): ایک خط آیا جس میں القاب و آداب کے بعد سلام تک نہ تھا۔ اور دعا کی درخواست تھی اس کا جواب حسب ذیل دیا گیا۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں مگر سلام لکھنے کی بھی توفیق نہ ہوئی کیا آفت ہوگئی۔

دوسرا خط معذرت کا حسب ذیل آیا

اس میں بھی ایک کوتاہی پر تنبیہ کی گئی۔

حَال: حضرت والا کی خدمت بابرکت میں عریضہ پیش کرنے سے پہلے اس کا مسودہ کر کے نقل کرنا پھر دوبارہ غور سے خط کو پڑھنا کہ کوئی نقطہ یا حرف لکھنے سے تو نہیں رہ گیا۔ یہ ناکارہ کی ہمیشہ کی عادت ہے چنانچہ اس عادت کے موافق عریضہ کو غور سے پڑھ کے بند کیا مگر شامت اعمال سے اتنی بڑی فاحش غلطی کی کہ اسلام لکھنا بھول گیا اور ایسا اندھا بنا کہ خط لکھنے کے بعد جب صحیح کرنے کی غرض سے پڑھا اس وقت بھی علم نہ ہوا۔ حضرت والا! گنہگار سے بہت بڑی جہالت اور حماقت ہوئی اس سے بہت پریشانی ہے کہ ایسی نالائقی کیوں کی۔ اپنے گناہوں سے بار

بارتوبہ کرتا ہوں۔ عجز وانکسار سے دعا کرتا ہوں کہ یا ارحم الرحمین محض اپنی رحمت سے میرے کل گناہوں کو معاف فرما۔ بدترین خلائق پر رحم فرما۔ حضرت والا کا مقدس قلب مبارک اس روسیاہ پر خوش اور کھول دے۔

تحقیق: افسوس ایک یہ غلطی کی کہ میرے قلب کی فکر پڑ گئی سنت چھوڑنے سے جو خود مرکز سنت حضور اقدس ﷺ کے قلب مبارک پر اثر ہوا ہوگا اس کا نام بھی نہیں۔ (النور، شعبان ۱۳۵۶ھ)

جس واقعہ میں احتمال یا شبہ ہو (اس کا) استغفار سے تدارک کرنا چاہئے

حال: جب کسی واقعہ کو بیان کرنا چاہتا ہوں تو عادتاً یا طبعاً خواہ مخواہ اس واقعہ کو موثر بنانے کے لئے اپنی جانب سے کچھ کمی زیادتی کر دیتا ہوں کیا یہ اضافہ جھوٹ 'ور دھوکہ کی حد کو (تو) نہیں پہنچتا ہے۔

تحقیق: اس (دھوکہ اور جھوٹ وغیرہ کی) تحقیق میں نہ پڑیئے بلکہ جہاں اس کا احتمال اور شبہ بھی ہو استغفار سے تدارک کیجئے۔ (النور، شعبان ۱۳۵۶ھ)

قضا نماز کا مناسب جرمانہ

حال: خادم کے ایک بزرگ دوست کا خط آیا تھا کہ سرکاری کام کے انہماک میں فرض نماز قضا ہوگئی۔ دو روز تک خادم جواب سوچتا رہا لیکن کوئی جواب خیال میں نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور قلم ہاتھ میں لیا لکھا گیا" کہ جرم قابل درگذر نہیں ہے دو آنہ جرمانہ اس طرح کہ ایک پیسہ روز جرمانہ خیال کر کے کنوئیں میں یا دریا میں ڈال دیا کرو" وہاں سے جواب آیا کہ عمل کیا گیا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے کسی مستحب کا بھی ناغہ نہیں ہوتا۔ حضور والا! اب یہ خیال آیا کہ خادم اس میں اسراف کا مرتکب تو نہیں ہوا۔ اب جیسا حضور ارشاد فرمائیں۔

تحقیق: تجویز کردہ علاج تو مناسب تھا مگر علاج کا طریقہ شریعت کے خلاف تھا۔ جن بزرگوں سے ایسے واقعات منقول ہیں ان میں تاویل کی ضرورت ہے (کہ کسی عذر کی وجہ سے ایسا کیا ہو وغیرہ) اور جو چیزیں ایسی تاویل والی ہوں ان کا اتباع نہیں ہوتا۔ (پیسے) مساکین کو دینے چاہئے تھے۔ رہا اس پر جو نفع مرتب ہوا یہ (اس تجویز کے) جائز ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ (النور، رمضان ۱۳۵۶ھ)

امام جہری قرات نہ کرے تو مقتدی خیالی الفاظ کی طرف توجہ رکھے

حال: حضور! جب اکیلے نماز پڑھتا ہوں یا جماعت کے ان ارکان میں جن میں مقتدی کو پڑھنا ہوتا ہے اس پڑھنے کے کلمات کی طرف توجہ رکھتا ہوں تاکہ دل حاضر رہے۔ اسی طرح جہری قرات والی نماز کے قیام میں امام کی قرات کی طرف توجہ رکھنے سے حضور قلب ہوتا ہے۔ اب حضور سے پوچھنا یہ ہے کہ جن رکعتوں میں امام جہر

سے قرات نہیں کرتے ان رکعتوں کے قیام میں دل کو حاضر رکھنے کے لئے کون سا طریقہ اختیار کروں۔

تحقیق: خیالی الفاظ کی طرف توجہ رکھی جائے حدیث "اقرا بها فی نفسك" کہ "دل میں اس کو پڑھتے رہو" یا فارسی میں قرأت جائز ہونا اس کی اصل بھی ہوسکتی ہے۔ (النور، رمضان ۱۳۵۶ھ)

رسوخ (پختگی، پکاپن) مقصود نہیں عمل مقصود ہے

حال: اکثر دیکھا گیا ہے کہ بیماری و پریشانی میں دل وذکر کی طرف مائل نہیں ہوتا ہے۔ پریشانی وتکلیف ہی کی طرف متوجہ رہتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر میں رسوخ نہیں۔

تحقیق: نہ سہی۔ بے رسوخ ہی کرو۔ کیا رسوخ کا حکم ہے یا عمل کا حکم ہے۔

حال: ایک دن دوران مرض میں گردہ کا درد بہت ہی زیادہ ہوا جس سے پاؤں گھٹنے تک اور ہاتھ بازو ٹھنڈے ہونے شروع ہوگئے جس پر ظن غالب ہوا کہ عنقریب مر جاؤں گا۔ تو بہت گھبرایا اور موت سے اس خیال کی وجہ سے دیکھئے مرنے کے بعد کیا معاملہ ہو بہت خوف غالب ہوا جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ امید اور اچھا گمان بہت کم ہے۔

تحقیق: کیا اچھے گمان میں خوف ختم ہو جاتا ہے۔ (النور، شوال ۱۳۵۶ھ)

حاضر ہونے کا مقصد ذوق وشوق وغیرہ نہیں ہے

حال: (حاضر ہونے کی اجازت پر حاضری کی غایت پوچھی گئی تو مقصد یہ ظاہر کیا گیا کہ) اہل دل کی خدمت میں حاضری ذوق وشوق دل کے سکون اور مراتب کی ترقی کا سبب ہوتی ہے اگر آداب ملحوظ رہیں۔

تحقیق: (یہ باتیں جو ذکر کی گئیں) لازمی طور پر ہیں (کہ حاضر ہونے سے ایسا ضرور ہوتا ہے) یا لازمی نہیں ہیں (کہ کبھی ایسا نہیں بھی ہوتا ہے) اگر لازمی طور پر ہیں اس کی دلیل کیا ہے اگر نہ ہوں تو (پھر حاضری کا) فائدہ کیا ہے؟

حال: چاہتا ہوں کہ خدمت میں ایک دو ہفتے رہوں۔

تحقیق: پہلے اوپر کا مرحلہ طے ہونا ضروری ہے۔

حال: اگر جناب والا کو پریشانی نہ ہوگی تو کسی وقت تنہائی میں بھی خدمت میں حاضر ہوا کروں گا۔

تحقیق: بالکل نہیں ہوسکتا۔

حال: مقصد یہ ہے کہ جناب کی برکت سے مواقع وحجب رکاوٹیں اور پردے ہٹیں، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو

اور نفس کی تربیت وغیرہ ہو۔

تحقیق: وہی اوپر والا سوال۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ)

سلوک کی کتابیں مبتدیوں کے لئے نہیں

حال: کتاب ''تعلیم الدین'' میں ہے کہ اسم ذات کے شغل کا طریقہ ہے کہ کاغذ کے ٹکڑے پر سرخ رنگ سے قلب کی صنوبری شکل بنا کر درمیان میں لفظ ''اللہ'' سونے یا چاندی سے لکھ کر تصور کیا جائے۔ اس لئے عرض ہے حضور خط کی واپسی پر سیاہی سے مذکورہ شکل کا نقشہ نمونے کے لئے کھنچوا کر پھر حضور کی تحریر کے مطابق عمل کروں گا۔ (قلب صنوبری کی شکل یہ ہے...... (اللہ))

تحقیق: سلوک کی کتابیں مبتدیوں کے لئے نہیں ہیں مشائخ کے لئے ہیں کہ وہ طالبین کی تعلیم میں اس سے مدد لیں۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ)

معمولات پر قائم رہنا بڑی نعمت ہے اگرچہ تبدیلی محسوس نہ ہو

حال: مرشدی و مولائی ادام اللہ ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرض ہے کہ خادم اپنے معمولات پر قائم ہے لیکن اپنی حالت میں کوئی تبدیلی محسوس نہیں کرتا ہے۔

تحقیق: تو نقصان کیا ہے اگر کوئی بچہ کہے کہ میں اپنا نشو ونما (بڑھنا) محسوس نہیں کرتا (ہوں تو) اس کو کیا جواب ملے گا بس وہی جواب ہے۔

حال: حالت سے مراد یہ ہے کہ ذکر وفکر سے وقار، تواضع مسکنت خاموشی اور غم اتنا نظر آنا چاہئے جس سے سالک کو معلوم ہو سکے کہ یہ ذکر کے آثار ہیں۔

تحقیق: اس دعوی کی کوئی دلیل ہے۔ کیا یہ آثار مقصود ہیں اور کیا مقصود کا ظاہر ہونا بھی ضروری ہے۔ اس بات کا حل یہ ہے کہ جو چیز محسوس ہو سکتی ہے وہ احوال وکیفیات ہیں اور وہ مقصود نہیں جیسا اپنے محسوس میں ثابت ہوا ہے اور جو چیز مقصود ہے یعنی قرب ورضا وہ محسوس نہیں اب کیا سوال رہا۔

حال: یوں تو خدا کے فضل وکرم سے کچھ نہ کچھ قلب میں یہ آثار موجود ہیں لیکن ان حالات میں دوام وہمیشگی نہیں ہے۔

تحقیق: یہ سب دعوے دلیل کے بغیر ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کامل ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ایسے آثار کا ہمیشہ رہنا وہاں بھی نہ تھا۔

حَالؔ: تنہائی رہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ حالت موجود رہتی ہے لیکن جس وقت لوگوں سے میل جول ہوا سب ختم ہو جاتے ہیں اور ہنسنے بولنے کی معمولی حالت ہو جاتی ہے۔

تحقیقؔ: یہ سارے وہم نا سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ ابھی گذرا۔

حَالؔ: اور جب اپنی حالت پر غور کرتا ہوں تو اپنے کو بالکل کورا (خالی) پاتا ہوں۔

تحقیقؔ: کور (کنارہ) تو نہیں پاتے کیا یہ تھوڑی نعمت ہے۔

حَالؔ: سالہا سال سے تکمیل اعمال، اختیار تقویٰ کی ناکامی میں مصروف ہوں۔ لیکن مقصود کی ناکامی و نامرادی پر قلق کرتا ہوں۔ توبہ اور توبہ توڑنے پر قلق قلب کو برائیوں سے خالی کرنے اور یکسوئی کے حاصل ہونے کی فکر اور اس میں ناکامیابی ان ادھیڑ پن میں زمانہ گزرتا چلا جاتا ہے۔ لیکن کوئی حالت ایسی پیدا نہیں ہوتی ہے جس سے صاف اندازہ ہو کہ یہ حالت حاصل ہوگئی ہے۔

تحقیقؔ: سارے وہم ہیں جیسا کہ گذرا بلکہ خود کو ایک قسم کا عالی درجہ کا مستحق سمجھنا ہے۔ جیسے کوئی بہت ادنی درجہ کا شخص کہے کہ شاہی خدمت کرتے ہوئے اتنے روز ہوگئے مگر اب تک بادشاہ نے اپنا داماد نہیں بنایا۔ کیا یہ گستاخی نہیں خوب کہا گیا ہے ؎

آرزو میخواہ لیک اندازہ خواہ ❁ برنتابد کوہ را یک برگِ کاہ

ترجمہ: ”تمنا کرو مگر اپنے مرتبہ کے مطابق کرو کیونکہ ایک گھاس کا پتہ پہاڑ کو نہیں اٹھا سکتا ہے۔“

حَالؔ: ان کیفیات کے علاوہ ایک خاص قسم کا قلق یہ پیدا ہوگیا ہے کہ جسمانی تکلیف کی حالت میں مثلاً بخار، دردسر وغیرہ یا تردد وافکار کی زیادتی کی حالت میں زبانی ذکر......اور ذکر قلبی دونوں ختم ہو جاتے ہیں اور توجہ الی اللہ کے بجائے توجہ الی المرض اور توجہ الی المقصود ہو جاتی ہے۔

تحقیقؔ: اختیاری یا غیر اختیاری طور پر (ایسا ہوتا ہے)۔

حَالؔ: عقل تو یہ کہتی ہے کہ دکھ درد کی حالت میں توجہ الی اللہ زیادہ ہونا چاہئے لیکن اس کے الٹ تکلیف کی حالت میں توجہ الی اللہ بالکل ختم ہو جاتی ہے اور ہر وقت صحت اور اسباب صحت پر نظر رہتی ہے۔ اس حالت کو کئی بار دیکھنے کے بعد میں نے حضور والا کی خدمت میں یہ حالت پیش کی ہے اور اپنی سمجھ میں اس حالت کو بے حد ناقص اور اصلاح کے قابل سمجھ کر حضور والا سے اس کا علاج پوچھتا ہوں۔

تحقیقؔ: عقل کا یہ فتویٰ خود عقل کی پیداوار ہے اور حقائق اور طبیعت کے احکام سے اس کی ناواقفی ہے جاہل کے فتویٰ پر عمل خود گمراہی ہے۔

حَال: یہ معلوم ہے کہ بیماری میں رخصت پر عمل کرنے کی اجازت ہے لیکن قلق اس بات پر ہوتا ہے کہ ذاکر زبان اور قلب بیدار تکلیف کی حالت میں کیوں اپنا کام چھوڑ دیتے ہیں اور ذکر و شغل کے آثار کیوں ختم ہو جاتے ہیں۔ حضور والا اس معاملہ میں میری تشفی فرما دیں تو بڑی مصیبت سے نجات ہو جائے گی۔

تحقیق: اوپر تحقیق سے جواب ہو چکا ہے۔

حَال: ان حالات پر غور کرتا ہوں تو خوف ہوتا ہے کہ مرض الموت کی حالت میں اگر یہی حالت رہی تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق کے بجائے دنیا کی تمنا کی حالت میں روح نہ پرواز ہو۔

تحقیق: موت کے قریب ہونے کی حالت کو دنیوی زندگی کی حالت پر قیاس کرنا بھی ناواقفی ہے۔

حَال: خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اعمال پر ہمیشگی (حاصل) ہے۔ دل میں دنیا کی لالچ نہیں ہے طبیعت میں قناعت ہے آئندہ کی فکر نہیں ہے کہ کیا ہوگا۔ فکر ہے تو حسن خاتمہ اور حسن عمل کی ہے۔

تحقیق: کیا ان ہی نعمتوں کا شکر یوں ادا کیا گیا ہے کہ اپنے محسن کے تصرفات کو ناگوار اور ناپسند کیا گیا ہے۔ اور اپنی تجویز کو محبوب کی تجویز پر ترجیح دی گئی ہے خدا برا کرے جہل کا ؎

پس زبوں وسوسہ باشی ولا ❁ گر طرب را باز دانی از بلاء

ترجمہ: ”تم بالکل مغلوب وساوس سمجھے جاؤ گے اگر محبوب کی خوشی اور پریشانی میں فرق نہیں کرو گے۔“

نوٹ: اگر میرے پچھلے خطوط کا اکثر مطالعہ کیا جائے یا مواعظ کا تو امید ہے کہ ان سارے وہموں کا خاتمہ ہو جائے اور سب کا جواب ملے مگر کاہل مریض شکایت کو آسان سمجھتا ہے دوا کو مشکل (سمجھتا ہے) مگر اس ناشکری کا انجام بہت خطرناک ہے۔ اس خط کے انداز سے معلوم ہوتا ہے مواعظ کا مطالعہ نہیں کیا جاتا (اگر کیا جاتا ہے تو) تدبر نہیں کیا جاتا۔ بس ہر وقت خیالات کو امام بنا لیا۔ بہت جلدی اس کوتاہی کا تدارک کرنا چاہیے ورنہ ناشکری کی وجہ سے رسوائی کا خوف ہے۔

حَال: اخیر میں حضرت والا سے دعا کا خواستگار ہوں۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ)

صرف مجملاً (مختصر طریقے سے) دارین کی عافیت کے لئے دعا کرنا سنت کے خلاف ہے

حَال: حضور والا کچھ عرصہ سے یہ خیال غالب ہے کہ مختلف قسم کے بہت سے مقاصد کے لئے خود دعا کرنا یا

دوسرے سے اپنے حق میں دعا کرانا (اتنا) نافع نہیں ہے جتنا نافع مجملا (مختصر طور پر) خود اپنے لئے صرف دونوں جہاں کی عافیت کی دعا کرنا یا دوسرے سے دعا کرانا ہے جبکہ ہر بات سے اصل مقصود عافیت ہی ہے اور عافیت کے بغیر ہر حال میں مقصود فوت ہوتا ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ یہ خیال طبیعت کا مزاج غلط اور برا تو نہیں ہے؟

تحقیق: یہ مزاج سنت کے خلاف ہے کیونکہ احادیث میں کثرت سے ایسی جزئیات (چھوٹی چھوٹی الگ الگ باتوں) کا سوال آیا ہے۔ چنانچہ (حدیث میں) بہت بڑھاپے، تاوان اٹھانے، فقر، ذلت، بہرے ہونے، گونگے ہونے، اندھے ہونے، جنون، جذام، بری بیماریوں، غم، دشمنوں کے خوش ہونے، فاقہ، مکان وغیرہ کے نیچے دب کر مرنے، مکان وغیرہ سے گرنے، بچھو کے ڈسنے، برے پڑوسی، بھوک، کوڑھ، سیلاب، حملہ آور اونٹ، فکر و غم، درندے، جلنے، ڈوبنے والی دوسری نقصان دہ چیزوں سے پناہ مانگنا آیا ہے اور آنکھ اور کان سے فائدہ اٹھانے، صحت، رزق کی کشادگی غنا اور دشمنوں پر مدد کا ایسی ہی دوسری چیزوں کا سوال کرنا آیا ہے۔ اسی طرح نمک اور جوتے کے تسمہ کا سوال کرنے کا حکم بھی آیا ہے۔ اگر اس مزاج کو صحیح مانا جائے تو اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ حدیثوں میں جو چیز افضل نہیں ہے اس کی تعلیم دی گئی ہے۔

ہاں جامع دعاؤں میں بھی بعض حکمتیں ہیں جن کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں (صرف) جو چیز منقول ہے اس کا اتباع کافی ہے بطور احتمال (جامع دعا مانگنے میں) ایک حکمت یہ ہے کہ الگ الگ چیزوں کی دعا میں اگر کوئی ضروری چیز کا مانگنا رہ گیا ہے تو جامع دعاؤں سے اس کا تدارک ہو جائے۔ رہا الگ الگ چیزوں کے سوال کی حکمت یہ ہے کہ دعا سے مقصود صرف مانگی ہوئی چیز کا مل جانا ہی نہیں ہے جس میں مزاج کی گنجائش ہو سکے بلکہ اس کے ساتھ ایک دوسرا مقصود بھی ہے وہ اپنے عجز، کمزوری محتاجگی، انکساری کا بھی ہے اور یہی دعا کے عظیم فضائل کی وجہ ہے۔ ورنہ صرف مانگی ہوئی چیز کا دے دینا خصوصاً جبکہ وہ دنیاوی چیز ہو اگر چہ جائز ہو ایسی بڑی فضیلت کا ذریعہ نہیں ہوسکتا ہے اور یہ دوسرا مقصود جزئیات (الگ الگ چیزوں) کے مانگنے میں زیادہ واضح اور مضبوط ہے۔ اس لئے اس مختصر دعا کہ "میرا پیٹ بھر دو" کی جگہ اس تفصیل سے سوال کرنا کہ "مجھے چار روٹی دے دو، ایک پیالہ سالن دے دو اور ایک پیالہ پانی دے دو" عرف میں مانگنے والے کی زیادہ ذلت، چھوٹے پن اور کمی بتاتا ہے اور مانگنے والا جتنی اپنی ذلت دکھاتا ہے اتنی ہی وہ ذلت رحم کو لینے والی ہوتی ہے۔ بعض حکمتوں کی وجہ سے جامع دعاؤں کا پسندیدہ ہونا اس تحقیق کے خلاف نہیں ہے۔ ہر جگہ الگ الگ بات ہوتی ہے۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ)

ہدیہ کا واپس کرنا اور قبول کرنا نیت پر موقوف ہے

حال: فجر اور عشاء کی نماز میں رونا بہت ہوتا ہے۔ احقر رونے کو بہت برداشت کرتا ہے صرف آنسو جاری

ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ رونا دیکھ کر ایک آدمی نے ایک روپیہ ہدیہ دیا جس کو احقر نے واپس کر دیا۔ اب ڈر لگتا ہے کہیں دل توڑنے کا گناہ نہ ہوا ہو ان کو احقر پہچانتا نہیں ہے۔ احقر گنہگار ہوا یا نہیں اگر گنہگار ہوا تو کیا کرے تلاش کر کے معافی چاہے یا فقط ان کے لئے دعا کرے جواب سے سرفراز فرمائیں۔

تحقیق: واپسی کرنے میں نیت کیا تھی اس کو دیکھا جائے اسی پر فیصلہ ہوگا۔

دوسرا خط

حال: حضرت نے فرمایا: واپس کرنے میں نیت کیا تھی تو عرض ہے کہ احقر کی نیت ہدیہ کے واپس کرنے میں حضرت والا کے قاعدہ پر عمل کرنا تھی کہ حضور تعارف (جان پہچان) کے بغیر ہدیہ قبول نہیں فرماتے۔ اس لئے احقر نے واپس کر دیا کہ اس (ہدیہ دینے والے شخص) سے تعارف نہ تھا۔

تحقیق: مگر میرے یہاں (اس قاعدہ میں) کچھ باتیں ایسی ہیں جو اس میں شامل نہیں ہیں (کہ صرف اس قاعدہ یعنی تعارف کے نہ ہونے کی وجہ ہدیہ واپس نہیں کرتا ہوں۔ بلکہ اور چیزیں واپس کرنے نہ کرنے میں دیکھتا ہوں) جن کا خلاصہ (دینے والے میں) اخلاص کا یقین ہے اس کے یقین کے وقت تعارف نہ ہونا رکاوٹ نہیں ہوتا ہے۔ اس یقین کا علم وجدان (باطنی حس) کی وجہ سے جو غرض کی ملاوٹ سے پاک ہوتی ہے ہوتا ہے لیکن اگر (دینے والے میں) اخلاص کا یقین نہ ہو شک ہو تو یہ تعارف رکاوٹ بنتا ہے۔ اب اس کا فیصلہ خود آپ کا کام ہے۔

حال: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اب جو حکم ہو بسر و چشم عمل کرے اور آئندہ کے لئے احقر کیا معمول رکھے؟

تحقیق: اوپر تفصیل سے لکھ دیا۔

حال: اور باقی معمولات ذکر، شغل، تہجد و اشراق وصلوۃ اوابین کی نماز، بارہ تسبیح چوبیس ہزار اسم ذات، چھ ہزار نفی و اثبات تلاوت کلام اللہ ایک منزل، اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور کی دعا سے جاری ہے اور زیادہ کرنے کو جی چاہتا ہے اگر اجازت ہو زیادہ کرے۔

تحقیق: پابندی تو پہلے والے معمول ہی کی جائے زائد کی پابندی نہ ہو۔ کسی دن نشاط ہوا پابندی کے بغیر کر لیا نشاط نہ ہوا نہ کیا۔

حال: مگر نوافل نفس پر بھاری ہیں۔ ذکر میں دل لگتا ہے اور لذت معلوم ہوتی ہے جیسا حکم ہو عمل کرے۔

تحقیق: بھاری ہونے پر بھی کسی خاص تعداد سے اختیار کیا جائے۔ ہر عمل کی برکت جدا ہے اور لذت مقاصد میں سے نہیں ہے۔ (النور، ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ)

ضعف بیماری کا عذر رحمت ہے

حال: حضرت والا احقر یوں تو ۱۲ شوال سے نزلہ زکام میں مبتلا تھا لیکن تقریباً ۱۵/شوال سے بخار، کھانسی، درد پسلی، درمعدہ میں مبتلا ہوگیا۔ غذا مدت تک بند رہی۔ ضعف وغفلت میں اتنی زیادتی ہوئی کہ معمولات کے علاوہ چند نمازیں بھی فوت ہوئیں۔ حضرت اقدس کی دعا سے اب اصلی امراض سے تو افاقہ ہوگیا ہے لیکن ضعف اور کھانسی باقی ہے۔ ضعف اتنا ہے کہ نماز کے علاوہ نہ مدرسہ میں تعلیم کا کام ہوسکتا ہے نہ کوئی معمول ادا ہوسکتا ہے۔ کل سے بطور امتحان قرآن پاک کی تلاوت شروع کی۔ تین رکوع سے زیادہ طبیعت پر بھاری محسوس ہوئی۔ مناجات مقبول کی نصف منزل پڑھی۔

کل سے بحمد اللہ حضرت اقدس کی دعا سے مسجد میں جانے کی توفیق ہوئی اور چند روز سے آخر شب میں چند رکعات نفل بیٹھ کر ہو جاتے ہیں اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ بیکار پڑا رہتا ہے۔ کچھ شغل تھوڑی دیر ہوتا بھی ہے تو طبیعت گھبراتی ہے۔ خاموش پڑا رہنے میں طبیعت میں سکون رہتا ہے۔ حضرت والا کی خدمت میں اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔ حضرت والا دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ احقر کی حالت کو درست کر دے۔

یہ بھی عرض ہے کہ بیماری جو اعمال میں کوتاہی ہوتی رہی احقر کے خیال میں احقر کے گناہوں کا نتیجہ ہے۔ احقر شرمندہ ہے استغفار کرتا رہتا ہے۔ حضرت والا بھی دعائے مغفرت فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ احقر کے گناہ معاف فرمادے صحت کے بعد جو اعمال چھوٹ رہے ہیں یا تو طبعی ضعف کا اثر ہے یا کچھ مدت معمولات ترک ہونے سے قلب میں سختی کا مرض پیدا ہوگیا یہ اس کا اثر ہے واللہ اعلم۔ حضرت والا احقر کی ہر حالت کے لئے دعا فرمائیں اور جو (بات) اصلاح کے قابل ہو۔ اس کے واسطے جو ارشاد مناسب ہو فرمائیں۔ اس پر عمل کیا جائے۔

تحقیق: تعجب ہے رحمت کو زحمت اور نعمت کو انتقام سمجھا گیا۔ عذر میں ناغہ پر تو حدیث میں اجر کا وعدہ ہے۔

(النور، ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ)

جو چیز فرض عین نہ ہو اس کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے

حال: بطور مثال عرض کرتا ہوں کہ تہجد کی نماز کو سنت موکدہ سمجھتا ہوں اور عشاء کی نماز کے بعد چند رکعات ہمیشہ ادا کر رہا ہوں لیکن اس علم کے باوجود کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ رات کے آخری تہائی حصہ میں ادا فرمائی

ہے۔ اس سنت پر عمل نہیں ہوتا۔ ہزار بار کوشش کی لیکن ہمیشہ توفیق نہیں ہوتی اسی طرح دوسرے معمولات میں پابندی بہت ہی شاق اور دشوار ہے چند روز میں اوقات مقررہ سے کاہلی یا دنیاوی کام کی وجہ سے ہٹ جاتے ہیں کبھی کبھی مقررہ اوقات پر ہوتے ہیں۔

تحقیق: کیا کوئی دین کا ضروری حصہ فوت ہوتا ہے اور جان بوجھ کر چھوٹتا ہے۔

حال: اس پر خود کو قلق بھی ہوتا ہے اور ملامت بھی کرتا ہوں۔

تحقیق: کیا یہ کسی گنتی میں نہیں۔

حال: مگر نتیجہ کچھ نہیں نکلتا ہے۔

تحقیق: وہی سوال ہے کہ دین کا کون سا حصہ فوت ہوتا ہے اور ارادے سے ہوتا ہے۔

حال: ملامت اور قلق کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

تحقیق: اس میں بھی وہی سوال ہے۔

حال: یہ بے برکتی کیوں ہے؟

تحقیق: وہی سوال ہے؟

حال: اس کی اصلاح فرمادیجئے۔

تحقیق: ہر جزو کا جواب جو دیا گیا ہے (وہ) اصلاح ہی ہے۔

حال: اس سے پہلے ایک خط خدمت میں بھیجا تھا اس میں اپنا حال عرض کیا تھا کہ میں اکثر مریض رہتا ہوں کبھی ذکر و نماز ترک ہو جاتی ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ عذر سے یا بغیر عذر تو حضرت عذر سے ترک ہو جاتی ہے۔

تحقیق: پھر کیا فکر۔

حال: دوسرے میں نے تحریر کیا تھا کہ وساوس پریشان کرتے ہیں۔ آپ نے تحریر فرمایا اختیاری یا غیر اختیاری۔ حضرت غیر اختیاری۔

تحقیق: پھر کیا فکر!

حال: ان کی وجہ سے تصور اسم ذات صحیح نہیں رہتا۔ قلب میں الجھن سی ہو جاتی ہے۔

تحقیق: کیا یہ کوئی دین کا نقصان ہے۔ (النور، محرم ۱۳۵۸ھ)

جانے آنے میں کوئی وعظ پڑھ کر سنانا زبانی کہنے سے مناسب ہے

حال: احقر کا معمول ہے کہ جب کوئی عورت گھر میں آجاتی ہے یا کہیں مجھے جانا پڑتا ہے تو فضول لغویات میں

وقت ضائع ہونے کے بجائے میں کوئی مسائل وغیرہ چھیڑ دیا کرتا ہوں۔ اس امر میں جو حضور انور کا ارشاد عالی ہو ہدایت فرمائیں انشاء اللہ بسر و چشم تعمیل کروں گا۔

تحقیق: زبانی مناسب نہیں لیکن کسی رسالہ یا کسی وعظ کی عبارت پڑھ کر اس کے مطلب کی تقریر کر دینے میں حرج نہیں ہے۔ (النور، جمادی الاولی ۱۳۵۸ھ)

دین کا تصنیفی شغل نعمت ہے

حال: ایک عجیب بات ہے کہ میں نے گذشتہ طویل رخصت کے سلسلہ میں عرصہ کے بعد کچھ تفصیلی شغل دوبارہ شروع کر دیا تھا۔ مگر میں اس بارے میں کچھ کشمکش میں تھا کہ حضرت نے پچھلے خط سے پہلے والے خط کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ کچھ تصنیف و تالیف کا ایسا مشغلہ رکھوں جس سے دماغ پر زیادہ بار نہ ہو۔ حضرت کے اس اشارہ نے ہمت تو یقیناً اور زیادہ کر دی لیکن اپنی علمیت کا حال یہ ہے کہ کہنے کو تو علوم دینیہ میں فراغت حاصل کی لیکن دلچسپی زیادہ تر کیا تمام تر کہنا چاہئے کہ جدید فلسفہ سے رہی اور اسی کی نوکری ملی۔ کڑوا کریلا نیم چڑھا جو کچھ لکھا اسی فلسفہ کے سلسلہ میں اور اب جو کچھ لکھ سکتا ہوں اسی کے بارے میں لکھ سکتا ہوں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ فلسفہ سراپا گمراہی کا دفتر ہے لیکن اپنی پوری طاقت سے فلسفہ کی تعلیم و تصنیف دونوں میں اس بات کی کوشش رہی کہ گمراہی کی باتوں کا وزن کم کروں۔ اور کام کی کوئی بات ہو تو اس سے دین کی تائید کا کام لوں۔ اب ایسے تالیف و تصنیف کے شغل کے بارے میں جو حضرت کی رائے ہو۔

تحقیق: عین مقصود ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ نقصان کو فائدہ کا آلہ فرما دیا۔ جس سے پچھلی ظلمت و کدورت کا کفارہ اور آئندہ کے لئے طاعات و حسنات کا ذخیرہ ہو گیا ﴿اولئك يبدل الله سياتهم حسنات﴾ کا ایک منظر اور عارف رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کہ ؎

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی ❁ گرچہ جوئے خوں بود نیلش کنی

ایں چنیں مینا گریہا کارتست ❁ ایں چنیں اکسیر ہاز اسرار تست

ترجمہ

❶ تیرے پاس (قدرت کی) کیمیا ہے کہ تو اس (خرابی) کو (اچھائی سے) بدل سکتا ہے اگرچہ وہ (ناپاکی کے لحاظ سے) خون کی ایک نہر (کی طرح) ہو مگر (تو چاہے) تو اس کو دریائے نیل (کی طرح پاک) بنا سکتا ہے۔

❷ ایسی قدرتی نقاشیاں (کرنا) تیرا ہی کام ہے ایسی کیمیائیں تیرے ہی بھیدوں میں سے ہیں۔

ایک مظہر ہے۔ضرور اس کا سلسلہ کم و زیادہ جاری رکھئے۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ)

نماز میں تصور کہ حق تعالیٰ میرے سامنے ہیں، کام کرنا چاہئے

حَال: میں نماز میں یہ تصور کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ میرے سامنے ہیں اور حضور والا کی برکت سے بہت آسانی سے یہ تصور قائم ہو جاتا ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ اکثر اوقات میں (تو) یہ تصور خود بخود قائم ہو جاتا ہے کہ حق تعالیٰ میرے سامنے ہیں اگر میں اس وقت لیٹا ہوتا ہوں تو پاؤں سمیٹ لیتا ہوں، اگر بیٹھا ہوتا ہوں تو ادب سے بیٹھ جاتا ہوں اور اگر کوئی شعر پڑھتا ہوں تو خاموش ہو جاتا ہوں۔ کبھی مطب کے وقت یہ کیفیت ہوتی ہے اس وقت ادب کو جی چاہتا ہے اور ادب کی حالت میں آزادی سے کام کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کے تصور کو ہٹانے کو کسی طرح جی نہیں چاہتا اور ادب کی وجہ سے کام ہو نہیں سکتا۔ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہئے۔

تحقیق: کام کرنا چاہئے اس تصور کے ساتھ کہ مجھ کو حکم ہوا ہے کہ کام جاری رکھو۔ اس وقت دونوں باتوں کا ایک ساتھ ہونے کا مشاہد (نظر) ہو جائے گا اور کوئی الجھن نہ ہوگی۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ)

صبر کی دعا بلاء کی دعا ہے

حَال: حضرت عالی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے۔

تحقیق: راحت و عافیت کی دعا کرتا ہوں اور کرنا چاہئے پھر خواہ وہ بصورت صبر ہی عطا ہو اور خود صبر کی دعا بلا کی دعا ہے۔ چنانچہ یہ مضمون ایک حدیث میں بھی آیا ہے "رواہ الترمذی من حدیث معاذ قولہ صلی للہ علیہ وسلم لمن سمعہ یقول اللھم انی اسئلك الصبر فقال سئلت اللہ البلاء فسئلہ العافیۃ کذا فی تخریج العراقی لاحادیث الاحیاء" (جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا جس کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! میں آپ سے صبر مانگتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ سے بلاء کو مانگ لیا ہے اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگا کرو)۔ اور حدیثوں میں جو صبر کی دعا آئی ہے اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ وہاں یا "صبر علی البلاء" (بلاء پر صبر) مراد نہیں ہے صبر علی الطاعۃ یا عن المعاصی (نیکیوں پر جمے رہنا یا گناہوں سے رکے رہنا) ہے اور یا اگر صبر علی البلاء ہے تو مستقلاً مقصود نہیں ہے بلکہ یا تو عافیت کی دعا کے ساتھ اس کو لایا گیا ہے پھر اس کے لئے جو صورت علم الٰہی میں مصلحت ہوگی وہ ہو جائے گی یا وہ ابتدا ہے کسی مقصود کا خود اصل مقصود

نہیں جیسے طالوت کے لشکر کی دعا۔ ”ربنا افرغ علینا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامِنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ“ یا فرعون کے جادوگروں کی دعا۔ ”ربنا افرغ علینا صبرا وتوفنا مسلمین“ کہ ایک جگہ جہاد میں ثابت قدمی اور کافروں پر غلبہ اور ایک جگہ ایمان پر ثابت قدم رہنا، اللہ تعالیٰ کی رضا اور تفویض دعا سے مقصود ہے۔ اس کی تائید حدیث ”لا تتمنوا القاء العدو فاذا لقیتموھم واصبروا“ (کہ تم دشمن سے لڑائی کی تمنا نہ کیا کرو ہاں اگر دشمن سے لڑائی ہو تو جمے رہو) سے ہوتی ہے کہ جہاد جو کہ نیکیوں میں ایک بڑی نیکی ہے مگر اس کا پیش آنا کبھی دشمن کا سبب ہوتا ہے اس لئے اس کو مقصود سمجھ کر تمنا کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس (تمنا) میں ایک طرح دشمن کو نقصان پہنچانے کی تمنا ہے اور (اگر جہاد) پیش آجائے تو اس وقت صبر کرنے (یعنی جمے رہنے) کا حکم فرمایا ہے۔

اسی طرح صبر کی طلب بلاء کی طلب ہے۔ لیکن بلاء کے پیش آجانے کے وقت صبر کا حکم ہے۔ لیکن جو بلاء پیش آنے کے بعد ختم نہیں ہو جیسے محبوب کی موت وہاں صبر خود مستقل مقصود کے مشابہ ہوسکتا ہے اگر چہ وہاں بھی اصل مقصود رضا بالقضا ہے یہ ساری قریب قریب کی باتیں ہیں اس لئے ایک سے جو مقصود ہے دوسرے سے وہ مقصود ہو کہہ سکتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہاں عافیت بلاء کو دور کرنے کے معنی میں مقصود نہیں اس لئے صبر کو اس مقصود کا مقدمہ نہیں کہہ سکتے۔ (النور، جمادی الاخری ۱۳۵۸ھ)

قرآن کے یاد ہونے کی دعا مانگنا اور سر پر روشنی ہونا حالتِ محمودہ ہے

حَالؒ: ایک مستورہ کی طرف سے۔

اس قمری مہینہ کی تیرہ تاریخ کو یہ واقعہ پیش آیا کہ جب میں عشا کی نماز پڑھنے کے لئے جائے نماز پر کھڑی ہوئی تو دل سے خلوص کے ساتھ یہ الفاظ نکلے کہ آج تو اللہ میاں سے صرف قرآن کریم یاد ہونے کی دعا مانگنی ہے کیونکہ قرآن کریم کے پڑھنے کی طرف میرا زیادہ خیال رہتا ہے۔ عشاء کی نماز ختم کر کے بہت ہی عاجزی اور خلوص کے ساتھ دعا مانگنے کے لئے سجدہ میں گر پڑی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور یہ دعا مانگ رہی تھی کہ یا اللہ آپ کے فضل واحسان سے جو نعمتیں کہ اس وقت پہنچ رہی ہیں ان کا شکریہ اگر ساری عمر ادا کروں تو نہیں کر سکتی لیکن اپنی نعمت خاص قرآن کریم بھی مجھے عطا فرما۔ دوسری دفعہ حضور پرنور ﷺ کے وسیلہ سے یہ دعا مانگی۔ تیسری دفعہ حضرت (یعنی حضرت تھانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی) کے وسیلہ سے یہ دعا مانگی۔

ان تینوں حالتوں میں دعا کرتے وقت بندی کے سر پر نور چھا گیا جس کی روشنی صرف سر پر ہی تھی۔ میں

بالکل بیداری کی حالت میں تھی۔ روشنی ہونے پر غور سے دیکھا دل پر بوجھ اور خوف طاری ہوگیا اور ڈر کے مارے دوسرے کمرہ میں جانے کا ارادہ کیا تو خیال ہوا کہ وہاں بھی یہ حالت ہوجائے گی۔ استغفار پڑھنا شروع کردیا اور پڑھتے میں اٹھ کر دوسرے کمرے میں بچوں کے پاس چلی گئی۔ حضرت ایسا واقعہ کبھی نہیں ہوا۔ یہ بات بھی ہے کہ اس بات کو مطلوب و مقصود نہیں سمجھتی ہوں۔ صرف حالات حضور کی خدمت عالیہ میں عرض کرتی ہوں۔

تحقیق: ایسے حالات محمود ہیں اور نیک علامات ہیں ان پر شکر کرنا چاہئے مگر چونکہ مقصود نہیں لہٰذا ان کی حقیقت معلوم کرنے کی ضرورت نہیں۔ (النور، جمادی الاخری ۱۳۵۸ھ)

کبھی اختیاری اور غیر اختیاری کا پتہ نہیں چلتا تو ہر ایک کا حق ادا کیا جائے

حال: خیر اور باتوں میں حرج نہ تھا لیکن نماز، تلاوت اور ذکر میں یہ حالت بڑی شرمناک معلوم ہوتی ہے۔ حدیث نفس کا مرض بھی بدستور بلکہ روز بڑھ رہا ہے وہ بھی نماز وغیرہ کسی حالت میں پیچھا نہیں چھوڑتا ہے اس حد تک کا فیصلہ میرے لئے مشکل ہوگیا کہ ان باتوں کو کہاں تک میں اپنے لئے اختیاری سمجھوں اور کہاں تک غیر اختیاری۔ کبھی خیال ہوتا ہے کہ بالکل اختیار سے باہر ہیں اور کبھی معلوم ہوتا ہے کہ نہیں عزم سے دور ہوسکتی ہے مگر یہ عزم ناکامی پر ختم ہوتا ہے۔

تحقیق: بندہ کو اتنی کوشش کا حکم نہیں ہے درمیانی فکر سے جو چیز اختیاری معلوم ہو مقابلہ کرے جب عاجز یا عاجز جیسا ہوجائے تو دونوں احتمالوں کا حق ادا کرے۔ غیر اختیاری ہونے کے احتمال پر تو صبر کرے کہ مجاہدہ ہے اور اختیاری ہونے کے احتمال پر استغفار اور دعائے ہمت وقوت کرے اور فقہ کی باتوں میں اس کی مثال مشکوک پانی سے وضو کرنے کے بعد اس کے ساتھ تیمّم کرنا ہے اس میں سب احکام کی رعایت ہوجائے گی اور کوشش کے غلو سے کہ ایک درجہ میں وہ منع بھی ہے "کما قال علیه السلام من شاق شاق اللّٰه وکان الحافظ ترجمه بقوله" (کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو سختی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ سختی کرتے ہیں اور حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ترجمہ اپنے اس شعر میں کیا ہے) ؎

گفت آسان گیر بر خود کارہا کز روئے طبع ❀ سخت میگر دو جہاں بر مرد مان سخت کوش

(کہ اپنی طبیعت کے مطابق آسان کام اختیار کرو کیونکہ جو سختی کرتے ہیں زمانہ بھی ان کے ساتھ سختی برتتا ہے)۔

اور یہ پریشانی کا سبب بھی ہے (کما ہو مشاہد) محفوظ رہے گا۔ (النور، جمادی الاخری ۱۳۵۸ھ)

عجز وعبدیت نصیب ہونا حق تعالیٰ کا بڑا انعام ہے

حال: عجز وعبدیت کا ایک سبق مسلسل ملتا رہتا ہے اور جو کچھ امید رہ گئی ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ کیا عجب ہے کہ دوسرے معاملات کی طرح اس بارے میں بھی حضرت کی دعا ہی کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو جائے اس لئے اپنی ڈھال ڈال کر بس حضرت کی دعا اور اس کی رحمت کا امیدوار ہوں۔

تحقیق: اس نتیجہ کا حاصل ہونا کتنا بڑا انعام ہے اور اس کا سمجھ میں آ جانا انعام علی انعام (انعام پر انعام) ہے "اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ" (میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں) کے مطابق انشاء اللہ تعالیٰ اس پر رحمت ہی کا نتیجہ نکلنے کی امید ہے۔ (النور، جمادی الاخری ۱۳۵۸ھ)

جان بوجھ کر مصلح کو اطلاع نہ دینا سلوک کے راستے کی لغزشوں میں سے ہے

حال: میں نے درمیان میں جان بوجھ کوئی خط نہیں لکھا تا کہ میں دیکھ سکوں کہ میں اپنے وعدہ پر کہاں تک رہتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ بیماری کے علاوہ میں عموماً تہجد کی نماز اور بعد از مغرب چار نفل رکعات کا پابند رہا ہوں۔

تحقیق: اس مصلحت سے حالات کی اطلاع نہ دینا اس راستے کی لغزشوں میں سے ہے کبھی اطلاع دینے ہی کو وعدہ کے پورا کرنے میں دخل ہوتا ہے۔ کیا طبیب کو صحت کے مکمل ہونے کے انتظار میں حالات کی اطلاع نہ دینا علاج کے احوال کے خلاف نہیں جبکہ طبیب نے ایسا مشورہ نہ دیا ہو۔ پھر نوافل ہمیشہ لازمی طور پر پڑھنے کے امتحان کو معیار قرار دینا یہ لغزش سے زیادہ اس راستے کے علم نہ ہونے کی دلیل ہے اس کا تدارک تو شرائط واجبہ سے ہے۔

حال: میں تھانہ بھون کے قریب سے گذرا مگر اس خیال سے نہیں اترا کہ جب تک آپ واضح اجازت نہ دیں جانا مناسب نہیں۔

تحقیق: خیر یہ تو احتیاط کا ایک حصہ ہو سکتا ہے۔

حال: اب تعلیم وارشاد کے بارہ میں مزید ہدایات تحریر فرمائیے۔ منتظر ہوں۔

تحقیق: ضروری مشورہ عرض کر دیا ہے۔ (النور، رجب ۱۳۵۸ھ)

جماعت کی پابندی، فرائض کا اہتمام، معاصی سے اجتناب ہونا اس کو سلطنت میں بھی نقصان دہ نہیں

حال: ایک اجازت یافتہ کی طرف سے۔

حضرت مدت سے خیال تھا کہ جلد فارغ ہوکر اللہ کے ذکر اور آخرت کی فکر میں مشغول ہو جاؤں مگر ابھی تک کاروبار میں گھرا ہوا ہوں لیکن خدا کا فضل ہے کہ جماعت کی پابندی فرائض کا اہتمام اور معاصی سے اجتناب کا خیال رہتا ہے۔

تحقیق: تو اس حالت میں کاروبار تو کیا سلطنت بھی نقصان دہ اور مقصود میں رکاوٹ نہیں کیا حضرات خلفائے راشدین نے سلطنت نہیں کی۔ (النور، رجب ۱۳۵۸ھ)

حضور قلب کا نہ ہونا سلوک کی لازمی اور معمول کی چیزوں میں سے ہے

حال: ایک عرصے سے دماغ پر بعض خیالات وافکار کے سوار رہنے کی وجہ سے حضور قلب کی کوشش میں ناکامی بہت رہتی ہے اور سفروں اور طبیعت میں یکسوئی کے ساتھ ایک جگہ نہ رہنے سے معمولات کے شوق میں رکاوٹ اور غصہ کے علاج میں فرق پڑ گیا۔ پھر اب کوشش کر رہا ہوں مگر وہ برکت معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے دعائے خاص کا طالب ہوں خصوصاً قوت ہمت کے لئے۔

تحقیق: ایسی تبدیلیاں اکثر اسباب سے اور کبھی اسباب کے بغیر بھی اس راستے کی لازمی اور معمول کی چیزوں میں سے ہیں۔ مگر اس کی پرواہ نہ کی جائے جو چیزیں اختیاری لازمی ہیں ان کو جاری رکھا جائے۔ آہستہ آہستہ سب حالات دل کی چاہت کے مطابق ہو جاتے ہیں جس کی مدت تعیین استعداد کے مختلف ہونے کی وجہ سے نہیں ہوسکتی۔ دعا بھی کرتا ہوں۔ (النور، رجب ۱۳۵۸ھ)

عمل کے وقت ارادہ ضروری ہے

حال: حضور کی تعلیم کے مطابق عمل کرتا ہوں لیکن بعض اوقات استحضار نہیں رہتا۔

تحقیق: اپنی طرف سے اس (استحضار) کا ارادہ ضروری ہے پھر چاہے رہے یا نہ رہے۔ (النور، صفر ۱۳۵۹ھ)

روحانی مرض کا علاج ایسا ہو کہ پھر عود نہ کرے، ایسا سوال جہالت ہے

حال: حضرت! بندہ نے پہلے خط میں یہ عرض کیا تھا کہ ”نماز کے اندر ریاء کا خیال آتا ہے۔“ (آخر تک) اس کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا۔ ریا اختیاری ہے یا غیر اختیاری اور یہ خیال اختیاری ہے یا غیر اختیاری ہے حضرت! کیا عرض کروں حضرت کا جواب پڑھتے ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ریا اختیاری ہے اور خیال پہلے تو اختیار کے بغیر آتا ہے بعد میں تصور کرنا اختیاری ہے مگر بفضلہ تعالیٰ حضرت کی تحریر کی برکت اتنی ہوئی کہ اسی دن سے بندہ کو اس مہلک مرض سے نجات ملی اور اس کے بعد وہ خیال شاید ہی آیا ہو۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو

خوش رکھے آمین ثم آمین۔

اب عرض یہ ہے کہ بندہ تقریباً سات سال سے حضرت کی خدمت میں خطوط لکھتا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ بندہ کو اتنا فائدہ ہوا جس کو بندہ ظاہر نہیں کرسکتا۔ ایسی آسان آسان تدبیریں حضرت نے بتائیں جن کا شکریہ قیامت تک ادا نہیں ہوسکتا مگر چند دن سے یہ ایک بات بندہ پر مشکل گذری اور بندہ کی ساری کوشش ختم ہوئی مگر کسی طرح نجات نہیں ملتی وہ یہ کہ جس مرض کا علاج حضرت سے کرایا اور وہ مرض جاتا رہا اور اس سے مطمئن ہوگیا مگر دو چار ماہ تک اس کا کوئی اثر نہیں پایا۔ (پھر) اچانک ظاہر ہوکر بندہ کو گرفتار کرلیتا ہے اور بندہ مغلوب ہوکے گناہ میں گرفتار ہوجاتا ہے اور جب گناہ ہوجاتا ہے تو اس وقت اتنا خوف طاری ہوتا ہے گویا کہ مایوسی اور محرومی یقینی نظر آتی ہے اور گریہ وزاری میں لگ جاتا ہے اور کئی دن تک نہ کھانا اچھا لگتا ہے نہ چلنا۔ مگر اپنا عمل نہیں چھوڑتا ہے۔

اب عرض یہ ہے کہ اس کے لئے کیا کروں۔ کئی دن سے دل میں یہ بات آتی ہے کہ بندہ خود ہمیشہ حق جل جلالہ سے دعا و استغفار کرتا رہتا ہے مگر اس نالائق کی دعا کا کیا ٹھکانہ۔ لہٰذا حضرت ہی سے دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ شاید حضرت کی برکت سے خدائے عزوجل اس نالائق پر اپنا فضل کرے اور کامل اصلاح کی توفیق عنایت کرے۔ امید ہے کہ بندہ کی اصلاح کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین

تحقیق: اگر کسی کو بخار آئے اور طبیب کا نسخہ استعمال کرنے سے ختم ہوجائے تو کیا یہ بھی علاج کے لئے ضروری ہے کہ بخار دوبارہ نہ آئے یا اگر دوبارہ آئے تو پھر نسخہ استعمال کرلے یا طبیب سے نسخہ کو استعمال کرنے کے بجائے یہ سوال کرے کہ میں اب کیا کروں جس سے کبھی عمر بھر بھی مرض لوٹ کر نہ آئے۔ کیا ایسا سوال جہالت نہ ہوگا۔ خاص کر جب وہ لوٹنا اپنی غفلت اور بدپرہیزی (کی وجہ) سے ہو تو اس وقت اپنے نفس سے سوال مناسب ہے یا طبیب سے یا طبیب سے دعا کرا کر کہ یہ اعتقاد جائز ہے کہ اس دعا کے بعد میری بے احتیاطی کے باوجود مرض لوٹ کر نہ آئے گا کیا یہ اعتقاد بھی جہالت نہ ہوگا۔ (النور، صفر ۱۳۵۹ھ)

روزی حاصل کرنے کے لئے مطب اختیار کرنا اگر دین کے لئے نقصان دینے والا نہ ہو تو جائز ہے

حال: اس سے پہلے میں نے جو خط بھیجا تھا وہ بے شک مجمل تھا اس کوتاہی پر مجھے بہت ندامت ہے اور حضور والا سے معافی کا خواستگار ہوں۔ امید ہے کہ حضور والا برائے شفقت بزرگانہ معاف فرمائیں گے۔

اب حضور والے کے ارشاد گرامی کے موافق چند مثالوں سے اپنے مقصد کو واضح کرتا ہوں۔

❶ زید رزق کے حصول کے لئے مطب کرتا ہے اور صرف اپنے مقرر کردہ اوقات کی پابندی کرتا ہے اور صرف اپنے ذمہ اتنی تدبیر واجب سمجھتا ہے اس کے بعد جو کچھ آمدنی ہوتی ہے اس کو قسمت پر محمول کرتا ہے۔

تحقیق: اگر یہ صورت اکثر زید اور اس کے اہل وعیال کی ضروریات کے لئے کافی ہو جاتی ہو تو واجب کو ادا کرنے کے لئے کافی ہے اور افضل بھی ہے۔

حال: ❷ عمرو رزق کے حصول کے لئے مطب کرتا ہے مقرر شدہ اوقات کے علاوہ پابندی کے وہ اشتہار بھی دیتا ہے کہ "میں فلاں مقام پر مطب کرتا ہوں اور ان امراض کا خاص طور پر علاج کرتا ہوں۔" وہ اس قدر تدبیر کرنا اپنے ذمہ واجب سمجھتا ہے اس کے بعد جو کچھ آمدنی ہوتی ہے اس کو قسمت پر محمول کرتا ہے۔

تحقیق: اگر پہلی صورت ضروریات کے لئے کافی نہ ہو تو پھر اس صورت کو ضروری کہیں گے ورنہ غیر ضروری اگرچہ جائز ہو۔

حال: ❸ بکر رزق کے حصول کے لئے مطب کرتا ہے۔ مقرر کردہ اوقات کے علاوہ پابندی سے اشتہار بھی دیتا ہے اور لوگوں سے اپنے مطب کے لئے اپیل بھی شائع کراتا ہے اخراجات نہ نکل سکنے پر وہ مختلف شہروں میں مطب تبدیل کرتا ہے اور پھر بھی یہ خیال کرتا ہے کہ اب بھی تدبیر پوری نہیں ہوئی۔ شاید کسی اور شہر میں مطب کرنا اس کے لئے بہتر ثابت ہو جائے اور آمدنی میں اضافہ ہو جائے۔

تحقیق: یہ ظاہری طور پر غلو (زیادتی) ہے پھر بھی اگر دین میں نقصان دہ نہ ہو تو جائز ہے لیکن نقصان کا اندیشہ ضرور ہے۔ لیکن اگر اس کے بغیر ضروریات مہیا نہ ہو سکیں تو معذور (یعنی مجبوری) ہے۔

حال: اب میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مطب کی صورت میں رزق کے حصول کے لئے کتنی تدبیر اختیار کرنے کے بعد مجھے مطمئن ہو جانا چاہئے۔

تحقیق: تفصیل اوپر لکھ دی گئی ہے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۹ھ)

حدیث میں آنے والی دعاؤں کا اثر ظاہر نہ ہونا اس میں عبدیت (بندگی) و تفویض (اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے) کا امتحان ہے

حال: حدیث میں جو دعائیں اور اوراد آئے ہیں پڑھ رہا ہوں مگر ان کا کچھ اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے۔

تحقیق: اس پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ دعاؤں کے اثر کو دواؤں کے اثر پر قیاس کیا جاتا ہے اور یہی غلطی ہے۔ دونوں (میں) سنت اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی عادت) جدا جدا ہیں۔ دوا کے اثر کرنے کی شرطیں اور رکاوٹیں کم ہیں

دعا کی زیادہ ہیں جس میں بہت حکمتیں ہیں۔ ایک صاف حکمت یہ ہے کہ دعا عبادت ہے جس کی روح عبدیت ہے۔ اگر یہ فوراً قبول وموثر ہو جاتی تو اس میں عبدیت وتفویض کا امتحان نہ ہوتا۔ واللہ اعلم۔ اور اگر اس اثر کا وعدہ آخرت میں کیا گیا ہے تو پھر یہ سوال ہی نہیں ہوتا۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۹ھ)

بعض اساتذہ یا ان کی اولاد وغیرہ کا پریشان ہونا، اس کا علاج

حَال: (ایک اہل علم واہل اجازت کی طرف سے)

احقر بہت زیادہ پریشان ہے بے نماز کو یا ڈاڑھی منڈانے والے کو یا عام لوگ کسی کے بارے میں مشہور کریں کہ یہ شخص بدمعاش، لونڈے باز یا رنڈی باز اور شرابی ہے یا سود خور ہے تو ان فساق (گناہ گار) لوگوں پر بہت سخت غصہ آتا ہے، اور طبیعت بے حد پریشان ہوتی ہے مگر اسی وقت جان بوجھ کر یہ خیال لاتا ہوں کہ شاید اس شخص میں کوئی ایسی خوبی بھی ہو جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اور میرے اندر کوئی عیب ہو جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو جس کی وجہ سے میں مردود ہوں اور وہ لوگ اس خوبی کی وجہ سے مقبول ہوں۔ اس خیال کے باوجود غصہ کی وجہ سے ان لوگوں سے سلام وکلام نہیں کرتا ہوں۔ ان لوگوں میں بعض ایسے لوگ ہیں کہ میرے استاد ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ میرے استادوں کی اولاد ہیں ان لوگوں کا میں ادب لحاظ کچھ نہیں کرتا جس سے ان لوگوں کے جو حقوق مجھ پر ہیں وہ ضائع ہوتے ہیں۔ حضرت! اللہ تعالیٰ کے لئے تحریر فرمائیے کہ ایسی حالت میں کیا طریقہ اختیار کروں؟

تحقیق: فقہ واصول پڑھنے والا ایسی باتوں میں حیران و پریشان ہو تعجب ہے بہت سے معاملات دوقسم کے ہوتے ہیں۔ فقہا دونوں قسموں کا حق ادا کرتے ہیں پہلے حصہ میں جو دونوں قسموں کے حق ادا کرنے کے بارے میں لکھا ہے ٹھیک ہے لیکن اخیر میں تذبذب کیوں ہوا۔ یہاں بھی دونوں قسموں کا حق ادا کرنا ممکن ہے کہ دل میں انکار ہو مگر ظاہری برتاؤ میں ان کا ادب کیا جائے۔ حدیثوں میں اس کی مثالیں مذکور ہیں ہاں اگر اعراض سے ان کی اصلاح کی امید ہو تو اس کی بھی اجازت ہے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۹ھ)

معاشرت ومعاملات کے خلاف ہونے سے رنج ہونے کا علاج

حَال: دوسری حالت یہ ہے کہ آداب معاشرت ومعاملات میں بندہ کی احتیاط رکھنے کی کوشش ہے۔ دوسروں سے بھی راحت رسانی وصفائی معاملات کی امید رہتی ہے۔ جب کسی کے معاملۂ لین دین میں خرید وفروخت میں صفائی نہیں پاتا تو طبیعت میں بہت رنج رہتا ہے۔ یہی بات گھر میں پاتا ہوں تو کہتا ہوں کہ گھر کا کام انتظام اور صفائی سے کیوں نہیں کیا جاتا۔ یا کوئی بات ادھوری اور فضول کیوں کہی جاتی ہے تو گھر میں اصلاح نہیں ہوتی بلکہ

اہلیہ اس طرح سمجھانے کو بدخلقی سمجھ کر رنج کرتی ہے اور پھر بندہ کو دگنا رنج ہوتا ہے اور حالت افسردہ رہتی ہے کس طریقہ سے احتیاط کرنی چاہئے۔

تحقیق: کیا اس طریقے میں کوئی خلافِ شرع ہونے کا شبہ ہے اگر ہے تو اس کو ظاہر کریں اور اگر نہیں ہے تو پھر دوسرا طریقہ کیوں تلاش کیا جاتا ہے۔ اگر فضیلت یا راحت کے لئے دوسرے طریقہ کی تلاش ہے تو جتنے طریقوں پر عمل کر سکتے ہوں سوچ کر لکھوتا کہ مجھ کو تعین میں آسانی ہو اور اس کے بغیر اگر میں نے بتایا تو ممکن ہے کہ اس پر عمل مشکل ہو اور وہ واجب بھی نہ ہوگا جس (پر عمل) کے لئے مشکل ہونا رکاوٹ نہیں (ہوگا) کیونکہ واجب میں مشکل ہونا عذر نہیں ہے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ)

(کتاب) ''تبلیغ دین'' اقویا (مضبوط، طاقت ور لوگوں) کے لئے ہے

حال: (کتاب) تعلیم الدین کا باب سلوک دیکھ رہا ہوں اس سے جو امراض اور عیوب اپنے اندر سمجھ میں آئے ہیں ان کو علیحدہ کاغذ پر لکھتا جاتا ہوں اس کے بعد (کتاب) ''تبلیغ دین'' دیکھنے کا ارادہ ہے اس سے جو سمجھ میں آئے گا لکھتا جاؤں گا۔ پھر ایک ایک کر کے حضور کی خدمت میں پیش کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

تحقیق: مناسب (ہے) مگر یہ بات ذہن میں رہے کہ تبلیغ دین میں اقویا کے مزاج پر کلام کیا گیا ہے جس کا تحمل اس وقت کے ضعفاء میں نہیں ہے اور علاج اس مزاج میں منحصر نہیں لہٰذا اس (علاج) کو اصل مقصود نہ سمجھا جائے۔

(النور، ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ)

نماز میں بھول کا علاج احضار (حاضر رکھنا) ہے نہ حضور (حاضر رہنا) ہے

حال: حضرت والا جو نمازیں اکیلے پڑھتا ہوں اس میں بھول بہت ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ نماز کی طرف دھیان نہیں رہتا خیال اِدھر اُدھر رہتا ہے اس میں شبہ ہو جاتا ہے کہ دو رکعتیں ہوئیں یا تین، تین ہوئیں یا چار۔ اس کی کوشش تو نہیں کرتا کہ خیالات اِدھر اُدھر نہ جائیں لیکن کبھی دل کو بہت رنج ہوتا ہے کہ میں یہ کیسی نماز پڑھتا ہوں اور تمنا کرتا ہوں کہ یکسوئی و دلجمعی کے ساتھ نماز پڑھنے کی توفیق نصیب ہو جائے۔

تحقیق: اگر حضور اختیاری نہیں لیکن احضار (یعنی حاضر رکھنا) اختیاری ہے جتنا ہو سکے چاہے اس کے نتیجہ میں حضور حاصل ہو یا نہ ہو اس میں دو غلطیاں ہوتی ہیں۔ ایک احضار کا قصد نہ کرنا دوسرے حضور کا قصد کرنا۔

(النور، جمادی الاخری ۱۳۵۹ھ)

اگر تہجد کی نماز کے لئے آنکھ نہ کھلتی ہو تو بعد عشاء کے پڑھ لینا چاہئے

حَال: خادم کی یہ حالت ہے کہ پانچ نمازوں کے علاوہ اور کچھ کام نہیں ہوتا ہے۔ تہجد کی نماز کے لئے بھی آنکھ نہیں کھلتی اور اگر کھلتی ہے تو وہ سستی ہوتی ہے کہ اٹھا نہیں جاتا۔ مجھے اپنی حالت پر افسوس ہوتا ہے۔

تحقیق: افسوس تو محبت کی علامت ہے جو مطلوب ہے۔ مگر افسوس کی بھی حدود ہیں جو چیز اختیاری ہو وہاں افسوس کے ساتھ اختیار سے بھی کام لینا چاہئے مثلاً تہجد اگر آخر رات میں نہیں تو عشا کے بعد پڑھ لی جائے اور جو چیز اختیاری نہ ہو وہاں صبر و استغفار و دعا کرنا چاہئے۔

حَال: کبھی نامعلوم کس کس قسم کے وسواس پیدا ہوتے ہیں۔

تحقیق: تو اس سے دینی نقصان کیا ہے۔

حَال: حضرت والا کی دعا اگر ہو تو یہ مشکل آسان ہو جائے گی۔

تحقیق: انکار کب ہے لیکن ہر بات میں صرف دعا پر اکتفا کرنا علمی و عملی کمزوری ہے۔ اوپر کی تفصیل کی ضرورت ہے۔ (النور، رمضان ۱۳۵۹ھ)

انفعالات مقصود نہیں افعال مقصود ہیں

حَال: اپنے برے حالات کیا عرض کروں۔ آج سے دو سال قبل جو کیفیت حلاوت (مٹھاس) وخشیت اور معیت حق تھی افسوس کہ وہ آہستہ آہستہ کم ہو کر ختم ہوگئی۔

تحقیق: (اس سے) نقصان ہی کیا ہوا یہ انفعالات ہیں جو مقصود نہیں۔ افعال کا درجہ مقصود ہے جو کہ اختیاری ہے اگرچہ اس میں لذت نہ ہو وفی مثلہ قیل (اسی کے بارے میں کہا گیا ہے) ؎

در بزم عیش یک دو قدح نوش کن برو ❀ یعنی طمع مدار وصال دوام را

ترجمہ: ''عیش کی محفل میں ایک دو جام پیو اور چلتے بنو یعنی ہمیشہ یہاں رہنے کی تمنا نہ کرو۔''

(النور، شوال ۱۳۵۹ھ)

''رسالہ الصحیفة الفاضلہ فی اصلاح العاجلة والاجلة''

حمد وصلوۃ کے بعد احقر اشرف علی عرض کرتا ہے کہ یہ ایک خط ہے جو حضرت مرشدی قدس سرہ نے جناب نواب محمود علی خان صاحب مرحوم کو اس وقت تحریر فرمایا تھا جب ان کا ارادہ مکہ معظمہ ہجرت کرنے کا تھا اور اپنی

ریاست کا انتظام کرنے کے لئے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اس خط مبارک میں کیونکہ دین و دنیا دونوں کے اہم فوائد ہیں اس لئے اس کی اشاعت کو ہر طبقہ کے لئے مفید سمجھا گیا۔ ناظرین اس کے ہر ہر حصہ کو علوم عجیبہ کا خزانہ پائیں گے۔ وھو ھذا۔

حضرت مرشدی حاجی امداداللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے خط مبارک کی نقل

از مکہ معظّمہ حارۃ الباب مورخہ ۲۵/ جمادی الاول ۱۳۱۱ھ۔

فقیر امداداللہ عفی عنہ کی طرف سے۔ بخدمت سراپا جود وسخا حامی شریعت وطریقت جناب نواب محمود علی خان صاحب متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جب سے آپ تشریف لے گئے ہیں دل کو بہت تعلق سے ہے امید ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ خیر و عافیت کے ساتھ اپنے وطن پہنچ کر اپنے فرزندان و عزیز و اقارب کے دیدار سے خوش ہوئے ہوں گے۔ آپ بہت جلد اپنے مزاج مبارک کی خیریت و حالات سفر و دوسرے حالات سے سرفراز فرما دیں۔ فقیر کو آپ سے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے محبت ہے اور (الدین النصیحۃ) بڑی خیر خواہی دین کی ہے اس لئے خیر خواہانہ تحریر ہے۔

آپ اپنی ریاست کا انتظام اور حقداروں کے حقوق کی ادائیگی کا بندوبست اس طرح سے کر کے یہاں تشریف لائیں کہ آپ کو کچھ بھی پریشانی نہ رہے کیونکہ جب تک دل دنیاوی تعلقات اور پریشانیوں میں مشغول رہے گا عبادت و طاعت کی لذت وحلاوت ہرگز نہ ملے گی بلکہ جب تک دل غیر اللہ سے پاک وصاف نہ ہوگا تب تک نہ سچی توحید حاصل ہوگی اور نہ جمال مبارک حق کا آئینہ دل میں مشاہدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو ایک ہی قلب مخصوص اپنے واسطے عطا کیا کوئی دوسرا دل نہیں کہ اس میں دوسرے تعلقات مشاغل کو جگہ ہو۔ حرمین شریفین میں رہ کر دل کو ہند کے کاموں اور مشاغل میں مشغول رکھنے سے ہند میں رہ کر دل کو حرمین شریفین کی طرف متوجہ رکھنا بہتر ہے کیونکہ حقیقت ہی قلب سے ہے اگر قلب ہند میں رہا اور صرف ظاہری جسم حرمین شریفین میں رہا تو یہ ہجرت حقیقی نہ ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر دل کا عمل ہے۔ ﴿ان اللّٰہ ینظر الی قلوبکم ولا ینظر الی صورکم﴾ (کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو دیکھتے ہیں تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتے ہیں) اصل ہجرت تو یہ ہے کہ اللہ (تعالیٰ) کے واسطے اللہ کے سوا سب کو چھوڑ کر صرف اللہ کا ہو رہے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو اس قدر تو ضروری ہے کہ آپ (خود) کو اور اپنی اولاد و اموال و ریاست سب کاموں کو اللہ تعالیٰ کی وکالت میں سپرد کر کے خود تدبیر و بندوبست سے فارغ ہو جائیے۔ جب اللہ قادر و رحیم و کریم و علیم کو اپنا وکیل و کارساز بنا دیا تو بندہ

عاجز کسی کا محتاج نہ رہے گا۔ جب تک اللہ اور رسول کی محبت سب چیزوں پر غالب نہ ہوگی اور دینی کام دنیاوی کاموں پر یعنی باقی فانی پر غالب نہ ہو جائیں گے تب تک بندہ کا ایمان پورا نہ ہو سکے گا۔ مسلمان کو کامل مسلمان ہونے کی کوشش وفکر تو سب پر مقدم وفرض ہے۔ بس اپنے متعلق کوئی جھگڑا و دنیاوی تعلق نہ رکھیں جب سب اللہ تعالیٰ شانہ کے سپرد کر دیئے اور دنیا پر عقبی (آخرت) کو مقدم کر دیا تو سب کام درست وٹھیک ہو گئے۔ دنیا فانی بگڑے تو کیا، بنے تو کیا (جب اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تو ہرگز نہ بگڑے گی) جب عقبی و دین کی درستی ہوگئی تو ہفت اقلیم کی سلطنت بھی اس کے نزدیک بے حقیقت ہے۔ حضرت مولانا روم رَحِمَهُ اللهُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں ؎

عشق بر مردہ نباشد پائیدار

عشق را بر حی بر قیوم دار

ترجمہ: ''عشق مردے کے ساتھ پائیدار نہیں ہوتا ہے (اس لئے) عشق حی اور قیوم کے ساتھ کرو۔''

اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب فانی ہے اور عشق باقی (یعنی اللہ تعالیٰ کی باقی رہنے والی ذات کا عشق) باقی ہے۔ یا اللہ فانی کی محبت یعنی اولاد و اموال کی محبت اللہ حی و قیوم کی محبت سے ہم سب کو نہ روکے۔ بس مکہ و مدینہ میں رہنے کا لطف جبھی ہے کہ دل سب سے فارغ و خالی ہو۔ بہت علوم پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ جب تک عمل نہ ہو۔ نقل ہے کہ امام ابو یوسف صاحب رَحِمَهُ اللهُ تَعَالیٰ نے حضرت ابراہیم ادہم اقدس سرہ سے کہا تھا کہ درویش کے واسطے علوم کا سیکھنا ضروری ہے تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے ایک حدیث سنی ہے کہ (حب الدنیا راس کل الخطیات) جب اس حدیث پر عمل کرلوں تو اور علوم سیکھوں۔ ہدایت کے واسطے ایک آیت ایک حدیث کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ ہم کو اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی رضا مندی پر چلائیں اور ماریں (یعنی زندہ رکھیں اور اسی پر موت دیں)۔ حقیقت میں حضرت اس حدیث پر عمل ہو جائے تو انسان مقبول خدا ہو جائے۔ بری صفات جو مہلکات ہیں جیسے طمع وحرص وحسد وکینہ وعداوت وغضب وکبر وبخل وغیرہ سب دنیا کی محبت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح اچھی صفات جیسے صبر وتوکل ورضا وقناعت وتواضع وسخاوت وحلم وغیرہ سب دنیا کی محبت چھوڑنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ اولاد کے برابر عزیز اور والدین کے برابر شفیق ومہربان کوئی نہیں مگر اس دنیا کی محبت کی وجہ سے ان میں آپس میں مخالفت وعداوت ہو جاتی ہے اور جب دنیا کی محبت نہ رہے۔ سارے جہان کے غیر عزیز دوست ہو جاتے ہیں (اللهم اجعلنا منهم)۔

ایک بات ضروری یہ بھی ہے کہ داد و دہش (دینے دلانے) کا جھگڑا بھی اپنے ساتھ نہ ہو تو بہتر ہے بلکہ کل صدقات وخیرات بھی ریاست کے متعلق کر دیا جائے۔ بندہ کو اپنے آپ کو اپنے جسم وروح کو اللہ تعالیٰ کو دینا یہی

حقیقی سعادت و جوادی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو اپنے آپ کو دے دیا تو اب کوئی جود و سخا باقی نہ رہی اب اس کو لاکھ و کروڑ روزانہ خیرات کرنے کی حاجت باقی نہ رہی اہل اللہ کے برابر کوئی جواد و سخی نہیں ہوسکتا۔ فقیر کی تو یہ بھی صلاح نہیں ہوتی کہ آپ اپنے مصارف کے واسطے کچھ ریاست سے مقرر کرلیں۔ لیکن چونکہ ساری عمر اسباب پر رہی ہے اس لئے اس بارہ میں فقیر کچھ نہیں کہتا ہے۔ آپ اپنے نفس سے زیادہ واقف ہیں کیونکہ درویشی میں یہ بڑا شرک (اصطلاحی) ہے کہ رہیں تو باب اللہ باب رسول پر اور روزی مانگیں ہندوستان سے۔ کسی امیر کے دروازے پر کسی دوسرے سے مانگ کر کھانا امیر کی غیرت وغصہ کا سبب ہے۔ یہ کوئی بڑے درجات و مراتب کی بات نہیں کمال ایمان اور ادب کی بات ہے بس اپنے ضروری خرچ کے علاوہ زیادہ مقرر نہ کریں کہ لوگ آپ کے اوقات کو ضائع کرنے اور پریشان کرنے کا سبب نہ ہوں۔

امراء ورئیسوں کو بڑی خرابی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ انہوں نے مشورہ لینے کی سنت کو اپنی کم سمجھی کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔ مسلمان لوگوں کی تعلیم کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو (شاورھم فی الامر) (کہ آپ ان صحابہ سے معاملات میں مشورہ فرمائیے) تاکید سے فرمایا ہے۔ نصرانیوں نے اس آیت پر اس درجہ عمل کیا کہ ہزاروں قسم کی مجلسیں مقرر کیں ہر اخیار اور ہر رعیت کو رائے دینے کا مجاز کیا۔ اس کا نتیجہ جو کچھ ہوا آپ کو بھی معلوم ہے۔ مسلمانوں کو یہ خبط ہے کہ جب ہم دوسرے سے رائے لیں گے تو ہم کو لوگ کم عقل سمجھیں گے یا ہماری حکومت میں شریک ہو جائیں گے یا تکبر سے کسی کو مشورہ کے قابل نہیں سمجھتے۔ غرضیکہ اس قسم کے بیسیوں خبط ہیں بس اپنے خیر خواہوں سے مشورہ کر کے سب کاموں کا انتظام وانصرام اچھی طرح کر کے تشریف لائیں۔ اگر چار پانچ مہینے رکنا پڑ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ادھورا کام چھوڑ کر آنے میں پھر وہی پریشانی وتردد رہے گا۔ زمانہ میں عقل کے ساتھ دیانت دار کم ملتے ہیں۔ اگر ایسے لوگ مل جائیں تو حق تعالیٰ کا بہت شکر کرنا چاہئے اور ایسے آدمی کی قدر کرنی چاہئے کیونکہ ﴿لا یشکر اللّٰہ من لا یشکر الناس﴾ (جس نے لوگوں کا شکر نہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے والا نہیں ہے) خود اللہ تعالیٰ شاکر و مشکور ہیں۔ ہر شخص کی استعداد کے مطابق برتاؤ فرماتا ہے نیکوں کو ہر نیکی کے بدلے دس سے کم نہیں اور زیادہ کا انتہا نہیں عنایت کرتا ہے اور برائی کا برابر صرف ایک برائی۔ خود فرماتا ہے۔ ﴿افمن کان مومنا کمن کان فاسقا﴾ اس مسئلہ پر بھی فرنگیوں نے ایسا عمل کیا ہے جیسا (کرنا) چاہئے۔ ان کا ملازم یا ان کی رعیت کچھ اچھا کام کرتا ہے تو اس کا کیا کچھ شکر کرتے ہیں۔ اگر ملازم ہو تو اس کی کارگزاری کی کتاب میں توصیف اور تعریف لکھتے ہیں۔ اس کی خدمت کے لائق برابر ترقی کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض وقت دس روپے والے کی ترقی ہزار دو ہزار تک ہو جاتی ہے۔ ویسے بھی بذریعہ خطاب

وغیرہ ملازم ورعایا کی عزت کرکے اس کی دیانت و ہمت بڑھاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دیانت دار وغیر دیانت دار کے ساتھ یکساں سلوک ہوگا تو دیانتدار کی ہمت اس کی خیر خواہی کی طرف سست ہو جائے گی پھر سب کام خراب ہو جائیں گے۔ مسلمان رئیسوں کی زیادہ خرابی اس سے ہوئی کہ انہوں نے اہل و نااہل کی تمیز نہ کی۔ بہت سے رئیسوں نے جان بھی لیا کہ فلاں (ملازم) عاقل و دیانت دار ہے مگر تکبر یا بدعقلی کی وجہ سے اس کی قدر نہیں کرتے۔ بعضوں کو یہ خبط ہے کہ اگر ہم اس کی تعریف وترقی کریں گے تو یہ خراب ہو جائیں گے (نعوذ باللہ منہا) اپنی عقل کو شریعت کے رازوں سے بھی بڑھ کر سمجھنے لگے۔ فقیر نے بارہا دیکھا کہ دیانت دار کو خائن خود رئیس کر دیتے ہیں کیونکہ ملازم نے اپنے اوقات کو اپنے آقا کے ہاتھ اپنی ضروریات کے پورا ہونے کے بدلہ بیچ ڈالا۔ جب آقا کو اپنے ملازم کی ضروریات وحوائج کا خیال نہ ہوگا مثلاً اس کی حیثیت کے موافق اس کی حاجات پچاس روپیہ میں پوری ہوتی ہوں اور وہ پچیس روپیہ دے تو ملازم دوسری حاجتوں کو کہاں سے پوری کرے۔ آخر وہ خیانت کی طرف مجبور ہوگا۔ بس اس میں اللہ ورسول کے قانون کے مطابق کارروائی ہونے سے سب امور ٹھیک ہوتے ہیں۔ فقط (النور، ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ)

(تمت الصحیفة الفاضله)

ہر عمل میں خلوص نہیں، فکرِ معاش راجح ہے جواب فکرِ معاش فکر معاد (آخرت کی فکر) کے خلاف نہیں

حال: میری دین اور دنیا کا انحصار تو صرف حضرت اقدس ہی کے وسیلہ سے ہے۔ ورنہ میری حالت تو اتنی ابتر ہے کہ میرا کہیں ٹھکانہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے ساتھ صحیح تعلق قائم فرمائیں اور ہمیشہ قائم رکھیں۔ للہ حضرت اقدس خود اس ناکارہ اور پرانے برائے نام خادم کو اپنی طرف کھینچیں اور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت کا سچا اور مخلص خادم بنائے رکھے، اور دین و دنیا دونوں میں اس کی برکات نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ میں اپنے اندر صدق وخلوص بالکل نہیں پاتا ہوں اور نفس وشیطان ہر وقت مردودیت ومطرودیت کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

بے عنایات حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

ترجمہ: ''اللہ اور اللہ والوں کی مہربانیوں کے بغیر اگر فرشتہ بھی ہو تو اس کا اعمال نامہ سیاہ ہوگا۔''

اپنی اس ڈانواں ڈول حالت کا رونا بالکل شروع ہی سے روتا چلا آتا ہوں اور حضرت اقدس نے شروع ہی

میں احقر کی التجائے توجہ پر یہ شعر بہت ہی شفقت سے تحریر فرمایا تھا۔

؎ بندۂ پیر خراباتم کہ لطفش دائم است
زانکہ لطف شیخ و زاہد گاہ ہست گاہ نیست

ترجمہ: ’’میں میکدہ کے مالک کا غلام ہوں کہ اس کی مہربانی ہمیشہ رہتی ہے جبکہ ناقص شیخ اور زاہد (خشک اور شریعت کی پابندی) کی مہربانی کبھی کبھی ہوتی ہے۔‘‘

پنشن کے بعد ذہن کے خالی ہونے میں اپنے رذائل اور بھی کھل گئے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کمینہ خصلت اور برائی ایسی نہیں ہے جو میرے اندر پوری حد تک موجود نہ ہو اکثر مایوسی کا عالم طاری رہتا ہے اور کسی کام میں خلوص نہیں پاتا۔ بالکل جھوٹا ریا کار بداعمال بدحال بلکہ ایمان تک کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ چاروں طرف سے مایوس ہو کر بس اللہ تعالیٰ اور حضرت اقدس ہی کی جانب توجہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے میری مدد فرماتے رہئے ورنہ مجھ کو ہر وقت مردودیت و مطرودیت کا بہت ہی خوف ہے بلکہ کبھی تو غالب گمان (مردود) ہونے کا ہو جاتا ہے۔ معاذ اللہ منہ

ع مرا در دیست اندر دل الخ

پورے شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ: ’’میرے دل میں عشق کا ایسا درد ہے کہ ظاہر کروں تو زبان جل جائے اور اگر خاموش رہوں تو ڈرتا ہوں کہ ہڈیوں کا گودا نہ جل جائے۔‘‘

اگر حضرت سے نہ رووٴں تو اور کس سے جا کر حال عرض کروں۔ اللہ تعالیٰ ہی میری مدد فرمائے اور مجھ کو ہر گمراہی سے محفوظ و مامون رکھے۔ کسی کے ملنے جلنے کے قابل اپنے آپ کو نہیں پاتا جو حسن ظن حضرت اقدس کی بدولت رکھتے ہیں ان سے بہت ہی شرمندہ ہوتا ہوں۔ اور جی چاہتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو سب سے الگ کر لوں۔ اگرچہ اتنا لکھا لیکن اصلی حالت پھر بھی نہ ظاہر کر سکا بس دعا و توجہ حضور ہی کام آئے تو آئے۔

تحقیق: حدیث توبہ کی وجہ سے کہ ’’الندم توبة‘‘ (ندامت توبہ ہے) یہ استحضار و ندامت قلبی تو ہے جو ہر کمی کا تدارک ہے اگر کپڑا میلا ہو جائے دھو ڈالنا اس کا تدارک ہے اگر پھر میلا ہو جائے پھر دھو ڈالے یہی سلسلہ جاری رہے تو بھی رحمت ہے۔ والسلام

حال: پہلے عریضہ میں اپنی بری حالت کو عرض کیا تھا۔ جس کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا تھا کہ (کیا خدمت تعلیم فکر عاقبت سے الگ ہے) اس کے بارے میں ایک پریشانی باقی ہے۔ عرض کر کے شفا چاہتا ہوں۔ خدمت تعلیم بظاہر فکر معاش کا آلہ بنا ہوا ہے بلکہ اپنے ضعف پر نظر کرتے ہوئے فکرِ معاش اصل اور زیادہ مقدم نظر آ رہا

ہے اس لئے ہاتھ باندھے ہوئے عرض ہے کہ موجوں میں ڈوبے ہوئے کو ساحل نجات پر پہنچایا جائے۔
تحقیق: کیا فکرِ معاش اور فکر معاد (آخرت کی فکر) دونوں ایک ساتھ نہیں ہو سکتے؟

ان ہی صاحب کا دوسرا خط

حال: پہلے عریضہ میں فکر معاد (آخرت کی فکر) کے بارے میں اپنا شبہ عرض کیا تھا جس کے جواب میں ارشاد عالی ہوا تھا (کیا فکر معاش اور فکر معاد ایک ساتھ نہیں ہو سکتے) اس کے بارے میں عرض ہے کہ بے شک دونوں ایک ساتھ ہو سکتے ہیں مگر غور وفکر کے باوجود مجھے ایک ساتھ ہونے کی ایسی صورت سمجھ میں نہیں آئی جس سے قلب کو اطمینان حاصل ہو جائے لہٰذا مودبانہ عرض ہے کہ ایک ساتھ ہونے کو ارشاد فرما کر مطمئن فرمایا جائے۔
تحقیق: حدیث (میں ہے کہ) "كسب الحلال فريضة بعد الفريضة" (کہ حلال کمانا فریضہ کے بعد فریضہ ہے) اس حدیث میں صاف ہے کہ معاش کی فکر بھی آخرت کی فکر کا ایک بڑا حصہ ہے جس کا بڑا ہونا لفظ فریضہ سے ظاہر ہے۔

ان ہی صاحب کا تیسرا خط

حال: فکر معاش اور فکر معاد کے ایک ساتھ ہونے کی جو صورت حضرت والا نے ارشاد فرمائی پوری طرح سمجھ میں آ گئی اس میں ایک پریشانی باقی ہے وہ یہ کہ دین دنیا کا ذریعہ نظر آ رہا ہے اور الٹ ہونا چاہئے۔ لہٰذا ایسی ترکیب ارشاد فرمائی جائے جس سے دنیا پر دین کو غلبہ ہو جائے۔
تحقیق: دنیا جو نظر آ رہی ہے صورت کے اعتبار سے معنی کے اعتبار سے نیت کی وجہ سے دین ہی ہے۔ ورنہ خالص دنیا کو فریضہ نہ فرمایا جاتا جو کہ دین اور اطاعت کی قسم ہے۔ اس میں صلوۃ حاجت کی مشروعیت کی صاف دلیل ہے جس کے مقرر کرنے کا مقصد ہی دنیاوی ضرورت ہے وہاں بھی یہی وجہ ہے۔ (النور، محرم ۱۳۶۰ھ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت لینے کے لئے تین مرتبہ سلام کرنے کی حکمت

حال: ایک حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب کرنے کے لئے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تین مرتبہ السلام علیکم کہا اور وہ ہر دفعہ آہستہ جواب دیتے رہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو انہوں نے نیچے والے الفاظ سے (اپنے آواز سے جواب نہ دینے کا) عذر کیا۔

"ولقد رددت علیك ولم اسمعك احببت ان استكثر من سلامك ومن البركة" (کہ میں نے آپ کے سلام کا جواب دیا مگر آپ کو سنایا نہیں تا کہ آپ کے سلام اور برکت کو زیادہ سے زیادہ حاصل کروں)۔ اس پر شبہ یہ ہے کہ ان کے آہستہ جواب دینے سے آنحضرت ﷺ کو انتظار کرنے کی اور واپس ہونے کی تکلیف ہوئی انہوں نے اس کو کیسے گوارا کر لیا اور حضور ﷺ نے اس پر تنبیہ کیوں نہ فرمائی اس میں حکمت کیا ہے۔

تحقیق: ایذا عادۃً جب ہوتی ہے کہ مخاطب کا موجود ہونا اور سننے والا ہونا اور معذور نہ ہونا معلوم ہو۔ (یعنی جس سے بات کی جائے اس کا موجود ہونا معلوم ہو اور اس کا سننا بھی معلوم ہو اور اس کو کوئی مجبوری نہ ہو معلوم ہو) پھر بعد میں جب موجود ہونے اور سننے کا علم ہوا تو ساتھ ہی عذر کا بھی علم ہو گیا تو کوئی ایذا کا کوئی موقع پیش نہیں آیا ورنہ اگر حضور اقدس ﷺ بھی اپنے حسن اخلاق سے کچھ نہ فرماتے تو حق تعالیٰ تو تنبیہ فرماتے "نبه تعالٰی علی اخف من هذا فی قوله لا تدخلوا بیوت النبی الی قوله ﴿ان ذالكم كان یوذی النبی فیستحیی منكم﴾ الخ" (ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس سے ہلکی بات پر تنبیہ فرمائی اپنے اس فرمان میں کہ "نبی کے گھر میں تم لوگ داخل نہ ہو"...... آگے فرمان ہے...... یہ (تمہارا کھانے کے بعد بیٹھنا) نبی کو تکلیف دیتا ہے وہ تم سے (یہ کہنے کے لئے) شرماتے ہیں) (النور، محرم ۱۳۶۰ھ)

حدیث "لا خير من لا يالف ولا يولف" پر شبہ اور اس کا جواب!

حال: ایک خاص عرض ہے کہ احقر خود کو ایسا سمجھتا ہے کہ مجھ پر یہ حدیث سچ ثابت ہو رہی ہے "لا خير من لا يالف ولا يولف. اھ" (کہ اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو نہ محبت کرے نہ اس سے محبت کی جائے) یہ مرض پورا (اپنے اندر) پاتا ہوں اور بہت روز سے ہے کہ میری طبیعت کسی سے مانوس نہیں اور غالب شبہ ہے دوسرے لوگ بھی احقر سے مانوس نہیں ہیں۔ بہر حال حضرت! مجھے تو اپنا فکر ہے۔

تحقیق: الفت کے اصل معنی اجتماع ہیں جو تفرق کا مقابل ہے۔ آیت قرآنی ﴿واعتصموا بحبل الله﴾ (ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو) میں "لا تفرقوا" (تفرقہ میں مت پڑو) کی علت (وجہ) کے لئے الف "بين قلوبكم" (کہ اللہ تعالیٰ نے قلوب میں محبت ڈالی ہے) فرمانا اس مقابلہ کا موید ہے تصنیف کو تالیف اسی لئے کہتے ہیں (کہ اس میں بھی جمع کرنے کے معنی پائے جاتے ہیں) اس (یعنی تالیف) کے لئے انس ہونا ضروری نہیں کبھی انس کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض اوقات تالیف ایناس کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ پھر اجتماع کبھی پسندیدہ ہوتا ہے جب جائز دنیا یا دین کے لئے نافع ہو کبھی برا ہوتا ہے۔

شریعت کے قاعدوں کا برا نہ ہونا ظاہر ہے اس لئے محمود کا مراد ہونا متعین ہوگیا۔ اب حدیث کا حاصل یہ ٹھہرا کہ مومن اجتماع محمود سے دور نہیں رہتا ہے۔ ورنہ نقصان دہ محبت سے بچنا خود آیا ہے اور اکابر طریق نے ''توحش عن الخلق'' (مخلوق سے وحشت) کو انس باللہ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسیت) کے لئے ضروری چیزوں میں سے فرمایا ہے اس حالت میں افادہ واستفادہ ضروریہ سے جو انکار کرنے والا نہ ہو اس پر اس حدیث کی وعید بیچ ثابت نہیں آتی ہے۔

حال: امید کہ حضرت سلمہ اس بدکردار کی اصلاح فرمائیں درخواست عرض ہے۔

تحقیق: الحمدللہ۔ اس کی توفیق عطا ہوگئی آپ اس اصلاح چاہنے واصلاح کرنے کو مطلوبہ محبت کی مثال سمجھ لیجئے۔ (النور، محرم ۱۳۶۰ھ)

کسی تدبیر کا عقل میں نہ آنا یہ بے تدبیری ہی تدبیر ہے

حال: حضرت! میں تو بس مجموعی طور سے اپنے کو ایسے حال میں پا رہا ہوں کہ دین ودنیا دونوں کے اعتبار سے ڈوب رہا ہوں۔ خود ہاتھ پاؤں مار کر نکل جانے کی بھی کوئی تدبیر عقل میں نہیں آرہی دماغ بالکل معطل (فارغ) ہے۔

تحقیق: خالص تفویض (یعنی اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینے) کے بعد یہ بھی ایک نعمت اور ایک علم عظیم کی ابتدا ہے کیونکہ اس سے نظر آتا ہے کہ جب تدبیر موثر نہ ہو تو بے تدبیری ہی تدبیر ہے۔

حال: تھوڑا تھوڑا یا ایک ساتھ جیسی اجازت ومصلحت ہو حال عرض کروں یا اور جو صورت حضرت میرے حق میں مفید خیال فرمائیں۔

تحقیق: اپنی سہولت دیکھ لیجئے میں ہر حال میں تیار ہوں اور راستے کا ساتھی ہوں۔ ''کما قال الشیخ الشیرازی'' جیسے شیخ شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست
تا نہ پنداری کہ تنہا میروی!

ترجمہ: ''سعدی کا دیدہ ودل تمہارے ساتھ ہے تاکہ تم یہ نہ سمجھو کہ تم اکیلے جارہے ہو۔''

والسلام خیر الختام

(النور، صفر ۱۳۶۰ھ)

نفع کے لئے طبعی رغبت شرط نہیں ہے عقلی رغبت کافی ہے

حال: حضرت! اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ کو مرید کر لیجئے اور تربیت کے لئے دوسرے کے سپرد نہ کیا جائے کیونکہ مجھ کو دوسروں سے ہرگز رغبت واطمینان نہیں ہے مجھ کو اعتقاد واطمینان ورغبت وانس خاص حضوری ہی سے ہے۔ اگر حضرت کو تعلیم سے تکلیف ہو تو یہ ہوسکتا ہے یا نہیں کہ حضور مجھ کو بطور اصول کے مجملا تعلیم دے دیں۔ اگر ہوسکتا ہے تو میرے لئے بہت غنیمت ہے۔

تحقیق: طبعی رغبت واطمینان نفع کی شرط نہیں ہے (بلکہ) عقلی (رغبت واطمینان) کافی ہے اور وہ جس پر اعتماد کیا جائے (شیخ) کے ذریعہ سے حاصل ہوسکتا ہے اور بطور اصول کے مجمل (مختصر) اور کلی تعلیم اگر کافی ہوتی تو فن (تصوف) کی کتابوں سے ایسی تعلیم حاصل کرنا ممکن تھا مگر اہل طریق نے کبھی کافی نہیں سمجھا زندہ شیخ کو ضروری سمجھا جیسے طب کی کتابوں اور طبیب کا بالکل یہی حال اور حکم ہے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ)

والدہ کی وصیت کہ "فقیری اختیار کرنا" اس سے کسبِ حلال کا چھوڑنا جائز نہیں

حال: والدہ صاحبہ کا انتقال ہوگیا ہے۔

تحقیق: قلق ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو بھی صبر واجر عطا فرمائے۔

حال: دعائے مغفرت فرمائیں۔

تحقیق: "اللھم اغفر لھا وارحمھا" (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کی مغفرت فرمائے)۔

حال: (والدہ صاحبہ نے) انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ دنیوی کاروبار چھوڑ کر فقیری اختیار کر لینا۔ آخرت جو مقصود ہے اسی کو کوشش سے حاصل کرو دنیا کو چھوڑو۔ اب میں حیرانی میں ہوں کہ کیا مطلب کام چھوڑ دوں؟

تحقیق: کسب حلال کو حدیث میں فرض فرمایا ہے جو دین کے احکام میں سب سے اہم اور بڑی قسم ہے ورنہ کیا کھانے پینے کو بھی دنیا سمجھ کر ترک کیا جائے گا اور کیا یہ چھوڑنا گناہ نہ ہوگا۔

حال: اس پر حضور والا کی اطلاع کے بغیر تو عمل نہیں کرنا چاہتا ان کی جدائی سے پریشانی ہے۔ حضرت والا کی طرف سے اس وصیت پر عمل کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

تحقیق: جب عمل ہو رہا ہے تو اس کا باقی رکھنا یہی وصیت کو پورا کرنا ہے۔

نوٹ: ان صاحب نے جواب کے لئے جو لفافہ بھیجا تھا اس پر ان کے نام سے پہلے یہ الفاظ تھے۔ "بخدمت اقدس" ان الفاظ پر لکیر کھینچ کر لفافہ ہی پر حسب ذیل تنبیہ لکھ دی گئی۔

تنبیہ: غالباً لفافہ کسی سے لکھالیا ہے ورنہ اپنے قلم سے یہ عبارت نہ لکھتے۔ جس فقیری کی وصیت مرحومہ نے کی ہے یہ پوری طرح اس کے خلاف ہے۔ (النور، ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ)

جیسے کامیابی نعمت ہے اسی طرح ناکامی بھی نعمت ہے

حال: مکرمت نامہ نے سعادت بخشی۔

تحقیق: جیسا آپ کے محبت نامہ نے خاص فرحت بخشی۔ کئی روز سے آپ زیادہ یاد آرہے تھے۔

ع اے وقت تو خوش کہ وقت ماخوش کردی

ترجمہ: ''تم خوش رہو کہ مجھے خوش کر دیا ہے۔''

حال: خاکسار آج کل دو ہفتوں سے اپنے وطن میں ہے جو...... ایک دیہات ہے اور جو پہلے بزرگوں کے زمانہ میں علماء اور مشائخ سے آباد تھا۔ یوں تو خاکسار گرمیوں کے موسم میں مع اہل وعیال وطن آیا کرتا تھا مگر اس سال مزید تقریب یہ ہے کہ خاکسار کی بڑی لڑکی کا نکاح یہاں عزیزوں میں چچازاد بھائی سے درپیش ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کون جان سکتا ہے کہ اس سے پہلے جب چھ ماہ قبل تاریخ مقرر ہوئی تھی تو لڑکے کے باپ نے وفات پائی اور اب جب (شادی) مقرر ہوئی تو لڑکے کے چچا نے وفات پائی۔ یہ دونوں میرے چچا زاد بھائی تھے۔ اب ساری ذمہ داری اس ناتوان کے سر ہے ذاتی حالات اس لئے عرض خدمت ہوئے کہ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت کے کلمات میرے لئے تسکین کا باعث ہوں گے۔

تحقیق: بزرگوں سے کان میں پڑا ہے کہ جیسے مرادات (اپنی مرادوں کے حاصل ہونے) میں کامیابی نعمت ہے اسی طرح ناکامی بھی نعمت ہے۔ جیسے غذا کا عطا ہونا نعمت ہے اسی طرح مریض کے لئے (وَكُلُّنَا مَرِيضٌ) (اور ہم سب مریض ہی ہیں ۱۲) دوا کا عطا ہونا نعمت ہے اگر اس نعمت میں لذت ہے اس نعمت میں صحت ہے جو خود لذت کی شرط بھی ہے۔ (النور، محرم ۱۳۶۲ھ)

عشاء کے بعد نفل پڑھے جاتے ہیں، یہ تہجد نہیں لیکن تہجد کا بدل ہیں

حال: فی الحال میرے متعینہ اوراد یہ ہیں۔

تحقیق: آگے تفصیل ہے جس کو لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف ایک حصہ کے بارے میں کہ بارہ بجے کے قریب تہجد جو ایک ضروری تحقیق تھی عنقریب لکھی جاتی ہے۔

حال: اس میں کمی بیشی مناسب ہو تو فرما دی جائے۔

تحقیق: بالکل کافی وافی ہے صرف ایک بات تنبیہ کے قابل ہے کہ تہجد کا جو وقت لکھا ہے وقت تو ٹھیک ہے لیکن اگر یہ سونے سے پہلے ہے تو اکثر علماء ومشائخ کی تحقیق میں وہ تہجد نہیں ہے یعنی جس تہجد کے فضائل آئے ہیں یہ اس میں سے نہیں ہے بلکہ صلوۃ اللیل ہے لیکن ذمہ سے فارغ ہونے اور برکات کے حاصل ہونے میں تہجد کا قائم مقام (یعنی تہجد کا بدل) ہے جیسے کوئی شخص مسجد میں آ کر ظہر کی سنتیں شروع کردے تو وہ تحیۃ المسجد تو نہیں مگر اس سے تحیۃ المسجد کی سنت بھی ادا ہوجائے گی۔ کما صرحوا بہ (جیسا فقہاء نے اس کی وضاحت کی ہے)۔

حال: اسی طرح ایک ذکر ہمیشہ کے لئے جو ہر وقت ہو سکے اور ایک کسی مخصوص وقت کے لئے اگر میرے لئے مناسب خیال فرمائیں تو تجویز فرمائیں یا جس طرح آپ بہتر خیال فرمائیں۔ نیز اب تک میرا معمول یہ رہا ہے کہ چلتے پھرتے اکثر قرآن کریم کی تلاوت کرتا رہتا ہوں۔ یہی یا اس کی جگہ کوئی اور جو مناسب ہو ہر وقت کے لئے تجویز فرمائیں۔

تحقیق: وہ تو سب سے افضل پسندیدہ ہے اگر کبھی اس میں تھکن وتکلیف محسوس ہو تو لا الہ الا اللہ کی کثرت اس میں کبھی کبھی محمد رسول اللہ ملا لیا جائے اور مخصوص وقت کے لئے قصد السبیل (رسالے) سے لے لیا جائے۔

حال: ایک بات اور پوچھنے کی ہے کہ رات کو مطالعہ دیکھنے کی وجہ سے اخیر رات میں اٹھنا میرے لئے مشکل ہوتا ہے اس لئے میں مطالعہ سے فارغ ہوکر بارہ بجے شب کے قریب کبھی پہلے کبھی بعد میں تہجد کی نیت سے نفلیں پڑھ لیتا ہوں یہ مناسب ہے یا نہیں۔ اگر مناسب نہ ہو تو ارشاد فرمادیجئے۔ میں اخیر میں ہی اٹھنے کی کوشش کروں گا۔

تحقیق: اس مشقت کی ضرورت نہیں اس کے متعلق اوپر لکھ چکا ہوں۔ (النور، ربیع الاول ۶۲ ۱۳ھ)

بعض (لوگوں کا یہ) چاہنا کہ نیک لوگوں میں میرا شمار ہو برا نہیں!

حال: حضرت والا! یہ ناچیز انگریزی ماسٹر ہے۔ بفضلہ تعالیٰ یہ ناچیز اس بات کا منتظر نہیں رہتا کہ لوگ مجھ سے عزت کا سلوک کریں اپنی حالت کفار سے بھی بدتر محسوس ہوتی ہے لیکن کچھ عرصہ سے اپنی حالت کو دیکھتا ہوں کہ اگر کوئی مجھے حاجی صاحب یا حضرت کہہ کر پکارتا ہے تو دل خوش ہوتا ہے اگر کوئی ماسٹر کہہ کر پکارتا ہے تو وہ خوشی نہیں ہوتی کبھی تو عقل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ لفظ ماسٹر سے وحشت ہونا برا نہیں مگر غالب گمان یہ ہوتا ہے کہ نفس چاہتا ہے کہ نیک اور دیندار لوگوں میں میرا شمار ہو۔ حضرت اقدس اگر یہ حالت بری ہو تو علاج ارشاد فرمائیں حضور کے ارشاد پر دل وجان سے عمل کروں گا۔

تحقیق: جیسے سب چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے خاصیتیں رکھی ہیں۔ اسی طرح الفاظ میں بھی (رکھی ہیں) اور ان کے وہ آثار طبعی ہیں۔ ان کا احساس ایسا ہی ہے جیسے شیریں اور تلخ چیزوں کا (احساس ہوتا ہے) تو اگر کسی کو پکا ہوا انار میٹھا معلوم ہوتا ہو اگرچہ وہ حرام ہی کا ہو اور کریلا کڑوا معلوم ہوتا ہو اگرچہ وہ حلال ہی کا ہو تو جیسے یہ احساس برا نہیں اسی طرح خاص القاب والفاظ کے آثار کا احساس بھی برا نہیں لیکن حقیقت کے خلاف بات کو اپنے ارادے سے پسند اور حقیقت کو اپنے ارادے سے ناپسند کرنا یہ برا ہے اس لئے اس سے بچنا اختیاری بات ہے اور اس کا سب سے آسان اور سب محفوظ طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی تعریفی الفاظ کہے تو فوراً ہی ان کی نفی کرے اور ان کو منع کرے اور دل میں اللہ تعالیٰ سے ایسی باتوں کے شر سے پناہ مانگے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۶۲ھ)

اگر نیت درست ہے تو لمبی بات کرنے میں کوئی حرج نہیں!

حال: جب کبھی کوئی دینی مضمون یا مسائل کا تذکرہ کسی خاص ملنے والے سے کرتا ہوں تو اگر کوئی پاس ہی دوسرا شخص موجود ہو تو اس کو بھی مخاطب کر لیتا ہوں اور دل چاہتا ہے کہ بہت سے لوگ سن لیں اور دل کو اس بات میں مزہ آتا ہے اور بات لمبی ہو جاتی ہے اگرچہ بحمد اللہ اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں ہوتی۔ بات کے شروع میں کوئی ریا وغیرہ کی نیت نہیں ہوتی مگر دوسروں کو سنانے کے خیال سے بات کے لمبا ہو جانے کی وجہ سے حب جاہ کے مرض یا ریاء کا گمان غالب معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق: جب ایسا گمان ہو دوبارہ نیت درست کر لی جائے کہ یہ اختیاری فعل ہے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۶۲ھ)

دنیاوی وجاہت والوں کی طرف جان بوجھ کر متوجہ نہ ہونا نیت پر موقوف ہے

حال: ایک خاص بات میں تردد ہے وہ یہ کہ بعض ایسے لوگوں سے (جو کہ دنیاوی اعتبار سے ذی وجاہت ہیں اور ان سے کسی طرح کا پہلے تعلق بھی نہیں) کہیں ملاقات ہو جاتی ہے تو میں ان کی طرف جان بوجھ کر متوجہ نہیں ہوتا ہوں۔ ہاں اگر وہ آگے بڑھ کر ملتے ہیں تو ملاقات کر لیتا ہوں۔ اسی طرح راستہ میں چلتے ہوئے کسی سے آمنا سامنا ہو جاتا ہے تو سلام میں پہل کر لیتا ہوں مگر ملاقات و تعلق میں آگے قدم نہیں بڑھاتا ہوں۔ مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں کہ یہ نفس کی شرارت تو نہیں ہے اور اس رویہ میں تبدیلی کر لوں یا ایسا ہی کروں۔

تحقیق: (اس عمل کے وقت) نیت کیا ہوتی ہے اگر یہ نیت ہے کہ آگے بڑھنے میں یہ لوگ ذلیل اور صاحب غرض سمجھیں گے تو عین مصلحت اور اگر یہ نیت ہے کہ ہم ان سے علم اور دین کی وجہ سے افضل ہیں تو کبر ہے مگر اس کا علاج ان سے آگے بڑھ کر ملنے سے نہ کیا جائے کہ ایک رکاوٹ یعنی خود کو ذلیل کرنا موجود ہے بلکہ جن لوگوں

کو عام طور سے حقیر سمجھا جاتا ہے ان سے آگے بڑھ کر ملنے سے اس کا علاج کیا جائے اور اگر اس پر مدح ہونے لگے تب بھی اس معمول کو نہ چھوڑا جائے بلکہ تعریف کرنے والوں کی ناواقفی کا اعتقاد رکھا جائے۔

(النور، ربیع الاول ۱۳۶۲ھ)

عشا کے بعد تہجد کی نماز پڑھ لیا کیجئے

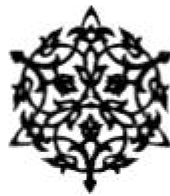
حال: روزانہ کے معمولات جاری ہیں کوئی خاص بات پیش نہیں آئی ہاں تہجد کی پابندی نہیں ہوتی۔ اس زمانے میں بالکل چھوٹی ہوئی ہے اس کا برابر افسوس رہتا ہے۔ اپنی طرف سے ہمت کرتا ہوں مگر کامیاب نہیں ہوتا۔ اس کے لئے خصوصیت سے دعا فرمائیں۔ یہ میں جانتا ہوں کہ یہ ضرور میرے گناہ کا نتیجہ ہوگا اگرچہ مجھے معلوم نہ ہو۔

تحقیق: عشا کے بعد تہجد پڑھ لیا کیجئے۔ ضعفاء کے لئے یہ بھی تہجد کی جگہ ہے جیسے مریض کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کا بدل ہے اس میں کوئی پریشانی کی بات نہیں۔ (النور، رجب ۱۳۵۶ھ)

نوافل میں بوجھ ہونے کا علاج

حال: نوافل پڑھنے میں طبیعت پر بوجھ معلوم ہوتا ہے اسی واسطے نوافل کی مقدار بہت قلیل ہے اور وہ بھی زبردستی۔ چونکہ نماز دربار الٰہی میں حاضری ہے اور اس سے اس قدر تنگی کہیں مطرودیت ومردودیت کا باعث نہ ہو اس لئے اللہ تعالیٰ کے لئے اس گھاٹی سے نجات کی صورت ارشاد فرمائیے۔

تحقیق: طبعی (بوجھ ہونے پر) کیا ملامت مگر اس کا مقابلہ کر کے نوافل پڑھنا اجر عظیم ہے اور اسی کی برکت سے وہ طبعی تنگی بھی کم ہوجاتی ہے۔ (النور، جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ)



پانچواں باب

احوال کے بیان میں

قبض کے اسباب کا گناہ ہونے گناہ نہ ہونے میں فرق

حال: جس قبض کے اسباب گناہ ہوں اور جس کے اسباب گناہ نہ ہوں دونوں میں پہچان کے کیا آثار ہیں۔

تحقیق: گناہوں سے جو قبض ہوتا ہے اس میں حزن طبعی اور مردود ہونے کا خوف نہیں ہوتا خالص جماؤ ہوتا ہے یہی قساوت ہے اور جو (قبض) گناہ کی وجہ سے نہیں ہوتا ہے اس میں یہ حزن اور خوف ہوتا ہے کے جمود کی جگہ بے چینی ہوتی ہے۔ (النور، رمضان ۱۳۵۱ھ)

حضور ﷺ کو سکرات موت ہونے میں حکمت

حال: ایک روز شبہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو سکرات موت کی زیادہ تکلیف کیوں ہوئی اور آپ کو بخار کی شدت دوگونہ کیوں ہوا کرتی تھی۔ حضرت والا کے مواعظ سے ایک دو وجہ معلوم ہو کر تسلی ہوئی۔ پھر خود بخود دل میں یہ بات آ گئی کہ آنحضرت ﷺ افضل الرسل و خاتم الانبیاء ہیں اس لئے آپ کے مقامات (درجات) بھی خاتم المقامات ہیں۔ شدت بخات اور شدت سکرات موت سے اللہ تعالیٰ کو آنحضرت ﷺ کے مقام صبر کی اکملیت اور ترقی منظور ہوگی اس بات کے سمجھ میں آنے سے دل میں سرور محسوس ہو رہا ہے معلوم نہیں کہ یہ مفہوم کیسا ہے؟

تحقیق: شدت بخار کی حکمت اجر کا دگنا ملنا یہ تو خود حدیث میں آیا ہے اس پر شدت سکرات کو قیاس کیا جا سکتا ہے آپ کی لکھی ہوئی توجیہہ اور یہ حدیث والی حکمت یا حدیث پر قیاس والی حکمت دونوں قریب قریب ہیں اور اس حدیث پر قیاس کی ہوئی حکمت میں ایک اور احتمال بھی ہے مگر وہ حکمت کی علت نہیں اور وہ علت بخار کی بھی ہو سکتی ہے اور حکمت و علت میں کچھ اختلاف نہیں دونوں سچ ہونے میں ایک ساتھ ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ علت وجود (پائے جانے) میں پہلے ہوتی ہے اور حکمت میں بعد میں ہوتی ہے پس اپنے اپنے زمانہ میں دونوں موجود ہو سکتی

ہیں وہ علت قوت مزاج وامت سے بہت زیادہ تعلق ہے قوت مزاج میں حرارت تیز ہوگی اور امت سے زیادہ تعلق کی وجہ سے روح کے تعلق کی جدائی شدید ہوگی۔ (النور، رمضان ۱۳۵۱ھ)

مناسبت کے بغیر دل کی بندش برابر رہتی ہے

حَالؔ: حضرت مولانا کئی ایام سے یہاں تشریف فرما ہیں۔ اکثر اوقات ان کی خدمت میں بیٹھنا ہوتا ہے۔ وہ تواضع مزاجی سے میری رعایت بھی فرماتے ہیں مجھ کو ان سے بھی انس ہے اور دل میں قدر ہے مگر میری قلبی حالت بندش کی صحبت اور غیر صحبت میں برابر رہتی ہے۔

تَحقِیق: مناسبت کے بغیر ایسے آثار کا ظہور نہیں ہوتا۔ (النور، رمضان ۱۳۵۱ھ)

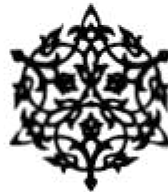
عظمت وحیا کا غلبہ بلند حالت ہے

حَالؔ: حق تعالیٰ شانہ کی عظمت کبریائی اس کا حاضر ناظر ہونا عین الیقین سا ہو رہا ہے ادنی سے ادنی حرکت بھی اگرچہ ہو جائے تو مارے شرم کے پسینہ پسینہ ہو جاتا ہوں۔

تَحقِیق: مبارک ہو۔ اللھم زد فزد۔ (اللہ تعالیٰ زیادتی فرمائیں)۔

حَالؔ: پیر پھیلا کر سونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ بیت الخلاء میں ستر کھولنا تو اور بھی زائد باعث شرم معلوم ہوتا ہے۔

تَحقِیق: یہ حیا کا غلبہ ہے بلند حالت ہے پھر غلبہ کے بعد اعتدال ہو جاتا ہے جو اس سے بھی زیادہ بلند حالت ہے۔ (النور، رمضان ۱۳۵۱ھ)



رسالہ خیر الاختیار

(ردعی فی التسمیۃ اسم الجامع ہوالمولوی خیر محمد جالندھری

(حضرت مولانا خیر محمد صاحب المتوفی شبان ۱۳۹۰ھ مہتمم خیر المدارس ملتان))

فی

خبر الاختیار

مضمون کیفیت مقصود نہیں

یعنی ملفوظ شریف حضرت مرشدی ومولائی سیدی وسندی حجۃ اللہ فی الارض حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدفیوضہم العالی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

۴ر رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ (یکم جنوری ۱۹۳۳ء) بروز اتوار

نماز کے بعد کی مجلس

فرمایا: ایک صاحب نے خط میں یہ شکایت لکھی ہے کہ جو جمعیت قلب حضرت والا کی خدمت بابرکت سے لے کر آیا تھا وہ یہاں آ کر آہستہ آہستہ ختم ہوگئی۔

فرمایا: میں نے جواب میں لکھا ہے کہ اگر یہ کیفیت ختم ہوگئی تو نقصان کیا ہوا۔ کیونکہ کیفیت مقصود ہی نہیں۔

حاضرین مجلس میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! نقصان تو ہوا ہے۔

فرمایا: کیا نقصان ہوا۔

عرض کیا گیا ایک چیز نصیب ہوئی تھی وہ جاتی رہی۔

فرمایا: اس کی کیا دلیل کہ وہ چیز اس کے لئے نفع والی ہی تھی ممکن ہے کہ وہ نقصان دہ ہوتی۔ حق تعالیٰ ہی مفید

اور نقصان کو خوب جانتے ہیں اور اس کو بھی (جانتے ہیں) کہ بندہ کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے۔ لوگ تو کیفیات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور لذت کے طالب ہیں۔ ہے تو فحش بات مگر میں تو اس لذت کی طلب پر یہ کہا کرتا ہوں کہ اگر مزے ہی کی خواہش ہے تو میاں مزہ تو مذی (وہ پانی جو شہوت کے وقت مرد کی شرم گاہ سے نکلتا ہے) میں ہے بیوی کو بغل میں لے کر بیٹھ جاؤ چومو چاٹو مذی نکلے گی بہت مزہ آئے گا اگر یہ کہا جائے کہ مزہ سے اعمال میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ سہولت ہی کی کیوں طلب ہے کیا انسان دنیا میں سہولتوں کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں ﴿لقد خلقنا الانسان فی کبد﴾ کہ ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا اور یہ ہے سہولت کا طالب علم۔ الغرض اس غم میں ہی نہ پڑنا چاہئے اپنے کام میں لگے رہنا چاہئے کیونکہ اس غم میں پڑنا کہ وہ حالت نہیں رہی یہ حالت نہیں فلاں کیفیت جاتی رہی، قلب کا برباد کرنا ہے۔ آخر یہ توجہ مخلوق کی طرف نہیں تو اور کس کی طرف ہے اس میں بھی عنوان (کہ اس کی وجہ سے اعمال میں سہولت ہوتی ہے) تو اچھا اختیار کیا گیا ہے مگر ہے نفس کا دھوکہ کہ لذت و سہولت کا طالب ہے اور شیطان بھی اس طرف مشغول رکھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے غافل رکھنا چاہتا ہے۔

دوسرے جمعیت قلب (قلب کے یکسو ہونے) کا ذمہ دار شیخ کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ وہ تو غیر اختیاری ہے اور غیر اختیاری چیز کی کون ذمہ داری لے۔ اچھا یہاں تو شیخ کو ذمہ دار سمجھ لیا اگر ناسور ہو جائے اور کسی طرح اچھا ہونے کی امید نہ ہو ہر وقت رستا رہے تب بھی یکسوئی برباد ہوگی اور قلب ہر وقت پریشان رہے گا۔ اس کا کیا علاج کرو گے۔ وہ تو نہ پیر کے بس کی نہ مرید کے بس کی۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہم کو کس بات کے کرنے کا حکم ہے۔ بڑی چیز تو حقیقت سے باخبر ہونا ہے۔ اس کے بعد بہت سے فضول اور بے کار کاموں سے نجات ہو جاتی ہے۔ حق تعالیٰ تو غایت شفقت کی وجہ سے فرماتے ہیں ﴿لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے برابر۔

ایک خادم نے عرض کیا کہ حضرت! ان آثار کے اسباب تو مطلوب ہیں۔ فرمایا اسباب تو مطلوب نہیں اس سے جو چیزیں پیدا ہوں وہ مطلوب ہیں۔ وجہ تو سب کی سب قوت شہویہ ہے جو فعل مباح کے ساتھ بھی ہو جاتی ہے۔ کسی فقیہ یا کسی محقق صوفی کے کلام میں دکھاؤ کہ یہ چیزیں مطلوب ہیں ہاں اس سے جو آثار پیدا ہوتے ہیں جیسے عبادت میں سہولت وہ کسی درجہ میں مطلوب ہو سکتے ہیں مگر خود اصل کے اعتبار سے نہیں۔

ایک باریک بات کہتا ہوں اس کی طرف کم توجہ ہوتی ہے وہ یہ کہ اگر جمعیت قلب ہی کی طلب ہے تو اس کی فکر میں ہر وقت رہنا کہ جمعیت حاصل ہو خود جمعیت کے بالکل خلاف ہے۔ یہ فکر رہی تو جمعیت کہاں رہی اور نہ

اس صورت سے قیامت تک جمعیت حاصل ہوسکتی ہے جمعیت جبھی ہوسکتی ہے کہ قلب کو اس کی تحصیل سے خالی سوچ اور فکر ہی میں نہ پڑے ورنہ ہر وقت یہ فکر کہ جمعیت حاصل ہو خود ایسی چیز ہے کہ اگر کچھ جمعیت نصیب بھی ہوئی تو یہی فکر کر کرکے یہ اپنے ہاتھ سے خود اس کو برباد کر رہا ہے۔ ایسی فکر کرنے پر بالکل یہ شعر سچ ثابت آتا ہے ؎

یکے بر سر شاخ و بن مے برید ❁ خداوند بستان نگاہ کرد و دید

ترجمہ: جس شاخ پر بیٹھا ہے اسی کو اپنے ہاتھ سے کاٹ رہا ہے باغ کا مالک دیکھ رہا ہے۔

اسی طرح یہ لوگ اپنے ہاتھوں قلب کو پریشان کر رہے ہیں۔ اور پریشان رہنے کی وجہ یہی ہے کہ غیر اختیاری چیزوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

جمعیت نہ ہونے کی وجہ سے نماز میں بھی لوگوں کو وساوس آتے ہیں اور اکثر ان کی شکایت کیا کرتے ہیں اور ان کو دور کرنے کی تدبیر پوچھتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اس طرف خیال ہی مت کرو توجہ ہی مت کرو بلکہ ایسے موقع پر مفید صورت یہی ہے کہ اپنے کام میں لگے رہیں ان وساوس کی طرف توجہ ہی نہ کریں نہ آنے کے لئے نہ روکنے کے لئے کیونکہ یہ توجہ ایسی ہے جیسے بجلی کے تار کو ہاتھ لگانا کہ چاہے دور کرنے کے لئے ہو چاہے اپنی طرف کھینچنے کے لئے ہو ہر صورت میں وہ پکڑ لیتا ہے۔

میں کہتا ہوں وساوس کی فکر ہی کیوں ہے قلب تو ایک سڑک کی طرح ہے اگر سڑک پر بھنگی، چمار چل رہے ہیں اور آپ بھی اس پر سے گزر رہے ہیں تو آپ کا حرج ہی کیا ہے۔ اگر سڑک کے خالی ہونے کے انتظار میں آپ کھڑے رہیں تو کبھی بھی منزل مقصود تک نہ پہنچ سکیں گے۔ البتہ نظام دکن کے لئے تو سڑک خالی بھی ہوسکتی ہے مگر ہر شخص تو نظام نہیں۔ افسوس اب تو ہر شخص نظام بننا چاہتا ہے کہ جیسے ان کے لئے سڑک روک دی جاتی ہے ایسے ہی ہمارے لئے بھی سب گزرنے والوں سے سڑک خالی کر دی جائے۔ ارے بھائی پہلے نظام کے درجہ کے تو ہو جاؤ پھر ہی یہ تمنا کرنا۔ جو نظام کے درجہ کے ہو جاتے ہیں ان کے لئے سڑک بھی صاف کر دی جاتی ہے۔ لوگ وساوس کو حضور قلب میں رکاوٹ سمجھتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ خود حضور قلب ہی مقصود نہیں صرف احضار قلب (دل کو حاضر رکھنا) مقصود ہے حضور ہو یا نہ ہو جب ہمیں شریعت کی طرف سے اس کا حکم نہیں ہے تو پھر شریعت پر زیادتی کا کیا معنی ہے ؎

بزہد و ورع کوشش و صدق و صفا ❁ ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

ترجمہ: ''زہد و تقویٰ اور صدق و صفا میں کوشش کرو لیکن رسول اللہ ﷺ سے آگے مت بڑھو۔''

(یعنی جو چیز شریعت میں مطلوب ہے اس سے زیادہ کی تگ ودو بیکار ہے)

معلوم بھی ہے جیسے عقائد واعمال کی حد سے زیادتی بدعت ہے ایسے ہی احوال کی زیادتی بھی بدعت ہے۔ یہ ظاہری وہ باطنی غیر اختیاری امور کا مطلوب نہ ہونا اور اختیاری کا مطلوب ہونا تو یقینی آیت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ولا تتمنوا ما فضل اللّٰه به بعضكم على بعض للرجال نصيب مما اكتسبوا وللنساء نصيب مما اكتسبن واسئلو اللّٰه من فضله ان اللّٰه كان بكل شیء علیما﴾

ترجمہ: ''اور تم ایسی بات کی تمنا مت کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے مردوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی درخواست کیا کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔''

تفسیروں مین اس کی شان نزول (نزول کی وجہ) یہی لکھی ہے۔ کہ مجاہدین کے جہاد کے ثواب کو جناب رسول اللہ ﷺ سے سن کر حضرت ام سلمہ نے عرض کیا کہ کاش ہم بھی مرد ہوتیں تو جہاد کرتیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿ما فضل اللّٰه به﴾ چونکہ یہ اکتساب کے مقابلے میں آیا ہے اس لئے اس سے غیر اختیاری باتیں مراد ہیں۔ آیت کا حاصل یہ ہوا کہ فضائل دو قسم کے ہیں ایک موہوبہ (عطا کردہ) یعنی غیر اختیاری دوسرے مکتسبہ (کمائے جانے والے) یعنی اختیاری۔ حق تعالیٰ نے ﴿ولا تتمنوا ما فضل اللّٰه به﴾ میں غیر اختیاری کی تمنا سے منع فرما دیا ہے۔ اور ﴿للرجال نصيب مما اكتسبوا الخ﴾ میں اختیاری کے حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے پھر ﴿واسئلوا اللّٰه من فضله﴾ میں اس کی اجازت دی ہے کہ اگر غیر اختیاری فضائل کو دل ہی چاہے تو ان کے پیچھے پڑنے کے اور ہوس کرنے کے بجائے اس کی دعا کر لیا کرو اس لئے ارشاد فرماتے ہیں ﴿واسئلوا اللّٰه من فضله﴾ یعنی ثمرات (نتائج) فضائل کے لئے دعا کرنے کی اجازت فرمائی ہے جبکہ دوسری کوئی بات رکاوٹ کی نہ ہو۔ مثلاً کسی عادت میں نہ ہونے والی بات کا سوال کرنا جیسے عورت کا مرد بن جانا پھر دعا کر کے بھی حصول کا منتظر نہ رہنا چاہئے۔ اس سے بھی پریشانی ہوتی ہے بلکہ یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ﴿ان اللّٰه كان بكل شیء علیما﴾ پس اس میں تعلیم ہے کہ حق تعالیٰ ہی کو مصلحت اور حکمت معلوم ہے۔ وہ ہر ایک کی استعداد کے موافق فضائل وثمرات خود عطا فرماتے ہیں۔ کبھی دعا سے کبھی دعا کے بغیر تم ایسی غیر

اختیاری چیزوں کی ہوس مت کرو اور نہ ان کی زیادہ تمنا کرو۔ آج کل اکثر لوگوں نے ایسی ہی چیزوں کی تمنا کو اختیار کر رکھا ہے جن کے حصول کے پیچھے پڑنے سے منع کیا ہے۔ یہی زیادہ تر لوگوں کی ناکامی کا اور پریشانی کا سبب ہے۔

ایک مولوی صاحب نے پوچھا کہ حضرت ارادے کے بغیر اگر پچھلے گناہ یاد آجائیں تو اس وقت کیا کرنا چاہئے۔ فرمایا کہ خالص و کامل توبہ کر چکنے کے بعد دو باتوں کی ضرورت ہے ایک تو یہ کہ خود ان گناہوں کا ارادے سے استحضار نہ کرے جو ماضی میں گذر چکے ہیں اور جن سے توبہ کر چکا ہے اور دوسرے آئندہ کے نہ ہونے کی فکر میں نہ پڑے۔ ماضی کا غم اور مستقبل کی فکر یہ دونوں حجاب ہیں اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

ع ماضی و مستقبلت پردۂ خدا است

ترجمہ: ”تیرا ماضی و مستقبل خدا کا پردہ ہے۔“

خلاصہ یہ کہ ارادے سے گناہوں کا استحضار نہیں کرنا چاہئے۔ اس سے بندے اور خدا کے درمیان حجاب (پردہ پڑ) جاتا ہے لیکن جو گناہ بغیر ارادے یاد آجائے اس پر دوبارہ استغفار کر کے پھر اپنے کام میں لگ جائے زیادہ کوشش نہ کرے ہاں اگر کسی کو استحضار سے ہی کیفیت حجاب کی نہ ہوتی ہو اس کے لئے نقصان دہ نہیں۔ مگر پھر بھی ایسا مبالغہ اور غلو نہ کرے جیسے مولانا (عبدالرحیم) رائے پوری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کے پہلے پیر شاہ عبدالرحیم صاحب (سہارنپوری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ) ایک قصہ فرماتے تھے کہ رمی جمار کے موقع پر میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک لمبا سا جوتا لئے شیطان کو مار رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ تو نے فلاں دن مجھ سے زنا کرایا تھا فلاں دن چوری کرائی تھی۔ فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کرائے تھے۔ شاہ صاحب نے ٹوکا کہ یہ کیا واہیات حرکت ہے تو بہت خفا ہوا اور کہا کہ جو اس کا ساتھی ہو وہ بھی آجائے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ بھائی میرا کیا بگڑتا ہے بلکہ میری طرف سے بھی دو جوتے لگا دے مجھے بھی بہت پریشان کیا ہے۔ بعض جاہل ترک تو وہاں بجائے کنکریوں کے بندوق سے گولیا مارا کرتے تھے۔ یہ سمجھتے ہوں گے کہ کنکریوں سے شیطان پر کیا اثر ہوگا۔ اس خبیث پر تو گولیاں برسانی چاہئیں۔ ایسی فضولیات اور خرافات میں پڑنا حقیقت میں اپنے وقت کو برباد کرنا ہے۔ حضرت رابعہ بصری رَحِمَہَا اللّٰہُ تَعَالیٰ نے تو بلاضرورت شیطان پر لعنت کرنے کو بھی پسند نہیں فرمایا۔

پھر ان ہی مولوی صاحب نے حدیث کی اس دعا کا مطلب دریافت کیا۔ ”اللهم اجعل وساوس قلبی خشيتك وذكرك واجعل همتى وهو اى فيما تحب وترضى.“ فرمایا اس کے تین معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ وساوس کی جگہ دل میں خشیت و ذکر پیدا ہو جائے اور جعل ایسا ہوگا جیسا اس حدیث میں

ہے۔ ”من جعل الهموم هما واحدا“ یعنی پہلی چیز ختم ہو جائے اور دوسری پیدا ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ وساوس خشیت و ذکر کا ذریعہ بن جائیں۔ جیسا حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ وساوس کو جمال خداوندی کا آئینہ بنا لے اس طرح سے کہ جب وساوس بند نہ ہوں مراقبہ کرے کہ اللہ اکبر قلب کو بھی کیسا بنایا ہے کہ اس کے خیالات کی انتہا ہی نہیں۔ پاس اس صنعت کے مراقبہ میں لگ جائے۔ تیسرے یہ حق تعالیٰ کو یہ بھی قدرت ہے کہ خود وساوس ہی کو خشیت و ذکر کر دیں جیسا کہ مولانا فرماتے ہیں ؎

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی ❁ گرچہ جوئے خوں بود نیلش کنی

ایں چنیں مینا گریہا کارتست ❁ ایں چنیں اکسیر ہاز اسرار تست

ترجمہ

❶ تیرے پاس (قدرت کی) کیمیا ہے کہ تو اس (خرابی) کو (اچھائی سے) بدل سکتا ہے اگرچہ وہ (ناپاکی کے لحاظ سے) خون کی ایک نہر (کی طرح) ہو مگر (تو چاہے) تو اس کو دریائے نیل (کی طرح پاک) بنا سکتا ہے۔

❷ ایسی قدرتی نقاشیاں (کرنا) تیرا ہی کام ہے ایسی کیمیائیں تیرے ہی بھیدوں میں سے ہیں۔

اسی دوران گفتگو میں کسی موقع پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عارف تو اپنے کورائی کے برابر سمجھتا ہے۔

فرمایا جی ہاں جو دیکھنے والا ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو رائی کے برابر سمجھتا ہے۔

پھر ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کبھی کسی حسین کا خیال بغیر ارادہ آتا ہے اس کا کیا علاج ہے؟

فرمایا کہ اپنے اختیار نہ لایئے اور اگر وہ خود آتا ہے تو آنے دیجئے۔ ذرہ برابر بھی نقصان نہیں۔ مگر جان بوجھ کر اس کو باقی نہ رکھے بلکہ اس کشمکش ہی میں تو اجر بڑھتا ہے اور اگر دور ہی کرنا چاہے تو ایک مراقبہ کسی ایسے بنئے کا جو اندھا چوندھا بدشکل ہو جس کی ناک پچکی ہو ہی۔ ہونٹ بڑے بڑے توند بڑی سی نکلی ہوئی اور ناک سے رینٹ اور منہ سے رال بہہ رہی ہو تصور کرے مفید ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ وہ خیال جاتا رہے گا۔ اور اگر نہ بھی گیا تو کمی تو ضرور ہو جائے گی کیونکہ یہ عقلی مسئلہ ہے کہ ”النفس لا تتوجه الى شيئين فى ان واحد“ نفس کو ایک وقت میں دو چیزوں کی طرف پوری توجہ نہیں ہو سکتی۔

لیجئے ہم نے کافر سے بھی دین کا کام لے لیا۔ بس تو جب وسوسہ آئے ہمت سے اپنے قلب کو بہ تکلف

دوسری طرف متوجہ کر دے اور بالکل نکل جانا تو مطلوب بھی نہیں اگر آدمی بچنا چاہے اور ہمت اور قوت سے کام لے تو خدانخواستہ کوئی مرض عمر بھر کو لگ جائے تو وہاں کیا کرو گے۔ عمر بھر تکلیف کو خوشی ناخوشی برداشت ہی کرنا پڑے گا۔ یہاں بھی یہی کرو اور اگر اس پر راضی نہیں تو کوئی دوسرا خدا تلاش کرو۔ حضرت سرمد نے خوب فیصلہ فرمایا ہے کہتے ہیں ؎

سرمد گلہ اختصار مے باید کرد ❁ یک کار ازیں دو کار مے باید کرد
یا تن برضائے دوست مے باید داد ❁ یا قطع نظر زیار مے باید کرد

ترجمہ

❶ سرمد! گلہ شکوہ چھوڑنا چاہئے دو کاموں میں سے ایک کام کرنا چاہئے۔
❷ یا تو اس کی رضا کے حاصل کرنے میں جان دے دینی چاہئے یا تو یار ہی کو چھوڑ دینا چاہئے۔

میں کسی کو سعی و کوشش سے اور اپنی اصلاح کی فکر سے منع نہیں کرتا ہاں غلو سے منع کرتا ہوں۔ نہ تو فکر سے خالی ہونا چاہئے نہ غلو (زیادتی) کرنا چاہئے بلکہ علو (بلندی) ہو اور اگر کسی کو ہوس ہوتی ہو کہ عارفین کو عبادات میں کیا کچھ لطف اور مزے آتے ہوں گے۔ چنانچہ خود آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ "جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ" نماز میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ تو خوب سمجھ لیجئے کہ جہاں ان کے لئے لذت اور مزہ ہے وہاں ایک شے اور بھی تو ہوتی ہے جو سارے مزوں کو ملیامیٹ کر دیتی ہے وہ ہیبت اور خشیت ہے کہ جس سے سارا مزہ گرد ہو جاتا ہے۔ خود جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز میں یہ حالت ہوتی تھی "لہ ازیز کا زیز الموجل" یعنی نماز میں جس کو حضور ﷺ نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے آپ کے سینہ مبارک کی بوجہ غلبہ خوف و خشیت کے ایسی حالت ہوتی تھی کہ جیسے کوئی ہانڈی چولہے پر چڑھی ہوئی ہو اور اس میں ابال آرہا ہو اور کھد بد کھد بد آواز ہو رہی ہو۔

اسی طرح حضور ﷺ قہقہہ نہیں فرمایا کرتے تھے اور دائم الفکر (ہمیشہ فکر مند) رہا کرتے تھے تو جناب آپ کو کیا خبر کہ جن کو آپ سمجھتے ہیں کہ بڑے مزے میں ہوں گے ان پر کیا گزرتی رہتی ہے۔ اسی کو ایک عارف فرماتے ہیں۔

؎ اے ترا خارے بہ پا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا برسر خورند

ترجمہ: "اے وہ شخص! کہ جس کے پاؤں سے ایک کانٹا بھی نہ ٹوٹا ہو اسے ان شیروں کا حال کیسے

معلوم ہو جو بلاؤں کی تلوار (یعنی خطرہ) لئے پھرتے ہیں۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود تو ہیبت وخشیت ہی کا ڈالنا ہے اور مزہ اس لئے دے دیتے ہیں کہ ہیبت وخشیت کا تحمل ہو سکے۔ اسی کو فرماتے ہیں ؎

گر تو ہستی طالب حق مرد راہ ❁ درد خواہ و درد خواہ و درد خواہ

ترجمۃ: ”اگر تو طلبِ حق کے راستے پر چلنے والا ہے تو درد چاہ درد چاہ درد چاہ۔“

اردو کا بھی ایک شعر اسی کو ظاہر کرتا ہے ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ❁ ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

اس پر مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد آیا۔ ایک مرتبہ مجھ کو خارش کی بیماری ہوگئی تھی۔ والد صاحب اس زمانے میں میرٹھ میں ملازم تھے۔ پہلے تو یہاں وطن میں بہت علاج کیا کوئی نفع نہ ہوا۔ خون میں اتنی گرمی پیدا ہوگئی تھی کہ بعض اطباء نے احتراق کا اندیشہ بتا دیا تھا۔ چنانچہ میں علاج کے لئے والد صاحب کے پاس میرٹھ چلا گیا۔ والد صاحب پر شفقت کی وجہ سے بے حد اثر ہوا۔ ایک جراح کو دکھلایا اس نے ایک بہت ہی کڑوی دوائی دی جو دہی میں کھائی جاتی تھی۔ والد صاحب یہ کیا کرتے کہ کچھ دہی پہلے ہاتھ پر رکھتے پھر اس پر دوا رکھتے اور پھر اس پر دہی رکھ کر مجھ کو کھلا دیتے۔ اس کے کھانے سے تمام حلق کڑوا ہو جاتا اور بہت دیر تک اس کی کڑواہٹ کا اثر رہتا۔ اب ظاہر ہے کہ مقصود دہی کھلانا نہ تھا بلکہ اس کڑوی دوا کا کھلانا تھا۔ دہی کے ساتھ اس لئے کھلاتے تھے کہ کڑواہٹ کی ناگواری کچھ کم ہو جائے اور وہ دوائی کھائی جا سکے ورنہ اس میں اتنی کڑواہٹ تھی کہ دہی کے بغیر میں کھا ہی نہیں سکتا تھا لیکن اس کے باوجود بھی اس دوا ہی کی کڑواہٹ غالب رہتی تھی۔ اسی طرح یہاں سمجھ لیجئے کہ لذت مقصود نہیں مقصود صرف خوف وخشیت ہی ہے لیکن لذت اس لئے دے دی جاتی ہے کہ خشیت کی برداشت ہو سکے۔ پھر بھی خشیت کا غلبہ رہتا ہے اور کیوں نہ ہو بندہ پیدا ہی اس لئے ہوا ہے کہ وہ اس کشمکش میں رہے ورنہ عالم ارواح ہی سے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس امتحان ہی کے لئے تو یہاں بھیجے گئے ہیں اور روح کو جسم کے ساتھ ملانے میں یہی تو حکمت ہے جب تک جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہے یہی کشاکش (کھینچا تانی) رہے گی اس سے چھٹکارے کی تمنا کرنا ہی فضول ہے۔ انسان اس کشمکش ہی کے لئے تو پیدا کیا گیا ہے ورنہ عبادت کے لئے فرشتے کیا کچھ کم تھے۔ شاید نیاز اسی کو کہتے ہیں ؎

کیا ہی چین خواب عدم میں تھا نہ تھا زلف یار کا کچھ خیال

سو جگا کے شورِ ظہور نے مجھے کس بلا میں پھنسا دیا

مجذوب کا قول ہے۔

؎ کہاں تھا کون تھا اور اب کہاں ہوں کیا ہوں میں
اس آب و گل کے جو دلدل میں آ پھنسا ہوں میں

؎ تھے کہاں گردشِ تقدیر کہاں لائی ہے
بادہ پیمائی تھی یا بادیہ پیمائی ہے

یہ بندہ ہے مگر خدا بن کر رہنا چاہتا ہے کہ جو میرا جی چاہے وہ ہو۔ بس حقیقت یہ ہے کہ لذت مقصود ہی نہیں۔ مقصود تکلیف و مصیبت ہے۔ اسی لئے حضرات انبیاء علیہم السلام بھی اس سے خالی نہ رہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار میں شدت ہوئی تا کہ ثواب دگنا ہو۔ اگر یہ کوئی چیز مقصود نہ تھی تو انبیاء علیہم السلام بالخصوص ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کیوں بری نہ رہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

زاں بلاہا کانبیاء برداشتند ❁ سربہ چرخ ہفتمیں افراشتند

ترجمہ: ”جو آزمائشیں انبیاء برداشت کرتے ہیں اس کی وجہ سے ان کے درجے ساری مخلوق سے بلند ہیں۔“

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل“ ترجمہ: ”لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش میں انبیاء ہوئے ہیں پھر ان کے بعد والے پھر ان کے بعد والے۔“ دیکھئے ”اشد بلاء“ (آزمائش میں سب سے زیادہ) فرمایا ”اکثر راحۃ“ (راحت میں سب سے زیادہ) نہیں فرمایا۔

وساوس کی طرف سے تو ہم کو بالکل مطمئن فرما دیا گیا ہے۔ حضرات صحابہ سے بڑھ کر تو ہم نہیں ہوسکتے۔ ان حضرات کو بھی ایسے ایسے وسوسے آتے تھے کہ جن کے بارہ میں انہوں نے اس عنوان سے حضور میں عرض کیا کہ ان کو ظاہر کرنے سے جل کر کوئلہ ہو جانا آسان ہے تو دیکھئے ان حضرات کو بھی کیسے کیسے خوفناک وسوسے آتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا ”ذاك صريح الايمان“ (یہ صاف ایمان ہے) ظاہر ہے کفر کے وسوسہ سے بڑا وسوسہ تو کوئی نہیں ہوسکتا اس کا بھی یہی حکم ہے۔ جب اس قسم کے وساوس کی دل پر زیادتی ہو تو وہی نسخہ استعمال کرے کہ اپنے خیالات کو کسی دوسری طرف متوجہ کر دے خواہ کسی دنیا ہی کی چیز کی طرف مثلاً گاجر کا حلوا، شلجم کا اچار اور اس کے اوزان اور ترتیب میں قلب کو مشغول کر دے۔ اس طرح قلب کو متوجہ کرنے میں چند روز تو تعب ہوگا۔ مگر پھر انشاء اللہ تعالیٰ بڑی سہولت سے وساوس کو دور کرنے پر قدرت ہو جائے گی۔

آخر میں بطور تحدث بالنعمۃ (نعمت کو بیان کرنے کے لئے) کے فرمایا کہ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھ کو تو ہر الجھن میں سیدھا راستہ نظر آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ طریق کے سمجھنے میں اب کوئی پیچیدگی نہیں رہتی۔

(احقر خیر محمد جالندھری جامع ملفوظ عرض رسا ہے کہ بہت دن سے میرا قلب پردوں میں چھپا ہوا طرح طرح کی پریشانیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ حق تعالیٰ کا کروڑ شکر ہے کہ ملفوظ مذکور کی بدولت قلب تمام پردوں سے صاف اور تمام پریشانیوں سے خالی ہوگیا اور ایک قسم کی جمعیت حاصل ہوگئی حق تعالیٰ سیدی حضرت مولانا مدظلہم العالی کے فیوض و برکات کو ہمیشہ جاری رکھے اور اس ناکارہ اور جملہ احباب کو فیض حاصل کرنے کی توفیق دے اور اتباع سنت اور اپنی رضا نصیب فرمائے۔ آمین)

قبض و بسط کی حالت

حَالؒ: ایک صاحب نے ایک طویل خط میں اپنی مختلف حالتیں پہلے سخت پریشانی ناقابل برداشت جس میں سونا کھانا سب اڑ گیا۔ اس کے بعد مبشرات رویا (خواب کی خوشخبریوں) سے روح و سرور لکھی تھیں۔ اس کا جواب حسب ذیل دیا گیا۔

تحقیقؒ: وہ پہلی حالت قبض کی تھی دوسری حالت بسط کی ہے اور قبض جتنا شدید ہوتا ہے۔ اتنا ہی بسط قوی ہوتا ہے۔ اسی لئے آئمہ طریق نے فرمایا ہے کہ قبض سے پریشان نہیں ہونا چاہئے وہ سب ابتدا کی چیزیں ہوتی ہیں مبارک ہو۔ یہ حالات کس کو نصیب ہوتے ہیں۔ مگر ایسی حالت میں غذائے لطیف اور مفرحات و مقویات (خوش رکھنے والی اور قوت دینے والی دواؤں) کا استعمال رکھنا ضروری ہے۔ اگرچہ دل نہ چاہے۔ (النور، صفر ۱۳۵۲ھ)

قلب کا منقبض (تنگ) ہونا برا نہیں

حَالؒ: مجھ میں کوئی حال نہیں جس کو عرض کروں اور کوئی حال نہیں پاتا ہوں۔ سینہ اور قلب بالکل تنگ بلکہ بند ہیں۔ قلب میں قوت انفاعلیہ (اثر قبول کرنے والی قوت) کا نام و نشان نہیں معلوم ہوتا۔ کئی دنوں سے قلب میں انشراح و انبساط نہیں بلکہ انقباض ہی انقباض ہے۔ صحبت مجلس سے بھی کچھ بھی حالت بدلی نہیں مجھ کو سخت خطرہ ہوا تھا کہ کہیں "قلوبنا غلف" الخ (یعنی ہمارے دل پردوں میں ہیں) کہنے والوں یا ارشاد "ولا یجاوز حناجرھم" (الحدیث) کہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ میں ایسے لوگوں میں سے نہ ہوگیا ہوں۔

تحقیقؒ: جو لوگ اس میں ہوتے ہیں ان کو اس میں ہونے کا احتمال تک بلکہ توجہ تک بھی نہیں ہوتی ہے۔ یہی

دلیل اس میں نہ ہونے کی۔

حَالؒ: مجھ کو اس ورطۂ ظلمات (اندھیروں کے گڑھے) سے نکال کر نور کی طرف پہنچایا جائے۔

تَحقِیق: ظلمات (اندھیرے) ہیں ہی نہیں ان ظلمات کی خاصیت ہے "اذا اخرج یده لم یکدیر ھا" اور یہاں دیکھنے کی دولت نصیب ہے۔ بس ظلمات نہیں ہیں۔ (النور، صفر ۱۳۵۲ھ)

دل میں گداز (نرمی) نہ ہونا اس کا علاج دعا ہے

حَالؒ: میرے دل میں کوئی گداز محسوس نہیں ہوتا۔ نہ کوئی لذت وشوق کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ مقاصد میں سے نہیں لیکن ان کے حصول کو جی چاہتا ہے کیونکہ ان کے بغیر مجھ جیسے نفس کے مغلوب انسان سے ہمیشگی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

تَحقِیق: دعا کیا کیجئے پھر خواہ کسی صورت سے قبول ہو۔ (النور، صفر ۱۳۵۲ھ)

فنا اصطلاحی کی ترقی بقاء سے ہوتی ہے

حَالؒ: احقر پر موت کا خیال ایسا غالب ہو رہا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ میں اس عالم کا آدمی ہی نہیں ہوں۔ ہر چیز سے دل برداشتہ ہو گیا ہوں۔ ہر چیز سے خاص عبرت کا سبق مل رہا ہے اور یہ حالت روزانہ ترقی کر رہی ہے۔

تَحقِیق: مبارک! یہ اصطلاحی فنا سے بھی اونچا مقام ہے پھر مبارک ہو۔ زیادہ کامل (اور اونچا) ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فنائے اصطلاحی ایک حال ہے جس میں طبیعت کی شان غالب ہے اسی لئے اس سے آگے ترقی بقاء سے کرائی جاتی ہے اور وہ بقاء کے ساتھ نہیں ہوتا (یعنی اصطلاحی فنا کے ساتھ بقا نہیں ہوسکتی ہے)۔ اور یہ فنا خود ایک مقام ہے اور اس میں عقلیت کی شان ہے اور اس کے ساتھ بقاء ہوتی ہے (یعنی فنا اور بقا ایک ہوسکتے ہیں) اور جس کیفیت میں عقلیت کا غلبہ ہوگا وہ اس سے افضل ہوگی جس میں طبیعت کا غلبہ ہوگا کیونکہ طبیعت کے غلبہ میں اعمال کے نظام میں رکاوٹ کا خطرہ رہتا ہے اور عقلیت کے غلبہ میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔ عقلیت کی شان کے غلبہ کی کیفیت حضرات انبیاء علیہم السلام کی کیفیات کے مشابہ ہوتی ہے۔ اس لئے "لو تعلمون ما اعلم" (کہ اگر تم لوگ وہ احوال جان لو جو میں جانتا ہوں) کے ساتھ کم ہنسنا، زیادہ رونا اور عورتوں سے لذت حاصل نہ کرنے کو ضروری فرمایا (یعنی اگر تم لوگ بھی وہ احوال آخرت کے جان لو تو تم میں یہ باتیں پیدا ہو جائیں گی کیونکہ تمہارے مزاج پر طبیعت کے غلبے کی وجہ سے یہ امور پیش آئیں گے اور) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باوجود اس علم کے "اصلی وارقد واتزوج واصوم وافطر" (کہ میں نماز بھی پڑھتا ہو، سوتا بھی ہوں

شادی بھی کرتا ہوں، روزہ بھی رکھتا اور نہیں بھی رکھتا ہوں) کا حکم کیا گیا۔ اس سے زیادہ شرح ذوق پر چھوڑتا ہوں۔ ''من لم یذق لم یدر'' کہ جس کو ذوق نہ ہو اس کو معلوم نہیں ہوتا ہے۔ (النور، جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ)

دنیاوی امور میں غمگین ہونا طبعی ہے

حال: کبھی دنیاوی امور کی وجہ سے متفکر اور غمگین ہو جاتا ہوں۔ طبیعت میں سخت بے چینی اور گھبراہٹ ہونے لگتی ہے۔ دینی امور میں بہت سی کوتاہیاں اور غلطیاں ہوتی ہیں مگر ان غلطیوں پر اتنا غم اور پریشانی نہیں ہوتی تو خیال ہوتا ہے کہ کہیں تو بددین تو نہیں ہو گیا ہے۔ اس حالت کو دیکھ کر سخت افسوس ہوتا ہے۔

تحقیق: طبعی فرق ہے یہ بددینی نہیں ہے اگر عقلی فرق بھی یہی ہوتا تو غم کی بات تھی۔ (النور، جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ)

اہم مسئلہ

ایک اہم مسئلہ کی اہم تفصیل میں ایک لفافہ کی عبارت جس کو مولوی جلیل احمد صاحب نے لکھا۔

امور طبعیہ دو قسم پر ہیں فطری اور غیر فطری

فرمایا۔ کل ایک بات اچانک سمجھ میں آئی مجھ کو بڑی خوشی ہوئی اور میں نے حق تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا۔ وہ یہ کہ یہ جو تصوف کا ایک اہم مسئلہ ہے کہ طبعی باتیں نہ محمود (پسندیدہ) ہوتی ہیں نہ مذموم (بری) ہوتی ہیں۔ یہ بالکل ہی صحیح ہے مگر اس میں ایک تفصیل ہے جو کل سمجھ میں آئی وہ یہ کہ طبعی باتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک تو وہ جو کسی عمل کی وجہ سے نہ ہوں بلکہ فطری (پیدائشی) ہوں وہ تو نہ محمود ہیں نہ مذموم ہیں۔ ایک قسم طبعی باتوں کی یہ ہے کہ جو فطری نہ ہوں بلکہ کسی عمل سے پیدا ہوئے ہوں تو ان میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ کسی پسندیدہ عمل سے پیدا ہوئے ہوں تب تو پسندیدہ ہوں گے اور اگر کسی برے عمل سے پیدا ہوں تو برے ہوں گے۔

یہ مضمون ناتمام تھا۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مکمل فرما دیا اور یہ ایک حدیث میں غور کرنے کی برکت سے سمجھ میں آیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ ''اذا سرتك حسنتك وساتك سيتك فانت مومن'' یعنی اگر نیک کام کر کے تجھ کو خوشی ہو اور گناہ کر کے تیرا جی برا ہو تو تو مومن ہے۔ اب یہاں خوشی جو ہے وہ ایک طبعی ہے مگر چونکہ یہ ایک عمل صالح سے پیدا ہوئی تھی اس لئے اس کو ایمان کی علامت فرمایا گیا اور جو چیز محمود نہ ہو وہ ایمان کی علامت نہیں بن سکتی تو معلوم ہوا کہ یہ محمود ہے اور اگرچہ یہ (بات) اپنی ذات کے اعتبار سے طبعی نہیں ہے (کہ پیدائشی نہیں ہے نیکی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے) مگر ہمیشہ ایسا ہونے سے طبعی بات کی طرح ہو جاتی ہے۔ اور یہ خدا

تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے اس خوشی کو طبعی امر بنا دیا۔ اسی طرح اگر کسی کو قبض ہو تو اگر کسی گناہ کے سبب ہوا تب تو وہ برا ہے اور اس کے علاج کی ضرورت ہے اور اگر اس کا سبب کوئی گناہ نہ ہو تو اس کی کچھ فکر نہ کرے کیونکہ وہ برا نہیں۔

پھر فرمایا کہ اگر کوئی بات فکر سے اور سوچ سے سمجھ میں آئے تو اس میں غلطی کا احتمال زیادہ ہوتا ہے اور اگر بلا سوچے خود بخود کوئی بات سمجھ میں آ جائے تو اس میں بھی غلطی کا احتمال ہوتا تو ہے مگر کم۔ میں تو یہی کہوں گا کہ یہ عطا ہے۔ ۲؍رجب ۱۳۵۲ھ۔ (النور، شعبان، رمضان، شوال ۱۳۵۲ھ)

طبعی رنج مقصود نہیں عقلی رنج مقصود ہے

حَال: حضور والا! پہلے میری یہ حالت تھی کہ کبھی میری صبح کی نماز قضا ہو جاتی تھی تو مجھ کو بہت رونا آتا تھا اور اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ کبھی صبح کی نماز قضا ہو جاتی ہے تو کچھ رنج نہیں ہوتا۔ حضور والا! مجھ کو دل پر سیاہی معلوم ہوتی ہے میری اصلاح ہو جائے تعلیم کی درخواست ہے۔

تحقیق: طبعی رنج مقصود نہیں عقلی رنج مقصود ہے وہ حاصل ہے چنانچہ رنج نہ ہونے پر افسوس ہونا یہ عقلی رنج ہے اس کا مطلب اپنے شوہر سے سمجھ لو۔ (النور، شعبان، رمضان، شوال ۱۳۵۲ھ)

ایمان کے معانی پر ایک شبہ کا ازالہ

حَال: (بعض مضامین مفید ہونے کی وجہ سے اس سلسلہ میں ایسے حضرات کے بھی نقل ہو جاتے ہیں جو احقر کے زیر تربیت نہیں ہیں۔ یہ بھی اسی میں ہے۔۱۲)

حضرت ایمان کے معنی ماننے کے سمجھ میں آتے ہیں یعنی جو شے خود اپنے علم و مشاہدہ میں براہ راست نہیں آتی اس میں دوسرے کے علم کی تصدیق یا اس کے بیان پر اعتبار کر کے مان لینا۔ اللہ، فرشتے، کتاب، رسالت، قیامت سب ایسی ہی غیبی باتیں ہیں جن کو رسول کے بیان کی بنیاد پر مانا جا سکتا ہے۔ بلکہ "امن الرسول بما انزل الیه من ربه" الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ خود رسول کو بھی جبرئیل علیہ السلام یا (کوہ) طور کی طرح کی کسی آواز وغیرہ کا اعتبار کر کے ایمان ہی لانا پڑتا ہے۔ بظاہر ایسے ایمانی علم سے جھوٹ سچ کا عقلی احتمال تو ختم ہوتا نہیں۔ اب اگر کسی مومن کے دل میں اس قسم کا احتمال بطور وسوسہ کبھی کبھی دل میں آئے تو کیا یہ اس کے ایمان کے خلاف ہوگا یا شک والا نفاق ہوگا یا صرف ایمان کا ضعف ہوگا۔

تحقیق: نہ ایمان کے خلاف ہے نہ شک ہے نہ نفاق نہ ایمان کا ضعف جبکہ جھوٹ کے احتمال کو یقینی طور پر باطل

سمجھا جائے بلکہ حدیث کی وجہ سے صریح الایمان ہے اور سلوک کے راستے کے قواعد سے ایک وجہ سے اس اعتقاد سے اجر میں زیادہ ہے جو ایسے خطرات (وساوس) سے خالی ہے کیونکہ اس میں مجاہدہ نہیں ہے اگر چہ دوسری وجہ سے وہ افضل ہے کہ مقصود کے زیادہ قریب ہے کیونکہ مجاہدہ سے خود مقصود مشاہدہ ہے اور اجر اور فضیلت کی زیادتی میں کسی طرف سے بھی لازمی نہیں ہے۔

''کما فی جمع الفوائد عن ابی داود والترمذی قوله علیه السلام للعامل فیهن (فی ایام الفتن) مثل اجز خمسین رجلا یعملون مثل عملکم قیل یا رسول الله اجر خمسین منا او منهم قال اجر خمسین منکم الحدیث قلت فالصحابة افضل والعامل فی الفتنة اکثر اجرا''

ترجمہ: ''آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ (فتنہ کے دنوں میں دین پر) عمل کرنے والے کے لئے ایسے پچاس آدمیوں کے برابر اجر ہے جو تمہاری طرح عمل کریں عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ہم میں سے پچاس آدمیوں کی طرح یا ان کے پاس آدمیوں کی طرح۔ (الحدیث) میں کہتا ہوں صحابہ تو افضل ہیں لیکن فتنہ کے دنوں میں عمل کرنے والا زیادہ اجر والا ہے۔''

بہر حال جس کو جو عطا ہو جائے اس کے لئے وہی زیادہ بہتر ہے۔ اس کو نعمت سمجھ کر اس پر شکر کیا جائے۔

حال: خدا جانے فلسفہ کے تعلّم و تعلیم کا اثر ہے یا کیا بات ہے کہ اس طرح کا احتمال قلب پر کبھی کبھی ضرور گزرتا ہے اگر چہ الحمد للہ کہ فوراً استغفار کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے پھر بھی خیال ہوتا ہے کہ خدا جانے ایمان بھی ٹھیک ہے یا نہیں اور خاتمہ کیسے ہوتا ہے۔

تحقیق: انشاء اللہ خاتمہ فاتحہ سے بھی اچھا ہوگا۔

حال: اس کے علاوہ ذاتی علم یا مشاہدہ کے جو عملی آثار ہوتے ہیں وہ اس ایمانی علم میں عشر عشیر بھی محسوس نہیں ہوتے ہیں۔ مثلاً دنیا کی آگ سے انسان جس طرح بھاگتا ہے اور بچتا ہے ''اشد حرا'' (زیادہ گرمی) والی آگ سے بچاؤ کا اہتمام اس کے مقابلہ میں ہم کو اپنے اندر تو بس برائے نام ہی معلوم ہوتا ہے۔ کیا غیب و شہادت کے علم میں کم از کم مراتب یقین کا جو فرق رہتا ہے اور اس کی وجہ سے جو عمل میں کوتاہیاں ہوتی ہیں کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی کچھ قابل عذر ہوں گی۔

تحقیق: یہ موجود نہ ہونے اور موجود ہونے کا فرق بھی فرق کی وجہ ہے مگر قوی وجہ مومن کے لئے یہ ہے کہ یہاں بچنے کا طریقہ صرف ایک ہی ہے یعنی بھاگنا۔ اور وہاں دو طریقے ہیں ایک گناہوں کا چھوڑنا دوسرے گناہوں

سے توبہ کرنا۔ اگر مومن کو یہ یقین دلا دیا جاتا کہ توبہ ہرگز مقبول نہ ہوگی تو گناہوں سے بھاگنا یقینی تھا جیسے دنیاوی آگ سے بھاگنا یقینی ہے۔

باقی اس عذر کے فرق کا نتیجہ معافی تو نہیں ہوسکتا ہاں اسی توبہ کے احتمال اور توبہ کے قبول ہونے کے احتمال کی وجہ سے کمی ہوسکتا ہے۔ فقط (النور، جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ)

دوام اعمال میں ہوتا ہے نہ احوال میں

حَال: معمولات بحمد اللہ تعالیٰ بخوبی ادا ہو رہے ہیں۔

تحقیق: الحمد للہ۔

حَال: مگر وہ جو اکثر خیال رہتا تھا کہ حق تعالیٰ شانہ دیکھ رہے ہیں اس میں کمی پاتا ہوں۔ جب خیال آجاتا ہے۔ ندامت ہوتی ہے۔

تحقیق: ایسی کمی زیادتی لازم عادی ہے یکساں حال رہ ہی نہیں سکتا۔ دوام تو اعمال میں ہوتا نہ کہ احوال لیکن یہ تبدیلی نقصان دہ نہیں بلکہ اس میں فوائد ہیں جن کا مشاہدہ اہل طریق کو خود ہو جاتا ہے۔ مثلاً غیبت کے بعد حضور میں زیادہ لذت کا ہونا اور مثلاً غیبت میں انکسار و ندامت کا آنا اور مثلاً اپنے عجز کا مشاہدہ ہونا۔ و مثل ذالك۔ اسی طرح دوسری چیزیں۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۳ھ)

فنا میں دوگنا اجر ہوتا ہے

حَال: (ایک مجاز یافتہ کی طرف سے)

ایک ماہ سے کچھ زاید مدت گزری ہے کہ لفافہ خرید کر ارادہ کیا ہوا ہے کہ آج لکھوں گا کل لکھوں گا۔ جب لکھنے بیٹھتا ہوں تو کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا لکھوں۔ کچھ حال تو لکھوں۔ یہاں تو صفر ہی صفر ہے۔

تحقیق: صفر ہی تو وہ چیز ہے کہ ایک کو دس اور دس کو سو اور سو کو ہزار بنا دیتی ہے۔ صفر تعبیر ہے عدم و فنا کی۔ اسی سے تضاعف ہوتا ہے اور کیا چاہئے۔ (النور، شوال ۱۳۵۳ھ)

غیر اختیاری بات نقصان دہ نہیں

حَال: اکثر تشہد پڑھتے وقت آپ کی صورت خیال میں آجاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی شکل سامنے کھڑی کر دی گئی ہے۔ اس وقت مجھے شبہ ہوتا ہے کہ شرک میں نہ مبتلا ہو جاؤں اس وجہ سے میری پریشانی بڑھ گئی۔

تحقیق: یہ حالت ہونے اور باقی رہنے میں اختیاری ہے یا غیر اختیاری اور شرک اختیاری یا غیر اختیاری۔

(النور، ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ)

یادِ الٰہی میں دنیاوی تعلقات حائل ہوتے ہیں، اس شکائت کا ازالہ

حال: میں اس کو اعتقادا سمجھتا ہوں کہ جو کچھ میری دینی یا دنیوی حالت ہے وہ سب حضرت ہی کی برکت کی وجہ سے ہے ورنہ مجھ جیسے بے حس شخص سے کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ بالکل حضرت ہی کے سہارے چل رہا ہوں اور آئندہ جو کچھ ہوگا وہ بھی حضرت ہی کی بدولت ہوگا۔ اب دنیاوی تعلقات سے دل بالکل ٹھنڈا ہوگیا ہے اب بالکل دل یہ چاہتا ہے کہ بس ایک کونہ ہو اور میں ہوں اور یادِ الٰہی کے علاوہ اور کوئی شغل نہ ہو مگر دنیاوی تعلقات پیچھا نہیں چھوڑتے جو فارغ ہوکر ایک کا ہوکر رہ سکوں۔ یہ دنیاوی زندگی ایک قید کی زندگی سی معلوم ہوتی ہے۔ لشتم پشتم جیسے ہوسکتا ہے چل رہا ہوں صرف اس امید پر کہ

ع بر کریماں کار ہا دشوار نیست

ترجمہ: "کریموں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہیں۔"

ورنہ اپنی حالت کسی قابل نہیں سر سے پیر تک خطا اور گناہ ہوں۔ دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ میری ظاہری اور باطنی حالت درست فرمائے اور حضرت سے موت تک تعلق قائم رکھے کہ اس میں سب صلاح وفلاح ہے۔

تحقیق: دل سے دعا ہے اور حالات تبدیلی کے بارے میں اکابر کی یہ تحقیق ہے ؎

در بزم عیش یک دو قدح نوش کن و رو ❁ یعنی طمع مدار وصال دوام را

ترجمہ: "عیش کی محفل ایک دو پیالے پیو اور چلتے بنو یعنی ہمیشہ محفل میں رہنے کی تمنا نہیں رکھو۔"

(النور، ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ)

غیر اختیاری پر ملامت نہیں

حال: کوئی اچانک گر پڑتا ہے یا کوئی اور فوری تکلیف ہوجاتی ہے مثلاً بھڑ نے کاٹ لیا تو خود بخود ہنسی آجاتی ہے اور کتنا ہی روکا جائے ہنسی نہیں رکتی۔ ہاں اگر گرنے والا ضعیف یا بچہ ہے تو بہت افسوس ہوتا ہے یہاں تک کہ کچھ گھنٹوں اس کا خیال رہتا ہے لیکن اگر گرنے والا جوان ہے اور کمزور نہیں ہے تو خود بخود ہنسی آجاتی ہے۔

تحقیق: تو آنے والے کی خطا ہے آپ کی کیا خطا ہے یہ تو شاعرانہ لطیفہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ غیر اختیاری پر ملامت نہیں۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

رونے کا علاج

حَال: حضور والا نے فقیر محمد طالب علم کے بارے میں جو کہ نماز اور دعا اور مجلس میں بہت روتا تھا، فرمایا تھا کہ میں کچھ سوالات خود کر کے اس سے جواب لے کر پھر اس کی اصلاح کے بارے میں لکھوں گا۔ اب حضور والا سے بصد ادب عرض ہے کہ آپ سوالات ارشاد فرما دیں تو فقیر محمد سے جواب لے کر آپ کی خدمت میں بھیجا جائے۔ اب بھی کچھ روتا ہے لیکن پہلے کے مقابلے میں بہت سکون معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق: سوالات ① یہ حالت کب سے ہے؟ ② دماغ اور قلب طبی تشخیص سے کیسا ہے؟ ③ رونا کسی خاص خیال سے پیدا ہوتا ہے؟ ④ کیا سکون کسی خیال سے ہوتا ہے؟ ⑤ اب کیوں کمی ہوئی؟

اس کے بعد ذیل کا خط فقیر محمد طالب علم کے خط کے ساتھ آیا۔

حَال: حضور نے جو سوالات فرمائے ہیں فقیر محمد نے ان کا جواب عرض کیا وہ ارسال خدمت ہے۔

خط فقیر محمد

حضرت والا کے پہلے سوال کا (یعنی یہ حالت کب سے ہے)

جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے ساڑھے چار سال کا عرصہ گذر چکا ہے کہ حضرت سے ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات کے وقت سے رونا شروع ہوا۔ مگر صرف آنسو جاری تھے اور چیخ و پکار نہ تھی۔ دو سال کے عرصہ سے یہ چیخ پکار شروع ہے۔ یہ چیخ کبھی زیادہ ہے اور کبھی کم اس میں تبدل و تغیر ہوتا رہتا ہے۔ حضرت کے ہاں حاضر ہونے میں اس رمضان شریف میں زیادہ ہو گیا۔

سُؤال نمبر ②: (دماغ اور قلب طبی تشخیص سے کیسا ہے)

جواب یہ ہے کہ میں نے حکیم سے احتیاطاً دوائی لے لی ہے مگر مرض کوئی نہیں۔ حکیم نے بھی مجھے کوئی مرض نہیں بتایا۔

سُؤال نمبر ③: (رونا کسی خاص خیال سے پیدا ہوتا ہے؟)

اس سوال کے جواب میں دو باتیں ہیں ایک یہ کہ جو ملفوظات حضرت دامت برکاتہم فرمایا کرتے تھے اس کا یقین ایسا ہوتا تھا جیسا کسی بات کو دیکھنے سے یقین ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ حضرت دامت برکاتہم کے پاس حاضر ہونے کے وقت میں اللہ تعالیٰ کا حاضر ناظر ہونا عقیدہ سے نکل کر حال کے درجہ میں معلوم ہوتا تھا۔ اس کے بعد پھر حضرت دامت برکاتہم عذاب کا ذکر فرماتے تھے تو میرے خیال میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا خوف ہوتا تھا۔ اس

وجہ سے رونا آتا تھا۔ جب کبھی اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات کا ذکر فرماتے تھے تو اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات خیال میں آتے تھے اس خیال سے رونا آتا تھا۔ جب کبھی کسی بزرگ کے کمالات اور اپنے شیخ کے ساتھ ادب ملفوظ فرماتے تھے تو میں اپنے آپ کو اس کے مقابلہ میں لاشے (کوئی چیز نہ) سمجھنے سے اور مجھ میں اس کمال اور ادب کے نہ ہونے سے رونا آتا تھا اور اس کے واسطے آپ استاذی اور حضرت سے دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی یہ کمال وادب عطا فرمادیں۔ یہ سب کچھ حضرت کی بات پر کامل یقین ہونے کی وجہ سے تھا۔ اگر اور کوئی (شخص) اللہ تعالیٰ کے احسانات وخوف یا کسی بزرگ کے کمالات فرماتے ہیں لیکن اتنا مجھے معلوم ہوا کہ ان کا حضرت دامت برکاتہم سے تعلق ہے اور نیک ذاکر آدمی ہیں تو ان کی تقریر سے بھی مجھے رونا آتا ہے۔

سوال نمبر ④: (کیا سکون کسی خیال سے ہوتا ہے؟)

جواب: سکون ایک خیال سے حاصل ہوتا ہے کہ جب میں خیال کرتا ہوں کہ میرے رونے سے حضرت کو یا کسی دوسرے شخص کو تکلیف ہوتی تو اس خیال سے رونا بند ہو جاتا ہے۔ اور بعد میں خجالت وشرمندگی ہوتی ہے یا کسی دوسرے مضمون میں اپنے خیال کو لگاتا ہوں تب رونا بند ہوتا ہے۔

سوال نمبر ⑤: (اب کیوں کم ہوا؟)

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ رونا دو وجہ سے کم ہوا۔ ایک یہ کہ جب حضرت سے رخصت ہونے لگے تو حضرت سے احقر نے معافی اور دعا کی درخواست کی۔ اس وقت حضرت نے فرمایا کہ میں نے معاف کر دیا اور دعا بھی کرتا ہوں۔ اس وقت مجھے رونا آیا اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ رونے والے کو معاف نہیں کیا جاتا ہے تم ہنسو تو معاف کروں گا۔ اس وقت مجھے ہنسی آ گئی۔ حضرت نے فرمایا ہاں اب معاف ہے۔ اس بات سے مجھے معلوم ہوا کہ رونا حضرت کی رائے کے خلاف ہے اس واسطے اب جتنی میری طاقت ہو میں طاقت برابر رونے کو روکتا ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس وقت ہم آنے والے تھے اس مجلس میں حضرت نے میرے بارے میں آپ کو فرمایا کہ بہت شغول کی وجہ سے مجھے وقت نہیں ملا تا کہ میں اس کے ساتھ بات چیت کروں یہ میری رائے ہے کہ باہر کچھ نہ ہو یعنی چیخ وپکار بلکہ سب اندر اندر ہو۔ اس سے بھی مجھے معلوم ہوا کہ حضرت کو رونا پسند نہیں۔ اس واسطے اپنے آپ کو رونے سے روکتا ہوں۔ ورنہ مجھے رونا بہت آتا ہے۔ جب مجھے حضرت کی نماز یاد آتی ہے اور ان کی مجلس یاد آتی ہے اور ان کی چال ورفتار یاد آتی ہے اور ملفوظات یاد آتے ہیں پھر تو بہت رونا آتا ہے کبھی چیخ نکلتی ہے اور کبھی بہت مشکل سے بند کرتا ہوں۔

تحقیق: رونا (ایک) اونچی اور پسندیدہ حالت ہے خواہ خوف سے ہو یا شوق سے لیکن چیخ پسندیدہ حالت نہیں اگرچہ عذر میں بری اور منع بھی نہیں لیکن قابل اصلاح ہے اور اصلاح کی حقیقت کو ختم کرنا ہے میرے نزدیک اس کا سبب دماغ وقلب کا ضعف یا حرارت بھی ہے کہ وارد (یعنی آنے والی حالت) کی برداشت نہیں ہے۔ اطباء کو اس سبب کی تشخیص کی طرف دوبارہ اہتمام کے ساتھ متوجہ کیا جائے اور مزاج کے اعتدال کی طبی تدبیر کی جائے اور خارجی تدبیر بھی منظّم کی جائے وہ یہ کہ امید کے مضامین حدیث سے یا اکابر کی باتوں سے بار بار سنائے جائیں اور ایسے مواقع پر ان کے استحضار کا بھی مشورہ دیا جائے اور ایک ماہ کے بعد پھر اطلاع دی جائے۔

(النور، ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ)

دعا میں رضا بالقضا (اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہنے) کے شبہ کا ازالہ

حال: نماز کے بعد دعا مانگتے وقت فوراً ہی یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ایسا مقدر نہیں کیا ہے اور میں مانگ رہا ہوں تو رضا بالقضا (اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہنا) کہاں رہا۔ ایسا مانگنے میں گستاخی نہ سمجھی جائے۔ بہرحال میری تسکین فرما دیجئے۔

تحقیق: اس میں اختلاف کیا ہوا بالکل مانگنے کے وقت یہ عزم رکھا جائے کہ اگر مطلوب (مانگی ہوئی چیز) نہ ملے تو نہ ملنے پر ہی راضی رہوں گا۔ دعا اور رضا دونوں (ایک ساتھ) جمع ہو گئیں۔ (النور، جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ)

قلب کے ضعف طبعی آثار ہیں اور غیر اختیاری پر مواخذہ (یعنی پکڑ) نہیں

حال: حضور والا! شدید روحانی اذیت و تکلیف سے مغلوب ہو کر اپنی حالت عرض کرتا ہوں۔ ابتدائی عمر میں مگر بلوغ کے بعد غالباً کچھ نمازیں اور روزے مجھ سے فوت ہوئے ہیں۔ نہ تو تعداد بالکل یاد ہے اور نہ قلبی کمزوری کی وجہ سے ان کی قضا کی بالکل ہمت وقوت ہے۔ حج بھی غالباً مجھ پر واجب ہو چکا ہے مگر جب استطاعت تھی تو توجہ نہ تھی اور اب احساس ہے تو استطاعت نہیں ہے (آگے اس استطاعت نہ ہونے کی وجوہات لکھی تھیں) اور گھر میں اور بچہ کو چھوڑ کر تنہا حج کرنے پر قلب کی کمزوری کی وجہ سے قادر نہیں۔ موت کا ہر وقت کھٹکا ہے اور یہ حدیث سن کر اور زیادہ خوف ہے کہ جس پر حج واجب ہو اور وہ مر جائے تو اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہیں خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔

سخت ضعف قلب کا مریض ہوں۔ حکیم صاحب دہلوی کی ادویہ کا استعمال کر رہا ہوں اگرچہ دنیا و دنیاوی زندگی سے دل سخت بیزار اور متنفر ہے اور زندگی وبال جان معلوم ہوتی ہے یہاں کی تکلیفوں اور فکروں کی وجہ سے مگر

پھر بھی طبعی طور پر کچھ ایسا گہرا تعلق اس دنیاوی زندگی سے ہے اور بیوی بچہ سے کہ اگر کفار سے جہاد وقتال واجب ہو جائے تو مجھے یقین نہیں ہے کہ میں شرکت کرسکوں گا۔

تحقیق: یہ سب طبعی ضعف کے آثار ہیں جو غیر اختیاری ہے۔ غیر اختیاری میں مواخذہ نہیں۔ اس لئے نہ ضعف پر ملامت ہے نہ اس کے آثار غیر اختیاریہ پر ملامت ہے ہاں ان آثار میں جو اعمال اختیاریہ ہیں وہ ملامت والے ہیں۔ مگر اس میں قدرت کی شرط ہے اور قدرت نہ ہونے کے وقت احکام بدل جائیں گے۔ احکام کی تفصیل ہر جزئی کی الگ ہے۔ قضا نمازوں کا حکم الگ ہے، حج کا حکم الگ اور جہاد کا حکم الگ ہے (جو) الگ الگ پوچھنے سے بتایا جائے۔ (النور، شعبان ۱۳۵۴ھ)

مبارک حالات

حال: اکثر یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ جل وعلا شانہ کے (جو بالکل بے کیف ہیں) سامنے ہوں، اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں۔ پچھلے گناہوں سے استغفار اور آئندہ کے لئے چھوڑنے کا پکا ارادہ ہے، ڈر بہت معلوم ہوتا ہے کہ دیکھئے کیا ہوگا، اس وقت دل بہت گھبراتا ہے اور طبیعت بہت بے چین ہو جاتی ہے۔

تحقیق: یہ سب مبارک حالات ہیں۔

حال: لیکن یہ تمام امور خلوت (تنہائی) اور فراغت میں رہتے ہیں اور جب کسی دوسرے کام میں مشغول ہوتا ہوں۔ تو ان کا بالکل خیال نہیں رہتا۔

تحقیق: یہ فرق طبعی اور لازم ہے اور رحمت ہے کیونکہ

ع گر نیست غیبتے ندہد لذتے حضور

ترجمہ: ''اگر جدائی نہ ہو تو وصال کی لذت حاصل نہیں ہوتی ہے۔''

حال: بعد میں پھر خیال ہوتا ہے اور ندامت ہوتی ہے اور یہ سمجھتا ہوں کہ وہ پہلی بات یونہی تھی (یعنی شمار کے قابل نہ تھی) یہ خیالات تو ہر وقت رہنے چاہئیں۔ اب اس کی تدبیر کیا ہے کہ یہ خیالات پکے ہو جائیں۔

تحقیق: یہ فرق پکا ہونے کے خلاف نہیں کسی حافظ کو اگر قرآن پکا یاد ہو تو کیا یہ بھی لازم ہے کہ ہر وقت تمام الفاظ کا استحضار رہے۔

حال: نماز کا بھی یہی حال ہے کہ بعض ارکان میں توجہ رہتی ہے اور بعض میں غفلت (ہوتی ہے)۔

تحقیق: اس کا سبب خود ارادے سے بھول ہے۔ ورنہ ارادے کے بعد بھول ناممکن ہے اور اس ارادے سے

بھول کا سبب دوسرے مشاغل کا بغیر ارادے کے سامنے آجانا ہے ہاں سامنے آجانے کے بعد ان (مشاغل) کو باقی رکھنا یہ ارادے سے ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ اس کے خلاف کا ارادہ نہیں کیا جاتا اور کبھی اس ارادے کی خبر (یعنی توجہ) بھی نہیں ہوتی جس کا سبب عادت ہے۔

علاج: تنبہ (خبردار ہونے) کے وقت آئندہ دوبارہ توجہ کرنے اور گذشتہ پر استغفار سے آہستہ آہستہ رسوخ ہو جاتا ہے جس کی کوئی مدت معین نہیں توجہ کے اہتمام اور استعداد کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس میں فرق ہو جاتا ہے۔ (النور، شوال ۱۳۵۴ھ)

فنا کے آثار

حَال: آج کل کچھ دنوں سے اپنے تمام عیوب ہر وقت مستحضر (ذہن میں یا نظروں کے سامنے) رہنے لگتے ہیں اپنے تمام ظاہری اطوار و عادات و اعمال میں اور باطنی اعمال میں ہزاروں طرح کی برائیاں نظر آتی ہیں۔ سوچتا ہوں تو جی گھبراتا ہے کہ آخر کس طرح ان کی اصلاح ہوگی مجھ پر تو بڑی بے حسی طاری ہے۔ اختیاری کاموں میں جہاں تک ہو سکے اہتمام رکھتا ہوں مگر کچھ بنائے نہیں بنتا۔ بڑا خوف معلوم ہوتا ہے کہ میری حقیقت تو یہ حالت ہے اور لوگ مجھ سے حسن ظن رکھتے ہیں۔ اکثر اوقات اپنی تعریف بھی لوگوں کی زبانی سنتا ہوں جس سے بڑی وحشت ہوتی ہے کہ یا اللہ میرا انجام کیا ہوگا یہ بڑا دھوکہ ہے اور خالص ریاکاری ہے لوگ میری طرف سے کتنے دھوکے میں ہیں۔

حضرت والا! مجھے اپنی اس حالت پر طرح طرح کے وساوس پیدا ہوتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس و شیطان کی ملاوٹ سے میں بالکل تباہ ہو جاؤں۔ میں لوگوں سے جہاں تک ہو سکے بہت ہی کم ملتا ہوں۔ نہ کسی سے ملنے کو جی ہی چاہتا ہے۔ مجھے کسی بات میں کوئی دلچسپی ہی معلوم نہیں ہوتی۔ زندگی بالکل بے کیف سی معلوم ہوتی ہے جب کسی تردد خاطر (طبیعت کے شک و) وغیرہ سے معمولات چھوٹ جاتے ہیں تو بہت دل گھبراتا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ مجھ پر خسر الدنیا والاخرۃ (کہ دنیا و آخرت میں ناکام) والی مجھ پر سچ نہ آجائے حالانکہ عقل سے یہ سب باتیں توجہ کے قابل معلوم نہیں ہوتی ہیں مگر چونکہ آج کل طبیعت پر ان کے اثرات کا غلبہ ہے اس لئے حضور والا سے عرض حال کر کے مودبانہ التماس ہے کہ میری تسکین قلب و اصلاح حال کے لئے دعا فرمائیں۔

تحقیق: دعا بھی کرتا ہوں اور بشارت بھی دیتا ہوں کہ یہ سب فنا کے آثار ہیں۔ (النور، صفر ۱۳۵۶ھ)

مناسبت نہ ہونے کا علم مناسبت کی دلیل ہے

حَالؔ: میرے آقا میرے ملجا و ماوا! میرا یہ حوصلہ نہیں کہ اس کی درخواست کروں اور حوصلہ اس لئے نہیں کہ ذرہ کو آفتاب سے نسبت ہی کیا۔ لیکن کسی طرح دل کی تسلی نہیں ہوتی اس لئے پورے ادب کے ساتھ یہ درخواست پیش کرتا ہوں کہ حضور والا دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ تھوڑی سی سچی محبت اور عقیدت اور صحیح نسبت حضور والا سے عطا فرمائیں کہ اس پر ہی سب دارومدار ہے۔

تَحقِیق: دل سے دعا کرتا ہوں۔

حَالؔ: حضور والا کے علوم و معارف کی فراوانی (زیادتی) اور اپنی کم لیاقتی (قابلیت کے کم ہونے) کو دیکھتا ہوں تو اکثر مایوسی کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے اس کا رنج اب اکثر رہتا ہے کہ حضور سے مناسبت پیدا نہیں ہوئی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔

تَحقِیق: یہ بھی مناسبت ہے کہ مناسبت نہ ہونے کا علم ہو جائے آخر عبد کو حق تعالیٰ سے نسبت ہوتی ہے یا نہیں حالانکہ (اللہ تعالیٰ کی ذات جو) واجب (یعنی خالق ہے) اور (بندہ جو کہ) ممکن (یعنی مخلوق ہے) میں کیا مناسبت مگر وہاں یہی مناسبت ہے کہ ان کی عظمت (اور) اپنی ذلت کا علم ہو جائے۔ اسی لغوی مناسبت نہ ہونے کے علم کو مناسبت اصطلاحیہ کہا جاتا ہے۔ باقی اس سے آگے "چہ نسبت خاک را با عالم پاک" لام کے زبر کے ساتھ (جس کا مطلب عالم بالا ہے) چہ جائے با عالم پاک لام کے زیر کے ساتھ جس کا مطلب آدمی مراد حضرت تھانوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ ہیں۔

حَالؔ: جو کچھ دل میں ہے اس کے اظہار کی پوری قدرت بھی نہیں۔

تَحقِیق: یہ بھی اسی مناسبت نہ ہونے جس کا نام مناسبت ہے کی شاخ ہے۔ (النور، صفر ۱۳۵۶ھ)

دل دھڑکنا رحمت ہے مگر اعتدال کی ضرورت ہے

حَالؔ: حضرت! جب مجھ کو موت یاد آتی ہے تو میرا دل دھڑکنے لگتا ہے کہ نہ معلوم موت کے بعد کیا حشر ہوگا۔

تَحقِیق: یہ دھڑک رحمت و نعمت ہے مگر اعتدال کی ضرورت ہے وہ اعتدال یہ ہے کہ ایسے وقت عفو و مغفرت کی خوب دعا کیا کریں۔ (النور، رجب ۱۳۶۷ھ)

صدمہ میں کبھی ایسے الفاظ ذہن میں آتے ہیں جو خلاف ادب ہیں

نوٹ: ایک اجازت یافتہ صدمہ کا ایک سخت واقعہ اور اپنے صبر و تفویض کا (حال) لکھ کر ذیل کا مضمون لکھا جس

کے بعد جواب منقول ہے۔

حال: کبھی کبھی یہ مضمون بھی زبان پر آجاتا ہے ؎

اے رفیقاں راہ ہارا بست یار ❁ آہوئے لنگیم و اوشیر شکار

جز کہ تسلیم و رضا کو چارۂ ❁ در کف شیر نر خونخوار

ترجمہ

❶ اے دوستو! راستوں کو محبوب نے بند کر رکھا ہے ہم لنگڑے ہرن ہیں وہ شکاری شیر ہے۔

❷ خونخوار نر شیر کے پنجے میں تسلیم و رضا کے علاوہ کیا چارہ ہے۔

تحقیق: ایسے اشعار جن میں ایسے الفاظ ہوں ہم جیسوں کے لئے خلاف ادب ہیں۔ بڑوں کی اور بات ہے سخت احتیاط واجب ہے۔ (النور، رجب ۱۳۵۶ھ)

رسالہ عبور البراری فی سرور الذراری

(رسالہ عبور البراری) مشرکین کی اولاد کے بارے میں تفصیل

حال: (نیند کے علاوہ) بے خودی کی حالت میں ایک روز رسول اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حقیر سے یہ ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں مشرکین کی اولاد کے جہنمی ہونے میں شک ہے۔ ارشاد ایسے طریقہ پر تھا کہ جس سے ان کا جہنمی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ یہ ایک شرعی مسئلہ ہے اس سے پہلے میرا غلبۂ ظن ان کے جہنمی نہ ہونے کا تھا۔ اور جہنمی نہ ہونے کی روایات کو راجح سمجھتا تھا۔ مگر اس ارشاد کے بعد سے اپنا خیال بھی الٹ ہوگیا ہے۔ اور اس وقت اس مسئلہ کا بالکل وہم وگمان بھی نہ تھا۔ اچانک بیٹھے بیٹھے بے خودی طاری ہوکر (یعنی خالص نیند کے بغیر) زیارت اور ارشاد کی برکات نصیب ہوئیں۔

تحقیق: بڑی خوش قسمتی ہے مبارک ہو اور اس سے زیادہ خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ زیارت کے آثار کو روایت (حدیث) کے آثار کے مطابق رکھا جائے کہ جو احکام منقول ہیں ان میں جو تجلیات دیکھی جائیں ان سے زیادہ مقصودیت ہے اس لئے یہ عرض ہے کہ دلائل سے یہ احکام ثابت ہیں۔ ① خواب یا بے خودی شرعی حجت نہیں ② پس جو چیز ثابت نہ ہو اس سے وہ ثابت نہیں ہوسکتی ہے۔ نہ راجح مرجوح نہ مرجوح راجح سب احکام اپنی حالت پر رہیں گے لیکن اتنا اثر لینا شرع کے موافق ہے کہ جس میں زیادہ احتیاط ہو اس کو پہلے سے زیادہ لے لیا جائے۔

❸ جس مسئلے میں بحث ہو رہی ہے یعنی مشرکین کے بچوں میں علماء کے تین مذہب منقول ہیں۔ ① عذاب دیا جانا ② نجات ہو جانا ③ اس مسئلہ میں خاموشی اور سکوت۔ ہر مذہب پر دلائل شرعیہ موجود ہیں تو خواب سے نہ کسی مذہب کی نفی ہو سکتی ہے اور نہ ہی کوئی ثابت کرنے اور دلالت کرنے والی دلیل باطل ہو سکتی ہے۔ پھر ان تینوں قول میں اکثر محققین نے نجات کو ترجیح دی ہے خاص طور پر بخاری کی حدیث کے بعد کہ آپ نے بچوں کو ابراہیم علیہ السلام کے پاس مجتمع دیکھا اس وقت آپ سے پوچھا گیا واولاد المشرکین (مشرکوں کی اولادیں بھی) آپ نے فرمایا واولاد المشرکین (مشرکوں کی اولادیں بھی) تو خواب سے اس ترجیح کا بطلان بھی نہ ہوگا۔

❹ یہ بھی احتمال ہے کہ خواب دیکھنے والے کو اچھی طرح یاد نہ رہا ہو۔

❺ بعض علماء کی رائے پر یہ بھی احتمال ہو کہ جن کو دیکھا گیا ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوں۔

❻ اور ان سب امور کے علاوہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جہنمی ہونا عذاب دیئے جانے کے لئے ضروری نہیں ہے خود حدیث میں صاف ہے کہ ایک جماعت اہل جنت کی ہوگی جو جہنمی کہلائیں گے۔ (رواہ البخاری) اسی طرح ممکن ہے کہ یہ بچے جہنم میں کسی مصلحت کی وجہ سے رکھے جائیں اور عذاب نہ دیا جائے اور خواب سے حقیقت میں اتنا ہی ثابت ہوتا ہے۔

❼ اسی طرح غور کیا جائے کہ اگر کوئی شخص اس کے خلاف خواب میں حضور کا ارشاد سن لے اس وقت اس کے علاوہ کیا فیصلہ ہوگا کہ خواب حجت نہیں۔

(تتمہ): اوپر کے جواب کے تحریر کے بعد احباب نے بعض غیر مشہور روایتیں اس باب کے بارے کنز العمال و جامع صغیر میں دکھلائیں۔ چونکہ ان سے بھی بعض ضروری فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اس لئے نفع کے پورا ہونے کے لئے ان کو بھی مع ان فوائد کے نقل کرتا ہوں۔

الرواية الاولى: عائشة لو شئت لا سمعتك تضاغيهم من النار يعنى اطفال المشركين (الديلمى عن عائشه) الرواية الثانية: ان اللّٰه تبارك و تعالٰى اذا قضى بين اهل الجنة واهل النار ثم ميرهم عجوا فقال اللهم ربنا لم يا تنا رسولك ولم تعليم شيئا فارسل اليهم ملكا واللّٰه اعلم بما كانوا عاملين فقال انى رسول ربكم اليكم فانطلقوا فابتغوا حتى اتوالنا قال لهم ان اللّٰه يامركم ان تقحموا فيها فاقتحمت طائفة منهم ثم اخرجوا من حيث لا يشعر اصحابهم فجعلوا فى السابقين المقربين ثم جاء هم الرسول فقال ان اللّٰه يامركم ان تقتحموا فى النار فاقتجمعت طائفة اخرى ثم اخرجوا من حيث لا يشعر

اصحابهم فجعلوا فی اصحاب الیمین ثم جاء هم الرسول فقال ان اللّٰه یامرکم ان تقتحموا فی النار فقالوا ربنا لا طاقة لنا بعذابك فامربهم فجمعت نواصیهم واقدامهم ثم القوا فی النار (الحکیم عن عبداللّٰه بن شداد) ان رجلا سال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عن ذراری المشرکین الذین هلکوا صغارا قال فذکره.

الروایة الثالثة: سالت ربی ان تیجاوز عن اطفال المشرکین فتجاوزهم وادخلهم الجنة (ابو نعیم عن انس).

الروایة الرابعه: لم یکن لهم سیئات فیعاقبوا بها فیکونوا من اهل النار ولم یکن لهم حسنات فیجازوا بها فیکونوا من ملوك اهل الجنة هم خدم اهل الجنة یعنی اطفال المشرکین (طب عن الحسن بن علی).

الروایة الخامسة: انی سالت ربی اولاد المشرکین فاعطانیهم خدما لاهل الجنة لانهم لم یدرکوا ما ادرك ابائهم من الشرك ولا نهم فی المیثاق الاول (الحکیم عن انس وابوالحسن بن ملة فی امالیه عن انس) هذا کله فی کنزالعمال کتاب القیامة من قسم الاقوال ذکر اهل الجنة وفیه ذکر اولاد المشرکین فی موضعین وحسن فی الجامع الصغیر.

الروایة الخامسة: بالرمز وفی العزیزی باللفظ.

الروایة السادسة: اولاد المشرکین خدم اهل الجنة (طس عن سمرة وعن اعنس) اورده فی الجامع الصغیر وصححه بالرمز والعزیزی باللفظ.

پہلی روایت: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں جہنم میں ان کے بلبلانے کی آواز سنادوں۔ (یعنی مشرکین کے بچوں کی آواز سنادوں)۔

دوسری روایت: اللہ تبارک وتعالیٰ جب جنتیوں اور جہنمیوں کا فیصلہ فرمادیں گے تو بعد میں سرکشوں کو علیحدہ جمع فرمائیں گے تو وہ کہیں گے: ہمارے رب! ہمارے پاس آپ کے رسول نہیں آئے اور نہ انہوں نے ہمیں کوئی چیز سکھائی تو اللہ ان کے پاس ایک فرشتہ کو بھیجیں گے۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے تھے اس کو خوب جاننے والے ہیں۔ وہ فرشتہ ان سے کہے گا میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس بھیجا گیا ہوں تم اپنے رب کے پاس چلو وہ لوگ جہنم کے پاس آئیں گے۔ وہ فرشتہ ان سے کہے گا اللہ تعالیٰ کا تمہیں حکم ہے کہ تم اس میں داخل ہو جاؤ۔ ایک

جماعت ان میں سے اس میں داخل ہو جائے گی۔ پھر ان کو اس میں سے نکالا جائے اس طرح کہ ان کے ساتھیوں کو معلوم نہ ہوگا اور سابقین مقربین میں ہو جائیں گے۔

پھر ان (دوسروں) کے پاس فرشتہ آئے گا ان سے کہے گا تمہارے رب کا حکم ہے کہ تم اس میں داخل ہو جاؤ تو یہ دوسرا گروہ بھی آگ میں داخل ہو جائیں گے پھر ان کو بھی اس طرح نکالا جائے کہ ان کے ساتھیوں کو علم نہیں ہوگا اور اصحاب الیمین میں سے ہو جائیں گے۔

پھر ان (باقی) لوگوں کے پاس وہ قاصد آئے گا اور ان سے بھی کہے گا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم آگ میں داخل ہو جاؤ تو وہ کہیں گے ہمارے رب! ہم میں آپ کے عذاب کی طاقت نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں حکم فرمائیں گے کہ ان کے پیشانیوں اور پاؤں کو سمیٹ جہنم میں ڈال دیا جائے گا...... ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے بچوں کے بارے میں پوچھا تو ایسا ہی فرمایا۔

تیسری روایت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں نے اپنے رب سے مشرکین کے بچوں سے درگذر کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے درگذر کا معاملہ فرمایا اور ان کو جنت میں داخل فرما دیا۔

چوتھی روایت: مشرکین کے بچوں کے گناہ نہیں ہیں کہ ان کو سزا دی جائے نہ ان کی نیکیاں ہیں کہ انہیں جنت والوں کا سردار بنایا جائے (بلکہ) وہ جنتیوں کے خادم ہوں گے۔

پانچویں روایت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے مشرکین کے بچوں کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ ان کو مجھے جنتیوں کے خادم بنا کر دے دیا کیونکہ انہوں نے وہ کام نہیں کیا جو ان کے باپ دادا نے شرک کیا وہ اپنے پہلے عہد ہی پر رہے۔

چھٹی روایت: مشرکوں کے بچوں جنتیوں کے خادم ہوں گے۔

الفائدۃ الاولی: اصل جواب کے چھٹے نمبر میں لکھا ہے کہ جہنمی ہونے کے لئے عذاب دیا جانا ضروری ہے اور بظاہر پہلی روایت عذاب دینے ہی کو بتاتی ہے کیونکہ بلبلانا کسی درد ہی کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ بلبلانے کے دوسرے اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً اپنے آباء کی حالت دیکھ کر جیسے دنیا میں دیکھتے ہیں کہ اگر کسی بچے کے باپ بھائی کو کوئی مارے بچے رونے لگتے ہیں یا مثلاً تکلیف نہ ہونے کے باوجود آئندہ تکلیف ہونے کے احتمال کی وجہ سے جیسے دنیا میں بھی خوف نہ ہونے کے وقت بھی بچے آئندہ کے ڈر سے رونے لگتے ہیں۔ یا مثلاً خود جہنم کے منظر کو ناپسند کر کے اس سے نکلنے کے لئے الحاح کے لئے جیسے اس کے نظائر دنیا میں بھی دیکھے جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس کا قائل ہونا پڑے گا کہ بچوں میں بچپن کے بعض جذبات

وہاں بھی رہیں گے اس لئے اس کے ضروری ہونے میں کچھ بھی دوری نہیں ہے۔ چنانچہ چھوٹے بچے جو اپنے والدین کے بخشوانے کے لئے اڑ جائیں گے کہ ہم ان کے بغیر جنت میں نہیں جائیں گے وہاں حدیث میں ارشاد خداوندی ان لفظوں سے منقول ہے۔ ﴿ایھا السقط المراغم ربه ادخل ابویك الجنة﴾ (اے ضدی بچے اپنے رب سے ضد کرنے والے ناتمام بچے اپنے والدین کو جنت سے لے جا) مراغم (یعنی جھگڑنے والے) کا لفظ ان جذبات کے باقی رہنے کو بتا رہا ہے۔

سؤال: جب اس کا مطلب عذاب مدلول نہیں تو اس خبر دینے سے حضور اقدس ﷺ کا مقصود کیا ہے۔

جواب: صرف آگ میں داخلے کی خبر دینا ہوسکتا ہے کہ یہ بھی ظاہری طور پر دور تھا اس دوری کے دور کرنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا ہو۔ یہ تو حدیث کی دلالت میں کلام ہے باقی ثبوت میں یہ کلام ہوسکتا ہے کہ حدیث ضعیف ہے۔ چنانچہ کنز العمال کے خطبہ میں دیلمی کی روایات کا ضعف مصرح ہے اس لئے جب اقوی سے تعارض ہوگا اقوی کو ترجیح ہوگی۔

الفائدة الثانية: دوسری روایت بھی بظاہر مشرکوں کے بچوں کے ایک حصہ کو عذاب دیئے جانے کو بتا رہی ہے۔ پر جنہوں نے آگ میں جانے سے عذر وانکار کیا۔ اس کا ایک جواب تو وہی ہوسکتا ہے کہ آگ میں ڈالے جانے کے لئے عذاب ضروری نہیں ہے۔ رہا یہ کہ پھر اس میں حکمت کیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ نافرمانی کی صورت پر عذاب کی صورت کو مرتب فرمانا مقصود ہو جیسا اس کے الٹ (قصہ) میں فرعون کی نجات کی صورت کو مرتب فرمایا اور فاء (جو کہ) تریب (کے لئے آتی ہے اس) کے ساتھ ارشاد فرمایا "فالیوم ننجیك ببدنك" (کہ ہم آج تیرے بدن کو نجات دیں گے) اس حکمت کو تو اشارۃً فرمایا اور دوسری حکمت کو صراحۃً (فرمایا کہ) "لتکون لمن خلفك ایة" (تاکہ تو اپنے بعد والوں کی عبرت ہو جائے) دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر آگ میں عذاب دینے کو بتانا ہے مان لیا جائے تو یہ ان کے رب کے قاصد کے انکار کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے آگ میں جانے سے انکار کیا۔ تو عذاب احتمال کا نتیجہ ہوا صرف مشرکوں کی اولاد ہونا سبب نہیں ہوا ورنہ ان ہی بچوں کے جو اور دو حصے تھے ان کو سابقین اور اصحاب یمین میں کیوں داخل کیا جاتا سو چونکہ انہوں نے فرمانبرداری کی اس لئے ان کو یہ درجات عطا ہوئے۔

سؤال: جس حکم کی مخالفت عذاب دیئے جانا سبب ہوسکتی ہے قرآن وحدیث سے اس میں یہ شرط ہے کہ وہ مالا یطاق (طاقت سے باہر) نہ ہو اور آگ میں گر جانا ظاہر ہے کہ مالا یطاق (طاقت سے باہر) ہے چنانچہ انہوں نے یہی عذر کیا کہ "ربنا لا طاقة لنا بعذابك" پھر اس پر عذاب کیسے ہوا۔

جواب: چونکہ صرف آگ میں جانا عذاب کے لئے ضروری نہیں انہوں نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ وہاں عذاب ہی ہوگا اس لئے ان کو اطاعت کرنا چاہئے تھا۔

سوال: احتمال تو عذاب کا تھا اور احتمال بھی غالب اور دلیل کی وجہ سے۔

جواب: ممکن ہے کہ ان پر منکشف کر دیا (یعنی دکھا دیا) گیا ہو کہ عذاب نہ ہوگا صرف آزمائش اور امتحان کے لئے حکم ہوا ہو۔ جیسے اس کی نظیر مسلم و ترمذی کی حدیث میں وارد ہے۔

فالحديث الاول: عن انس رضى الله تعالىٰ عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يخرج من النار اربعة فيعرضون على الله ثم يومر بهم الى النار فليتفت احدهم فيقول اى رب لقد كنت أرجوا اذا اخرجتنى منها ان لا تعيدنى فيها. قال فينجيه الله منها.

والثانى: عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان رجلين ممن دخل النار اشتد صياحهما فقال الرب تعالىٰ اخرجوهما فقال لهما لاى شىء اشتد صياحكما. قال فعلنا ذلك لترحمنا قال فان رحمتى لكما ان تظلقا فتلقيا انفسكما حيث كنتما من النار فيلقى احدهما نفسه فيجعلها الله عليه بردا وسلاما ويقوم الاخر فلا يلقى نفسه فيقول له الرب تعالىٰ ما منعك ان تلقى نفسك كما القى صاحبك فيقول رب انى لارجو ان لا تعيدنى فيها بعدما اخرجتنى منها فيقول له الرب تعالىٰ لك رجاء ك فيدخلان جميعا الجنة برحمة الله (كذا فى المشكوة الفصل الثانى من باب الحوض والشفاعة).

پہلی حدیث: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہنم سے چار آدمی نکالے جائیں گے پھر ان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے تو انہیں حکم ہوگا جہنم میں ڈال دیا جائے۔ ان میں سے ایک (اللہ تعالیٰ کی طرف) متوجہ ہوگا اور کہے گا: میرے رب! میں نے یہ گمان کیا ہے کہ تو نے جب مجھے جہنم سے نکال لیا تو دوبارہ اس میں نہیں ڈالے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس کو نجات عطا فرمائیں گے۔

دوسری حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو لوگ جہنم سے داخل ہوئے ہوں گے ان میں سے دو آدمی بہت زیادہ چیخ رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے انہیں نکالو۔ (ان سے پوچھیں گے) کس وجہ سے تمہاری چیخ سب سے زیادہ آرہی تھی۔ وہ کہیں گے ہم نے یہ اس لئے

کیا تا کہ آپ ہم پر رحم فرمائیں۔ میری رحمت تمہارے لئے ہے تم دونوں جاؤ اور جیسے تم آگ میں تھے ایسے ہی خود کو آگ میں ڈال لو۔ ایک ان میں خود کو آگ میں ڈال دیتا ہے تو وہ آگ اس کے لئے ٹھنڈی سلامتی والی بن جاتی ہے ایک ان میں سے کھڑا رہتا ہے اور خود کو آگ میں نہیں ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھتے ہیں تجھے کس بات نے روکے رکھا ہے کہ تو نے خود کو آگ میں نہیں ڈالا جس طرح تیرے ساتھی نے خود کو آگ میں ڈال دیا۔ وہ کہے گا میرے رب میں یہ امید کرتا ہوں کہ آپ مجھے آگ سے نکالنے کے بعد دوبارہ آگ میں نہیں ڈالیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تیرے لئے تیری امید ہی ہے۔ دونوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

پھر یہ انکار صرف ایسا تھا جیسے بعض لوگوں کو یقین دلایا جاتا ہے کہ روزہ رکھنے سے کچھ تکلیف نہ ہوگی یا سفر حج میں جہاز اور دریا سے کوئی تکلیف نہ ہوگی پھر بھی کم ہمتی سے اس کو برداشت نہیں کرتے تو کیا یہ لوگ معذور ہوں گے۔

سؤال: آخرت تو عالم جزا (بدلہ دیئے جانے کا عالم) ہے نہ کہ عالم ابتلا (امتحان کا عالم) وہاں ان کے ساتھ یہ معاملہ کیسے کیا گیا۔

جواب: یہ (تقسیم کہ آخرت بدلے کی جگہ ہے امتحان کی جگہ نہیں ہے) غالب حالات کے اعتبار سے ہے (کہ اکثر ایسا ہی ہے) تقسیم باعتبار احوال غالبہ کے ہے ورنہ دنیا جو عالم ابتلا (امتحان کی جگہ) ہے اس میں بھی بعض بدلے ملتے ہیں اسی طرح آخرت میں بعض واقعات ابتلاء کے ہوسکتے ہیں۔

سؤال: (آگ میں داخل ہونے کا حکم) گناہ کے بعد تو کوئی دور کی بات نہیں ہے لیکن گناہ سے پہلے تو دور کی بات ہے۔

جواب: وہ حکم بھی امتحان کے لئے تھا بدلے کے لئے نہ تھا۔ مگر اس کا ابتلا ہونا ظاہر نہیں کیا گیا تھا۔ اس حکم کے بعد بھی یہی مقصود تھا کہ جو مانے گا اس کو نجات ہوگی جو نہ مانے گا اس کو سزا ہوگی۔ مگر ان لوگوں کی سمجھ میں اس کا ابتلا ہونا نہ آیا وہ جزا سمجھے اسی لئے یہ عذر کیا کہ ہم کو تو کچھ خبر ہی نہیں۔ اس لئے اس جزاء سے معاف کیجئے۔ پہلے سے چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم و ارادہ میں تھا کہ اس کے بعد ان کو اس طرح حکم دیا جائے گا اور ان میں بعض فرمانبرداری کریں گے بعض نافرمانی کریں گے اس لئے اس آزمائشی حکم کے بعد حکم تکلیفی فرما دیا۔ پس جزاء و سزا کا نتیجہ عمل ہی پر ہوا۔ اور اس روایت میں جو ارشاد ہے ”اللّٰہ اعلم بما کانوا عاملین“ (اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے جو وہ کرتے تھے) اس میں اسی طرف اشارہ ہو گیا کہ اس پچھلے حکم کے وقت اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ یہ

عذر کریں گے پھر ان پر اس طرح حجت پوری ہوگی اور پھر اس تفصیل سے ان کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا اس روایت میں اس تفسیر کی دلیل بھی موجود ہے۔ دوسری مشہور حدیثوں میں جو یہ جملہ آیا ہے وہاں بھی اسی تفسیر کا احتمال ہے اس لئے اس حدیث کے بارے میں جو مشہور ہے کہ اس سے توقف (یعنی نہ جہنمی کہنا نہ جنتی کہنا بلکہ خاموش رہنا) معلوم ہوتا ہے اور توقف کی یوں تقریر کی جاتی ہے کہ بڑے ہوکر جیسے عمل کرتے ہیں ویسے جزا ملے گی اس کی کوئی دلیل نہیں۔ پھر اس میں یہ دور کی بات بھی ہے کہ اس سے بغیر عمل کے جزا کا قائل ہونا لازم آتا ہے جو ظاہرا دوسری قرآنی واضح آیات وصاف احادیث سے ٹکراتا ہے اور اگر اس دوسری روایت کی تفصیل ثابت نہ ہو (جیسا کہ حکیم کی روایت کو خطبہ کنز العمال میں ضعیف کہا گیا اور یہ ضعیف بھی ایک جواب ہے اس روایت کی عذاب دینے کی دلالت کا جیسا کہ پہلا جواب باعتبار دلالت کے تھا) اور اس لئے ''اللّٰہ اعلم بما کانوا عاملین'' کی یہ تفسیر مانی نہ جائے تو پھر توقف پر محمول کر کے اس کی سب سے قریب تفسیر یہ ہے کہ اجزاء کا مدار عمل پر ہے اور بلوغ کے بعد جو یہ عمل کرتے وہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کیا کرتے اور اللہ تعالیٰ اس کے موافق ان کو جزا دیتا مگر وہ واقع نہیں ہوا۔ اس لئے اس اصل کے موافق نہ تو ثواب کے یہ مستحق ہیں...... نہ عذاب کے۔

باقی دوسرے دلائل سے عذاب کا نہ ہونا ثابت ہے تو اب اس میں توقف رہا کہ آیا ان کو ثواب ہوگا یا جانوروں کی طرح نہ ثواب ہوگا نہ عذاب مثلاً مٹی کر دیئے جائیں گے۔ چنانچہ نووی نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے۔

''حیث قال وحقیق لفظہ اللّٰہ اعلم بما کانوا یعملون لو بلغوا ولم یبلغوا اذا لتکلیف لا یکون الا بالبلوغ'' **ترجمہ:** اللّٰہ اعلم بما کانوا عاملین (کہ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ وہ کیا کام کرنے والے تھے جب بالغ ہوتے یا بالغ نہ ہوئے تو) کی حقیقت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کیونکہ احکام کی تکلیف کا مدار تو بلوغ پر ہے۔ اور یہ توقف (سکوت) اس وقت فرمایا ہو کہ آپ کو اس کا علم نہ عطا کیا گیا ہو پھر بعد علم توقف نہ رہا ہو اور نجات کی جانب کو متعین فرما دیا جیسا روایات آئندہ کا مقتضی ہے جیسا فائدہ ثالثہ کے تحت میں مذکور ہے۔

(ضمیمہ مضمون بالا): اس مقام کی تحریر کے کئی روز بعد ابوداود کی ایک حدیث سے مضمون بالا یعنی جملہ ''اللّٰہ اعلم بما کانوا عاملین'' کا توقف پر دلالت نہ کرنا صاف سمجھ میں آتا ہے اس لئے اس کو یہاں ساتھ لکھتا ہوں۔ وہ حدیث یہ ہے:

عن عائشۃ قلت یا رسول اللّٰہ ذراری المومنین فقال من ابائم فقلت یا رسول اللّٰہ بلا عمل فقال اللّٰہ اعلم بما کانوا عاملین قلت یا رسول اللّٰہ فذراری المشرکین قال من

ابائم فقلت بلا عمل فقال واللّٰہ اعلم بما کانوا عاملین.'' (جمع الفوائد)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ! مومنوں کے بچوں کا کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے باپ دادا کے ساتھ ہوں گے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! عمل کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ زیادہ جاننے والے ہیں جو یہ عمل کرتے۔ پھر میں نے پوچھا مشرکین کی اولاد! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے باپ دادا کے ساتھ میں نے پوچھا عمل کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والے ہیں جو یہ عمل کرتے۔''

تائید ظاہر ہے کیونکہ اگر اس جملہ سے توقف مقصود ہوتا تو دونوں جگہ ہم من ابائھم (یعنی اپنے باپ دادا کے ساتھ ہوں گے) یقین کے ساتھ دونوں جگہ کیسے آتا۔ بس معلوم ہوا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ واقعی جزا کا مدار تو عمل ہی پر ہے اور بلوغ کے بعد یہ جو عمل کرتے وہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کیا کرتے اور اللہ تعالیٰ اس کی موافق ان کو جزاء دیتا۔ مگر وہ واقع نہیں ہوا اس لئے اس اصل کے موافق تو یہ نہ ثواب کے مستحق ہیں نہ عذاب کے اس لئے ان کے ساتھ کوئی معاملہ بدلے کے طور پر نہ ہوگا جزاء نہ ہوگا بلکہ (ماں باپ کے ساتھ) ملانے کے طور پر ہوگا اس لئے دونوں جگہ من ابائھم فرمایا۔ لیکن دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ جن لوگوں کو ثواب والوں کے ملایا جائے گا ان کو تو ثواب ہوتا ہے جن لوگوں کو عذاب والوں کے ساتھ ملایا جائے گا ان کو عذاب نہیں ہوتا اگرچہ آگ میں ہوں اور آگ میں رہنے کے لئے عذاب دینا ضروری نہیں اور جس وقت یہ ارشاد ہوا تھا اس وقت تک یہی حالت تھی۔ اس کے بعد ان عذاب والوں کے ساتھ ملائے گئے لوگوں کا جنت میں داخل ہونا معلوم کرا دیا گیا۔ اس وقت یہ ارشاد فرمایا۔

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سئل عمن فی الجنۃ فقال النبی فی الجنۃ والشھید فی االجنۃ والمولود فی الجنۃ والمودۃ فی الجنۃ للبزار عن سمرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سالت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن اولاد المشرکین قال ھم خدم اھل الجنۃ للبزار والکبیر والاوسط. جمع الفوائد (وھذا التقریر متحد اولہ باول التقریر السابق فی العبارۃ ایضا وآخرہ باخرہ معنی فانقطع احتمال التوقف).

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جنتی کون ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبی جنت میں ہوں گے شہید جنت میں ہوں گے، بچے جنت میں

ہوں گے وہ بچیاں جن کو زندہ دفنایا گیا ہوگا وہ جنت میں ہوں گی۔ بزار سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے بارے میں پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جنتیوں کے خادم ہوں گے۔ اس عبارت سے توقف کا احتمال ختم ہو جاتا ہے۔''

تیسرا فائدہ: تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی رایت سے جن میں پانچویں روایت کی تحسین اور چھٹی روایت کی تصحیح بھی کی گئی ہے سب روایات میں نہایت سہولت سے موافقت ہو جاتی ہے۔ توقف کی روایات میں تو کوئی حکم ہی نہیں تھا ناطق (حکم بتانے والی روایت) اور ساکت (حکم نہ بتانے والی روایت) میں تعارض ہی نہیں جو موافقت کی ضرورت ہو، بلکہ ناطق ساکت کا فیصلہ کرنے والی ہے اور روایات دخول نار سے اس طرح تطبیق ہو جائے گی کہ دونوں واقعوں کا زمانہ مختلف ہے۔ پہلے آگ میں داخل ہونے کا حکم ہوا ہو یا اس کا وقوع ہو گیا ہو اسی تفصیل کے مطابق جو گذر چکی ہے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دخول جنت ہو جائے۔ جیسا مومنین حضور کی شفاعت سے بعض آگ میں داخل ہونے سے پہلے بعض آگ میں داخل ہونے کے بعد جنت میں ہوں گے۔ پھر ان کا درجہ جنت میں بتلا دیا گیا کہ اہل الجنۃ کے خادم ہوں گے اور اس کی وجہ بھی یہ فرما دی کہ اعمال نہ ہونے کے سبب ان کو ملوکیت کا درجہ عطا نہیں ہوا، تابع ہو کر جنت میں مقیم ہوں گے اور دوزخ سے نجات کی وجہ بھی فرما دی کہ وہ اعمال شرکیہ سے بھی پاک تھے اور میثاق اول پر قائم تھے۔

اس علت پر اگر سوال ہو کہ یہ علت تو مسلمانوں کے بچوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ نہ ان کے پاس اعمال صالحہ ہیں اور نہ گناہ ہیں تو چاہئے کہ وہ بھی اہل جنت کے خادم ہوں۔ جواب یہ ہے کہ (اعمال صالحہ اور گناہ نہ ہونے کی وجہ سے) ہونا تو یہی تھا مگر ایک دوسرے سبب سے کہ وہ مومنین کی طرف منسوب ہونا ہے درجات میں ان کے ساتھ ملیں گے اور اگر دوسری روایت ثابت ہو تو یوں کہیں گے کہ ان بچوں کی مختلف جماعات کے ساتھ مختلف معاملہ ہوگا۔ نجات سب میں معاملہ مشترکہ (برابر کا) ہوگا اور غالب یہی ہے اور اگر ان کی ایک جماعت کو عذاب دینا بھی مان لیا جائے جیسا دوسرے فائدہ کے شروع میں عذاب کے احتمال کو اگر مان لیا جائے کہہ کر جواب دیا گیا ہے تو آخری روایتوں کی وجہ سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ پھر ان کو بھی نجات ہو کر اہل جنت کا خادم بنا دیا جائے گا کیونکہ دوسری روایت میں کوئی لفظ ہمیشہ کا معنی نہیں بتا رہا ہے اسی طرح اس جماعت کا صرف گناہ اور عذر منقول ہے جو آگ میں داخل ہونے کا سبب ہو سکتا ہے انکار یا تکبر کی وجہ سے انکار منقول نہیں ہمیشہ کا سبب ہو تو قواعد کلیہ سے بھی یہی ہونا چاہئے ہے کہ اگر شفاعت بھی نہ ہو تب بھی ان کو نجات ہو جائے گی۔

سُؤال: پانچویں روایت حکیم کی ہے جن کی تضعیف کنز العمال کے خطبہ میں کی گئی ہے اس سے دلیل کیسے

حاصل کی جا سکتی ہے۔

جواب: یہ حکم اس جگہ ہے جہاں اس کا خلاف ثابت نہ ہو۔ یہاں تحسین دلیل سے ثابت ہے اس لئے ضعف کا حکم نہیں کیا جائے گا خصوصاً جبکہ چھٹی روایت سے بھی جس کی تصحیح کی گئی ہے تائید ہو بلکہ اگر کسی روایت کی تصحیح و تحسین بھی نہ ہوتی ہو خود تعدد روایات (یعنی روایات کے زیادہ ہونے) سے قوت آ جاتی ہے۔ خصوص جب تلقی علماء بالقبول (خصوصاً جبکہ علماء کے ہاں مقبول) بھی ہو تو وہ خود تقویت (قوت دینے) کا مستقل قرینہ ہے اور یہاں ایسا ہی ہے چنانچہ نووی وعزیزی اور دوسرے علماء نے ان کی نجات کو جمہور علماء کا قول کہا ہے۔ واللّٰہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

"تحدث بالنعمة وفرح بالرحمة" (نعمت کا بیان اور رحمت سے راحت کا ہونا) کل تمام دن سے روایت سے اشکالات اتنے زیادہ ہوئے کہ ان کی زیادتی سے دل میں اتنی فکریں اور اتنے غم جمع ہو گئے کہ اس کے سامنے سخت سے سخت بری عقبات (خشکی کی گھاٹیاں) اور بحری ورطات (سمندری گڑھوں) کی کچھ حقیقت نہ تھی۔ باطنی ہلاکت قریب تھی آخر دعا تضرع و عاجزی میں مشغول ہوا۔ آخر شب میں خدا تعالیٰ کی مدد ظاہر ہوئی اور قلب پر علوم کا ورود ہوا جس سے انشراح نصیب ہوا آج صبح کو یہ سطریں لکھیں۔ "والحمد للّٰه علی ما اعطانی مالم اکن اهلا له" (کہ اللہ تعالیٰ کی عطا پر شکر جس کا میں اہل نہ تھا) اور چونکہ مضمون میں صورت اور معنی کے اعتبار سے ایک قسم کا امتیاز ہو گیا اس لئے اس کا ایک لقب بھی جس میں اشکالات کے میدانوں کے عبور کرنے کی طرف بھی اشارہ ہے تجویز کرتا ہوں۔ "عبور البزاری فی سرور الزذراری وصلی اللّٰه تعالٰی علی خیر خلقه محمد واله واصحابه اجمعین. سلخ جمادی الاخری ۵۱ھ."

(اکتوبر ۱۹۳۲ء)

(تمت رسالہ عبور البراری)

خطرات (وساوس وخیالات) کے غلبہ کے وقت جو آواز بائیں جانب سے آئے اس کی طرف توجہ کرنے میں حرج نہیں

حال: یہ بات پوچھنی ہے کہ بائیں جانب سے جو آواز پانی گرنے اور ہلکی گھنٹی جیسی آتی ہے اور وہ آواز دنیوی چیز کی آواز سے علیحدہ ہے۔ اس کی طرف توجہ رکھی جائے یا نہیں۔ اس سے یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔

تحقیق: جس وقت خطرات کا غلبہ ہو اس وقت توجہ کا حرج نہیں۔ جب خطرات ختم ہو جائیں پھر توجہ نہیں کرنا

چاہئے اور وہ آواز اکثر ناسوتی یعنی دنیوی ہوائے محتبس کے تموج سے ہوتی ہے اور ملکوتی (فرشتوں کے عالم سے) بہت کم ہوتی ہے۔ (النور، محرم ۱۳۵۲ھ)

کسی سے طبعی تکدر مرض نہیں ہے

حال: (ایک اجازت یافتہ کی طرف)

ایک صاحب میرے ہمسایہ ہیں ان میں فلاں فلاں عیوب تو ہیں لیکن اس کے علاوہ ہر طرح نیک ہیں۔ مفلس عیالدار ہیں مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں اور خدمت بھی کرتے ہیں۔ میں ان کی مالی خدمت جتنی ہو سکے کرتا ہوں اور آئندہ بھی خدمت کرنے کا تہہ دل سے ارادہ ہے مگر حضرت! مجھے ان سے محبت نہیں۔ جب بھی پاس بیٹھتے ہیں بوجھ محسوس ہوتا ہے ظاہر میں تو میں بھی اظہار محبت کرتا ہوں۔ وہ تو باتیں محبت سے کرتے ہیں مگر ان کی گفتگو سے میرا انشراح قلب جاتا رہتا ہے یہ تکبر یا اور کوئی مرض تو نہیں۔

تحقیق: کوئی مرض نہیں۔ (النور، رمضان ۱۳۵۳ھ)

معذوری میں ملامت نہیں

حال: پچھلے خط پر حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا تھا کہ ذکر میں دل کی غفلت اختیار سے ہے یا بے اختیار ہے؟ عرض یہ ہے کہ اگر کوشش کروں تو دل ذکر میں حاضر ہو جاتا ہے اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ قلب کو جہاں تک ہو سکے ذکر کی طرف متوجہ رکھنے کی کوشش کروں گا مگر کچھ عرصہ کے بعد اس سے دماغ پر بوجھ سا پڑتا ہے اور خیالات کے روکنے اور ذکر کی طرف متوجہ رکھنے سے جلدی تھک جاتا ہے۔

تحقیق: تو معذور ہو۔ معذوری میں ملامت نہیں۔ (النور، شوال ۱۳۵۳ھ)

غیر اختیاری بات پر شبہ کا جواب

حال: ایک اجازت یافتہ نے خط میں اپنا واقعہ کہ کسی جگہ جانا ہوا اور احتمال تھا کہ وہ لوگ امامت یا وعظ کی درخواست کریں گے مگر ایسا نہیں ہوا جو ناگوار ہوا اور اس سے شبہ ہوا کہ یہ اشراف نفس وحب جاہ وکبر کا مجموعہ ہے اس پر استغفار کیا مگر اس کا اثر پورے طور سے ختم نہیں ہوا جو حب جاہ کی دلیل ہے۔ یہاں سے جواب دیا گیا کہ یہ غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے برا نہیں۔ اس پر ذیل کا خط آیا۔

حال: ایک شبہ عرض کر کے تشفی چاہتا ہوں وہ یہ کہ غیر اختیاری نیکیاں اگرچہ اپنی ذات کے اعتبار سے مطلوب نہیں "علی هذا سيئات غير اختياريه فى نفسها" (اسی طرح غیر اختیاری برائیاں اپنی ذات کے

اعتبار سے) بری نہیں۔ مگر ان غیر اختیاری باتوں کے اسباب قریبی یا دور کے واسطوں سے ضرور اختیاری ہوتے ہوں گے جن پر غیر اختیاری باتوں کا حصول قریب یا دور ہوا ہے وہ اسباب مطلوب یا برے ہوں گے تو اس وجہ سے ہر غیر اختیاری کا سبب کوئی نہ کوئی بات ہوئی جو طلب کرنے کے قابل یا دور کرنے کے قابل ہوئی اختیاری اور اس کی پہلے تشخیص و تعیین دوسرے علاج (دونوں) شیخ کی رائے پر موقوف ہیں۔ لہٰذا ہر غیر اختیاری کی شیخ کو اطلاع دے کر علاج طلب کرنا ضروری ہوا۔ ''وھذا خلاف المتقرر عند المحققین'' (یہ محققین کے خلاف ہے)۔

تحقیق: بالکل غلط مثلاً جس انقباض کی شکایت لکھی تھی اور اس کا اثر ختم نہیں ہوا تھا اس کا سبب کون سی اختیاری بات ہے۔ غیر اختیاری تو وہی ہے جو نہ بلاواسطہ اختیاری ہو نہ بواسطہ (اختیاری ہو) اختیاری کی دو قسمیں ہیں ایک اختیاری بلاواسطہ (یہ بہت کم ہوتا ہے) اور دوسری اختیاری بواسطہ یہ زیادہ ہوتا ہے۔ ایسا گمان ہوتا ہے کہ سوال کرتے وقت اختیاری کی کوئی فرد جو بلاواسطہ غیر اختیاری ہے اور اختیاری واسطے سے ذہن میں آ گئی ہے اور اس کے ذات کے اعتبار سے اختیاری ہونے پر نظر کر کے اس کو غیر اختیاری قرار دے دیا گیا۔ پھر اس کے سبب کے اختیاری ہونے پر نظر کر کے اشکال وارد کر دیا گیا۔ اس لئے خود یہی غلطی ہے اور بہت موٹی غلطی ہے جس کا نہ سمجھنا تعجب ہے۔

حال: ایک ضروری بات پوچھنے کی یہ ہے کہ اپنی انفرادی نمازوں میں تو خیال کو یکسو کرنے کے لئے الفاظ کی طرف توجہ رکھتا ہوں جماعت کی حالت میں خصوصاً سری نمازوں میں فکر کی حرکت کے ختم کرنے کے لئے کیا تدبیر اختیار کرنی چاہئے۔

تحقیق: سورۃ فاتحہ کے خیالی الفاظ کا استحضار جس کو کلام نفسی کہا جاتا ہے اور میرے نزدیک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں ''اقرا بھا فی نفسک'' (اپنے جی میں پڑھتا ہوں) یا فارسی اس کا ماخذ ہوسکتا ہے اگرچہ بعض علماء نے اپنے مذہب کی موافقت کے لئے سری قرات پر محمول کیا ہے۔

(النور، رجب ۱۳۵۷ھ)

عذاب کے بیان سے رکاوٹ اور رحمت کے بیان سے رغبت یہ استعداد و طبائع کا اختلاف ہے

حال: میری ہمیشہ سے یہ کیفیت رہی ہے اور میرے دل میں یہ یقین پختہ سا ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں

پر رحم و کرم زیادہ فرماتے ہیں اور قہاری تو کبھی کبھی ہو جاتی ہوگی۔ اب اس کا اثر یہاں تک میرے دل پر ہوگیا ہے کہ جب کوئی بزرگ مجھ سے اللہ تعالیٰ کی قہاری بیان کرتے ہیں کہ عذاب قبر اس طرح ہوگا قیامت میں یوں پکڑ ہوگی ذرا سی لغزش میں پکڑ لیا جائے گا۔ تو مجھے ان بزرگ سے ملتے ہوئے ایک قسم کی رکاوٹ سی ہونے لگتی ہے۔ بالکل اسی طرح سے جس طرح کہ سخت مزاج استاد سے شاگرد کی (ہوتی ہے)۔ نماز وغیرہ اور ہر عبادت میں میرا دل اچاٹ سا ہونے لگتا ہے۔ خدانخواستہ چھوڑنے کو تو دل نہیں چاہتا ہے مگر یہ دل میں آتا رہتا ہے کہ یہ عبادت سب بیکار اس کا نتیجہ کچھ نہیں۔ دل میں آتا ہے کہ ایسا کیا کام کروں کہ جو عذاب سے بچوں۔ اور جو کوئی بزرگ مجھ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم و فضل کا حال بیان کرتے ہیں تو ان بزرگوں سے مجھے محبت ہو جاتی ہے اور نماز اور ہر عبادت میں دل لگنے لگتا ہے عبادت کرنے کو اور زیادہ شوق ہو جاتا ہے اور دل میں موت کا بھی شوق ہو جاتا ہے کہ میرے رب رحیم بخشیں گے۔ کریم ہیں میری خطاؤں کو معاف فرمائیں گے۔ حضور میرا یہ حال ہے، میں عجب کشمکش میں ہوں۔

تحقیق: اس میں کشمکش کی کیا بات ہے۔ یہ استعداد و طبائع کا اختلاف ہے جو غیر اختیاری ہے اور برا نہیں ہے۔ جس کو جو عطا ہو جائے اس کے لئے وہی مصلحت ہے اس کے ختم کی تمنا یا کوشش خلاف ادب ہے۔ البتہ عقائد اسلامیہ وہ سب پر مشترک طور پر واجب ہیں اور عقائد کے صحیح ہونے کے بعد طبائع کا اختلاف نقصان دہ نہیں ہے۔ (النور، رمضان ۱۳۵۷ھ)

بیوی کا ساتھ آنا باطن کے نفع کے خلاف نہیں

حال: ایک صاحب کا خط آیا وہ اصلاح کے سلسلہ میں یہاں آنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا میری بی بی بھی جو کہ پہلے سے بیعت ہیں آنا چاہتی ہیں۔ مگر ان کے آنے سے میری یکسوئی جاتی رہے گی نیز وہ بچوں کے ساتھ بلاوجہ سختی کرتی ہیں جس سے مجھ کو اذیت ہوگی۔ اس کے بارے میں مشورہ لیا تھا اس کے بارے میں حسب ذیل جواب دیا گیا۔

تحقیق: ان میں ہزار کھوٹ سہی مگر جب وہ ترغیب کے بغیر خود طلب کریں ان کی اعانت خود طاعت و باطن کے لئے مفید ہے اگرچہ ان کو ساتھ لانے سے ایک درجہ میں پریشانی بھی ہو۔ مگر باطن کے نفع کے خلاف نہیں ہے لیکن وہ نفع جلدی محسوس نہیں ہوتا مگر بصیرت کے بعد خود محسوس ہوگا کہ نفس میں کونسا ملکہ محمودہ پیدا ہوگیا۔

(النور، رمضان ۱۳۵۷ھ)

اللہ تعالیٰ کے حاکم اور حکیم ہونے سے دل کی تسلی عدم تسلی نہ ہونے کے خلاف نہیں

حَال: احقر اس خط میں اپنا ایک حال لکھتا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ کسی ناگوار واقعہ کے موقع پر دل میں کوئی پریشانی آنے نہیں دیتا ہوں بلکہ دل میں تسلی حاصل کر لیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حاکم اور حکیم ہیں حاکم ہونے کی حیثیت سے تو انہیں پورا اختیار حاصل ہے کہ اپنی مخلوق میں جس وقت چاہیں اور جس قسم کا چاہیں تصرف فرمائیں اور حکیم ہونے کی وجہ سے یہ اطمینان ہے کہ ان کا جو بھی تصرف ہوگا وہ سراسر حکمت ہی ہوگا۔ پھر پریشانی کی کوئی وجہ نہیں۔ مگر شبہ یہ ہوتا ہے کہ ناگوار واقعہ تو میری بے وقوفی اور نادانی کے سبب سے ہوتا ہے یا مخالف دشمن کے سبب سے ہوتا ہے تو پھر اس میں پوری تسلی کس طرح ہے بلکہ اور ندامت اٹھانی چاہئے اور غور وفکر کرنا چاہئے جس سے آئندہ ایسا نہ ہو۔

تحقیق: حاکم اور حکیم ہونے پر تسلی اس عارض کی وجہ سے تسلی نہ ہونے کے خلاف نہیں ہے۔ اس احتمال پر استغفار بھی کرنا چاہئے اور پھر بھی وہ واقعہ باقی رہے تو پھر اسی مراقبہ سے کام لیا جائے۔

حَال: یا دشمن کی دشمنی دور کرنے کی تدبیر کرنی چاہئے جس سے وہ پھر دشمنی نہ کر سکے۔

تحقیق: اس میں بھی وہی کلام ہے تو آخر میں اگر تسلی ہوگی تو اسی مراقبہ سے ہوگی۔

حَال: اور اس سے بلاشبہ دل میں پریشانی ہوتی ہے اس عقیدہ کے باوجود کہ خالق الافعال اللہ تعالیٰ ہیں اور بندے صرف ''کاسب'' ہیں۔ خلجان اور پریشانی پوری طرح دور نہیں ہوتی اس لئے حضرت سے پوچھنے کے لئے عرض ہے کہ اس میں پوری تسلی کی صورت کیا ہے۔

تحقیق: تسلی کا کوئی ذمہ دار نہیں ہر حال میں جو حکم ہے وہ بندگی کا فرض ہے۔ اب ایک مختصر عنوان سے دوسرا اجمالی جواب لکھتا ہوں وہ یہ کہ پریشانی کے اسباب مختلف ہیں۔ ایک سبب حکومت وحکمت کے استحضار نہ ہونے کا ہے مراقبہ مذکورہ سے یہ پریشانی دور ہو جاتی ہے تو دوسرے اسباب سے پریشانی ہونا اس کے خلاف نہیں۔ ان اسباب کا دوسرا علاج ہوگا۔ (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ)

قبض بے حد مفید ہے

حَال: احقر کا حال تباہ یہ ہے کہ وساوس کی وہ کثرت ہے کہ بہت خوف معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق: یہ قبض وہیبت کی حالت ہے اور بہت ہی مفید ہے اور کوئی سالک اس سے خالی نہیں ہوتا مگر بہت ہی کم

کوئی ابتدا میں کوئی انتہا میں اور یہ خود بخود بدل جاتا ہے دعا وتفویض کے علاوہ اس کی کوئی تدبیر نہیں۔

(النور، ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ)

طبیعت میں بیکاری پیدا ہوگئی کسی چیز کو جی نہیں چاہتا یہ قبض کی حالت ہے

حَالؒ: میں نے اپنے خط میں عرض کیا تھا حالات تنزل کی طرف جا رہے ہیں۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ تنزل کی تفصیل تحریر ہوتی؟۔

حضرت! اس خط لکھتے وقت مجھے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا زبان وقلم سے کچھ بیان نہ ہوسکتا تھا۔ اس کے کچھ دن بعد ایسی صورت ہوگئی کہ میں عرض کرتا ہوں۔ طبیعت میں بیکاری کی کیفیت پھر پیدا ہوگئی کسی کام کو جی نہیں چاہتا۔ یہ خط بھی مشکل سے لکھ رہا ہوں۔ ہر وقت دل چاہتا ہے کہ کچھ نہ کروں۔ اعمال میں دل نہیں لگتا۔ جو عمل کرتا ہوں دل کو اس کے اثرات سے خالی پاتا ہوں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوپر اوپر ہو رہا ہے۔ اب ہی تک معمولات میں فرق نہیں آیا۔ دل لگے نہ لگے کرتا رہتا ہوں۔ نفسانی خواہشات بھی کبھی کبھی غلبہ کرنا چاہتی ہیں۔ حق تعالیٰ کی طرف ایک قسم کا دھیان پیدا ہوگیا تھا۔ اب وہ بھی نہیں۔ تبلیغ دین دیوان حافظ، تربیت (السالک) دیکھتا ہوں مگر کچھ اثر نہیں۔ دل ہے کہ اڑا جاتا ہے دعا فرمائیں کہ یہ بدذوقی دور ہو سب اعمال ریا معلوم ہوتے ہیں۔

تَحْقِیقؒ: معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک طریق کی حقیقت کے استحضار سے بھول ہو رہی ہے۔ اختیاری اعمال میں اہتمام کرنا اور غیر اختیاری احوال کی طرف توجہ نہ کرنا اس کی حقیقت ہے۔ اب کمی وتنزل کی شرح کیجئے۔ اس کا حاصل اب دوسرے عنوان سے لکھتا ہوں۔ یہ حالت قبض کہلاتی ہے جو طریق کی لازم اور عادی چیزوں میں سے ہے۔ اس میں فوائد اور حکمتیں ہوتی ہیں۔ جن کا مشاہدہ کسی وقت میں خود ہو جاتا ہے اس کے بارے میں حکماء کا ارشاد ہے ؎

چون کہ قبضے آیدت اے راہرو ❁ آں صلاح تست آئس دل مشو
چوں کہ قبض آمد تو دردے بسط بیں ❁ تازہ باش و چین میفگن برجبیں

(النور، رجب ۱۳۵۸ھ)

تَرجَمہ

❶ اے سالک! جب تجھے قبض کی حالت پیش آئے تو ناامید نہ ہو کیونکہ تیری اصلاح ہی اسی میں ہے۔
❷ جب تجھے قبض کی حالت پیش آئے تو خوش رہ اور پیشانی پر بل نہ ڈال۔

اصلاح حال ظاہر ہونے پر موقوف نہیں

حال: (ایک مجاز یافتہ کی طرف سے)

حضرت والا! کیا عرض کروں کہ میں کس پریشانی میں ہوں۔ حیا بھی آتی ہے۔ حضرت سلمہ کو بھی کیوں پریشان کروں۔ نہ میری یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہ مجھے کیا ہوا۔ افسوس تو یہ ہے کہ پہلے اپنا حال گرم و سرد، رطب و یابس (تر و خشک) دل کھول کر عرض کر دیتا تھا۔ اب اس سے بھی مجبور ہوں۔ اب تو بس یہی دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے رحم و کرم سے حضرت سلمہ پر میری اس پریشانی کو ظاہر فرمائیں ورنہ میں بالکل اس کو نہیں سمجھا نہ یہ حال قابل تحریر۔ اگر یہی حال رہا تو آئندہ بھی مجھے امید نہیں کہ حضرت سلمہ کو کچھ اطلاع کر سکوں۔

تحقیق: ظاہر کی ضرورت ہی نہیں نہ آپ پر نہ مجھ پر کیونکہ ظاہر ہونے سے جو مقصود ہے یعنی حال کی اصلاح۔ وہ اس ظاہر ہونے پر موقوف نہیں۔ اس زبان کے بند ہونے کی حالت میں بھی مصلح کے قلب پر وجدانا (باطنی حس سے) حالت واقعہ کا ایسا اثر پڑتا ہے کہ اس حالت میں دعا و اجمالی مشورہ اصلاح حال کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دعا کے بعد اجمالی مشورہ بھی پیش کرتا ہوں۔

ع تا نگوید او بگو خاموش باش

ترجمہ: "جب تک کہ وہ نہ کہے کہ تم کہو (تب تک) خاموش رہو۔"

بس اعمال کو مقصود سمجھا جائے قیل و قال کو مقصود نہ سمجھا جاوے ونعم ما قیل۔

گرچہ تفسیر زبان روشن گر است
لیک عشق بے زبان روشن تر است

(النور، رجب ۱۳۵۸ھ)

ترجمہ: "زبان کا بیان اگرچہ روشن ہے مگر عشق بے زبان (اس سے) زیادہ روشن ہے (کیونکہ وہ ذوقی چیزیں ہیں جس کو زبان سے اچھی طرح نہیں کہا جا سکتا ہے۔" (خطبات حکیم الامت: ۳۱/۱۱۵)

جب کسی آدمی کی قابلیت کا اثر نہ ہو تو بے حیثیت (بے قیمت) نہ سمجھا جائے اور اپنے کام میں لگے رہیں

حال: خدمت عالی میں عرض یہ ہے کہ ایسے صاحبان جن کو حضور والا کی غلامی کا شرف حاصل ہے اگر ان میں

سے کسی ایک صاحب سے بھی ملاقات ہوجاتی ہے تو بڑی خوشی ہوتی ہے اور ساتھ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں سراپا عیب ہوں اور مارے شرمندگی کے ان کے سامنے نظر نہیں اٹھتی اور یہ تمنا پیدا ہوتی ہے کہ کاش اللہ تعالیٰ مجھے بھی ایسا ہی بنا دیں۔ لیکن اس کے علاوہ اگر کسی اور سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے یا کسی کی کوئی تعریف سنتا ہوں کہ ایسے نیک ہیں یا اتنے بڑے عالم واعظ یا مصنف ہیں تو میری نظر میں کوئی قیمت نہیں ہوتی بلکہ ایسی تعریف سے ناگواری ہوتی ہے۔ سننا بھی نہیں چاہتا اور ذرا بھی ان کی قابلیت کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور نہ کبھی ایسے لوگوں کے پاس جانے کی مجھے خواہش ہوتی ہے نہ کبھی جاتا ہوں۔ اگر اتفاق سے کبھی ملنا ہوجاتا ہے تو مجھے ذرا حجاب اور بوجھ نہیں ہوتا۔ طبیعت بالکل ہلکی اور بے اثر رہتی ہے۔ اس کی وجہ اب تک یہ سمجھتا رہا کہ قلب کو چونکہ حضور والا کی ایسی مقدس ہستی سے تعلق ہے جو بفضلہ تعالیٰ ہر طرح سے کامل اور جامع ہے۔ اس وجہ سے دوسروں میں اس کا عشر عشیر بھی نہ پاکر طبیعت متاثر نہیں ہوتی لیکن اب کچھ روز سے یہ خیال ہے کہ کہیں یہ میرے ہی قلب کا مرض نہ ہو جس کو میں نہیں سمجھ سکتا ہوں۔ اس لئے حضور والا سے اطلاعاً عرض ہے اور یہ درخواست ہے کہ اگر یہ مرض ہے تو علاج تجویز فرمادیا جائے تاکہ اس پر عمل کروں۔

تحقیق: روحانی علاج تو ہر حال میں احتیاط ہی کی بات ہے مرض کی تحقیق کی کیا ضرورت ہے۔ علاج سے اگر موجودہ مرض کا تعلق نہ ہو تو مستقبل میں ہونے والے مرض کے احتمال کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ وہ علاج یہ ہے کہ اثر کو نہ دیکھا جائے کہ ہوا یا نہیں۔ دوسرے کے کمالات کا اگر اعتقاد نہ ہو مضائقہ نہیں مگر اس کو بے قیمت ہی نہ سمجھا جائے اپنے کام میں لگے رہیں اور یوں سمجھیں کہ ممکن ہے کہ یہ شخص ہم سے اور ہمارے شیخ سے عنداللہ بدرجہا افضل ہوں گے۔ مگر جب ہمارا دل نہیں جھکتا تو ہم کو اس سے فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا بس اس میں سب احتمالات کا علاج ہوگیا۔ (النور، شعبان ۱۳۵۶ھ)

غرباء کے ساتھ رہنا اچھا ہے

حال: (ایک اجازت یافتہ کی طرف سے)

دل کا یہ تقاضا بڑی شدت سے رہتا ہے کہ ایسی حالت سے رہوں جیسے مزدوری پیشہ لوگوں کی حالت ہوتی ہے یعنی بوسیدہ حالت اور ویسے غرباء مزدوروں کے ساتھ رہنا ان سے محبت رکھنا ان کے ساتھ ہمدردی کرنا الحمد للہ طبعی عادت ہے۔

تحقیق: ایسی خلاف عادت وضع شہرت کے اسباب میں سے ہے اور شہرت نقصان دہ ہے۔ جو برتاؤ غرباء کے ساتھ لکھا ہے کافی ہے۔ (النور، رمضان ۱۳۵۶ھ)

تغیرات گناہ نہیں یہ عارضی احوال ہیں

حَال: (ایک اجازت یافتہ کی طرف سے)

حضرت والا! احقر کی حالت تو بہت ہی خراب ہوگئی۔ احقر کو جب سے بیماری سے افاقہ ہوا ہے تب ہی سے معمولات میں گڑبڑ چلی جاتی ہے۔ کبھی تو نماز تہجد کو آنکھ کھل جاتی ہے اور کبھی نہیں کھلتی۔ الارم گھڑی بھی سرہانے رکھ لیتا ہوں مگر پھر بھی آنکھ نہیں کھلتی۔ فجر کی نماز کے وقت تو ضرور کھل جاتی ہے۔ جس روز نہیں کھلتی اس روز تمام دن طبیعت پریشان زیادہ رہتی ہے۔ اسی وجہ سے عشا کے بعد کچھ نفل تہجد کی نیت سے پڑھ لیتا ہوں۔ اور معمولات بھی زبردستی ادا تو کر لیتا ہوں مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلبی حالت بالکل ہی خراب ہوگئی۔ قلب بالکل خالی اور کورا کورا معلوم ہوتا ہے۔ پہلی سی حالت ہی نہیں رہی میں تو بالکل ہی خراب ہوگیا مجھے تو اپنے سے زیادہ کوئی خراب نظر ہی نہیں آتا ہے۔

تحقیق: ایسے تغیرات و حالات سب کو پیش آتے ہیں یہ گناہ نہیں اس لئے نقصان دہ نہیں اور یہ فرق اصلی چیزوں میں نہیں عارضی احوال میں ہے جیسے موسمی تغیرات وفیہ قال الرومی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

روز ہا گر رفت گور دباک نیست
تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

ترجمہ: "اگر دن (ان کیفیات کے بغیر) گزرتے رہے تو ان سے کہو جاؤ کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عشق کی جو دولت ہے اس جیسا کوئی پاک نہیں ہے (یعنی اصل اعمال وغیرہ) پاس ہے تو کوئی فکر نہیں ہے۔"

اور یہ گڑبڑ نہیں بلکہ باعتبار نتائج کے جن کا مشاہدہ بھی ہو جاتا ہے بڑگڑ ہے یعنی کسی اچھی حالت میں بڑ یعنی داخل ہو اور گڑ یعنی اس میں راسخ ہو۔ بہت جلد اس پریشانی کے فوائد نظر آجائیں گے جن میں ایک منفعت کا تو اس خط میں اقرار ہے۔ یعنی "قولکم" میں تو بالکل ہی خراب ہوگیا مجھے تو اپنے سے زیادہ کوئی خراب دکھتا ہی نہیں۔ (النور، شوال ۱۳۵۶ھ)

موت کے وقت عذاب کا ڈر اس میں شان عظمت باری تعالیٰ کی طرف توجہ دلانا ہے

حَال: عرض یہ ہے کہ وعظ سنت ابراہیم (رسالہ المبلغ نمبر ۸ ج ۷ برائے ماہ جمادی الاول ۵۵ھ صفحہ ۱۴ سطر ۱۳ تا

۱۷) میں یہ مضمون دیکھ کر کہ ''رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے'' کہ قسم ہے اللہ کی اگر تم ان باتوں کو دیکھو جن کو میں دیکھتا ہوں اور تم کو ان باتوں کی خبر ہو جائے جن کی مجھ کو خبر ہے تو عمر بھر روتے پھرو اور ہنسنا بھول جاؤ۔ میں اسرافیل کو دیکھ رہا ہوں جو صور کو منہ میں لئے کھڑے ہیں حکم کے منتظر ہیں کہ اب حکم ہوا اور میں پھونک ماروں کہ سارا عالم درہم برہم ہو جائے۔ ایسی حالت میں مجھ کو کیسے چین آئے۔ اور میں کیسے بے فکر ہو بیٹھوں۔'' سخت ہیبت قلب پر طاری ہے۔ موت ہر وقت سامنے ہے۔

اس مضمون کو دیکھنے سے پہلے یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے۔ اگر ذرا ہم اس کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے پرہیز کریں تو پھر ہمارے لئے موت اور برزخ و آخرت میں چین ہی چین ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ''ما یفعل اللّٰہ بعذابکم'' الخ اس مضمون کے دیکھنے کے بعد تقریباً مہینہ بھر سے یہ خیال دامن گیر ہے کہ جب حضور ﷺ قسم کھا کر صحابہ کو ڈرائیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ناقابل برداشت اور زبردست عذاب الیم سے موت کے وقت اور برزخ و آخرت میں شکر و ایمان کی شرط کو پورا کرنے کے باوجود بھی کلفت والم سے بچ جانے کا یقین نہیں بلکہ قوی خطرہ ہے۔ ''اللھم احفظنا من کل بلاء الدنیا وعذاب الاخرۃ''۔

تحقیق: یہ معنی ہی سمجھنا غلط اور بالکل غلط ہیں اس میں عذاب کا ذکر ہی نہیں اور ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ حضور اقدس ﷺ کے لئے عذاب کا ہونا دور بلکہ بہت دور کا بھی احتمال نہیں۔ اس حدیث جیسی حدیثوں سے تو حق تعالیٰ کی عظمت شان کی طرف توجہ دلانا ہے۔ جو کہ مطلوب ہے اور وہ اس توجہ کے ساتھ کہ ''ان اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین ای العاملین المخلصین'' (کہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں فرمائیں گے یعنی وہ لوگ جو اخلاص سے عمل کرنے والے ہیں) جمع ہو سکتا ہے۔ اب کیا اشکال رہا۔ تقریر کی جائے۔

حال: حضور والا! اگر وجہ اندیشہ قوی اور غالب ہے تب تو اس ہیبت کا نہ رہنا بیکار ہے اور اگر وجہ اطمینان قوی اور غالب ہو تو بلاوجہ بھی اسے اس ہیبت کے عذاب میں کیوں مبتلا رہوں۔

تحقیق: ان میں اختلاف کب ہے جو قوت وضعف سے ترجیح کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

حال: حضور والا! خوف کروں یا اطمینان۔

تحقیق: دونوں۔

حال: حضور والا! میرے مقاصد دارین بہت ہیں مگر میں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا ہے کہ میں تفصیل کی بجائے مختصر طور پر صرف مغفرت و عافیت ہی کی دعا کرتا ہوں۔ یہ سمجھ کر کہ یہی دو چیزیں سارے مقاصد و اغراض دارین کی جان ہیں۔ مغفرت تو عقلاً اور عافیت طبعاً طلب کیا کرتا ہوں۔ حضور والا یہ غلط نقصان دہ اور ناکافی تو نہیں

ہے مطلع فرمایا جائے۔

تحقیق: ہرگز نہیں۔

حال: اور میری مغفرت کاملہ مستمرہ (ہمیشہ) کے لئے دعا فرمائی جائے۔

تحقیق: دل سے دعا ہے۔ (النور، ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ)

موت کا تصور غالب ہونا اس کی تعدیل مراقبہ رحمت سے ہے

حال: کچھ دنوں سے موت کا اکثر اوقات تصور و خیال رہتا ہے اور سکرات و قبر کے تصور سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ ایک دن سونے کے وقت یہ تصور اتنا زیادہ ہوگیا کہ کسی طرح نیند نہیں آتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بدن سے جان نکل رہی ہے۔ لالٹین بجھا کر سونے کی کوشش کی تو معلوم ہوتا تھا کہ قبر میں پڑا ہوں اس لئے پھر لالٹین جلائی۔ نزع کی تکلیف اور قبر کی تنہائی سے میں بہت زیادہ گھبراتا ہوں۔ اس باب میں حضور والا کے ارشاد کا محتاج ہوں۔ جو ارشاد ہو اس کے مطابق کروں۔

تحقیق: خشیت حق اس کا سبب ہے اس لئے مبارک حالت ہے لیکن اس کی تعدیل کے لئے مراقبہ رحمت و تقویت رجاء (امید کو قوت دینے کا) مراقبہ ضروری ہے اس کے بعد بھی اگر پریشانی ہو وہ طبی و طبعی مرض ہے جس کے لئے طبیب سے رجوع کیا جائے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ)

ایک حال نہیں رہتا کبھی صبر و تحمل کبھی الٹ اس کا فکر بے کار ہے

حال: ایک صاحب تقریباً آٹھ نو سال سے احقر کو ستاتے رہتے تھے۔ کبھی کبھی بہتان لگا دیتا تھا مگر الحمدللہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی حفاظت میں رکھا۔ اتفاق سے یہ شخص ایک سنگین جرم میں پکڑا گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ شخص بلا قصور تھا جس کا مجھ پر بہت اثر ہوا۔ اسی وجہ سے احقر نے کوشش کی اور الحمدللہ وہ کامیاب ہوگئی یہ شخص الحمدللہ بری ہوگیا ہے۔ ایک اور شخص وعدہ کے باوجود ایک معاملہ میں وعدہ وفائی تو کیا کرتے اور مخالفت پر اتر آئے۔ اس کی مخالفت سے نقصان کا ڈر ہوگیا۔ مگر حق تعالیٰ شانہ نے اس میں بھی پوری مدد فرمائی۔ کچھ روز بعد یہ صاحب ایک اچانک مصیبت میں گرفتار ہوگئے۔ انہوں نے احقر سے اس معاملہ میں سفارش کی خواہش کی۔ میں نے عرض کیا بھائی یہی غنیمت جانو کہ میں آپ کی مخالفت نہ کروں۔ انشاء اللہ ایسا کبھی نہ کروں گا۔ اتفاق سے یہ شخص اس الزام سے نہ بچ سکا۔ جس کا احقر کو اب بہت افسوس ہے۔ عرض یہ ہے کہ ان دونوں حالات میں احقر کا ایک سا حال نہ رہا۔ ایک جگہ تحمل و صبر۔ دوسری جگہ الٹ۔

تحقیق: دونوں جگہ میں اثر کے فرق کا سبب کبھی اسباب کا ضعف وقوت ہوتا ہے کبھی اوقات مختلفہ میں خود متاثر کی طبیعت کے احوال کا اختلاف ہوتا ہے جس کو شمار کرنا عادۃً مشکل ہے لیکن اگر اسباب واحوال کا کچھ بھی اختلاف نہ ہوتب بھی عزیمت ورخصت دونوں شقوں میں گنجائش ہے اس لئے اس کی فکر بے کار ہے۔

حال: دوسرے اس معاملہ میں عنداللہ احقر پر تو پکڑ نہیں۔ اگر ہے تو اب کیا تدارک کروں بظاہر دعا کے علاوہ اب کوئی چارہ نہیں۔ حضرت سلمہ کا جو ارشاد حکم ہوگا اس پر عمل کروں گا۔

تحقیق: پکڑ کا شبہ کس وجہ سے ہوا لیکن دوسرے شبہ کا احتمال ہے اگر وہ ہو تو اس کا تدارک ضروری ہے۔ وہ شبہ ہے اپنی بزرگی کا کہ ہماری مخالفت وبال کا سبب ہوئی۔ اس کا تدارک اپنے گناہوں اور عیبوں کا استحضار اور یہ کہ انبیاء علیہم السلام سے زیادہ کوئی مقبول نہیں کبھی ان کے مخالف کو بھی دنیا میں سزا نہیں ہوئی۔ اگر پھر بھی اس سبب ہونے کا غلبہ ذہن میں ہے تو یہ سبب ہونا کچھ بزرگی ہی میں منحصر نہیں مظلومیت سے بھی سبب ہوسکتا ہے۔

حال: پھر دوسرا خط آیا۔

حضرت سلمہ نے جو ارشاد فرمایا ہے مواخذہ کا شبہ کس وجہ سے ہوا اس پر عرض ہے کہ اگر احقر صبر وتحمل کر لیتا تو کچھ ہمدردی اس معاملہ میں کر لیتا جو کہ میرے اختیار میں تھی جو شبہ کی وجہ سے ہے ورنہ ہوتا تو وہی اور ہوگا بھی وہی جو میرے مالک شانہ تعالیٰ کو منظور ہے۔

تحقیق: جب رخصت پر عمل کرنا بھی جائز ہے پھر شبہ بے معنی ہے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۹ھ)

آرام کی چیزوں میں بے رغبت نہیں ہونا چاہئے

حال: حضرت! میں تو اکثر دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! ہمارے اعمال، حال اور قال کی حفاظت فرما۔ بظاہر کھانا پینا اور آرام کی چیزوں سے رغبت نہیں۔ یوں خیال آتا ہے کہ بس احباب پھٹے پرانے کپڑوں میں کفنا کر پرانی قبر میں اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیں۔ اگر وہ اپنے فضل سے دیں تو اپنی مرغوبات (پسندیدہ چیزوں) کی جگہ کے بس احباب ہی کے لئے خرچ ہو۔

تحقیق: سب حالات وخیالات محمود ومطلوب ہیں لیکن رغبت کی نفی اس میں کبھی حقیقت کے اعتبار سے صورت کے اعتبار سے غلطی ہو جاتی ہے۔ جب نعمت کی قوت ہوتی ہے یا نعمت کو استعمال کر رہا ہوتا ہے اور وہ موجود ہوتی ہے تو رغبت محسوس نہیں ہوتی۔ نعمت کے چلے جانے کے بعد اس کا احساس ہوتا ہے۔ لہٰذا رغبت کی نفی کے دعوے سے بچنا چاہئے اور اگر ایسا احساس بھی ہو اس کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ یہ دعا کرنا چاہئے کہ اے اللہ جتنی رغبت ہے وہ دین میں مددگار ہو رکاوٹ نہ ہو۔ "کما روی عن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ" (جیسا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے)۔

مرے ہوئے بیٹے پر غم کے تصور میں کوئی حرج نہیں اگر تصدیق نہ ہو

حَال: اب یہ بات پیش آ گئی ہے کہ میرا لڑکا جو کہ ایک ہی تھا میری عدم موجودگی میں انتقال کر گیا تھا۔ اول وہلہ میں تو بالکل طبیعت کو صبر آ گیا تھا رنج مغلوب تھا۔ اب جیسے جیسے زمانہ گزرتا جاتا ہے اس کی یاد تازہ ہوتی جاتی ہے۔ دل بے قرار ہو جاتا ہے اور خاص کر تہجد میں جب زیادہ پریشانی ہوتی ہے تو بہ استغفار کرتا ہوں اور لا حول پڑھتا ہوں۔ کبھی جناب والا کا تصور کر کے یہ سوال عرض کرتا ہوں اور جناب والا کی طرف یہ سے جواب خیال کرتا ہوں کہ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" کے معنی پر غور کرنا چاہئے۔ اس تصور سے مجھے شفا ہوتی ہے مگر وقتی۔ اب یہ عرض ہے کہ ایسا خیال کرنے میں کچھ شرعی برائی تو نہیں۔ جو تجویز میرے لئے ہو ویسا ہی عمل میں لاؤں۔

تَحْقِیق: تصور میں کچھ حرج نہیں۔ تصدیق و اعتقاد میں حرج ہے سو اہل علم و فہم سے اس (تصدیق و اعتقاد) کا احتمال ہی نہیں۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ)

غیر اختیاری بات بری نہیں

حَال: عرض یہ ہے کہ میں اس وقت عصر کی جماعت ...... میں شامل ہوا فوراً غسل کر کے اور کپڑے بدل کر تو مسجد کی زمین پر فرش چٹائی نہیں بچھی ہوئی تھی۔ اور زمین کچھ نم اور سیاہی مائل تھی۔ ساتھ ہی اس خیال سے کہ سجدہ میں جانے سے میرے سفید پاجامہ پر گھٹنے کی جگہ دھبہ پڑ جائے گا جو دوسرے لوگوں کو اور خود مجھ کو برا معلوم ہوتا۔ امام پر غصہ دل میں پیدا ہوا کہ میرے ایک مرتبہ پہلے تنبیہ کر چکنے کے باوجود صرف مشقت سے جو ان کے کام میں شامل ہے بچنے اور سستی کی وجہ سے چٹائی کے فرش کے بغیر جماعت کر لی۔ نماز ہی میں پھر نماز کے بعد تنبیہ کرنے کا قصد ہو گیا۔ یہ ناگواری ایسے مواقع پر شروع عمر ہی سے مجھ کو ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا نماز ہی میں خیال ہوا کہ بغیر حضرت والا سے اجازت حاصل کئے ہوئے امام کو تنبیہ نہیں کرنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ اس عادت ہی کو چھوڑنا ضروری ہو لہٰذا ارشاد فرمایا جائے کہ ① یہ عادت یعنی نفس کو نماز میں کپڑے خراب ہو جانے کے اندیشہ سے ناگواری ہونا (جو پہلے بہت زاید تھی اور اب نسبتاً کم ہے) بری ہے اور اس کے خلاف مجاہدہ ضروری ہے یا نہیں۔

تَحْقِیق: غیر اختیاری بات بری نہیں ہوتی۔ رہا دوسرا جز کہ اس کی مخالفت جبکہ اختیاری ہو ضروری ہے یا نہیں یہ عنقریب مذکور ہوتی ہے۔

حَال: ② فرش بچھانے کے لئے ملازم کو تنبیہ صرف اپنے کپڑوں کی حفاظت کی نیت سے جائز اور میرے لئے

نفس کے لحاظ سے نقصان دہ ہے یا نہیں۔

تحقیق: ہم جیسوں کے لئے اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر اپنے ہی کپڑوں کے لئے ہو تو (نفس کی) مخالفت کو ترجیح ہے اور اگر اپنی تخصیص نہیں بلکہ اگر ایسے موقع پر دوسروں کو کھڑا دیکھے تو اس کے کپڑوں کی حفاظت کے خیال سے بھی امام پر غصہ آئے تو مخالفت ضروری نہیں ہے۔ (النور، شوال ۱۳۵۹ھ)

قبض کا علاج

حال: حضرت! عجب حال ہے کہ اب اپنا کوئی حال بھی کسی سے کہنے کو جی نہیں چاہتا۔ انتہا یہ کہ بیماری کا حال (بھی) طبیب تک سے کہنے کو جی نہیں چاہتا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ حضرت کی خدمت میں ہر گھریلو حال عرض کرنے کا تقاضا رہتا تھا اور بیماری میں اگر کچھ اور عرض کرنے کے قابل نہ ہوتا تھا تو ایک کارڈ حصول دعا ہی کے لئے ضرور ڈلوا دیتا تھا مگر اس مرتبہ ساری بیماری یوں ہی گذر گئی۔ طبیعت کا ایک اور انقلاب بہت عجیب اور بالکل امید کے خلاف نظر آ رہا ہے پہلے جس معاملہ میں اس کا اطمینان ہو جاتا تھا کہ دین واخلاق کے لحاظ سے میں حق پر ہوں تو پھر کسی کی ناراضی یا ناموافقت کی پرواہ نہیں ہوتی تھی۔ اب یہ حال ہوتا رہا ہے کہ صحیح غلط کسی طرح بھی کسی کی ناراضی گوارا کرنے کو دل نہیں چاہتا حتیٰ کہ بعض صورتوں میں مخلوق کی رضا میں خالق کی ناراضی کا احتمال خرید لیتا ہوں۔ مثلاً یہ جان کر کہ جامعہ میں بھائی کے لئے مکان بن جانا ان کی اولاد کے لئے دینی نقصان کا سبب ہو سکتا ہے۔ پھر بھی صرف اپنے اس خیال کے اظہار اور اپنی رائے کے اختلاف کو ظاہر کر کے زیادہ تر ان کی خاطر داری کے لئے روپیہ بھیج دیا۔ بعض صورتوں میں نفس کی راحت و تکلیف کا سوال ہوتا ہے مثلاً محلّہ کے بعض گھروں میں باہر پاخانہ نہیں ان کے مہمان وغیرہ بلا اجازت میرے یہاں کے پاخانہ میں آ جاتے تھے جس سے مجھ کو بارہا تکلیف ہوتی تھی۔ یہ ایک پرانی عادت ہے کہ پاخانہ صاف نہ ہو تو جانے میں بڑی ناگواری ہوتی ہے۔ چنانچہ تین چار دن سے اپنے پاخانہ میں قفل ڈلوا دیا ہے۔ مگر اب دل ہی دل میں اس کی تکلیف ہے کہ دوسروں کو تکلیف دی آئندہ سے ان دونوں قسم کی صورتوں میں کیا طرز عمل اختیار کروں۔

تحقیق: وارد کا اتباع (کریں) جبکہ صاف گناہ کی بات نہ ہو۔ یہ تو ایک جزو کا جواب ہے جو آخری جز ہے۔ اب مجموعی مضامین کا جواب پیش ہے۔ میں نے خط ایک ایک حرف پڑھا یہ سارے حالات ایک بڑے حال کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں اور وہ بڑا حال قبض ہے۔ ان ٹکڑوں میں بعض واقعات قبض کے بلا واسطہ آثار ہیں اور زیادہ ایسے ہی ہیں۔ اور بعض بواسطہ ہیں یعنی قبض سے شکستگی ہوئی اور شکستگی سے تکلیف اور تکلیف سے وہ واقعات جن میں دوسروں کی رعایت کے بارے میں آپ کو مخلوق کے مقدم کرنے کا غلط شبہ ہو گیا اور ان کی تھوڑی

تنگی گراں معلوم ہوئی۔ یہ حالت طبعا ضرور مکروہ ہے لیکن اپنے نتائج کے اعتبار سے محبوب (پسندیدہ) ہے۔ ''عسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم'' اس سب کا علاج پہلے ایک خط میں تفصیل سے عرض کر چکا ہوں اور مجمل مختصر وکلی علاج صرف تفویض ہے اور اس کے ساتھ اگر دعا کی بھی ہمت نہ ہوتو اس کا اہتمام بھی چھوڑ یئے اور اس پر عمل کیجئے ؂

احب مناجاة الحبیب باوجهٍ ❊ ولکن لسان المذنبین کلیل

ترجمہ: ''میں چاہتا ہوں کہ محبوب سے مختلف انداز سے باتیں کروں مگر (گناہوں کی وجہ سے) گناہگاروں کی زبانیں لڑکھڑا جاتی ہیں۔''

اب دعا پر ختم کرتا ہوں۔ والسلام (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ)

جواحوال غیر اختیاری محمود ہوں مگر اعمال اختیاریہ شریعت کے مطابق نہ ہوں وہ احوال غیر محمود ہیں اور (اس کا) الٹ

حال: خانقاہ شریفہ کو چھوڑتے ہوئے قلق وصدمہ تھا مجبورا چلا آیا۔ یہاں پہنچ کر واقعات سے معلوم ہوا کہ حضور کی توجہ ودعاء برابر کام کر رہی ہے۔ حضور کی توجہ وبرکت سے اپنے افعال واقوال وحرکات وسکنات کے محاسبہ کی ایسی دھن لگی کہ اس کے بغیر چین نہیں آتا۔ یہاں آکر چند واقعات پیش آئے جو عرض حال ہیں۔

پہلا: ایک روز میں کھانا کھا رہا تھا کہ سامنے ایک کتا آبیٹھا۔ میرے پاس کچھ روٹی بچی اس کو ڈال دی۔ شب کو حلاوت اذکار میں کچھ کمی محسوس ہوئی کتنا غور وفکر کیا کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔

دوسرا واقعہ مدرسہ کے مدرسین ملنے آئے کھانا کھا رہا تھا کہ وہ آگئے عادۃً تواضع کی وہ بے تکلف کھانے بیٹھ گئے کچھ کھایا بعد مغرب حسب عادت مراقب ہوا جی نہ لگا۔ دعا کی استغفار کیا۔ سمجھ میں آیا کہ تجھے تواضع کرنے کا حق نہ تھا اور نہ کتے کو ڈالنا تھا۔ اس کی تلافی اس طرح کی کہ اگلے وقت اشتہاء سے کم کھایا اور بھیج دیا۔ فکر وذکر کے وقت معلوم ہوا تلافی نہیں ہوئی۔ بہت استغفار کے بعد حضرت کا ارشاد آیا کہ حقوق العباد صراحۃً معاف کرانے وادا کرنے سے معاف ہوتے ہیں۔ اس وقت نواب صاحب موجود نہ تھے کئی روز بعد تشریف لائے تو عرض کرتے ہوئے شرم وعار آئی کہ اوچھا پن ہے۔ اس کشمکش میں کئی روز گذر گئے۔

ایک تیسرا واقعہ پیش آیا۔ میری عادت ہے گرم پانی آخر شب کے لئے اپنے پاس لپیٹ کر رکھ لیا کرتا تھا۔ اتفاق سے وہ گر گیا۔ سردی زیادہ تھی ٹھنڈے سے ارادہ کیا اور دلی (ساتھ رہنے والا سپاہی) کی آنکھ کھل گئی۔

پوچھنے پر میں نے ظاہر کیا تو اس نے بتایا کہ اندر کمرہ میں گرم حمام ہے وہاں سے گرم پانی لے لو۔ میں لوٹا بھر کر لایا اتفاق سے تین مرتبہ اس میں پانی لایا نماز ادا کی مگر ذوق میں اور کمی محسوس ہوئی۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ پانی نواب صاحب کا خاص (مملوک) ہے۔ عجب نہیں کہ نواب صاحب کو کافی نہ ہوا ہو۔

ایک چوتھا واقعہ پیش آ گیا کہ نظام الاوقات ۸ سے ۱۲ تک دے رکھا ہے۔ مجھے ہمیشہ وضو رہتا تھا۔ ۱۱ بجے نماز چاشت ادا کر لیتا تھا۔ ایک مرتبہ وضو کرنے مسجد میں گیا خیال کیا جب وضو یہاں کیا تو نماز بھی کم از کم دو نفل پڑھنا چاہئے۔ اس میں آدھا گھنٹہ صرف ہو گیا اس کا تدارک اس طرح کرنا چاہا کہ بجائے ۱۲ بجے کے ساڑھے بارہ بجے چھٹی کر دوں گا۔ خیال ہوا کہ بچے نے کیا خطا کی کہ اس کو روکے رکھوں۔

مجبوراً یہی رائے ہوئی کہ ضرور سب واقعات ظاہر کر کے معاف کراؤں۔ چنانچہ تفصیل سے عرض کیا۔ چھوٹے صاحب نے اور ان کے مشیر قاضی صاحب نے فضول سی بات فرمائی کہ اس میں کیا معافی کی ضرورت ہے۔ مگر نواب صاحب نے فرمایا مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی یہ سب معاف اور آئندہ سے کھانا و چائے وغیرہ جو چیز کھانے کی آپ کے پاس جائے گی وہ آپ کی ملک ہوگی ہر طرح کے تصرف کا آپ کو اختیار ہوگا۔ اور تعلیم میں بھی کوئی وقت کی پابندی نہیں آزادی ہے۔ بس ہم تو کام دیکھیں گے۔

اس کے بعد حضرت کی دعا و برکت و جوتیوں کے صدقہ سے ایسے رحمت کے دروازے کھلے کہ خانقاہ کا مزہ آ گیا۔ مگر بعض حالات قابل اظہار ہیں اصلاح فرمائیں۔ وہ یہ کہ پہلے جہر میں جی لگتا تھا اب خفی میں (لگتا ہے) اسی طرح پہلے زیادہ ذکر کی طرف رغبت ہوتی تھی۔ اب شب کو بھی زیادہ نماز میں ہی جی لگتا ہے اس لئے نوافل کا وقت ختم ہونے کے بعد بارہ تسبیح کرتا ہوں۔ کبھی ایک ایک آیت شریفہ کے تکرار میں دیر لگ جاتی ہے۔ صبح صادق ہو جاتی ہے۔ بس اس کے بعد بارہ تسبیح کرتا ہوں۔ للہ اصلاح فرما کر مطلع فرمایا جاؤں۔ دعا کی درخواست ہے اللہ تعالیٰ اپنی رضا نیک عمل پر استقامت عطا فرمائیں اور خاتمہ بخیر ہو حضور والا کو صحت و عافیت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ قائم دائم رکھے۔

تحقیق: مجموعی حالات سب محمود ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے اچھے حالات عطا فرمائے۔ بس صرف یہ قاعدہ ہمیشہ قابل استحضار ہے کہ جو احوال غیر اختیاریہ ظاہراً محمود ہوں مگر اعمال اختیاریہ شریعت کے مطابق نہ ہوں وہ احوال غیر محمود ہیں۔ اور جو احوال غیر اختیاریہ ظاہراً غیر محمود ہوں مگر اعمال اختیاریہ شریعت کے مطابق ہوں وہ احوال محمود ہیں۔ احوال کو ہمیشہ اس معیار پر جانچنا ضروری ہے۔ ان سطروں میں تمام احوال لکھے گئے خط کا فیصلہ ہے۔ باقی دعا کرتا ہوں اور دعا چاہتا ہوں۔ والسلام

چھٹا باب
ذکر و شغل کے بیان میں

احکامِ آخرت، عامل کی نیت اور علم پر موقوف ہیں نہ کہ حقیقت پر

حَال: کئی دن سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آج اس کا عنوان تحریر بخدمت ہے۔ اگر گستاخی ہو تو معاف فرمایا جائے۔ کیونکہ حضرت والا کے علاوہ کس سے عرض کروں وہ یہ ہے۔ اذکار و عبادات و اشغال کا پورا کرنا بندہ کا کام ہے اس طور پر کہ حقیقت میں بدن، جگہ اور کپڑوں کی پاکی کا اس کو علم نہیں یا مثلاً دوسری شرائط وہ (حقیقت میں) پوری طرح ادا نہیں کرتا اور اپنے خیال میں وہ پاک ہے اور شرائط کو ادا کرنے والا ہے۔ اس طریقے سے عمل میں کبھی نشاط ہوتا ہے کبھی نہیں جس کو قبولیت کا مدار کہنا بلا وجہ ہے نہ معلوم ایسے حالات کا آخرت میں یا اللہ تعالیٰ کے قرب میں کیا درجہ ہے۔

تحقیق: آخرت کے احکام کا مدار عامل کی نیت اور علم پر ہے نہ کہ حقیقت پر۔ پس پوچھی گئی حالت میں قبولیت کا وعدہ ہے ﴿وان اللہ لا یخلف المیعاد﴾ (کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلاف نہیں ہیں) معلوم نہیں شبہ کیوں ہوا۔

حَال: یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک شخص حج جیسی مشکل ترین عبادت کرے اور عند اللہ وہ بالکل مردود ہو اور اس کی ہر حرکت و ادا پر اللہ تعالیٰ زیادہ ناراض ہوتے ہیں۔ اسی طرح دوسری عبادات ہیں۔

تحقیق: اس (مردود ہونے کے) امکان کے حکم کی کیا دلیل ہے جبکہ اس کے خلاف ہونے پر دلیل ہے جیسا کہ ابھی ذکر کیا مردود ہونا اختیاری کوتاہی پر ہوتا ہے نہ کہ غیر اختیاری پر اور غیر معلوم ہونے کے لئے غیر اختیاری ہونا ضروری ہے۔ (النور، شعبان ۱۳۵۱ھ)

ذکر یا نماز میں جوش نہ ہونا محبت سے خالی نہیں

حَال: حضرت اقدس! اس ناچیز کی طبیعت میں ایک سا جوش نہیں رہتا۔ کبھی تو ذکر ہو یا نماز ہو یا کوئی وقت ہو طبیعت میں ایک عجیب جوش اور شوق پاتا ہوں اور کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زبان پر ذکر اللہ ہے اور اندر خاک بھی اثر نہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ اعمال میں تو فرق نہیں آتا مگر ظاہر ہوتا ہے کہ دل محبت سے خالی ہے۔

تحقیق: کونسی محبت سے (دل خالی ہے) اعتقادی و عقلی سے یا انفعالی اور طبعی سے۔ اگر دوسری صورت ہے تو نقصان دہ نہیں ہے اگر پہلی صورت ہو تو اس میں خالی ہونے کا افسوس نہیں ہوتا۔ آپ کو افسوس کیوں ہے یہ افسوس خود دلیل ہے کہ آپ اس محبت سے خالی نہیں ہیں۔ (النور، رمضان ۱۳۵۱ھ)

نماز و دعا کے وقت رونا نہ آنا کچھ حرج نہیں

حال: کتابوں کے مطالعہ خاص طور پر حضرت اقدس کے مواعظ یا حضرت نبی کریم ﷺ کے حالات مبارکہ پڑھنے سے کبھی کبھی رونا بھی آتا ہے اور دل پھڑک اٹھتا ہے مگر قرآن مجید و نماز اور دعا کے وقت رونا نہیں آتا۔ ہاں ٹھنڈی آہیں ضرور کثرت سے اٹھتی ہیں اور کبھی وہ بھی نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مندرجہ بالا چند حالات میں محبت کی جھلک سی ضرور ہے۔ باقی حالات سے مایوسی بھی ہوتی ہے۔

تحقیق: کیوں کیا کسی مقصود کا راستہ بند ہے۔

حال: اور یہ تو یقینی بات ہے کہ حالت جیسی ہونی چاہئے ویسی بالکل نہیں ہے۔ حضرت اقدس ارشاد فرمائیں کہ میری حالت کس طرح بہتر ہو۔

تحقیق: وہ دن ماتم کا ہوگا جس دن یہ سمجھو گے کہ جیسی حالت ہونی چاہئے تھی ویسی ہوگئی کیونکہ اس درگاہ میں تو حضرات انبیاء علیہم السلام بھی اپنی حالت کے بارے یہی فیصلہ کرتے ہیں کہ جیسی حالت ہونی چاہئے تھی ویسی نہیں ہے "ما عبدناك حق عبادتك" (کہ اے اللہ! ہم نے آپ کے حق کے مطابق عبادت نہیں کی) کا حال ہوتا ہے۔ (النور، شوال ۱۳۵۱ھ)

شوق میں آواز نہ بڑھے

حال: (ایک مستورہ کی طرف سے)

ذکر آہستہ آواز سے کیا کروں یا اتنی آواز سے کرلیا کروں کہ میرے شوہر سن لیں۔

تحقیق: اتنے کا مضائقہ نہیں مگر شوق میں آواز نہ بڑھ جائے۔ (النور، شوال ۱۳۵۱ھ)

نماز میں اگر کسی ضرورت سے غیر نماز کا خیال لانے میں مضائقہ نہیں

حال: حضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ "ہاں نماز میں بلا ضرورت غیر نماز کا خیال نہ لانا چاہئے۔" تو عرض یہ ہے کہ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے (کسی) مشروع (جائز) اور مباح (صحیح) کام کا خیال جان بوجھ کر لائے اور اس کو باقی بھی رکھے تو کیا اس میں پکڑ نہیں ہے۔

تحقیق: نہیں۔

حال: اگر نہیں تو کیوں۔ آخر اس سے نماز میں تو خلل آئے گا ہی اس لئے کہ نماز کے علاوہ دوسری چیز ہے اس سے حضرت والا مطلع فرمائیں۔

تحقیق: خلل کا ہر درجہ پکڑ کا سبب نہیں۔ یہ خلل ثواب کی کمی کے معنی میں ہے۔ جیسے تین بار تسبیح کہنے میں پانچ بار کہنے سے ثواب کم ہے فساد یا کراہت کے معنی میں نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ برے اور گناہ کے خیالات سے تو نماز میں ظلمت پیدا ہوتی ہے اور اچھے اور نیکی کے خیالات سے اگر وہ نماز ہی کے بارے میں ہیں نور بڑھتا ہے اور اگر وہ غیر نماز ہے تو نور نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے اور جو نہ برے ہوں نہ اچھے ہوں بلکہ جائز ہوں اگر ضرورت کی وجہ سے ہوں جس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے تو اس کا بھی یہی اثر ہے اور اگر غیر ضروری ہے تو نور گھٹتا ہے مگر ظلمت پیدا نہیں ہوتی۔

حال: ایک یہ گذارش ہے کہ ایسی وہ کون سی ضرورت ہے کہ جس کی وجہ سے نماز میں یہ خیال مشروع یا مباح لایا جا سکتا ہے۔

تحقیق: وہ ضرورت وہ ہے کہ اگر اس وقت اس کو موخر کیا جائے تو کوئی نقصان یا حرج ہو جائے گا یا کوئی ضروری منفعت فوت ہو جائے گی۔ (النور، محرم ۱۳۵۲ھ)

سلطان الاذکار وغیرہ یکسوئی کے لئے ہیں

حال: جو شغل اور سلطان الاذکار کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں وہ کس طرح کئے جاتے ہیں اور ہمارے مناسب ہیں یا نہیں۔ دل چاہتا ہے کہ جو علاج کے طریقے سلوک میں شغل مراقبہ سلطان الاذکار وغیرہ ہیں وہ سب عمل میں لاؤں اور عمل کر کے ان سے مستفید ہوں۔

تحقیق: ہر شغل ہر شخص کے لئے نہیں ہے۔ یہ اشغال یکسوئی کے لئے ہیں۔ اگر کسی کو صرف ذکر میں یکسوئی نصیب ہو جائے کافی ہے۔ باقی اس کا طریقہ ضیاء القلوب میں لکھا ہے۔

حال: حالات و کیفیات اگرچہ مقصود نہیں ہیں مگر دل میں ایک شوق ہے کہ دیکھوں وہ کیا چیزیں ہیں اور وہ کسی خاص مراقبہ یا شغل سے حاصل ہو سکتی ہیں یا موہوب (عطائی) ہیں۔ اگر میرے حال کے مناسب ہو تو کچھ ارشاد فرمایا جائے۔

تحقیق: جب مقصود نہیں تو تماشا ہی دیکھنے سے کیا فائدہ۔ باقی یہ کہ کیا چیز ہیں سو کم زیادہ سب کو پیش آتے ہیں

اور سب ہی کو ان کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ کمی زیادتی وضعف وقوت ایسی محبت اٹھتی ہے کہ غیر محبوب سے دل برداشتہ ہو جاتا ہے۔ یہی ہیں وہ کیفیات اور اکثر خلوت واشغال کے نتیجے میں مرتب ہو جاتی ہیں مگر ضروری نہیں اور بکثرت صرف ذکر وتذکرہ اولیاء سے بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔

حَال: حضور مشاہدہ، معائنہ، فنا بقا یہ ترقی ملکۂ یادداشت اور راسخ نسبت مع اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط نسبت) کا نام ہے یا کوئی اور چیزیں ہیں۔

تَحقِیق: ان ہی کے آثار ہیں۔ یہ سب اصطلاحیں ہیں جن کی تفسیر تعلیم الدین میں موجود ہے۔ استعداد کے ہونے سے مختلف حالات پیش آتے ہیں جن کے لئے کوئی ضابطہ نہیں۔ حالات کی اطلاع ہونے سے معلم تشخیص کر لیتا ہے لیکن اگر تشخیص بھی نہ کیا جائے تو جو ان کے منافع ہیں وہ کام کرنے سے حاصل ہوتے رہتے ہیں جیسے دوا سے صحت ہوتی رہتی ہے اگر چہ صحت کے درجات مریض کو معلوم نہ ہوں طبیب ان درجات کو سمجھ کر تدبیر کرتا رہتا ہے۔

حَال: کیا ایسا ذکر کرتے کرتے اللہ کی طرف سے عطا ہو جاتے ہیں یا ان کے حاصل کرنے کے لئے کسی خاص شغل وغیرہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

تَحقِیق: اوپر لکھا جا چکا ہے کہ اکثر اشغال کے نتیجے میں ہو جاتے ہیں مگر لازمی نہیں کبھی اشغال سے بھی نہیں ہوتے کبھی اشغال کے بغیر بھی ہو جاتے ہیں۔

حَال: اور ان حالتوں کی تمنا مقصود ہے یا نہیں؟

تَحقِیق: نقصان دہ ہے کیونکہ غیر مقصود میں مشغولی ہے۔

حَال: اور ان کی تمنا کرنا گویا بڑائی کی آرزو ہے نقصان دہ تو نہیں ہے۔

تَحقِیق: نقصان کی وجہ یہ نہیں ہے اگر چہ عشاق کا یہی مذاق ہے مگر وہ مذاق عشقی ہے علمی نہیں بلکہ نقصان کی وجہ وہ ہے جو ابھی مذکور ہوئی یعنی غیر مقصود میں مشغولی ہونا ہے۔

اطلاع: معلوم ہوتا ہے ابھی طریق کی حقیقت ذہن میں جمی نہیں ورنہ یہ سوالات پیدا نہ ہوتے۔ ان کا سبب میری کتابوں کا ناتمام مطالعہ ہے ورنہ ان میں سب کی تحقیق ہے۔ (النور، جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ)

ناشائستہ کلمہ نکلنے کی صورت میں جہر وضرب کو ترک کر دینا چاہئے

حَال: بارہ تسبیح کے بعد ہر قسم کا ذکر مختلف طور پر تبدیل ہوتا رہتا ہے اور کئی حالتیں ذکر میں بدلتی رہتی ہیں۔ آج

کل ذکر میں ایک نئی حالت طاری ہوتی ہے یعنی ذکر شروع کرنے سے کچھ دیر کے بعد منہ سے یہ کلمہ نکلتا ہے ''لا اله الا اللّٰه'' (ایک امتی کا نام) رسول اللّٰه یہ کلمہ کئی دفعہ منہ سے نکلنے کے بعد منہ سے توبہ نکلتی ہے اور پھر تین دفعہ استغفار پڑھا جاتا ہے۔ پھر صحیح کلمہ لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه نکلتا ہے اور پھر ذکر زور سے ہوتا ہے اور ذکر اسم ذات ایک ضربی زبان دماغ اور کانوں اور منہ سے ہوتا ہے اور طبیعت پر جوش ہوتا ہے اس کے تھوڑی دیر بعد پورا کلمہ نکل کر ذکر ختم ہو جاتا ہے۔ حضور کو دوبارہ اس لئے تکلیف دی گئی ہے کہ اس حالت سے طبیعت میں پریشانی ہو رہی ہے اور یہ حالت بندہ کی سمجھ سے باہر ہے۔ بندہ نے اس میں مبالغہ نہیں کیا۔

تحقیق: اوپر ناشائستہ کلمہ زور سے اور جوش کا اثر ہے۔ ضرب و جہر بند کر دو۔

حال: کئی باتیں ایسی ہیں کہ زبان اس سے قاصر ہے۔

تحقیق: لکھو کیا ہیں۔ (النور، شعبان، رمضان، شوال ۱۳۵۲ھ)

کانوں میں آواز کا سنائی دینا ناسوتی (دنیاوی عالم کے) آثار میں سے ہے

حال: کانوں میں ایک آواز ہر وقت سنائی دیتی ہے جیسے جھینگریاں بولتی ہیں۔ اس کی جہت محسوس نہیں ہے۔ مجھے خیال ہے کہ جب کچھ کام نہیں کرتا تھا جب بھی ایسی آواز محسوس ہوتی تھی جسے میں تبخیر سمجھتا تھا لیکن وہ شب میں محسوس ہوتی تھی۔ اب کچھ عرصہ سے جس کی تعیین یاد نہیں دن میں کاروبار میں مشغولی کے بعد بھی سنائی دیتی ہے اور ایسی حالت میں بھی کہ جب کوئی مرض یا تبخیر نہ ہو۔ چند روز سے ایک اور آواز اس میں شامل ہے جیسے دور دیگ جوش کھا رہی ہو اور کبھی ایسی جیسے بہت دور نقارہ بج رہا ہو۔ یہ آواز دماغ میں اور کبھی داہنی جانب محسوس ہوتی ہے لیکن شب میں دن میں مصروفیت کی حالت میں محسوس نہیں ہوتی۔

کئی روز سے ایک اور آواز محسوس ہونے لگی ہے جیسے بانسری (الغوزہ) بجتا ہے۔ کبھی باریک آواز ہو جاتی ہے کبھی موٹی۔ یہ آواز بائیں کان کی طرف سے رات میں سنائی دیتی ہے اور دن میں غور کرنے سے محسوس ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ اس میں اور آوازوں کی طرح یکسانیت اور روانی نہیں بلکہ تموج (لہریں) اور تلون (ایک حالت پر نہ رہنا) ہے۔ گویا کوئی اسے کم زیادہ کر رہا ہے کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گھنٹہ بجا۔ مگر غور کرنے سے خیال ہوتا ہے کہ گھنٹہ بجنے کا یہ وقت نہیں ہے۔ اس کی بھی کوئی سمت محسوس نہیں ہوتی۔ گذارش کی وجہ یہ ہے کہ آیا یہ سب طبعی باتیں اور توجہ کے قابل نہیں ہیں جیسا کہ میں نے اب تک ان کے ساتھ برتاؤ رکھا یا مقصود یا مقصود کا ذریعہ ہیں اور اگر ایسا ہے تو اس کے بارے میں کیا ہدایت ہے۔

تحقیق: بعض اشغال سے یہ کیفیات پیدا ہوجاتی ہیں۔مگر یہ سب ناسوتی (دنیاوی عالم) کے آثار ہیں۔جن میں مصلحت یکسوئی کی عادت ہوجانا ہے ملکوتی (فرشتوں کے عالم کے آثار) نہیں اس لئے اس کی طرف توجہ نہ کی جائے۔اس سے یہ کام لیا جائے کہ یکسوئی کے ساتھ ذکر میں لگ جانا چاہئے۔ (النور،شعبان،رمضان،شوال ۱۳۵۲ھ)

جہری ذکر کے بارے میں ایک شبہ کا جواب

(اس مضمون کا پہلا حصہ پہلے باب میں گزر چکا ہے)

حال: احقر نے پہلے خط میں جہری ذکر کے بارے میں لکھا تھا کہ شریعت کے خلاف تو نہیں اور اکثر حدیثوں سے ذکر خفی کا پتہ چلتا ہے تو حضرت نے تحریر فرمایا کہ الفاظ حدیث کے لکھے جائیں تو بخاری شریف میں ایک روایت ہے اور مسلم شریف میں بھی ہے۔

"عن ابی موسی قال کنا مع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فی سفر (وفی روایة فی غزوة) فکنا اذا علونا کبرنا فقال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ایها الناس اربعوا علی انفسکم فانکم لا تدعون اصم ولا غائبا ولکن تدعون سمیعا بصیرا."

ترجمہ: "حضرت ابوموسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (یا ایک غزوہ میں ساتھ تھے) ہم جب چڑھائی پر چڑھتے تو زور سے تکبیر کہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ تم سننے والے اور قریب کو پکار رہے ہو۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر آہستہ ہونا چاہئے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہوگا اور ایک روایت میں ہے۔

"اخذ النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فی عقبة فلما اعلا علیها رجل نادی فرفع صوته لا اله الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم علی بغلته قال فانکم لا تدعون اصم ولا غائبا."

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھاٹی میں چل رہے تھے۔ جب ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر چڑھنے لگے تو انہوں نے پکارا اور اپنی آواز کو بلند کیا (اور کہا) لا اله الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے

ہو۔"

تحقیق: "اربعوا علی انفسکم" (اپنی جانوں پر نرمی کرو) خود حدیث کے محل (معنی لینے کی جگہ) کو بتا رہا ہے کہ جہر حد سے زیادہ تھا جس میں نفس پر تھکن ومشقت ہوتی تھی تعب ہوتا تھا اور بلا ضرورت تھا نیز "فانکم لا دعون اصم ولا غائبا" (کہ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو) بھی اسی محمل کی تائید کر رہا ہے کیونکہ بہرے اور غائب کو سنانے کے لئے زیادہ زور سے بولنے کی عادت ہوتی ہے۔

حال: کسی حدیث سے ذکر بالجہر کا صاف طور پر ثبوت معلوم نہیں ہوتا ہاں بخاری شریف کی ایک حدیث سے کچھ خفی طور پر پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز کا اختتام تکبیر سے سمجھتا تھا اس موقعہ پر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ذکر آہستہ تھا ذکر بالجہر نہیں تھا۔ کیونکہ بہت سے لوگ ایک بات کو آہستہ بھی کہتے ہیں جب بھی آواز گونج جاتی ہے جیسے آج کل معلوم ہوتا ہے حالانکہ سب لوگ آہستہ کہتے ہیں۔

تحقیق: پورے الفاظ لکھتے تو تمہاری تقریر کا فیصلہ ہو سکتا دوسرے ہم نے اس سے استدلال کب کیا ہے جہر سے منع ثابت نہ ہونا اس کی مشروعیت کے لئے کافی ہے اس تحریر کے بعد وہ حدیث دیکھی اس کے یہ الفاظ ہیں۔

"عن ابن عباس قال ان رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم كنت اعلم اذا انصرفوا بذالك اذا سمعته."

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ لوگوں کے فرض سے فارغ ہونے کے وقت ذکر کے لئے آواز کو بلند کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا میں جان لیتا جب لوگ نماز سے فارغ ہو جاتے جب میں ان کی آواز سن لیتا۔"

کیا آواز کے بلند ہونے معنی جو سمجھ میں آئے ہیں آپ کے احتمال کی نفی کے نہیں ہیں لغوی دلالت کے علاوہ عقلی دلالت بھی ثابت ہے اس لئے کہ امام کے سلام سے پھرنے کا نہ ہونا اور تکبیر سے علم ہونا صاف بتا رہا ہے کہ تکبیر کی آواز سلام کی آواز سے بھی زیادہ بلند تھی اور جہر کیسا ہوتا ہے۔

حال: اگر کوئی خلاف طبع بات ہو تو احقر معافی کا طلب گار ہے۔

تحقیق: حدیث وفقہ کی تحقیق اساتذہ سے کرنا چاہئے اگر شیخ اس کے خلاف کہے اس کو علماء کے فتویٰ سے اطلاع کرے وہ مجبور نہ کرے گا خود ایسے مسائل اس سے پوچھنا ایک قسم کا اعتراض ہے جو طریق کے خلاف ہے۔ معاف تو میں نے کر دیا مگر آئندہ تم بھی اصلاح کے طریقے کی تعلیم سے مجھ کو معاف کرو اس کے لئے اور کسی کو

تجویز کرو پھر دل کھول کر فقہ وحدیث کی تحقیق کرو مکدر نہ ہوں گا۔ دونوں چیزیں (ایک ساتھ) جمع نہیں ہوسکتیں اور یہ مشورہ تمام مسائل کے متعلق نہیں، صرف وہاں ہے جہاں شیخ کی تعلیم کے بارے میں وہم کا شبہ ہو یہاں ہے کہ ذکر جہری تعلیم پر شبہ کیا گیا۔

حَال: اور خیریت مزاج مبارک سے اطلاع دیں۔

تحقیق: ''فیصلہ'' پوچھنا خیریت سے مقدم ہے۔

حَال: اور حضرت دعا فرماویں۔

تحقیق: دعا سے عذر نہیں۔ (النور، شعبان، رمضان، شوال ۱۳۵۲ھ)

تعلیم الدین کے ایک مقام پر شبہ اور اس کا جواب

دوسرا ضمیمہ: رسالہ بالا (الاعتدال فی متابعة الرجال)

حَال: تعلیم الدین میں ایک مقام پر ہے کہ شیخ کے خلاف شرع افعال پر بھی نکتہ چینی نہ کرے اور اس کے استشہاد میں مثنوی سے حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کا واقعہ نقل کیا گیا ہے مگر یہ خدشہ سے خالی نہیں پہلے تو اس لئے کہ حضرت خضر نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ ''وما فعلته عن امری'' (کہ میں نے یہ خود نہیں کیا) یہاں شیخ کے خلاف شریعت فعل پر شیخ کے پاس کوئی سند نہیں دوسرے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض وہ افعال جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اعتراض کے قابل معلوم ہوئے اس پر انہوں نے اعتراض کیا اور آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا اور کبھی قبول فرمالیا۔ مثلاً بدر میں ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اعتراض کہ آپ نے اپنے بھائی اور چچا کے قتل کو منع کر دیا اور ہمارے باپ بھائی کے قتل کا حکم فرما دیا اس لئے ہم تو ضرور آپ کے بھائی اور چچا کو بھی قتل کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے باپ بھائی تو خود باعث جنگ ہیں اور میرے بھائی اور چچا زبردستی اور مجبور کر کے لائے گئے ہیں۔ یا حضرت فاروق نے کلمہ لا الہ الا اللہ کی بشارت وقت سے پہلے بتایا اور آپ نے بھی قبول فرمالیا کہ ''دعهم يعملون'' (کہ ان کو چھوڑ دو تا کہ وہ عمل کریں)۔

غزوہ حنین میں بعض نوجوان انصار نے مولفہ قلوب (جس کی تالیف قلبی کی گئی) کو زیادہ حصہ دینے پر اعتراض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ اونٹ بکری اپنے گھر لے جائیں گے اور تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لے جاؤ گے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال پر تو یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ آپ کا ہر فعل شریعت ہے مگر اس پر بھی اسلام کے ظاہری عدل اور اعمال کی تعلیم کے خلاف آپ کے جو افعال معلوم ہوئے

صحابہ نے اعتراض کیا اور آپ نے انکار کے بغیر جواب مرحمت فرمایا اور قرآن کی کوئی آیت بھی اس قسم کے اعتراضات وسوالات کی روکنے کی نازل نہیں ہوئی۔ اگر نازل بھی ہوئی تو نازل ہوئی۔ کہ ”وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر“ (ایک دوسرے کو حق بات کا حکم کرتے ہیں اور صبر کا حکم کرتے ہیں) جس میں معلم و متعلّم کو یکساں حق کی تلقین کا اختیار دیا گیا ہے میرے یہاں مسجد میں عشا سے پہلے تعلیم الدین کا درس ہوتا ہے اس میں مجھے خود یہ اشکال پیدا ہوا ہے۔

تحقیق: تعلیم الدین کی پوری عبارت میں خود جواب ہے اور حدیث سے جو دلیل پکڑی ہے تبرع ہے دونوں میں یکساں ہونے وجہ یہ ہے کہ اس قصہ میں ترک سوال کی شرط ٹھہر گئی تھی اور شیخ و طالب میں بھی دلالۃً یہی شرط ہوتی ہے ”کما سیتضح من مثال المریض والطبیب“ ورنہ مسئلہ عقلی ہے۔ شیخ و طالب کا تعلق معالج و مریض کا سا ہے اس کے نسخہ پر یا اس کی بد پرہیزی پر اعتراض کا اثر طبعی دیکھ لیا جائے کیا ہے علاج کے تعلق کو ختم کرنا ہے۔ اگر معالج پر شبہ ہو اس کا ترک جائز ہے۔ اعتراض جائز نہیں۔ اور واقعات نبویہ پر قیاس صحیح نہیں کیونکہ وہاں سوال چھوڑنا اور تبدیل کرنا جائز نہ تھا اس لئے سب شبہات وہاں ہی پیش کئے جاتے تھے اور خلفاء کے انکار کرنے کا یہی جواب ہے کہ ان کا ترک بھی جائز نہ تھا اگر ان سے شبہات دور نہ کریں تو کیا کریں۔ اتنا فرق ہے کہ حضور ﷺ سے صرف استفسار ہوتا تھا اگرچہ کبھی مشورہ کی صورت میں کسی شبہ کی صورت میں ہوتا تھا۔ اور خلفاء پر انکار بھی ہوتا تھا کیونکہ انکار نہ کریں اور ان کی اصلاح نہ ہو تو فساد عظیم برپا ہو جس کا نقصان سوال کرنے والے تک بھی پہنچتا ہے۔ بہرحال وہاں یہ ضرورت تھی اور شیوخ کا ترک وتبدیل سب جائز ہے اس لئے ان کو مکدر کرنا ایسا ہے جیسے معالج کو مکدر کرنا یہ فرق بہت ہی موٹا ہے اس سے سب سوالات کا جواب ہوگیا۔

(النور، شعبان، رمضان، شوال ۱۳۵۲ھ)

اختیاری شے کا علاج بھی اختیاری ہے

حال: احقر نے فضول گوئی کی اصلاح کے لئے عرض کیا تھا اور حضرت نے فرمایا تھا کہ فضول گوئی اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔ حضرت! میری سمجھ میں آ گیا کہ یہ اختیاری ہے بلکہ یہ فضول گوئی کیا جتنے اوامر (کرنے کے احکام) ونواہی (نہ کرنے کے احکام) ہیں سب اختیاری ہیں۔ اس لئے احقر ان افعال اختیاریہ میں اپنے اختیار سے کام لیتا ہے یعنی جہاں تک ہو سکے رکتا ہوں۔ لیکن حضرت اگر کوئی چیز سہولت کی مددگار ہونے کے لئے بتا دی جائے تو بہت احسان ہو۔

تحقیق: کس کس چیز کے آسان ہونے کی تدبیر پوچھو گے اور اس حدیث کے کیا معنی کہو گے ”حُفَّتِ الْجَنَّة

بالمکارہ'' (جہنم کو ناگواریوں سے ڈھانک دیا گیا ہے)۔

قضا نمازوں والے کو قضا کرنا چاہئے اور تہجد بھی پڑھنا چاہئے

حال (ایک اجازت یافتہ کی طرف سے)

جو لوگ مجھ سے کچھ پوچھتے ہیں میں ان سے پہلے یہ پوچھتا ہوں کہ تمہارے ذمہ قضا نمازیں تو نہیں ہیں اگر ہوں تو سب سے پہلے نفل و ذکر کے بجائے ان کو ادا کرو اس کے بعد کچھ پوچھنا اور کم از کم یہ کرو کہ ہر نماز کے ساتھ ایک نماز ادا کرو۔ باقی جتنی ہمت ہو۔ تہجد کے وقت اٹھنے کو جی چاہے اٹھو لیکن اس وقت بھی قضا نمازیں ادا کرو۔ اسی طرح روزوں کے متعلق کہتا ہوں کہ ان کو بھی جلدی ادا کرو۔ اب حضرت والا سے یہ پوچھنا ہے کہ یہ صحیح ہے یا نہیں۔ اگر یہ صحیح نہیں تو ابتدا کس چیز سے ہونا چاہئے۔

تحقیق: بالکل مناسب مگر مصلحت یہ ہے کہ دو چار رکعت تہجد کا بھی مشورہ دے دیا جائے ورنہ نفس یہ مشورہ دے گا کہ قضا تو دن میں بھی ممکن ہے نیند خراب کرنے سے کیا فائدہ تو اٹھنے کی عادت کبھی بھی نہیں ہوگی (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ)

امتیاز (فضیلت) کا احتمال ہو تو استغفار کرنا چاہئے

حال: (ایک اجازت یافتہ کی طرف سے)

خدمت سے واپسی پر ایک مرض کا بھی خوف ہو گیا ہے وہ یہ کہ دوسرے اہل علم اور شرکا کار سے جب کچھ معاملات پڑتے ہیں اور وہ باتیں جو حضرت کے دربار کا خاص عطیہ ہیں ان میں نظر نہیں آتیں تو اپنا ایک امتیاز نظر کے سامنے ہونے لگتا ہے مگر الحمد للہ قول و فعل میں اس چاہت پر عمل نہیں ہوتا اور اپنے امراض کے استحضار اور انجام کے نامعلوم ہونے سے اس کا علاج کر لیتا ہوں۔ پھر بھی یہ خیالات آج کل پہلے کے مقابلے میں کچھ زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔ اگر اس کے تدارک کی ضرورت ہو تو ارشاد فرمایا جائے۔

تحقیق: نعمتوں کے مشاہدہ کا کیا تدارک اور پھر بھی خشیت سے ایسے احتمال کا غلبہ ہو تو احتیاطاً استغفار (کرنا چاہئے)۔ (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ)

جنبی (جس پر غسل واجب ہو) کو ذکر و نوافل تیمّم سے کر لینا قساوت نہیں بلکہ مباح ہے

حال: کل شب کو امید کے خلاف کئی سال کے بعد دو بجے شب کے احتلام ہوا فوراً اٹھا۔ ہوا تیز تھی شیطان نے

وسوسہ دیا کہ سردی بہت ہے پڑا رہ۔ صبح غسل کر لینا اور نوافل و معمولات کی قضا کر دینا لیٹ گیا۔ بدن میں اس قدر کانٹے سے چبھے کہ لیٹا نہیں گیا۔ اٹھا پانی تلاش کیا گرم نہ ملا۔ دیا سلائی آگ بھی نہ ملی مسجد کے کواڑ بند ملے مجبوراً سرد پانی سے وضو کیا ہاتھ پیر شل ہو گئے۔ غسل کی ہمت نہ پڑی صرف ذکر میں مشغول ہو گیا جی نہ لگا لیٹ گیا پھر بدن میں کانٹے لگنے لگے۔ اٹھا غسل کا تیمّم کر کے (جس کی ایسی حالت میں رخصت تھی) نوافل پڑھے کہ صبح کو غسل کر کے قضا کر دوں گا فوراً سکون ہو گیا۔ عادت کے موافق نوافل و ذکر سے فارغ ہو کر صبح کو غسل کر کے قضا بھی کر دی اپنی اس کم ہمتی پر بہ تکلف ندامت کا خیال کیا۔ کچھ رنج و ندامت نہ ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کئی روز سفر میں رہا اور صحبت بابرکت سے محرومی رہی۔ دل میں سختی ہو گئی کہ جو رنج و ندامت نہ ہوئی اس لئے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس گستاخی کو معاف فرمائیں کہ بلا غسل نوافل و ذکر کیا اور اس قساوت قلب کو حضرت کے صدقہ میں دفع فرمائیں۔

تحقیق: یہ قساوت نہیں اگر قساوت ہوتی قلق نہ ہوتا۔ یہ رخصت شرعیہ سے فائدہ اٹھانا ہے جو جائز ہے پھر جتنا بھی عزیمت پر عمل ہو گیا یہ خدا کا فضل ہے۔ غرض عزیمت (اصل حکم) اور رخصت دونوں کی فضیلت نصیب ہوئی۔ یہ دوگنی نعمت ہے۔ لیکن ذکر کے لئے طہارت وغیرہ کے سامان کا تیار رکھنا ضروری ہے تاکہ تنگی نہ ہو۔

(النور، ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ)

ذکر اور نماز میں فرق کہ ذکر میں بساطت (ایک ہونا) ہے اور نماز میں ترکیب (مرکب ہونا)

حال: عرض یہ ہے کہ نماز میں پورا پورا نشاط حاصل نہیں ہوتا جب ذکر کرنے بیٹھتا ہوں تو سرور اور نشاط کی حالت ہوتی ہے۔ نماز میں یہ کیفیت نہیں ہوتی۔ پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ تو منافقین کی عادت تھی۔ انہیں بھی نماز میں نشاط نہیں حاصل ہوتا تھا اس کے بعد اپنے دل کو یوں سمجھاتا ہوں کہ مقصود تو احکام کو پورا کرنا ہے نشاط مقصود نہیں ہے مگر پھر بھی جی چاہتا ہے۔

تحقیق: منافقین کی سستی اعتقاد کا فساد تھا اور یہ سستی طبعی بے چینی کی وجہ سے ہے پھر وہ کہاں اور یہ کہاں باقی فرق کی وجہ یہ ہے کہ ذکر میں نماز کے مقابلے میں بساطت (اکیلے ہونے کی) ایک شان ہے اس لئے ذکر میں مختلف حصوں کی طرف توجہ نہیں ہوتی اس لئے یکسوئی جلد حاصل ہو جاتی ہے اور نماز میں توجہ مختلف حصوں کی طرف ہوتی ہے اس لئے بے چینی رہتی ہے اس کا علاج یہی ہے کہ نماز میں توجہ ایک طرف رکھی جائے جس کی

صورت یہ ہے کہ قیام کے وقت اس طرف توجہ نہ کرے کہ اس کے بعد رکوع کرنا ہے، رکوع میں اس طرف توجہ نہ کرے کہ اس کے بعد قومہ کرنا ہے اسی طرح دوسرے ارکان کا حال ہے بلکہ ہر رکن میں صرف اسی رکن کو ادا کے لئے مقصود سمجھے اور اسی طرف متوجہ رہے۔ اسی طرح پھر دوسرے رکن میں آخر نماز تک۔ اگر ایسا کیا جائے تو نماز میں اتنی یکسوئی ہوگی کہ ذکر میں بھی نہ ہوگی کیونکہ ذکر میں اگرچہ یکسوئی ہے مگر ہر وقت خطرہ رہتا ہے کہ دوسرا شخص آکر اس یکسوئی کو ختم کرسکتا ہے یا خود ہی ذکر ترک کر کے شغل میں لگ سکتے ہیں اور نماز میں اطمینان ہے کہ سلام پھیرنے تک کوئی شخص ہم کو اپنی طرف متوجہ نہیں کرسکتا نہ خود کوئی کام کر سکتے ہیں۔" وهذا لذى كتبت ورد على قلبى فى فرض الظهر وجربته فيه وفى سنته البعدية ولله الحمد" (یہ جو میں نے لکھا ہے وہ ظہر کی فرض نماز میں میرے دل میں آیا ہے میں نے اس فرض اور بعد کی سنتوں میں تجربہ کیا ہے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور شکر ہے)۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۳ھ)

نماز اور ذکر کے بارے میں یہ خیال آنا کہ زیادہ ذکر کی ضرورت نہیں

اس کا علاج

حَال: نماز اور ذکر سے پہلے اور بعد اکثر یہ خیال آتا رہا کہ اتنی محنت بیکار ہے۔ میں کوئی بزرگ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ رہے احکام اس کی پابندی کر لی جائے تو اس کے لئے زیادہ فکر کی کیا ضرورت ہے کیونکہ بخشش تو رحمت پر منحصر ہے ان کے علاوہ اور بھی برے برے خیال آئے۔ یہ خیال اب بھی آجاتے ہیں جس کا جواب میری طبیعت یہ دیتی رہتی ہے کہ یہی کیا کم ہے کہ بیفکری اور بخشش کی امید تو رہتی ہے اور اس فکر میں بہت کچھ گناہوں سے بچت تو رہتی ہے۔ اب جو کیفیت تھی اور ہے وہ عرض کی۔ جو حکم ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے کیونکہ اگرچہ طبیعت کو سکون ہو گیا ہے مگر طبیعت سست اور مضمحل ہے۔

تحقیق: ایک علاج یہ سوچنا ہے کہ اعمال صرف مغفرت ہی کے لئے نہیں بلکہ مملوک پر مالک کا حق ہے اور مغفرت ایک الگ احسان اور عنایت ہے۔ (النور، شعبان ۱۳۵۳ھ)

افسوس بھی ہمیشگی کا بدل ہے

حَال: عرصہ سے ارادہ کرتا تھا کہ تفصیل سے خط لکھوں لیکن کاہلی کے ساتھ ساتھ مشاغل کی زیادتی سے بھی ناک میں دم رہتا ہے۔ خصوصاً آخیر سال میں تعلیم کا بہت زور ہو جاتا ہے۔ بہت افسوس ہے کہ معمولات پر ہمیشگی

نہیں ہوتی ہاں ہیشگی کا خیال اور ہیشگی کے چھوٹنے پر افسوس ہمیشہ رہتا ہے۔

تحقیق: افسوس بھی ایک درجہ میں ہیشگی کا بدل ہے جب کسی عذر کی وجہ سے ہیشگی نہ ہو۔ (النور، شعبان ۱۳۵۳ھ)

ضعیف کو دل میں استغفار کرنا چاہئے

حال: چاہئے تو یہ تھا کہ بیماری کے بعد عبرت ہوتی مگر میں تو بھول بھول جاتی ہوں۔

تحقیق: یہ غفلت بری نہیں ہے۔

حال: ارشاد فرمائیں کہ مجھے یاد کس طرح رہا کرے تاکہ اکثر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں گذرے۔

تحقیق: یاد کی تمنا اور کمی پر حسرت یہ بھی یاد کی ایک قسم ہے۔

حال: ضعف کی حالت میں جب تک ذکر باقاعدہ شروع نہ ہو اس وقت تک میں اپنا وقت کس طرح صرف کروں کہ میری توجہ اللہ کی طرف رہے۔

تحقیق: دل میں لا الہ الا اللّٰہ یا استغفار پڑھتی رہو۔ (النور، رمضان ۱۳۵۳ھ)

عمر رسیدہ کو مواعظ سننے چاہئیں اور استغفار وغیرہ شغل رکھنا چاہئے

(نوٹ): ایک صاحب نے جو ستر برس کی عمر کے ہیں اپنے حالات لکھے تھے ان کو ذیل کا جواب دیا گیا۔

تحقیق: سب حالات اچھے ہیں۔ اور میرے مواعظ ہمیشہ سنا کیجئے۔ اگر نفس میں کوئی عیب معلوم ہو اس کا علاج پوچھئے ورنہ لا الہ الا اللہ و استغفار میں مشغول رہئے کافی ہے۔ فرائض وسنن میں کوتاہی نہ ہو نوافل میں کمی ہو تو نقصان دہ نہیں ہے۔ (النور، رمضان ۱۳۵۳ھ)

ذکر میں دل نہ لگنے کا علاج

حال: جو ذکر یا دعا میں شروع کرتا ہوں پہلے پہل تو ان میں خوب دل لگتا ہے اور حضور قلب ہوتا ہے مگر چند ماہ کے بعد جب ان پر ہیشگی رہتی ہے پھر ویسا حضور قلب اور دلچسپی نہیں رہتی اگر یہ مرض ہو تو علاج ارشاد فرمائیں۔

تحقیق: مرض ہونے کا شبہ کس وجہ سے ہوا۔

حال: معلوم ہوتا ہے میرے دل میں ذکر رچا نہیں پس حلق کے اوپر ہی اوپر ہے۔

تحقیق: (تم) تو ماشاء اللہ طبیب محقق ہو۔

حال: ذکر میں قلب کو یکسوئی نہیں ہوتی ذکر زبانی ہوتا ہے اور دل غافل اور خیالات میں لگا ہوا۔

تحقیق: یہ غفلت اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔ (النور، شوال ۱۳۵۳ھ)

رسوخ حاصل ہونے کا طریقہ

حال: حضور نے غصہ کا علاج بتایا تھا جس سے بفضلہ میرا غصہ کم ہوگیا اور غصہ کی حالت میں بھی زبان پر قدرت معلوم ہوتی ہے اس کی اطلاع کر کے دوسرا مرض پیش کرنے کی اجازت چاہی تھی۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ ایک کو راسخ ہونے دو۔ اب یہ عرض ہے کہ سمجھ کی کمی کی وجہ سے احقر نہیں سمجھ سکتا کہ رسوخ کے واسطے کوئی مدت مقرر ہوگی۔

تحقیق: نہیں۔

حال: یا احقر اپنے ضبط کی حالت غصہ کے وقت پر لکھتا رہے گا۔

تحقیق: جب غفلت و بھول نہ ہو اور ہمت میں دیر نہ ہو یہی رسوخ ہے۔ (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ)

سینہ میں لفظ اللہ کی آواز کا سنائی دینا برا نہیں

حال: سینہ میں دائیں اور بائیں طرف گھڑی کی آواز کی طرح آواز محسوس ہوتی ہے۔ سننے میں یہ گمان ہوتا ہے کہ گویا لفظ اللہ کی ہمزہ کو زور دے دے کر اس کا وظیفہ کیا جاتا ہے اور رات دن ہمیشہ جاری ہے۔ کبھی بند نہیں ہوتی۔ اس حالت کے ظاہر ہونے سے بندہ کو ایک قسم کی خوشی بھی حاصل ہوئی اور حضور قلب میں زیادتی ہوئی بندہ کو بہت تردد ہے کہ معلوم نہیں یہ حالت اچھی ہے یا بری ہے۔

تحقیق: جو بات شرع کے خلاف نہ ہو بری نہیں ہوتی ہے لیکن احتیاطاً طبیب کو نبض اور پیشاب دکھا کر پوچھ لو طبیعت میں کوئی طبعی بے اعتدالی تو نہیں ہے۔ (النور، ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ)

ذکر میں سرور کم ہونا نقصان دہ نہیں

حال: پہلے ذکر کی حالت بہت اچھی تھی اور طبیعت ہر وقت مسرور رہتی تھی۔ اب دو تین دن سے طبیعت پر سرور کم ہے۔

تحقیق: سرور مقصود ہے یا حضور اور حضور اختیاری ہے یا غیر اختیاری ہے۔

حال: اور جو اچھی اچھی باتیں اور کیفیات پیدا ہوتی تھیں وہ کم ہوگئیں۔

تحقیق: دینی نقصان کیا ہوا۔ (النور، محرم ۱۳۵۴ھ)

رسوخ کی علامت

حال: مذکورہ علاج کے رسوخ کا طریقہ کیا ہے جو بھی ہے امید کرتا ہوں کہ بیان فرمائیں گے۔
تحقیق: تکرار کا استحضار ہمیشہ کرتے رہنا اور کوتاہی کے وقت خالص مالی عبادت سے نفس کو سزا دینا جیسے چار آنہ خرچ کرنا کہ نفس پر یہ شاق ہوتا ہے یا نفل نمازوں کو مخصوص مقدار میں ادا کرنا کہ نفس پر شاق ہو۔ رسوخ کی علامت یہ ہے کہ ملکہ حاصل ہو جائے کہ (علاج) کرنے میں مشکل نہ ہو۔ (النور، صفر ۱۳۵۴ھ)

تہجد کے وقت نوافل پڑھ کر قرآن یاد کرنا افضل حالت ہے

حال: آج کل چار بجے رات کو آنکھ کھل جاتی ہے اور تہجد کا وقت ہوتا ہے اور آج کل یہ عاجز تجوید میں قرآن شریف کا قاری صاحب سے اجراء کر رہا ہے اور اس کو مضبوط یاد کرنا ہوتا ہے۔ اب اس وقت کون سا کام اختیار کرنا چاہیے۔ آیا نماز نفل پڑھی جائے یا قرآن کا یاد کرنا کون سا کام افضل ہے۔
تحقیق: چار نفل پڑھ کر قرآن میں لگ جاؤ اور ذکر دن میں کر و اگرچہ مختصر ہو۔ (النور، صفر ۱۳۵۴ھ)

نماز و تلاوت میں جبر کو آسانی سے بدل دینا کسی کے اختیار میں نہیں ہے

حال: نماز و تلاوت کلام میں طبیعت پر جبر کرنا پڑتا ہے۔ کوئی شاہراہ عمل جو آپ کے نزدیک مناسب ہو ایسی تجویز فرما دیجئے کہ یہ جبر خوشی اور آسانی کے ساتھ بدل جائے۔
تحقیق: اس کی کوئی تدبیر نہیں یہ بات نہ شیخ کے اختیار میں ہے نہ طالب کے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

نماز و جماعت پر آمادہ کرنے میں سختی کا علاج

حال: لوگوں کو نماز و جماعت پر آمادہ کرنے کے لئے میرے گذشتہ خط کے جواب میں حضرت نے صرف وعظ کو پسند فرمایا۔ اپنی سختیاں چھوڑ کر حضرت ہی کے پسند کے مطابق عمل تو شروع کر دیا ہے لیکن یہ خود میرے لئے بہت بڑا مجاہدہ ہو گیا ہے میری طبیعت میں ذرا سختی ہے۔
تحقیق: صحیح ہے مگر جی کو سمجھانے سے اس کی تیزی بہت کم ہو سکتی ہے۔
حال: پہلے تو کافی نرمی سے کام لیتا ہوں۔ لیکن جب بار بار کے سمجھانے یا دوسری تدابیر کامیاب نہیں ہوتیں تو بس سخت مزاجی کا ظہور ہوتا ہے۔
تحقیق: تو بار بار کہنا ہی ضروری نہیں تبلیغ کا حق ایک بار کہنے سے ادا ہوتا ہے بہت ہی زیادہ شفقت ہو دو بار حد

تین بار۔ اس سے زیادہ پیچھے پڑنا صدی (یعنی پیچھے پڑ جانا) ہے جس پر "وما علیك ان لا یزکی" (حالانکہ اگر وہ نہ سنورے تو آپ پر کچھ (الزام) نہیں ہے) فرمایا گیا ہے۔

حال: کبھی سخت مزاجی کا ظہور نہایت شدت سے اور اتنا ہوتا کہ مجھ کو سخت ندامت ہوتی ہے دین و دنیا تمام معمولات میں طبیعت کا یہی حال ہے۔

تحقیق: جہاں اپنا نقصان ہوتا ہے مجبوری مگر صرف دوسرے کی مصلحت کے لئے خود کو کیوں تعب میں ڈالا جائے۔

حال: اس چیز کو خود دور کرنا چاہتا ہوں لیکن کئی بار عین وقت پر طبیعت بے قابو ہو جاتی ہے اس بارہ میں دعا و علاج دونوں کی درخواست ہے۔

تحقیق: استحضار و عمل کا بتکلف تکرار یہی علاج ہے اس سے عادت ہو جائے گی۔

حال: لوگوں کو نماز باجماعت کے لئے تیار کرنے میں وہ خیال اور اس (تیزی وغصہ کے) طرز عمل کے موید ہو جاتے تھے نماز کے لئے جب دس برس کے لڑکوں کو مارنے کا حکم ہے تو خیال ہوتا تھا کہ اس بارہ میں اپنے ماتحت لوگوں پر سختی کرنا چاہئے۔

تحقیق: ماتحت کی قسمیں الگ الگ ہیں کرایہ دار پر وہ اثر نہیں جو اپنی اولاد پر ہے۔

حال: دوسرے اپنے دنیاوی کاموں کے لئے نوکروں وغیرہ کو جب ڈانٹتا ہوں تو خیال ہوتا ہے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کے کاموں میں کیوں اتنا غصہ نہیں آتا۔

تحقیق: فرق ہے وہاں اپنی حاجت کا رکنا غصہ کا سبب ہے یہاں وہ سبب نہیں۔

حال: ساتھ ہی نماز وغیرہ کے بارہ میں جب بار بار کہنے سے لوگ نہیں مانتے اور غصہ آتا ہے تو ایک خیال یہ بھی ہوتا ہے کہ غالباً یہ غصہ اپنے نفس کے لئے ہے کہ میرا کہا ان لوگوں نے کیوں نہیں سنا۔

تحقیق: اس کا امتحان آسان ہے ٹول کر دیکھا جائے کہ اگر دوسرے واعظ کے ساتھ یہی معاملہ کریں تب بھی یا اس کے قریب قریب ناگواری ہوتی ہے یا نہیں۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

جماعت میں غفلت کا علاج

حال: پابندئ جماعت و تلاوت کا تہیہ کرتا ہوں مگر کبھی کبھی غفلت اور سستی کی وجہ سے چھوٹ جاتی ہے۔

تحقیق: لیکن قدرت سے تو کام لیا جا سکتا ہے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ)

ذکر اسم ذات کے سوا جی نہیں لگتا شروع میں ایسا ہی ہوتا ہے

حال: ان دنوں میری عجیب کیفیت ہے ہر وقت جی چاہتا ہے کہ صرف اللہ اللہ کرتا رہوں اور کسی کام میں بالکل جی نہیں لگتا ہے حد یہ ہے کہ درس حدیث و تلاوت قرآن میں بھی جیسے پہلے جی لگتا تھا اب ویسا نہیں لگتا۔ اب صرف بس ذکر اسم ذات کے لئے جی چاہتا ہے۔

تحقیق: ابتداء میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ بچہ کو ہر وقت دودھ ہی مرغوب (پسند) ہوتا ہے پھر ہر وقت پر اس کے مناسب اشیاء مرغوب (پسند) ہونے لگتی ہیں۔ (النور، جمادی الاولی ۱۳۵۴ھ)

قرآن ناظرہ کا مشکل ہونا اس کا علاج طبیعت کو زیادہ پر جبر کرنا ہے

حال: فدوی قرآن شریف کا ناظرہ ایک پارہ مشکل سے روزانہ پڑھ سکتا ہے بلکہ اکثر زیادہ ناغہ ہو جاتا ہے۔ دوسرے اذکار مثلاً درود شریف، استغفار اور زبانی قرآن شریف دن بھر پڑھا کرے تو کوئی گرانی نہیں ہوتی مگر ناظرہ قرآن شریف ایک پارہ پڑھنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ سخت پریشان ہوں کیا علاج کروں۔

تحقیق: اگر قرآن حفظ نہیں تو نفس پر جبر کر کے زیادہ پڑھنا چاہئے اور اس کا تصور مسلسل رکھنا چاہئے کہ ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں نامۂ اعمال میں ساتھ ساتھ درج ہو رہی ہیں اور ایسی دولت اور کس چیز سے نصیب ہو سکتی ہے اور یہ تصور بھی حقیقی بات کا ہے۔ کیونکہ حدیث میں یہ مضمون صاف موجود ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ مراقبہ بھی رکھنا چاہئے کہ حروف قرآن کی زیارت پر ثواب ملتا ہے سارے تصور سے وہ گرانی کم ہو جائے گی اور آہستہ آہستہ ناظرہ زیادہ تلاوت کرنا آسان ہو جائے گا۔ اگر قرآن آپ کو حفظ ہے اور زبانی بھی صحیح یاد ہے تو پھر حفظ پڑھنے سے بھی ثواب جو کہ اصل مقصود ہے حاصل ہے۔ زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں (النور، جمادی الاولی ۱۳۵۴ھ)

ذکر و تلاوت و درس حدیث میں فرق

حال: میرے اوقات الحمد للہ بدستور سابق ہیں۔ تہجد کی نماز کے بعد بارہ تسبیح و ذکر اسم ذات ایک ہزار تک کر لیتا ہوں مگر طبیعت کا میلان جو ذکر کے وقت ہوتا ہے وہ ابھی تک نہ قرآن شریف پڑھتے وقت ہے اور نہ درس حدیث کے وقت ہے۔

تحقیق: ابتداء میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ بعض کو انتہا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور اکثر اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ذکر میں ایک قسم کی بساطت (ایک ہونے کی کیفیت) ہے اور قرآن و حدیث میں ایک قسم کی ترکیب (مرکب ہونے

کی کیفیت) ہے اور بسیط (اکیلا ہونا) یکسوئی سے زیادہ قریب ہے اور ترکیب (مرکب ہونا) مختلف حصوں کی وجہ سے بکھرے ہونے کے قریب ہے۔ (النور، جمادی الاولی ۱۳۵۴ھ)

نماز کو لمبا کرنا بلا ضرورت ملنے والوں سے جائز ہے

حَالٌ: طبعاً کسی سے ملاقات کو جی نہیں چاہتا اور نہ مجلس کرنے کو (جی چاہتا ہے)۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے کی حالت میں کوئی ملنے آجاتا ہے اس کو کچھ بھی ضروری کام نہیں ہوتا تو احقر نماز کو لمبا کر دیتا ہے تا کہ وہ چلا جائے تو ایسی نماز کا کیا حکم ہے۔

تحقیق: ضرورت کی وجہ سے دین کی حفاظت کے لئے ڈھال استعمال کرنے کی اجازت ہے۔

''قال تعالٰی ﴿ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر﴾ وقال صلى الله عليه وسلم من حافظ عليها (اى على الصلوة) كانت له نورا وبرهانا ونجاة يوم القيمة. الحديث'' (لاحمد والكبير والاوسط، جمع الفوائد)

ترجمہ: ''اللہ تعالٰی کا ارشاد مبارک ہے: ''بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے'' رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص ان نمازوں کی حفاظت کرے گا تو اس کے لئے نور ہوگا اور دلیل ہوگی اور قیامت کے دن کی نجات ہوگی۔''

اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں برائی سے بچانے اور آگ سے نجات دینے کی ایک شان ہے تو جیسے نماز خاصیتوں (کے حاصل ہونے کی) نیت سے پڑھنا جائز ہے۔ اسی طرح برائی اور آگ کے بلا واسطہ یا بالواسطہ رسیا سے بچاؤ اور نجات کی بھی اس میں خاصیت ہے اس لئے اسی طرح خاصیت کی نیت سے اس کا بھی پڑھنا جائز ہے۔ جیسے فقہاء نے (امام کے) آنے والے نمازی کے لئے رکوع لمبا کرنے کے بارے میں تفصیل کی ہے اور مصلحت دینیہ کے لئے اجازت دی ہے حالانکہ وہاں غیر کی مصلحت ہے اور یہاں تو اپنی مصلحت ہے۔ (النور، جمادی الاولی ۱۳۵۴ھ)

نماز فجر میں زیادہ دل لگنے کی وجہ

حَالٌ: (یہ ایک پہلے مجمل خط کی تفصیل ہے) میری یہ حالت کہ جماعت میں جس قدر کم لوگ ہوں نماز میں زیادہ دل لگتا ہے صرف فجر کی نماز میں ہے۔ دوسرے اوقات کی نمازوں میں تو نمازیوں کا انتظار کرتا ہوں اور جماعت میں کچھ تاخیر بھی گوارا کرتا ہوں۔

تحقیق: وجہ سمجھ میں آ گئی وہ وقت طبعا و ذوقا حضور قلب کا ہے کیونکہ پہلے (والے) مشاغل ختم ہو جاتے ہیں۔ دوسرے (والے) ابھی شروع نہیں ہوتے اس لئے قلب تقریبا فارغ و خالی ہوتا ہے اور جس طرح سفید کپڑے پر سیاہ دھبہ اگر چہ ہلکا ہو محسوس ہوتا ہے اسی طرح مجمع کی زیادتی چونکہ طبعا و عادۃً انتشار کے اسباب میں سے ہے اس لئے فارغ ہونے میں اس کا اثر محسوس ہوتا ہے۔ اس کے خلاف دوسرے اوقات میں کہ دل پہلے سے مختلف تعلقات میں مشغول ہوتا ہے اس لئے شغل میں مزید شغل محسوس نہیں ہوتا جیسے سیاہ کپڑے میں سیاہی کا داغ محسوس نہیں ہوتا۔ (النور، رجب ۱۳۵۴ھ)

لا تفریط فی النوم (نیند میں زیادتی نہیں ہے)

حال: میں آج کل ایک بات سے بہت پریشان ہوں وہ یہ کہ میں بہت کوشش کرتا ہوں تہجد کے لئے اور پروردگار سے دعا بھی کرتا ہوں لیکن آنکھ نہیں کھلتی۔ صبح کی نماز کے لئے جب آنکھ کھلتی ہے تو بہت افسوس ہوتا ہے اور خیال کرتا ہوں کہ میرا کیا حال ہوگا قیامت میں۔ نیکیاں کم ہیں اور گناہ زیادہ ہیں۔

تحقیق: اور یہ خیال نہیں ہوتا کہ لا تفریط فی النوم (نیند میں کوئی زیادتی نہیں ہے) کس کا ارشاد ہے اور کیوں ہے شیخ شیرازی کا قول نہیں سنا ؎

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا ❁ ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

(النور، رجب ۱۳۵۴ھ)

ترجمہ: ”زہد و تقویٰ اور صدق و صفا میں کوشش کرنی چاہئے لیکن رسول اللہ ﷺ سے زیادہ نہیں (یعنی شرعی حد سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے)۔“

وظیفہ کی جگہ بھی تلاوت قرآن ہی زیادہ کرنا سلف کے خلاف ہے

حال: دعوات عبدیت جلد دوم کا چھٹا وعظ ملقب بہ احکام العشر الاخیرہ پرچہ الابقاء برائے ماہ رمضان ۱۳۵۱ھ میں شائع ہوا ہے۔ اس رسالہ کے صفحہ ۳۲ پر وہ مضمون ہے جس کو حضور اقدس نے کلام مجید کی شان میں ارشاد فرمایا ہے اس کو دیکھ کر خصوصاً سطر نمبر ۱۳ میں جو یہ لکھا ہوا ہے ”اور چونکہ کلام اللہ کو خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص تعلق ہے یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کلام مجید کی تلاوت سے بہت خوش ہوتا ہے خواہ سمجھ کر پڑھا جائے یا بے سمجھے“ اس کو دیکھ کر خود بخود جی چاہتا ہے کہ تمام اوراد و وظائف کو ترک کر کے تلاوت ہی کی جائے۔ اب حضور والا کی خدمت میں بہت ہی ادب سے عرض ہے کہ اگر تمام وظیفہ کی جگہ (جس میں زیادہ حصہ درود شریف کا ہے) کلام مجید کی تلاوت ہی کی جائے تو کچھ حرج تو نہیں۔

تحقیق: کیا یہ بھی خبر ہے کہ کسی چیز کی طرف زیادہ کشش اسی وقت ہوتی ہے جب دوسری چیزیں بھی ہوں ورنہ اس سے طبیعت اکتا جاتی ہے۔

ع گر نیست غیبتے ندہد لذتے حضور

ترجمہ: ''اگر غیبت نہ ہو تو حضور کی لذت معلوم نہیں ہوتی ہے۔''

اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ سلف نے ایسا نہیں کیا۔ (النور، رجب ۱۳۵۴ھ)

بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے سے نفرت، یہ بغض فی اللہ (اللہ تعالیٰ کے لئے نفرت کرنا) ہے

حال: کچھ دنوں سے احقر کو یہ بات پیش آ رہی ہے کہ احقر کو قلب میں بدعتیوں کی طرف سے نفرت معلوم ہوتی ہے۔ جو بدعتی سامنے آتا ہے دعا سلام تو کر لیتا ہوں مگر قلب خوش نہیں ہوتا جیسا اور مسلمانوں سے سلام وعلیکم کر کے خوش ہوتا ہے اور جو بدعتی مسجد میں ہوتا ہے اور لوگ اس بدعتی کو نماز پڑھانے کے لئے کہتے ہیں تو احقر انکار کر دیتا ہے۔ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کو جی نہیں چاہتا مجھے حضرت والا نفس کے دھوکہ سے ڈر لگتا ہے کہیں یہ نفرت کی آڑ میں کبر نہ ہو۔

تحقیق: ایسے احتمالات کا اعتبار نہیں اگر وہ توبہ کر لے اور پھر بھی اس سے نفرت رہے یہ کبر ہے ورنہ بغض فی اللہ ہے۔ (النور، رجب ۱۳۵۴ھ)

رسوخ کا علاج

(پہلا خط)

حال: حضرت! اب علاج تو سب مرضوں کا ہو گیا صرف ایک مرض (شہوت پرستی) باقی رہ رہی تھی وہ بھی اب شادی سے ختم ہو گئی مگر اصلاح کا ابھی تک اچھی طرح رسوخ نہیں ہوا۔ اکثر امراض کی چاہت پر عمل ہو جاتا ہے۔ للہ کوئی طریقہ اصلاح کے رسوخ کے لئے تلقین فرمائیں۔

تحقیق: رسوخ کی تفسیر کیا سمجھے ہو۔

(دوسرا خط)

نفس کے تقاضے کے مغلوب ہو جانے کا نام تو اصلاح ہے اور (نفس کے تقاضے کے مغلوب ہونے کی)

حالت کا عادت بن جانا اور بے تکلف اوامر پر عمل ہونے کا نام اصلاح کا رسوخ ہے اور احقر کی یہ مراد نہیں کہ اس دوسری حالت میں اختیار نہیں رہتا۔ اختیار تو ہر حال میں ہے مگر اتنا فرق ہے کہ ابتدائی اصلاح کی حالت میں اختیار کا استعمال تکلیف اور مشقت سے ہوتا ہے اور بعد میں اتنی تکلیف نہیں ہوتی۔ حضور! یہ ہے اصلاح کے رسوخ کی تفسیر جو اس کم سمجھ کی سمجھ میں آئی ہے جو کہ مختصراً عرض کر دی۔

تحقیق: ٹھیک ہے۔

حال: اب اس کو حاصل کرنے کا طریقہ چاہتا ہوں۔

تحقیق: ایسا کوئی طریقہ نہیں جس پر رسوخ یقیناً لازمی طور پر حاصل ہو جائے۔ اب بھی پوچھتے ہو یا نہیں اور پوچھنے سے کیا حاصل ہوگا۔ (النور، شعبان ۱۳۵۴ھ)

ذکر میں اطمینان نہ ہونا مقصود نہیں

حال: جب تک عافیت و راحت حاصل ہے زبان پر ذکر اللہ رہتا ہے جب کوئی تکلیف وخوف پیش آ جائے تو پہلے تو ذکر اللہ یاد ہی نہیں آتا ہے اور اگر یاد بھی آ جائے تو اس سے قلب کو اطمینان نہیں ہوتا۔

تحقیق: مقصود ذکر ہے اگرچہ بتکلف ہو۔ اطمینان مقصود نہیں۔ (النور، شعبان ۱۳۵۴ھ)

بغیر قید کے ذکر کافی ہے

حال: حضور والا! اب تک میں ذکر وشغل سے دور بھاگتا رہا ہوں۔

تحقیق: قید کے ساتھ ذکر کی ضرورت نہیں کسی قید کے بغیر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی کثرت کافی ہے۔

حال: درخواست یہ ہے کہ میرے حق میں دعا فرمایئے اور میرے لئے کوئی ایسی تدبیر تجویز فرما دیجئے (اگر مزاج ورائے اقدس کے خلاف نہ ہو) کہ جس پر عمل کرنے سے ایمان کامل اور رضا بالقضا اور خوف سے زیادہ رجا اور دنیا کی محبت سے زیادہ آخرت کی محبت اور حق تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن اور عبدیت کا تعلق اور محبت حاصل ہو۔

تحقیق: بفضلہ تعالیٰ میرے وعظوں کے مطالعہ سے یہ سب دولتیں نصیب ہوسکتی ہے خصوص اگر مراۃ المواعظ کے ذریعہ سے کچھ منتخب کر لئے جائیں۔

دوسرا پرچہ

حال: حضور والا کے صحیح جواب نے میرے خیالات کے پکے ہوئے پھوڑے پر راحت دینے نشتر لگا کر فرحت دینے مرہم کا پھایا لگا دیا مسرت و انبساط کا اتنا جوش ہوا کہ بے اختیار گریہ طاری ہوگیا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ فی

الدارین۔ حضور والا! اس وقت تو بفضلہٖ تعالیٰ حضور والا کی جوتیوں کے طفیل سے ہر طرح مطمئن ہوں۔ حق تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ یہ اطمینان وسکون ہمیشہ رہنے والا ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ دعا کا محتاج ہوں۔

تحقیق: دل سے دعا ہے۔ (النور، رمضان ۱۳۵۴ھ)

دعا سے رکاوٹ کا علاج

حال: حضرت! کبھی کبھی جائز دعا مانگتے وقت یہ محسوس کرتا ہوں کہ کسی نے زور سے گلے کو دبایا ہے اور دعا مانگنے کے لئے روک رہا ہے کتنی ہی کوشش کرتا ہوں کہ دل سے دعا نکلے لیکن ناکامیاب رہتا ہوں اور وہ آرزو پوری نہیں ہوتی۔

تحقیق: دعا کاغذ پر لکھ کر ہاتھ میں لے کر اس میں سے وہ دعا پڑھا کرو۔ (النور، رمضان ۱۳۵۴ھ)

پانچ وقت نماز نہ پڑھنے کا علاج

حال: بندہ کی عمر اس وقت بیالیس سال کے قریب ہے۔ خدا کے فضل وکرم سے بالکل تندرست توانا ہوں۔ خدا نے بال بچے دیئے ہیں اور گذران بہت اچھی ہے مگر بدقسمتی سے پانچ وقت نماز پڑھنے کی عادت نہیں ہے۔ بہت کوشش کرتا ہوں مگر کامیاب نہیں ہوتا ہوں۔ جب نماز کا وقت گذر جاتا ہے تو بہت شرمندہ ہوتا ہوں مگر کیا کروں عادت سے مجبور ہوں۔ براہ غربا پروری دعا اور ہدایت سے سرفراز فرمادیں تاکہ بندہ کو نماز کی عادت پڑ جائے جناب کی عین عنایت ہوگی۔ میں اس بات کو محسوس پورا پورا کرتا ہوں۔ پابندی پر قادر نہیں ہوسکتا۔ میرا عقیدہ اہلسنت جماعت کا ہے۔ اسلام کی قدر اور اس کی خوبیوں کا پورا احترام ہے اور اسلام کا پورا پورا درد ہے۔ نماز کی باقاعدگی کا نہ ہونا مجھے پریشان کرتا ہے اور اس سے پریشان ہوں۔ اس معاملہ میں ہدایت ودعا کا ملتجی ہوں۔

تحقیق: جب نماز ناغہ ہو دو وقت کا فاقہ کیا جائے۔ (النور، شوال ۱۳۵۴ھ)

لا الہ الا اللہ کے ذکر کے وقت اکابر کی زندگی کا تصور خود ارادے سے نہیں کرنا چاہئے

پہلا خط

حال: لا الہ الا اللہ کے ذکر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم واہل بیت وصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگی کے ہر واقعہ میں نسبت مع اللہ کا تصور بندھ کر جوش پیدا ہوتا ہے۔ اب پانچ چھ ماہ سے یہ

عادت سی ہوگئی۔ حضور والا کو اطلاع دینا ضروری تھا جیسا ارشاد ہو عمل کروں۔

تحقیق: وہ واقعات خود ارادے سے مستحضر کئے جاتے ہیں یا ارادے کے بغیر حاضر ہو جاتے ہیں۔

دوسرا خط

حال: ایک روز غیر حق کی محبت کی نفی کے ساتھ حق کی محبت کا تصور لا الہ الا اللہ کے ذکر کی حالت میں کر رہا تھا آیت ﴿والذین امنوا اشد حبا للّٰہ﴾ (کہ ایمان والے اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے ہیں) کا مضمون آکر ان واقعات کا استحضار ہونے لگا لیکن ایسے طور پر کہ ہر واقعہ سے نسبت مع اللہ و محبت الٰہی معلوم ہوتی ہے اس کے بعد سے ارادے یہ واقعات مستحضر کئے جاتے ہیں۔

تحقیق: ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

حال: اور تسکین محسوس کرتا ہوں۔

تحقیق: اس تسکین کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

حال: احقر نے اپنا بدظنی کا مرض بتا کر حضرت والا سے اس کا علاج چاہا تھا۔ حضرت والا نے یہ جواب عنایت فرمایا ہے کہ ''یہ غیر اختیاری ہے اور دوسرا یہ کہ کسی کے کسی برتاؤ سے دل میں فکر کے بدظنی پیدا کی جائے یہ اختیاری ہے۔ دونوں کی چاہت پر شکوہ شکایت وغیرہ ناجائز ہے۔ احقر کی حالت یہ ہے کہ کسی کے بعض برتاؤ سے دل میں رنج پہنچتا ہے تو وہاں کبھی دل میں خود بخود یہ خیال آجاتا ہے اور کبھی ارادے سے لاتا ہوں کہ شاید یہ شخص مجھ کو نقصان پہنچا دے گا اور پھر کبھی اپنے خیر خواہ کو بتا کر ظاہر بھی کر دیتا ہوں۔ اب احقر کی گذارش یہ ہے کہ حضرت براہ مہربانی احقر کے اس مرض کا کوئی علاج تحریر فرمائیں جس پر عمل کرنے سے احقر کا یہ مرض جاتا رہے۔

تحقیق: احتمال ظاہر کر کے تدبیر پوچھتے ہو یا یقین ظاہر کر کے۔ اس دوسرے شخص کی نظر میں بھی اس کو برا ثابت کرنا چاہتے ہو۔

حال: جہاں تک ہو سکے گناہ سے بچنے کی اور درستیٔ حالات کی فکر رکھتا ہوں اور اس بات کی بھی کوشش کرتا ہوں کہ نماز اور ذکر میں خلوص ہو مگر پھر بھی کوئی عمل خود اپنی طبیعت کو نہیں لگتا۔

تحقیق: بس اسی وقت تک خیریت ہے جب تک اپنا کوئی عمل اپنی طبیعت کو نہ لگے ورنہ عجب کا خوف ہو جائے گا۔

حال: اور جیسا جی چاہتا ہے دراصل اس کا کوئی حصہ بھی نہیں ہوتا۔

تحقیق: یہ بھی خیریت ہے کہ جیسا عمل ہوتا ہے اس سے زیادہ کو جی چاہتا ہے۔
حال: جس سے الجھن رہتی ہے کہ کوشش کے باوجود بھی کوئی بات ایسی نہیں ہوتی جس سے کچھ تسکین ہو۔
تحقیق: تسکین نہ ہونے کی تو عشاق نے تمنا کی ہے۔

؎ مصلحت نیست مرا سیری ازاں آب حیات
ضاعف اللہ بہ کل زمان عطشی

(النور، ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ)

ترجمہ: ''میرا اس آب حیات سے سیر ہو جانا اچھا نہیں ہے اللہ کرے یہ پیاس یونہی ہر دم بڑھتی رہے۔''

عصر کی جماعت فوت ہونے پر بیس رکعت نفل جرمانہ

حال: ایک روز عصر سے کچھ پہلے ایک شخص سے ایک دنیاوی غرض سے ملنے گیا یعنی شکار کا بندوبست کرنے کے لئے گفتگو میں عصر کی جماعت کا بھی وقت ہوگیا۔ دھیان تو نماز کی طرف تھا اور یہی سوچ رہا تھا کہ اب اٹھوں اب اٹھوں۔ مسجد پہنچا تو جماعت ہو چکی تھی۔ بہت افسوس ہوا کہ شرعی عذر کے بغیر جماعت ترک ہوئی۔ عہد کیا کہ بلا سخت ضرورت کے نماز سے پہلے کسی سے ملنے نہ جاؤں گا۔ اس فوت جماعت کے لئے حضرت جو سزا مناسب سمجھیں تجویز فرمائیں۔ میری تنخواہ ۳۷۰ روپے ہے یہ اس لئے لکھ دیا کہ اگر مالی جرمانہ تجویز ہو تو مقدار معین کرنے میں حضرت کو سہولت ہو۔

تحقیق: بیس رکعت نفل پڑھ لی جائے اور دل سے عزم کر لیا جائے کہ جب کبھی ایسا اتفاق ہوگا اتنے ہی نوافل پڑھوں گا اور مالی سزا اس لئے کافی نہ ہوگی کہ تنخواہ کافی ہونے کی وجہ سے تھوڑی مقدار نفس پر شاق نہ ہوگی اور زیادہ مقدار کا تحمل نہ ہوگا۔ (النور، ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ)

تلاوت قرآن کے وقت رونا آنا، کبھی تلاوت بند کر لینا، اس کا علاج یہ ہے کہ جو قلب کا تقاضا ہو وہ کام کریں

حال: حضرت کئی دن سے جب بندہ قرآن شریف تلاوت کرتا ہے کبھی بعض آیت سے حضرت کے مواعظ کے بعض مضمون کی طرف خیال جاتا ہے تو اس وقت ایسی حالت پیش آتی ہے کہ سوائے رونے کے اور کچھ نہیں کر سکتا اور بے اختیار اس خاص موقع کے متعلق جو مثالیں دی گئیں اس میں دھیان رہتا ہے اور وہاں پر جو اشعار حضرت

کے ہیں تلاوت کے بجائے وہ پڑھنے لگتا ہوں مثلاً:

ما لمن اولہ نطفة ❁ وجیفة آخرہ یفتخر الخیرہ

ترجمہ: "وہ شخص کس چیز پر فخر کرتا ہے جس کی ابتدا نطفہ ہو اور انتہا مردہ ہو۔"

اور حضرت کی عظمت و محبت اتنی معلوم ہوتی ہے جس کو بیان نہیں کر سکتا اور ایسی حالت میں بعض وقت قرآن مجید کھلا رہتا ہے اور بعض وقت تھوڑی دیر کے لئے بند کر دیتا ہوں۔ پھر کھول کے تلاوت شروع کرتا ہوں۔ اب گذارش ہے بندہ کو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے کیا تلاوت پر جمے رہنا چاہئے یا تلاوت تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ کے پھر تلاوت کرنا چاہئے۔

تحقیق: جس صورت کا قلب پر زیادہ تقاضا ہو اور یہ حالت اگرچہ پسندیدہ ہے مگر مقصود نہیں۔ مقصود وہی عمل یعنی تلاوت ہے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

نفی واثبات کے ذکر کے وقت دل میں مختلف خیال یہ زیادہ مفید ہے

حال: (ایک اجازت یافتہ کی طرف سے)

نفی واثبات کے ذکر کے وقت کوئی ایک خیال قائم نہیں رہتا کبھی دل سے اللہ کے غیر کے تعلق کو نکالنے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے داخل کرنے کا خیال آتا ہے اور کبھی لا مقصود الا اللہ اور کبھی لا موجود الا اللہ اور کثر کچھ استحضار نہیں ہوتا خالی ذکر ہوتا ہے۔

تحقیق: آپ کی حالت کے اعتبار سے یہی اخیر زیادہ مفید ہے (کیونکہ منتہی کے حال میں سادگی ہوتی ہے)۔

(النور، ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ)

ذکر یا نماز میں شیخ کا چہرہ ارادہ سے سامنے نہیں آنا چاہئے

حال: آج کئی روز ہوئے ہیں یہ یاد نہیں ہے کہ نماز میں تھا یا حالت ذکر میں بہرحال متوجہ بحق ہوں کہ ارادے کے بغیر جناب والا کا چہرہ اقدس سامنے ہوگیا۔ حالانکہ اس سے پہلے ارادے سے یہ بات حاصل نہیں ہوئی تھی اس روز سے چہرۂ مبارک ارادے اور ارادے کے بغیر بھی سامنے رہتا ہے نماز میں بھی اور ذکر اذکار میں بھی۔

تحقیق: یہ محبت کا اثر ہے جو کہ محمود ہے مگر مقصود نہیں ہے۔

حال: جی چاہتا ہے کہ اسی طرف مشغول رہوں۔

تحقیق: چونکہ مقصود نہیں لہٰذا ارادے سے اس طرف متوجہ نہیں ہونا چاہئے۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ)

استقلال (مستقل مزاجی) حاصل ہونے کا طریقہ

حال: حضرت والا! مجھ میں استقلال (مستقل مزاجی) نہیں۔ انتہا درجہ کا متلون المزاج (ایک حالت نہ رہنے والا غیر مستقل مزاج) ہوں۔ جس کام کا ارادہ کرتا ہوں یا تو اس کے شروع ہی کی باری نہیں آتی یا اگر شروع کرتا ہوں تو انجام کو نہیں پہنچا سکتا ہوں۔ ایک دو روز میں چھوٹ جاتا ہے۔ مثلاً میرے ذمہ کچھ فوت شدہ نمازیں ہیں ان کے ادا کرنے کا ہمیشہ ارادہ رکھتا ہوں۔ لیکن ایک دو روز تو ادا کرتا ہوں اور پھر مہینوں نام نہیں لیتا۔ فی الحال حضرت والا اس کے لئے کوئی علاج تجویز فرمائیں۔

تحقیق: علاج ضد کے ساتھ اور اس ضد میں پہلے تکلف ہوتا ہے پھر عادت اور پھر رسوخ۔ بس نفس تکلف سے گھبراتا ہے۔ یہی استقلال (مستقل مزاجی) نہ ہونے کا راز ہے ورنہ نفس اگر تکلف کی تکلیف برداشت کرلے تو عدم استقلال (مستقل مزاجی نہ ہونے) کی کوئی وجہ نہیں اور یہی علاج ہے۔ (النور، صفر ۱۳۵۵ھ)

تعلیمی مشاغل کے ساتھ ذکر و نوافل کے لئے اوقات تقسیم بھی کیجئے

حال: دل چاہتا ہے کہ اپنی آخرت کے سہارے کے لئے کوئی کثرت سے نوافل کا مجاہدہ یا اذکار کی زیادتی میں مشغول ہو جاؤں۔ مگر مدرسہ کے تعلیمی و انتظامی مشاغل اس کی مہلت نہیں دیتے جس پر افسوس و صدمہ کی وجہ سے اکثر دل میں پژمردگی سی رہتی ہے۔ لہٰذا اس کی تلافی کی کوئی صورت ارشاد فرما دیجئے۔

تحقیق: اوقات کے تقسیم کرنے کے علاوہ کوئی صورت نہیں۔ اس تقسیم میں دوسرے مشاغل کم کر کے ذکر اور نوافل کا وقت بڑھا لیجئے۔ (النور، صفر ۱۳۵۶ھ)

نماز میں نور محسوس ہونا محمود ہے مقصود نہیں

حال: حضرت! اکثر اوقات ذکر کرتے وقت اور نماز پڑھتے وقت ایک نور محسوس ہوتا ہے خصوصاً چاشت کی نماز پڑھتے وقت وہ نور بہت زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ اس وقت طبیعت میں بہت بشاشت ہوتی ہے فوراً خیال میں آتا ہے کہ یہ حضرت والا کے فیض و برکت سے ہے۔ حضرت ذکر کرتے وقت اور نماز پڑھتے وقت نور محسوس ہونا یہ سب محمود ہے یا کیا ہے؟

تحقیق: بالکل محمود ہے لیکن مقصود نہیں اس لئے شکر کرنا چاہئے۔ مگر اس کی طرف توجہ نہیں کرنا چاہئے۔ بس ذکر کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔ (النور، صفر ۱۳۵۶ھ)

نجات اخروی عملوا الصلحت کی قید پر ہے صرف ایمان پر کچھ نہیں، اس کا جواب

(ایک اجازت یافتہ کا خط)

حال: احقر کچھ عرصہ سے ایک پریشانی میں پڑ گیا ہے وہ کسی طرح دور نہیں ہوتی۔ لاچار بندگان والا کے حضور میں پیش کر کے دور کرنے کا طریقہ چاہتا ہے اور اس خیال سے کہ حضرت والا کا وقت خراب نہ ہو بہت اختصار کے ساتھ عرض کیا جائے گا۔ وہ خلجان یہ ہے کہ میں نے بار بار تلاوت قرآن پاک کے وقت غور کیا کہ نجات اخروی یا وہ فضائل جن کا مسلمانوں کے لئے وعدہ کیا گیا ہے یا رضا باری تعالیٰ۔ ایک ہی مضمون کو جس عنوان سے بھی تعبیر کیا جائے اس کے لئے قرآن میں ہر جگہ "وعملوا الصلحت" (نیک عمل کی) قید ضرور لگی ہوئی ہے کہیں اس کو تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے اور کہیں خشیت سے اور کہیں دوسرے عنوانات سے مگر صرف ایمان پر وعدہ کچھ بھی نہیں جیسے "الذین امنوا وکانوا یتقون" اور "ذلك لمن خشی ربه" اور "ما یلقاها الا الصبرون" (اس کو طول دینا حضرت والا کا وقت ضائع کرنا ہے) اس سے آگے اپنا اعمال صالحہ سے خالی ہونا تحریر کر کے شدید خلق ظاہر کیا ہے اسی لئے یہ مضمون تربیت میں درج کیا گیا اور جواب ذیل اعمال سے خالی ہونے کو مان کر دیا گیا ہے۔

تحقیق: "اللّٰه ولی الذین امنوا" (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے دوست ہیں) میں کون سی قید ہے اور "اخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملا صالحا" آخر "عسی اللّٰه ان یتوب علیهم" میں بعض اعمال کی کمی پر بھی کیا وعدہ ہے اور "ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا الی قوله والذین کفروا لهم نار جهنم" میں "الذین اصرفینا" (جن لوگوں کو ہم نے چن لیا) کی تقسیم کس اعتبار سے ہے اور جنات کا وعدہ کس کے لئے ہے "والذین کفروا" (جو لوگ کافر ہیں) کا مقابلہ کس سے کیا گیا ہے اور صحیح حدیث "من قال لا اله الا اللّٰه میں دخل الجنة" (ترجمہ: جس نے لا الہ الا اللہ کہا تو وہ جنت میں داخل ہوگا) کا وعدہ کس لئے ہے اور "وان زنی وان سرق" (اگرچہ اس نے زنا کیا اگر اس نے چوری کی) کس عموم پر دلالت ہے اس وقت تلاش کی فرصت نہیں اس لئے فی الحال اس پر اکتفا کیا گیا۔

حال: حضرت! بندہ کے امراض کی کمی سے اور تربیت السالک کے باب الذکر کو دیکھنے سے کام کرنے میں بہت ہمت ہوتی ہے اور حضرت حق کی رضا کی امید ہوتی ہے کیونکہ اس باب میں پابندی اور مداومت کے بارے میں

حضرت کے اکثر ارشادات ہیں اور بندہ کے اندر یہ دونوں چیزیں بفضلہ تعالیٰ موجود ہیں حتیٰ کہ جو کام جس دن سے شروع کیا کبھی ناغہ نہیں کیا اور بیماری کی وجہ سے اگر ناغہ ہوگیا تو تندرست ہوتے ہی قضا کرلیا اور ہمیشہ خدا کے فضل سے اپنے کام میں مشغول رہتا ہوں مگر جب تبلیغ دین کا مطالعہ کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں مریض میں اکیلا ہی ہوں اور میرے اندر سارے امراض کے ڈھیر ہیں اور کوئی مرض ختم نہیں ہوا۔ حضرت! اس وقت ایسی پریشانی ہوتی ہے جو بیان سے باہر ہے رونے کے علاوہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کا اثر بہت دیر تک رہتا ہے۔ اور کبھی مایوسی غالب ہوتی ہے اور کبھی خیال ہوتا ہے کہ پھر حضرت سے اصلاح کراؤں۔ حضرت کو اپنا حال بتا دیا جو ارشاد ہو بندہ راضی ہے اور پریشانی کے بارہ میں ارشاد کا منتظر ہے۔

تحقیق: وہ یعنی غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ خود اعلیٰ درجہ کے کامل ہیں سب کو اسی درجہ کا کامل سمجھتے ہیں اسی طرح ان پر ہیبت کا شدید غلبہ ہے۔ اس لئے اس کتاب کا دیکھنا غافلین کے لئے تاکہ ''خذہ بالموت حتی یرضی بالحمی'' (موت کے لئے پکڑو تاکہ بخار پر راضی ہو جائے) پر عمل ہو جائے تم مت دیکھو صرف میرے رسائل و مواعظ دیکھو۔ (النور، صفر ۱۳۵۶ھ)

یہ نتیجہ میرے معاصی کا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اسے مرتب کیا ہے

حال: (ایک اجازت یافتہ کی طرف سے)

چھ سال کا عرصہ ہوا احقر نے اپنی اصلاح کے بارے میں ایک خط میں ضمناً یہ بھی عرض کیا تھا کہ احقر کی یہ آرزو ہے کہ اگر کوئی میرا مخالف اور دشمن میری مخالفت کرے تو میں اس سے کوئی رنج نہ رکھوں بلکہ اس کی مخالفت کو اپنے ہی افعال و حرکات کا نتیجہ سمجھوں تو احقر کے ان الفاظ کے (کہ مخالف کی مخالفت کو اپنے ہی افعال و حرکات کا نتیجہ سمجھوں) جواب میں حضور والا نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ اس کا استحضار اختیاری ہے تکرار استحضار سے اس میں رسوخ ہو جائے گا۔ تو عرض ہے کہ احقر مسلسل اس ارشاد پر عمل کر رہا ہے کہ جب کوئی واقعہ طبیعت کے خلاف پیش آتا ہے تو اس کو احقر اپنے ہی افعال و حرکات کا نتیجہ سمجھتا ہے مگر ایک عرصہ تک تو یہ بھی عمل رہا کہ جب اس مخالف واقعہ سے پریشانی ہوتی تھی تو یہ سوچ لیا کرتا تھا کہ حق تعالیٰ کی مرضی یہی تھی اس سے تسلی ہو جاتی تھی مگر اب اس مراقبہ کی (کہ حق تعالیٰ کی مرضی یہی تھی) بالکل ہمت نہیں پڑتی کیونکہ فوراً یہ خیال ہوتا ہے کہ چونکہ یہ واقعہ میرے افعال و حرکات کا نتیجہ ہے تو گویا تو نے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کیا تو پھر اس موقع پر یہ مراقبہ کرنا کہ

حق تعالیٰ کی مرضی یہی تھی کہیں بے ادبی نہ ہو۔ چنانچہ احقر اب یہ نہیں سوچتا کہ حق تعالیٰ کی مرضی یہی تھی مگر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر پریشانی بہت بڑھ جاتی ہے اور پھر کوئی چیز ایسی نہیں ملتی جو تسلی کا سبب ہو۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا جب احقر یہ سمجھ رہا ہو کہ یہ ناگوار واقعہ خود میرے ہی غلط افعال وحرکات کا نتیجہ ہے تو اس وقت یہ مراقبہ کرنا کہ حق تعالیٰ کی مرضی یہی تھی کیا یہ کچھ بے ادبی ہے تا کہ احقر ایسے موقع پر اس سوچنے سے کہ حق تعالیٰ کی مرضی یہی تھی آئندہ بھی باز رہے باقی عقیدہ تو یہی ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہی حکم سے ہوتا ہے باقی بے ادبی کا جو شبہ ہوا ہے وہ ہر بار اس کے مستحضر کرنے میں ہوا ہے۔

تحقیق: اعتقاد میں دونوں کا (ایک ساتھ) جمع ہونا تو محل اشکال ہی نہیں جیسا کہ خود سوال کے اخیر میں مذکور ہے۔ لیکن ذوقاً جمع ہونا باعتبار بعض آثار کے اعتبار سے محل اشکال ہے۔ جس میں اس اشکال کے علاوہ کبھی ایک دوسرے ممنوع کا ضرور پیش آنا بھی محتمل ہے یعنی محبوب حقیقی سے محبت میں کمی ہونا تو جہاں اس (اعتقاد کے ساتھ) جمع کی ضرورت نہ ہو وہاں تو زیادہ محفوظ پہلے ہی پر قناعت کرنا ہے لیکن جہاں ضرورت ہو جیسا یہاں اس استحضار کے بغیر تسلی نہ ہونا سوال میں بتایا گیا ہے اس صورت میں ضعفاء کے لئے اس جمع کی صورت یہ ہے کہ گناہوں کے سبب ہونے کا استحضار تو بلا واسطہ کیا جائے اللہ تعالیٰ کی چاہت کا سبب ہونے میں اول سبب ہونے واسطے سے کرے یعنی یوں سمجھے کہ یہ نتیجہ میرے معاصی کا ہے اور اس نتیجہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس لئے مرتب فرمایا ہے کہ میرے ماضی کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے اور مستقبل میں مجھ کو ہدایت ہو جائے پس اس طرح سے دونوں استحضار بلا کسی ممنوع کے ایک ساتھ کے جمع ہو جائیں گے۔ (النور، رمضان ۱۳۵۶ھ)

سفر میں نقصان کی تفصیل

حال: یہ احقر اس درمیان کچھ عرصہ سفر میں رہا۔ سفر اور خصوصاً طول سفر سے ہمیشہ گھبراتا ہوں مگر بعض ضروری حاجتوں کی وجہ سبب ہو جاتی ہیں۔ سفر اور سفر سے واپسی کے بعد آج تک کہ دو ہفتے ہوئے حالت نہایت مکدر اور طبیعت بے حد منتشر ہے۔ نہ قلب میں پہلے والا سکون ہے نہ معمولات میں دلجمعی کے ساتھ پابندی ہے۔

تحقیق: بعض طبیعتوں کو بلکہ اکثر کو سفر نقصان دہ ہوتا ہے گو وہ دینی ضرر نہ ہو مگر دینی نقصان کی سرحد سے مل جاتا ہے۔ خصوصاً ابتداء سلوک میں لیکن اگر طلب صادق وفکر صحیح ہو تو اس نقصان کے ساتھ ایک نفع بھی حاصل ہوتا ہے وہ یہ کہ اس نقصان کا عین الیقین ہو کر ضرورت شدیدہ کے بغیر سفر سے طبعاً بچتا ہے اور عادت الٰہیہ جاری ہے کہ ضرورت شدیدہ کی حالت میں غیب سے اعانت ہوتی ہے جس سے وہ نقصان اگرچہ کسی درجہ میں صورۃً ہو مگر

حقیقۃً نہیں ہوتا۔ وہ صورت بھی بہت جلد کسی اہتمام کے بغیر ختم ہو جاتی ہے۔

حال: حضرت کے ارشاد کے مطابق تہجد شروع کر دی ہے۔ مگر عشا کے بعد آخر شب میں اٹھنے کی چند مرتبہ کوشش کی کبھی تو الارم کے بجنے سے بھی آنکھ نہیں کھلی ایک آدھ مرتبہ کھلی تو سستی رکاوٹ ہوگئی حضرت نے معمولات میں بھی ایک اضافہ فرمایا تھا جو افسوس کہ مکمل نہ ہوسکا۔

تحقیق: کوشش کے باوجود ایسی ناکامی کامیابی کی مفتاح ہوتی ہے جس کا بہت جلد مشاہدہ بھی ہو جاتا ہے۔ اس کامیابی کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے کہ اس اختلال سے قلب میں قلق اور حزن اور اپنی بیچارگی و ناکارگی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ندامت طاری ہوتی ہے اور بے چینی سے دعا کرتا ہے بعض اوقات غلبۂ حیا سے دعا میں بھی زبان بند ہو جاتی ہے۔ یہ دعا حالی ہوتی ہے اور یہ سب امور رحمت کے کھینچنے کے اسباب ہیں۔ پھر اعمال کی توفیق ہونے لگتی ہے اس وقت دوسری نعمت کا مشاہدہ ہوتا ہے وفی مثل ہذا قیل ؎

گر مرادت را مزاق شکر است ❁ بے مرادی نے مراد دلبر است

ترجمہ: ”اگر تمہاری مراد کا مزہ میٹھا ہے تو کیا تمہارے محبوب کی مراد میٹھی نہیں ہے تو اس سے کیوں گریز کرتے ہو۔“

اس لئے ایسی حالت میں ناامیدی کے بجائے دعا والتجا طلب وسعی میں زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔ انشاءاللہ تعالیٰ ”ان مع العسر یسرا“ (تکلیف کے ساتھ آسانی) کا مشاہدہ حاصل ہوگا۔

حال: ظہر کے بعد والا مسجد میں قیام گرم موسم ہو جانے کی وجہ سے ترک کر دیا۔ مکان ہی پر رہتا ہوں مگر خاموشی و کامل تخلیہ (پوری تنہائی) کے ساتھ ورد کا سلسلہ جاری رکھتا ہوں۔ پھر عصر سے مغرب تک مسجد ہی میں رہتا ہوں نمازیں سب باجماعت ہو جاتی ہیں۔

تحقیق: سب محمود ہے مبارک ہو۔

حال: مگر فجر اکثر جماعت سے نہیں ملتی آنکھ ایسے وقت کھلتی ہے کہ جماعت کا وقت نکل جاتا ہے اگرچہ قضا نہیں ہوتی۔

تحقیق: اوپر کی تقریر اس میں بھی جاری ہے۔

حال: عبادات و معاملات میں محرمات (حرام چیزوں، کاموں) سے پرہیز اور فرائض واجبات وسنن موکدات کا التزام رکھتا ہوں اس فجر کی جماعت کے علاوہ سب ہی بفضلہٖ بظاہر مکمل ہو جاتی ہیں۔

تحقیق: یہ سب نعمتیں اور رحمتیں ہیں ان پر شکر اور استحقاق کے بغیر احسان کا مشاہدہ وظیفۂ عبدیت ہے۔

حَالؒ: حضرت! کچھ ایسی حالت ہے کہ تامل وتفکر کے باوجود اکثر و بیشتر اپنی خیالی خوبیاں ہی خوبیاں نظر آتی ہیں۔ عیوب نہیں دکھلائی دیتے۔ صد حسرت وتاسف کہ میرے عیوب مجھ پر منکشف نہیں۔ حالات دن رات میں ادنی خوبی بھی نمایاں طور پر سامنے آجاتی ہے اور عیب کا گویا کوئی پہلو بھی واضح نہیں ہوتا ہے تو بے اختیار ارادے و بے ارادے سے بیکار بہانوں سے نفس جلد سے جلد تاویل کر لیتا ہے۔ حیران ہوں کہ کیا لکھوں اور کون سا مرض حضرت حکیم الامت مد فیضہم کی خدمت میں پیش کروں۔

تَحْقِیقؒ: اس حالت کو برا سمجھنا اور تاویل کو برا جاننا یہ بھی ایک قسم کی توبہ ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ ایک درجہ میں برائیوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور اس کفارہ ہونے میں جو کمی رہ جاتی ہے اس کے لئے اپنے عیوب کا مختصر طور پر اعتقاد اگرچہ ان کی تعیین نہ ہو اور اس کے ساتھ استغفار خاص طور پر ان الفاظ کے ساتھ "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا عَلِمْتُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ" اور اس اعتقاد کا استحضار و استغفار کا تکرار انشاء اللہ تعالیٰ حکم کے پورا کرنے کے لئے کافی ہوگا اور اس سے بصیرت کا دروازہ کھل جائے گا وعدہ ہے "من عمل بما علم علمه الله مالم يعلم او كما قال صلى الله عليه وسلم" (کہ جو اپنے علم پر عمل کرے اللہ تعالیٰ اس کو ایسا علم فرماتے ہیں جو اس کو معلوم نہیں ہے)۔ (النور، محرم ۱۳۵۷ھ)

اصل جن چیزوں کے حاصل کرنے کا حکم ہے وہ دو چیزیں ہیں ایک غلبہ ذکر اور دوسرے دوام طاعت

حَالؒ: ایک بات پوچھتا ہوں حضور! اگر یہ بھی علاج کی کسی مصلحت کے خلاف نہ خیال فرمائیں۔ اس فن (سلوک) میں سخت مریض ہوں۔ آسانی کے علاج کے لئے وہ کیا چیز ہے جس کو حاصل کرنے کا طالب کو حکم ہے تاکہ ہر وقت اس کا خیال میں تصور جمارہے۔

تَحْقِیقؒ: ایک غلبہ ذکر کہ غفلت میں وقت کم گذرے دوسری دوام طاعت کہ نافرمانی بالکل نہ ہو اصل حاصل کرنے کا حکم ان ہی چیزوں کا ہے اور اسی کے لئے سب مجاہدات و معالجات اختیار کئے جاتے ہیں۔ جن پر حسب سنت اللہ (اللہ تعالیٰ کی عادت کے مطابق) وہ مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ شروع میں کچھ تکلف ہوتا ہے۔ چند دن بعد (جس کی مدت معین نہیں استعداد پر ہے) پھر طبعی بات کی طرح ہو جاتا ہے اگرچہ کبھی ضد کا تقاضا بھی ہوتا ہے مگر تھوڑی سی توجہ سے وہ ضد مغلوب ہو جاتی ہے۔ اس رسوخ وثبات (مضبوطی اور جماؤ) کو مقام کہتے ہیں پس یہ اپنی ذات کے اعتبار سے غیر اختیاری ہے اور اسباب کے اعتبار سے اختیاری ہے اور یہی رسوخ وثبات اس

حیثیت سے کہ غلبہ ذکر و دوام طاعت کا لازمی نتیجہ ہے نسبت کہلاتا ہے۔ یعنی حضرت حق سے ایسا قوی تعلق جس پر غلبہ و دوام مذکور کا نتیجہ ضروری ہو اور نسبت من العباد (بندے کی اس نسبت) پر ایک دوسری نسبت من الحق موعود (اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس نسبت کا وعدہ) ہے۔ یعنی رضا و قرب (عطا ہوتی ہے) پس اہل طریق جب لفظ نسبت کا اطلاق کرتے ہیں تو مراد ان ہی دونسبتوں کا مجموعہ ہوتا ہے نہ کہ صرف ملکۂ یاد داشت جس میں بہت سے غیر محقق دھوکہ میں ہیں۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ)

عذر کی وجہ سے ناغہ کا بدل غیر اختیاری مجاہدہ یعنی پریشانیاں وغیرہ ہیں

حال: اس مرتبہ سفر میں کچھ ایسی مشکلیں پیش آئیں کہ اکثر معمولات ناغہ ہوگئے۔ تھانہ بھون واپس آنے پر بھی پریشانیوں کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ دو بچے بیمار ہیں جو وقت مدرسہ سے بچتا ہے ان کی تیمار داری میں صرف ہو جاتا ہے۔ ابھی تک پورے معمولات جاری نہیں ہو سکے۔

تحقیق: جس طرح وضو کا بدل تیمم ہے اور اجر میں اس سے کم نہیں اسی طرح اختیاری مجاہدہ یعنی اعمال و اوراد کا بدل غیر اختیاری یعنی تشویشات و بلیات (پریشانیاں اور آزمائشیں) ہیں۔ اجر میں ان کے برابر بلکہ بعض فوائد میں ان سے زیادہ قوی ہیں۔ ان کو نعمت سمجھ کر اطمینان سے کام میں جتنا ہو سکے مشغول رہنا چاہئے ہاں دعا کرتے رہیں کہ وہ یکسوئی سے بدل جائیں کہ دعا مسنون ہے۔ غرض جب تک وہ باقی رہیں تفویض (تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا) تو فرض ہے اور دعا مسنون ہے اور جب وہ (پریشانیاں) ختم ہو جائیں شکر واجب ہے اور دونوں حالتوں میں جتنا ہو سکے کام میں مشغول رہنا ادب طریق ہے۔ (النور، جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ)

ذکر کے دوران خیال سے خالی ہونا نہ برا ہے نہ محمود

حال: ایک نئی بات پیش آرہی ہے جو عرض کرتا ہوں اور حضور اقدس سے شفا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ پندرہ روز سے تقریباً خلوت (تنہائی) میں رہنے کا زیادہ موقع ملا ہے۔ اکثر اوقات زبانی ذکر خفی توجہ قلب کے ساتھ کرتا ہوں۔ اس ذکر کے دوران ایسا ہو جاتا ہوں کہ نہ ذکر کی طرف توجہ رہتی ہے نہ مسمّٰی (اللہ تعالیٰ) کی طرف توجہ رہتی ہے بلکہ کوئی خیال ہی نہیں رہتا نہ طبیعت میں کوئی تمیز رہتی ہے تقریباً بیس منٹ آدھ گھنٹہ (تک) پھر جب توجہ ہوتی ہے تو حیران ہوتا ہوں۔ اب گذارش ہے کہ یہ ضعف دماغ ہے یا کوئی اور غلطی کا ثمرہ ہے۔

تحقیق: اگر بری حالت ہوتی تو سبب معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی مگر یہ حالت نہ بری ہے نہ پسندیدہ۔ لہٰذا بے فکر رہیں۔

حال: حضرت والا برے خیالات کی زیادتی کسی طرح کم نہیں ہوتی خصوصاً ذکر کے وقت۔ دعا فرمائیں کہ اس سے نجات ہوکر ذکر میں یکسوئی ہو۔

تحقیق: دعا تو ضروری ہے مگر تدبیر ضروری نہیں ہے۔ (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ)

ذاکر کو جھاڑ پھونک کا شغل نقصان دہ ہے

حال: ایک خاتون کی طرف سے۔

حقیرہ کو اپنے شوہر سے چند ایک جھاڑ پھونک حاصل ہوئے ہیں جس سے تبلیغ کرنے کا ایک بہتر موقع ہاتھ آ گیا ہے۔ جو عورت دردوں کا دم کرانے آتی ہے اس کو نماز کی تلقین اور بدعات و رسومات سے منع کرتی رہتی ہوں جس کا اثر اچھا پڑ رہا ہے۔

تحقیق: یہ دھوکا ہے اس کا انجام برا ہے۔ ذاکر کے لئے جھاڑ پھونک کا شغل بہت ہی نقصان دہ ہے۔ اس سے آخر میں تعظیم عوام و شہرت و عجب پیدا ہو جاتا ہے۔ خاص کر عورتوں کو کہ فطرۃً ناقص العقل (پیدائشی کم عقل) ہیں اور تبلیغ اس پر موقوف نہیں اور نتیجہ حاصل ہونے کا مبلغ ذمہ دار نہیں۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ)

غیر مذاہب الاسلام کے رسائل کا رد طاعت ہے اس سے اوراد کی کمی کوئی حرج نہیں

حال: آج کل ایک شیعی رسالہ (رجال بخاری) کے رد میں منہمک ہوں۔ حضرات صحابہ کی شان میں سخت گستاخی کی گئی ہے دیکھ کر خون کھولنے لگتا ہے۔ اس کے رد میں اتنا انہماک ہے کہ درس و فرائض شرعی و ضروریات طبعی کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہوتا۔ سارا وقت اسی میں صرف ہوتا ہے۔ اس سے پہلے مواعظ کا مطالعہ اور کچھ ذکر بھی ہوتا تھا مگر آج کل مدرسہ میں چھ گھنٹہ کام کرنے کے بعد بہت تھوڑا وقت دن میں کام کرنے کے لئے بچتا ہے اور رات کو مطالعہ و کتب دیکھنے سے کم فرصت ملتی ہے اس لئے ذکر وغیرہ بھی چھوٹ گیا ہے۔

تحقیق: وہ بھی طاعت ہے اور وقت کی ضرورت کی وجہ سے مقدم ہے لہٰذا اوراد کی کمی نقصان دہ نہیں ہے۔

(النور، ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ)

معمولات کا بگڑنا ایسی تبدیلیوں سے اکابر بھی خالی نہیں

حال: ایک عرصہ سے بعض سفروں (میں رہنے) اور بعض مضامین و رسائل لکھنے کی وجہ سے معمولات کا نظام بگڑ

رہا ہے۔ بہت ہمت باندھ کر پوری مقدار اور پابندی کرنا چاہتا ہوں مگر سستی یا تساہل کا غلبہ ہوکر رکاوٹ ہو جاتی ہے اسی کشمکش میں ایک عرصہ سے خط پیش نہیں کیا کہ نسخہ ہی استعمال نہ ہوتو حال کیا کہا جا سکے۔ نماز، تلاوت، ذکر دعا، استغفار کسی کا بھی شوق پہلے جیسا نہیں رہا اسی وجہ سے معمولات میں کمی پڑی ہے۔

تحقیق: ایسی تبدیلیاں اور تبدیلیوں کے اسباب سب کو پیش آتے ہیں۔ اکابر بھی اس سے خالی نہیں جس کا تدارک دوبارہ توجہ اور عمل ہے۔ اسی طرح برداشت کی قوت بڑھ جاتی ہے اور تمکین نصیب ہو جاتی ہے اس لئے بد دل نہیں ہونا چاہئے۔ طبعی قلق نقصان دہ نہیں ہے بلکہ عمل کو تازہ کرکے دوبارہ کرنے کے لئے مددگار ہے۔ لیکن اختیاری قلق اور اس میں انتہائی مشغول رہنا یہ نقصان دہ ہے۔ اس سے اعراض کرکے مستقبل کا انتظام درست کر لیا جائے اگرچہ تکلف سے ہو اور اگرچہ نشاط سے خالی ہو۔ چند روز میں پھر اکثر تو حالت دل کی چاہت کے مطابق ہو جاتی ہے اور نہ بھی ہو تب بھی مقصود حاصل ہے یعنی فوری طاعت اور آخرت میں اجر ملنا۔

حال: آخر یہاں آکر بھی کوشش کر کے اب یہ سمجھا کہ یہ بھی تو حال ہے۔ یہی عرض کر کے دوا پوچھوں۔

تحقیق: اصبتم واحسنتم۔ (آپ نے ٹھیک کیا اور اچھا کیا)۔

حال: رمضان شریف اور اس قدر خالی جا رہا ہے۔ تراویح میں دل گھبراتا ہے نوافل کی تو باری ہی نہیں آتی بہت رنج ہوتا ہے۔

تحقیق: اوپر کے حصہ میں اس کا جواب ملے گا۔

حال: کچھ مالی ومعاشی پریشانیاں حل نہیں ہو رہی ہیں۔

تحقیق: یہ تو باطن کے لئے نافع ہے جس کا بعد میں مشاہدہ ہوتا ہے۔ یعنی بہت سے امراض کا علاج ہے جو طریق میں رکاوٹ ہے۔

حال: مگر بحمد اللہ ان کا بہت تسلط نہیں ہے پھر بھی دعا کا طالب ہوں۔

تحقیق: دعا بھی کرتا ہوں۔ (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۸ھ)

ذکر کے وقت حق تعالیٰ کے سامنے ہونے کا تصور، ذکر خفی ہونا چاہئے

حال: ذکر کے وقت جب یہ تصور ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ سامنے ہیں اس وقت جہر اور لہجہ اور ضرب بے ادبی معلوم ہوتے ہیں۔ اس وقت یہ جی چاہتا ہے کہ بالکل خاموش حق تعالیٰ کے سامنے بیٹھا رہوں۔ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہئے۔

تحقیق: ذکر خفی (آہستہ آہستہ ذکر) "لکونه جامعا بين العمل والادب" کیوں کہ اس میں دونوں باتیں عمل اور ادب جمع ہیں۔ (النور، صفر ۱۳۵۹ھ)

درود شریف چھوٹا یا بڑا پڑھنا بہتر ہے جس میں دلچسپی ہو

حال: درود شریف بہت سے ہیں کوئی چھوٹا کوئی بڑا۔ کسی درود شریف کی بڑی بڑی فضیلتیں معلوم ہوئی ہیں۔ چھوٹا درود شریف تعداد میں زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ بڑا درود شریف تعداد میں کم پڑھا جاتا ہے۔ معلوم کرنا یہ ہے تعداد میں زیادہ پڑھنا بہتر ہے یا بڑا درود شریف پڑھنا بہتر ہے چاہے تعداد کم ہو۔

تحقیق: اصول سے جواب یہ ہے کہ جس میں زیادہ دلچسپی ہو وہ باطن کے لئے زیادہ مفید ہے۔

"بهذا اجاب المولى الاعظم والشيخ الافخم استاذى مولانا محمد يعقوب رحمه الله تعالىٰ لما سئل عن طول القيام وكثرة السجود ايهما افضل وجمع الخاطر اشد مطلوب فى الطريق كما هو كالجمع عليه عند الشيوخ وقد اعتنى به الشارع كما صرح به الشراح فى حكمة جعل البصر موضع السجود فى حكمة نصب السترة وصرح به فى النص حين خفف عليه السلام الصلوة ولما سمع بكاء الصبى فى قوله خفت ان تفتن امه وحين قدم العشاء على العشاء ولله الحمد على ما علمنى فى المسئلة وفهمنى وهو الحكيم الخبير ؕ." (النور، صور ۱۳۵۹ھ)

ترجمہ: "میرے آقا شیخ اور استاد مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہی جواب فرمایا تھا جب ان سے پوچھا گیا کہ طول قیام اور کثرت سجود میں کیا افضل ہے؟ دل کی یکسوئی سلوک میں سب سے زیادہ مطلوب ہے جیسا کہ یہ مشائخ میں متفق علیہ ہے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس کا اہتمام فرمایا ہے جیسا کہ شراح نے آنکھ کو سجدہ کی جگہ رکھنے اور ستر رکھنے کی حکمت میں یہ وضاحت کی ہے اسی طرح حدیث میں اس کی وضاحت آتی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو ہلکا فرمایا جب بچے کے رونے کی آواز سنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ڈر ہوا اس کی ماں پریشان ہو جائے گی۔ ایسے جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رات کے کھانے کو نماز پر مقدم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ مسئلہ سکھایا اور مجھے سمجھایا وہ حکیم وخبیر ہے۔"

ضعف کی وجہ سے کوتاہی ہو جانا، کوتاہی پر قلق ہونا، یہ بھی تدارک ہے

حال: حضرت والا اب کے رمضان شریف میں ضعف کی وجہ سے خواہش کے مطابق ذکر نہ کرسکا ماہ مبارک ختم ہونے پر ہے اپنی مغفرت کا کوئی سامان نہیں ہے۔ حضرت والا دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ صرف اپنی عنایت سے رو سیاہ کی مغفرت فرمائیں۔ روزہ اور ختم قرآن شریف قبول فرمائیں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائیں۔

تحقیق: کوتاہی پر نظر اور قلق یہ بھی کوتاہی کا ایک تدارک ہے۔ (النور، صفر ۱۳۵۹ھ)

شکایت الی اللہ نہیں

حال: (اپنی بعض دشوار تکالیف لکھ کر یہ لکھا کہ) حضرت پہلے جسم کی بیماریوں میں جان کا نفع بہت محسوس کرتا تھا اور اب شکایت کا بہت غلبہ ہو جاتا ہے۔

تحقیق: کیفیت سابقہ تو محمود تھی ہی مگر یہ بھی بری نہیں کیونکہ ہر شکایت بری نہیں۔ یہ شکایت سویداء قلب (دل کی تہہ) میں نہیں۔ حوالی قلب (دل کے آس پاس سے) ہے کقول المتنبی سواء بسوا (بالکل ایسا ہی تنبی (شاعر) کا شعر ہے) ؎

عذل العواذل حول قلبی التائہ ❁ وھو الاحبۃ منہ فی سودائہ

ترجمہ: "ملامت کرنے والوں کی ملامت میرے دل کے آس پاس باہر ہے اور دوستوں کی محبت دل کی گہرائی میں ہے۔"

اور اس میں راز یہ ہے کہ اللہ سے شکایت کرنا یہ برا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف شکایت پیش کرنا ہے۔ ونعم ما قیل۔

ع ہم در تو گریزم ار گریزم

ترجمہ: "میں تجھ سے بھاگ کر تیرے ہی پاس جاؤں گا۔"

وفی مثل ھذا قال الرومی ؎

دل ہمی گوید ازو رنجیدہ ام ❁ وزنفاق ست او خندیدہ ام

ترجمہ: "دل کہتا ہے میں اس سے ناراض ہوں یہ اس کا نفاق ہے میں اس پر ہنس رہا ہوں۔"

سماہ نفاقا مجاز الان القلب شاك فی السطح شاکر فی العمق وھذا حال عجیب قل من تنبہ لہ.

ترجمہ: اس کا نام نفاق مجازا ہے کیونکہ دل ظاہری طور پر شکایت کر رہا ہے اور گہرائی سے شکر گزار ہے یہ حال عجیب ہے بہت کم لوگ اس کو جانتے ہیں۔

حال: اور ایک رات تو اب اللہ تعالیٰ سے معاذ اللہ جنگ ہی شروع کر دی اور زور زور سے کہنے لگا کہ بے شک ان بیماریوں میں بھی میرا ہی نفع ہے لیکن یہ نفع آپ بیماری کے بغیر بھی تو پہنچا سکتے ہیں۔ آپ کی قدرت میں سب کچھ ہے۔ آپ عادۃ اللہ (اللہ تعالیٰ کی عادت) کے خلاف بھی کر سکتے ہیں۔ وہ آپ پر حاکم نہیں آپ اس پر حاکم ہیں۔ غرض اس طرح بکواس کئی منٹ کرتا رہا۔ پھر کچھ استغفار کیا مگر اس طرح کہ گویا جنگ میں حق بجانب ہوں۔ استغفر اللہ۔ ثم استغفر اللہ۔

تحقیق: وہ بے حجابانہ باتیں ادلال (اللہ تعالیٰ کی محبت پر بھروسہ) تھا جو ایک حال ہے اور مقام سے کم ہے۔ اس اعتبار سے اس کو اضافی کمی کہا جائے گا جس کا تدارک مقام عبدیت میں استغفار سے ضروری ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوا بھی۔

(تنبیہ): اس تحریر کے وقت معلوم نہیں حال سے یا خیال سے حضرت موسیٰ وحضرت یعقوب وحضرت یونس علیہم السلام کے بعض واقعات اور بعض مقامات ذہن میں آئے۔ جیسے لو شئت اهلكتم الى قوله تعالىٰ ﴿فاغفر لنا وانما اشكو بثی وحزنی الی اللہ﴾ وذهب مغاضبا الى قوله تعالىٰ ﴿انی کنت من الظالمین﴾ لیکن ایسے قیاس اس کی موافق کو خطرناک سمجھ کر خاموشی میں سلامتی سمجھیں اور اس عرض میں جو عطا بلا واسطہ خاص سبب کے واسطہ کے بغیر عطا تجویز کیا گیا اس کا سبب اس حکمت کی بھول ہے جو خاص سبب کے ساتھ خاص ہے اگر چہ وہ حکمت سے چھپی ہوئی ہو اور اگر اس حکمت میں بھی یہی وسوسہ ہو تو اس کا سبب تقدیر کا راز ہے جس کی حقیقت ہماری علمی استعداد سے اونچی ہے کہ وہ اس کا تحمل نہیں کر سکتی اس لئے اس کے علم سے چاہت ختم کر دی گئی اور یہی تحمل کا نہ ہونا اس تقدیر کے مسئلہ میں غور وفکر کے منع ہونے کا سبب ہے۔ جیسے کوئی حکیم شفیق سورج کی ٹکیہ میں نظر جمانے سے منع کرے۔ ''لا لنقص فی الشمس بل لنقص فی البصر'' (سورج کی کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ آنکھ کی کمی کی وجہ سے ہے)۔ واللہ اعلم (النور، صفر ۱۳۵۹ھ)

دوران ذکر قلب کو حاضر نہ پانا توجہ کرنے کے قابل نہیں

حال: دوران ذکر جب مراقبہ کرتا ہوں تو قلب کو حاضر نہیں پاتا۔ نہایت پریشان ہوں۔ تصور شیخ بھی کرتا ہوں اس کو بھی استقلال نہیں ذکر کی خوبیوں کا بھی قلب پر کچھ اثر نہیں پاتا۔ کیا کرنا چاہئے۔ میں تو دل کو اس سے تسکین

دیتا ہوں کہ یہی غنیمت ہے کہ شیخ کی برکت سے ذکر و اشغال کی ادائیگی کی توفیق ہوئی اگر چہ لذت نہیں ہو رہی ہے نہ ہو کتنا ہی سوچتا ہوں کہ تصور شیخ صحیح اور ہمیشہ کیوں نہیں ہوتا۔ کیا شیخ کی محبت کم ہوگئی ہے مگر نہیں محبت تو حضرت والا کی وہی ہے اور اس میں اضافہ اور ترقی کی رفتار بھی ہے لیکن معلوم نہیں کہ یہ حالت کیوں ہے ممکن ہے بلکہ یقین ہے کہ حضرت کے جواب سے تسکین ہوگی۔

تحقیق: ان چیزوں کو مقصود سے وہ نسبت ہے جیسے باغ کی گھاس کو پھولوں سے (جو نسبت ہے) کہ اگر (گھاس) بالکل بھی نہ ہو تو باغ کی روح میں کوئی کمی نہیں۔ بلکہ بعض اوقات جب بڑھ جاتی ہے تو کاٹنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کام میں لگے رہئے اور ان زائد باتوں کی طرف بالکل توجہ نہ کیجئے۔ (النور، جمادی الاخری ۱۳۵۹ھ)

ذکر میں ناغہ کو ہمت سے کام لے کر پورا کرنا چاہئے خالی تمنا سے کام نہ ہوگا

حال: پچھلے خط کے مطابق عشا کے بعد نفل کا التزام کر لیا ہے اور ایک ہزار بار اسم ذات کے ورد کا بھی التزام ہے۔ کبھی کبھی رہ بھی جاتا ہے۔ یہ لکھتے ہوئے بہت شرم محسوس کرتا ہوں کہ اتنی تھوڑی مقدار میں بھی کوتاہی ہو جاتی ہے لیکن مرض کو چھپانا زیادہ خطرناک معلوم ہوتا ہے اس لئے عرض کرنا ضروری معلوم ہوا۔

تحقیق: ہمت سے کام لینا ضروری ہے۔ خالی ندامت و تمنا سے کچھ نہیں ہوتا۔ (النور، جمادی الاخری ۱۳۵۹ھ)

ناغہ کے بعد ذکر برکت کا سبب ہے

حال: تھانہ بھون سے واپسی کے بعد احقر نے قصد السبیل کے دستور العمل (عالم مشغول) پر عمل شروع کر دیا تھا۔ درمیان میں کچھ عرصہ ناغہ رہا پھر شروع کر دیا۔ اب الحمد للہ دیر سے اس پر عمل کر رہا ہوں۔

تحقیق: بارک اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائیں)۔

حال: مغرب کے بعد ذکر اسم ذات کرتا ہوں یہ عرض کرتے ہوئے اپنی کم ہمتی پر ندامت ہے کہ ابھی تک پانچ ہزار سے زیادہ نہیں بڑھا سکا۔

تحقیق: نقصان ہی کیا ہے "احب الاعمال ادومھا وان قل" (اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل ہمیشہ کرنا ہے اگر چہ تھوڑا ہو)۔

حال: بارہ سے چوبیس ہزار تک جو تعداد حضرت نے تحریر فرمائی ہے اس کا ایک ہی نشست (بیٹھک) میں پورا کرنا ضروری ہے یا مختلف (بیٹھکوں) میں۔

تحقیق: اجر میں دونوں برابر ہیں لیکن نفس کے اندر اثر پیدا کرنے میں جلسہ کے ایک ہونے کو خاص دخل ہے۔

اگرا کتاہٹ نہ ہو ورنہ نشاط کے لئے تعدد انفع ہے۔

حَال: اگر ایک ہی جلسہ ضروری ہے تو اس کی تعمیل کروں گا ورنہ مختلف اوقات کی اجازت ہو جائے۔

تحقیق: اوپر لکھ چکا ہوں۔

حَال: ذکر زیادہ جہر سے کرنے میں دماغی تھکن محسوس کی۔ اب آہستہ کے قریب کرتا ہوں۔ جیسے ارشاد ہوگا عمل کروں گا۔

تحقیق: ذات کے اعتبار سے جہر مقصود نہیں صرف خطرات (خیالات و وساوس) کو دور کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ مگر صحت کی حفاظت خطرات کو دور کرنے سے زیادہ اہم ہے۔

حَال: ذکر کے وقت قلب کو بالکل یکسوئی (حاصل) نہیں ہوتی بلکہ لفظ اللہ ذرا بھی آگے جاتا ہوا معلوم نہیں ہوتا زبان تو حرکت میں ہے مگر دل بالکل اجنبی ہے۔

تحقیق: اس فکر میں نہ پڑیں۔ یکسوئی کو حاصل کرنا ضروری ہے جس کا تعلق قصد سے ہے اگر چہ نتیجہ اس پر حاصل نہ ہو۔

حَال: عشا کے بعد تہجد پڑھتا ہوں رمضان المبارک آرہے ہیں۔ خدا چاہے اس میں سحری کے وقت شروع کروں گا۔ امید ہے ایک ماہ میں عادی ہوسکوں گا۔

تحقیق: "اعانکم اللّٰه تعالٰی" (اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے)۔

حَال: ظہر سے عصر تک اکثر درود شریف کا شغل جو پرانا معمول ہے رکھتا ہوں۔

تحقیق: احسن ہے۔ (النور، شوال ۱۳۵۹ھ)

تدریس علوم دینیہ کا شغل ذکر کی وجہ سے چھوڑنا نہیں چاہئے

حَال: تمہید ایک بڑے کابلی عالم جو فلسفہ و ریاضی میں خصوصیت کے ساتھ ماہر تھے یہاں تھانہ بھون آئے اور چند روز مقیم رہے مجلس میں شرکت کرتے باتیں سنتے۔ اس کے بعد بیعت کی درخواست کی۔ ان کو وہ رائے دی گئی جو ذیل میں مختصر مضمون کے ضمن میں مذکور ہے۔ پھر اس رائے کے موافق یہاں سے جا کر یہ خط بھیجا جو بعد مختصر مضمون کے جواب کے ساتھ ذیل میں منقول ہے۔

مختصر مضمون

عرض ہے کہ حضور مبارک کی طرف سے اصلاح کے لئے چند خط و کتابت کی اجازت دی گئی ہے اس سے

حقیر کو بہت ہی خوشی حاصل ہوئی اس کے بعد بیعت کی درخواست کی اجازت دی گئی۔ اس لئے یہ غلام دستخط کی امید رکھتا ہے تا کہ یادر ہے۔

خط: حضور اقدس دام فیوضانہ و برکاتہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سلام مسنون کے بعد دربار اقدس کے غلاموں کی یہ عرض ہے کہ ایک عرصے سے بندہ کے دل کا رجحان و رغبت اس طرف ہے درس وتدریس کو ذیل کی وجوہات کی وجہ سے بالکل چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں متوجہ اور مشغول ہو جائے اور خلوت میں بیٹھ جائے اگر چہ قرآن وحدیث شرعی علوم کی درس وتدریس کی فضیلت بتاتے ہیں جو اس کے خلاف (یعنی نہ چھوڑنے) کا حکم کریں۔ مگر اس رغبت کی چند وجوہات ہیں۔

❶ پہلی بات یہ ہے کہ یہ بندہ جن علوم میں مشغول ہے وہ بندہ کی کم سمجھ میں بیکار ہیں جیسے فلسفہ ومنطق۔

❷ دوسری بات یہ ہے کہ اس قسم کے علوم غالباً فضول بات سے خالی نہیں ہوتے ہیں جیسے اپنی طرف سے توجیہات پیش کرنا۔

❸ تیسری وجہ آج کل بیکار میل جول اور فضول لوگوں سے بچنا درس وتدریس میں مشکل ہے۔ اس لئے حضرت کی خدمت میں خط لکھا تا کہ حضرت درس وتدریس کے بارے میں رہنمائی فرمائیں کہ اس کو اپنی آنکھ کا سرمہ بنا لوں جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا سبب ہو۔

جواب: یہ ساری خرابیاں اور شبہ جو لکھے ہیں حقیقت میں ہیں اور ان پر خبردار ہونا فکر آخرت کی وجہ سے ہے آپ کو یہ فکر مبارک ہو۔ ہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام پہلوؤں پر نظر کی جائے۔ جب تدریس کے چھوڑنے کو دیکھا جائے تو اس میں خرابیاں، آفات اور دین کے طالب علموں کے نقصانات تدریس کے نقصانات سے زیادہ ہیں کہ تدریس چھوڑنا فریضہ کو چھوڑنا ہے۔ اگر چہ تدریس فرض کفایہ ہے۔ یہ خرابی یعنی فرض کو چھوڑنا تمام خرابیوں سے زیادہ بری ہے۔

اس کا راز یہ ہے کہ تدریس کی برائیوں کا تدارک ممکن ہے صرف نفس کو قابو میں رکھنا شرط ہے اور یہ اختیاری ہے۔ فیض کے چھوڑنے کا کوئی تدارک نہیں ہے۔ اسی وجہ سے علماء احکام جنازہ کے ساتھ چلنے کو اگر چہ جنازہ کے ساتھ رونے والیاں ہوں چھوڑنے پر ترجیح دیتے ہیں۔ رہا فلسفہ وریاضی دینی ابتدائی چیزوں میں سے نہ ہوں تو ان کو چھوڑنا پسندیدہ ہے لیکن دینی اور مقصودہ علوم چھوڑنے کے قابل نہیں ہیں بلکہ مناسب شرائط کے ساتھ باطن کی اصلاح کے لئے مددگار ہیں۔ میں نے اگر چہ بات تھوڑی کی ہے لیکن امید ہے کہ بات کافی ہوگی جبکہ مخاطب (بھی) صحیح سمجھ رکھتا ہوں۔ والسلام

اسی طرح تجربہ ہے کہ ایک شغل پر کفایت کر لینا اگرچہ وہ ذکر ہی کا شغل کیوں نہ ہو طبعی اکتاہٹ وخرابی کا سبب ہوتا ہے اور مختلف شغل نشاط کی تروتازگی کا سبب ہوتا ہے۔ فقط (النور، ذیقعدہ ۱۳۵۹ھ)

ذکر قید کے بغیر میں ہمیشگی ہونا چاہئے

حَالؔ: موجودہ معمولات رمضان شریف کے بعد یہ ہیں کہ تہجد کی نماز کے بعد ذکر جہر کے ساتھ جتنی دیر ممکن ہوتا ہے فجر تک کرتا ہوں اور حضرت والا کے ارشاد کے مطابق جتنا تعداد کی قید کے بغیر ممکن ہوتا ہے اسم اللہ کا ذکر خفی کرتا ہوں۔ اب جو حضرت والا ارشاد فرمائیں۔

تحقیق: چلتے پھرتے قید کے بغیر کوئی ذکر جس میں دلچسپی ہو جاری رکھا جائے خواہ لا الہ الا اللہ خواہ استغفار خواہ درود شریف۔ خواہ اوقات کی تقسیم کر لی جائے اور ایک ایک حصہ میں ایک ایک چیز رہے۔

حَالؔ: کوئی خاص بات مجھے معلوم نہیں ہوتی ہے۔

تحقیق: استقامت اور ہمیشگی کی توفیق ساری خاص باتوں سے افضل ہے۔

حَالؔ: صرف یہ کہ جس دن ذکر نہیں کرتا اس دن کوئی چیز کھوئی سی معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: ذکر کی سرایت کی یہی علامت ہے۔ (النور، محرم ۱۳۶۰ھ)

خود فکر، علم وعمل کی راہ کھول دیتا ہے

حَالؔ: جب سے حضرت والا کی خاص شفقت مجھ پر ہوئی میں بعض باتوں کے بارہ میں اکثر سوچا کرتا ہوں اور کبھی کبھی عرض کرنے کا ارادہ بھی کیا مگر ہمت نہیں ہوئی۔ وہ یہ کہ اجمیر فاتحہ میں اور ردولی فاتحہ میں اور کبھی کبھی پیران کلیر حاضر ہوتا ہوں۔ میں ان جگہوں میں گانا نہیں سنتا مگر فاتحہ میں شرکت کرتا ہوں۔ یا اگر کبھی فاتحہ سے کچھ پہلے پہنچ گیا تو تھوڑا سا گانا بھی سن لیتا ہوں۔

تحقیق: ہم لوگوں میں کیونکہ شرائط نہیں ہیں اس لئے اس کا تدارک اس وقت سے دوگنے وقت میں تلاوت قرآن سے کرلیا جائے۔

حَالؔ: اس فاتحہ میں بھی جو گھر پر ہوتا ہے شریک ہونا پڑتا ہے۔ ۲۷ر رجب کو معراج کا بیان بھی کرتا ہوں جس میں قیام وغیرہ کچھ نہیں ہوتا وعظ کے طور پر اکثر بیانات ہوتے ہیں لیکن کبھی میلاد کی صورت ہو جاتی ہے جس میں قیام بھی کبھی کبھی کرتا ہوں اور کبھی نہیں کرتا۔

تحقیق: اس کی حد یہی ہے البتہ مقتداء (پیشوا) کو مزید احتیاط کی ضرورت ہے۔

حال: ان تمام چیزوں کو غیر ضروری سمجھتا ہوں لیکن سجادگی کے سلسلہ سے یہ مراسم ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اگرچہ کوشش یہی کرتا ہوں کہ تمام چیزیں بھائی کریں مگر کچھ نہ کچھ سر پر آ پڑتا ہے اور ان مراسم کے بعض جزء کا تعلق وقف سے ہے تو بحیثیت متولی اس میں دخل دینا ہوتا ہے جو رائے عالی ہو۔

تحقیق: ہر چیز کا فیصلہ ساتھ ساتھ لکھ دیا اور بڑی بات یہ ہے کہ جب خود فکر ہے انشاء اللہ تعالیٰ علم وعمل کی درستی کی راہیں خود غیب سے نکل آئیں گی۔ (النور، محرم ۱۳۶۰ھ)

معمولات کا عادت کے طور پر ادا ہونا جس اجر کا وعدہ ہے اس کے ملنے کا سبب ہے

حال: میرا حال تقریباً بدستور ہے۔ حضرت کے ارشاد کے مطابق تبدیل حال کی دعا بھی برابر جاری ہے لیکن رقت وابتہال کا ذکر کیا دعا کے الفاظ تک توجہ ویکسوئی سے ادا نہیں ہوتے۔ دین ودنیا کے کسی کام کی طرف دل توجہ کے ساتھ مائل نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہوتا ہے صرف ایک عادت کے تحت ہوتا ہے۔ لیکن کتاب کچھ توجہ سے پڑھ لیتا ہوں اور آج کل کالج وغیرہ کے کام سے جو وقت بچتا ہے زیادہ تر حضرت کے ملفوظات پڑھتا رہتا ہوں۔ ان میں سب سے زیادہ دل لگتا ہے اور اس طرح گویا ''اشرف المجالس'' میں آدھی حاضری کی برکات حاصل ہوتی رہتی ہیں۔

تحقیق: اس سب پر اسی عرض کو دوبارہ لکھتا ہوں۔ للحافظ ؎

بد رد و صاف ترا حکم نیست دم درکش ❁ کہ آنچہ ساقی ماریخت عین الطاف است

ترجمہ: ''صاف اور گدلے کی تجویز کا تمہیں اختیار نہیں ہے جو کچھ ہمارے ساقی نے ڈال دیا اس کی عین مہربانی ہے۔''

للاحقر ؎

نوش مادیدی ببیں ہم نیش ما ❁ مرہم دیدی ببیں ہم ریش ما

ترجمہ: ''ہماری راحتوں اور آسائشوں کو دیکھتے ہو تو ہماری تکلیفوں اور مشقتوں کو بھی دیکھو۔''

لیکن ان سب پر اجر موعود ہے جو سارے مقاصد سے زیادہ مقصود ہے۔

یکسوئی سے مراد

حال: جا بجا حضرت فرماتے ہیں کہ اس راہ میں یکسوئی بڑی ضروری شرط ہے اور میں اپنے کو اسی سے پوری

طرح محروم پاتا ہوں۔

تحقیق: مراد یہ ہے کہ خود پریشانی کے اسباب کو جمع نہ کرے اور جو بلا اختیار پیش آجائے اس کے بارے میں میرا ہی فیصلہ حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ماخوذ ہے ؎

اے دل اندر بند زلفش از پریشانی منال ❁ مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

ترجمہ: ”اے دل! اس کی زلف کے پھندے میں پھنس کر پریشان نہ ہو (کیونکہ) عقل مند مرغ جب جال میں پھنس جاتا ہے بردباری سے رہتا ہے۔“

حال: اگرچہ حضرت کوئی حکم یا مشورہ دینا کچھ پسند نہیں فرماتے لیکن ادھر کئی دن سے بس یہی جی چاہ رہا ہے کہ میں اپنے تمام دینی اور دنیوی حالات ایک مرتبہ عرض کرتا اور پھر حضرت جو کچھ مناسب تصور فرماتے حکم فرماتے۔

تحقیق: میرے لئے آپ کا ہر خطاب لذت بخش ہوگا لیکن ہر خطاب کا جو جواب ہوگا وہ وہی پرانا ہوگا جس میں باسی کھانے کی طرح لذت نہ ہوگی اس کے بعد میں ہر وقت اور ہر خطاب سننے کے لئے حاضر ہوں۔

(النور صفر ۱۳۶۰ھ)

ذکر کے وقت زبان کا بند ہونا کہ گنہگار منہ سے اسم مبارک کا ادا کرنا، دونوں حالتیں محمود ہیں

حال: الحمد للہ کہ بفضل وتوفیق الٰہی ذکر جاری ہے۔ ایک دفعہ یہ واقعہ پیش آیا کہ زبان اس خیال سے بند ہوگئی کہ یہ گنہگار منہ اور اس سے یہ اسم اعظم واقدس ادا ہو۔ پھر یہ کیفیت جاتی رہے۔

تحقیق: دونوں محمود ہیں پہلی کیفیت اس حال کا غلبہ ہے ؎

احب مناجاة الحبيب باوجه ❁ ولكن لسان المذنبين كليل

ترجمہ: ”میں چاہتا ہوں کہ محبوب (یعنی اللہ تعالیٰ) سے مختلف انداز سے باتیں کروں مگر (گناہوں کی وجہ سے) گناہگاروں کی زبانیں لڑکھڑاتی ہیں۔“

اور دوسری کیفیت غلبہ مقام کا ہے اور مظہر ہے اس حقیقت کا ؎

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ❁ آنچہ استاد ازل گفت بگو میگویم

ترجمہ: ”آئینہ کے پیچھے طوطی کی طرح بیٹھا ہوں جو استاد ازل نے سکھایا ہے میں وہی کہہ رہا ہوں۔“

والثانی افضل۔

حال: حضرت کا تصور اکثر اوقات رہتا ہے حتیٰ کہ کبھی نماز میں بھی دور کرتا ہوں مگر قادر نہیں ہوتا ہوں۔کبھی یہ کیفیت زیادہ ہوتی ہے کبھی کم۔

تحقیق: اختیار کے بغیر ہو اس کی کمی اور زیادتی دونوں محمود اور دو تجلیوں کے مظہر ہیں اور اسی کے بارے میں یہ تعلیم ہے ؂

چونکہ بر میخت بہ بند و بستہ باش ❁ چوں کشاید چابک و برجستہ باش

(النور، ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ)

ترجمہ: ''جب تجھے کھونٹے سے باندھ دیں تو بندھا رہ اور جب کھول دیں تو اچھل کود۔''

ذکر میں گرانی ہونا غیر اختیاری ہے نقصان دہ نہیں

حال: متعارف ذکر و شغل سے بالکل مناسبت نہیں معلوم ہوتی ہے۔۱۶، ۱۷ سال ہو رہے ہیں پہلے پاس انفاس کی مشق کرتا رہا پھر اللہ اللہ کا ذکر قلب کیا پھر حضرت والا کے ارشاد کے مطابق تہجد کے بعد نصف گھنٹہ کلمہ طیبہ کا ذکر کرتا رہا جو بحمد اللہ جاری ہے لیکن کچھ ایسی وحشت و گرانی رہتی ہے کہ پہلو بدل بدل کر اور گھڑی دیکھ دیکھ کر یہ مشکل ۳۰ منٹ پورے کرتا ہوں۔ دل بالکل متوجہ نہیں ہوتا۔ زور لگا کر منٹ دو منٹ متوجہ رہتا ہوں پھر وہی بے توجہی لوٹ آتی ہے۔

تحقیق: استعداد کے مختلف ہونے سے ایسے حالات جو غیر اختیاری ہوں مختلف ہوتے ہیں۔جن میں سے کوئی حالت ذرا بھی نقصان دہ نہیں بشرطیکہ مقابل کے حالات پر نکیر اور اعتراض نہ ہو۔ اگر خدانخواستہ یہ ہو تو بہت خطرناک ہے یہ شرط تو اہل طریق کے کلام میں واضح ہے اور ایک شرط قواعد سے میرے ذوق میں ہے وہ یہ کہ پیش آنے والے حالات پر شکایت و ناشکری و بے قدری نہ ہو کہ یہ بھی نقصان دہ ہے اگرچہ پہلے نقصان سے کم ہے کیونکہ تواضع اور انکسار اس شکایت کا سبب ہے اور دعوی اور تکبر پہلے کا سبب ہے لیکن حقیقت سے دوری دونوں میں برابر ہے۔ بہرحال غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے بالکل نقصان دہ نہیں ہے۔اس لئے اس کی تدبیر کے پیچھے پڑنا حدود میں زیادتی کرنا ہے۔لیکن اس کے مقابل کو مفید سمجھ کر دعا کرنا یہ محتاجگی ہے جیسے غیر اختیاری مرض کے مقابلے میں محبت کی دعا کا حکم ہے لیکن دعا کے قبول نہ ہونے کی صورت میں دونوں میں راضی رہنا عبدیت ہے۔

''وھذا من سوانح الوقت وھب لی ربی ھذه لساعة والحمد للّٰه.'' (النور، صفر ۱۳۶۲ھ)

ہر غفلت بری نہیں

حال: حضرت! کیفیات وانفعالات کی طلب نہیں۔لیکن ذکر میں اگر توجہ بھی سرے سے غائب رہے تو وہ ذکر ہی کیا غفلت ہی رہی اور جیسی بے دلی اور بے توجہی ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیا الٹی ناراضی کا سبب ہوسکتی ہے۔

تحقیق: کیا ہر غفلت بری اور نفع سے رکاوٹ ہے اگر ایسا ہوتا تو نیند سے زیادہ غفلت کا کون سا حصہ ہوگا۔ پھر قرآن مجید میں اس کو رحمت ونعمت فرما کر بندوں پر احسان کیسے جتایا گیا ہے۔ یہ صاف دلیل ہے کہ جتنا یادرکھنا اختیاری اور کرنے کے حکم میں واجب یا مستحب ہے اس کے مقابلے میں جو غفلت ہو وہ بری ہے تو کیا خدا نہ کرے اس کا وقوع ہوتا ہے اور اگر یہ ہے تو القدرۃ تتعلق بالضدین میں اس کا جواب ہے (کہ قدرت کا تعلق دو ضدوں سے ہوتا ہے حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ جب آدمی کو ایک کام کی قدرت حاصل ہوگی تو اس کے ضد کی قدرت حاصل نہیں ہوگی)۔ (النور، صفر ۱۳۶۲ھ)

زبانی ذکر کو پاس انفاس پر ترجیح ہے

حال: پاس انفاس اور ذکر قلب کو بھی چھوڑا تو نہیں ہے لیکن بیٹھنا آدھ گھنٹہ ہی مصیبت ہو جاتا ہے۔اس لئے ان دونوں کو فجر کے بعد ایک گھنٹہ چلنے میں پورا کرتا ہوں۔

تحقیق: یہ دونوں مشہور ہیئت ہیں مقاصد میں سے نہیں اس لئے میں ان پر جتنا ہو سکے دل کو حاضر رکھ کر زبانی ذکر کو ترجیح دیتا ہوں۔ اور اسی کی تعلیم کا معمول کر رکھا ہے ہاں کسی خاص مجبوری کی وجہ سے کچھ اور ہو اور میرے نزدیک اس عارض سے آپ کا تعلق نہیں۔ لہٰذا آپ کے لئے بھی یہی رائے دیتا ہوں مگر وقت کم نہ ہونے پائے۔ ”الا ان یضطر الی ذلك“ (لیکن اگر کوئی مجبوری وقت کی کمی کی وجہ ہو)۔

حال: اب حضرت والا جیسا ارشاد فرمائیں۔ خواہش یہ ضرور ہے کہ کوئی نہ کوئی ذکر کی صورت ہر وقت ہو۔

تحقیق: اوپر عرض کر چکا جس کا حاصل صرف ”الزمان فی ذکر اللسان مع ذکر الجنان بقدر الامکان“ یعنی ہر وقت زبانی ذکر جتنا دل کی توجہ کے ساتھ ہو سکے۔

حال: کبھی ایسا شبہ ہوتا ہے کہ شاید پاس انفاس جاری ہے مگر پہلے تو اس کا یقین نہیں دوسرے توجہ نہ ہونے کے ساتھ اگر جاری بھی ہے تو ذکر کیا وہی غفلت رہی۔

تحقیق: سب کی تحقیق اوپر عرض کر چکا۔

حال: البتہ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل واحسان ہے کہ زندگی کے تمام چھوٹے بڑے کاموں میں اس کے فعل وقدرت،

حکمت ومشیت وغیرہ کا کسی نہ کسی طرح ادراک واستحضار رہتا ہے اور اگر اس کے دیکھنے کا استحضار بھی کچھ رہتا ہے تو اس سے قلب وجوارح سب کے اعمال میں بہت نفع محسوس ہوتا ہے۔

تحقیق: کیا تھوڑا انعام ہے یہی تو مقصود اعظم ہے مشہور ومعروف اذکار واشغال اسی کی تو ابتدا ہے اس کے ہوتے ہوئے ابتدائی باتوں کی کوشش کی بالکل ایسی مثال ہے کہ کسی کو پکی پکائی روٹی مل گئی اور وہ پھر بھی تمنا کرتا ہے کہ میں خود پکاؤں۔

حال: لیکن یہ استحضار بھی طالب توجہ ہے اور توجہ ہی نہیں ہے۔

حال: استحضار تو عین توجہ ہے کیا کسی چیز کی شرط عین وہ چیز بھی ہوسکتی ہے کیا نماز کی شرط کو خود نماز کو کہیں گے۔

حال: اس توجہ کے نہ ہونے کا سبب بظاہر کچھ تو صحت کی خرابیاں معلوم ہوتی ہیں اور کچھ خانگی زندگی کے افکار وترددات کہ قلب انہیں سے بھرا رہتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تحقیق: نہ ہونا وہ ہے جو وجدان پر غالب ہو ورنہ ہمیشہ کا وجدان کسی کو بھی حاصل نہیں وفی هذا قیل ؎

در بزم عیش یک دو قدح نوش کن برد ❁ یعنی طمع مدار وصال دوام را

ترجمہ: ''عیش کی محفل میں ایک دو پیالے پیو اور جاؤ یعنی ہمیشہ یہاں رہنے کی تمنا مت کرو۔''

حال: بہرحال میرا سہارا تو اس راہ میں حضرت کی دعائیں اور تدابیر ہی ہیں۔

تحقیق: ''صدق اللّٰه تعالٰی ظنکم وقد فعل انشاء اللّٰه تعالٰی وحسبنا اللّٰه'' یعنی اللہ تعالیٰ آپ کا گمان سچا کرے اور انشاء اللہ تعالیٰ نے کر دیا اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہیں۔ (النور، صفر ۱۳۶۲ھ)

نماز وذکر سے یکسوئی کو محروم رکھنا اس رحمت میں بھی حکمت ہے

حال: (بعض واقعات کے ذکر کے بعد) ان حالات وافکار نے ذہن کو پریشان کر رکھا ہے معمولات میں بحمد اللہ فرق نہیں آیا۔ مگر خطرات وخیالات کی پریشانی نے ذکر ونماز کی یکسوئی اور طمانینت میں فرق ڈال دیا ہے مگر صرف تہجد کہ افکار کی زیادتی سے بحمد اللہ پاک ہے۔

تحقیق: ایسے واقعات پریشانیوں میں بھی رحمت وحکمت ہے کہ ان سے انکسار واحتیاج پیدا ہوتی ہے۔

(النور، صفر ۱۳۶۲ھ)

ناغہ اور سستی پر جرمانہ کرنا مناسب نہیں بلکہ استغفار اور آئندہ ہمت کرنی چاہئے

حال: پچھلے خط میں میں نے تھانہ بھون کے قیام میں اپنے حالات عرض کرنے کی اجازت حاصل کی تھی۔ مگر

سستی کی وجہ سے وہاں کے قیام میں میں اپنے اوراد مکمل نہ کر سکا۔ اگر چہ بیماری اور مہمانداری وغیرہ اعذار بظاہر نظر آتے تھے مگر حقیقۃً صرف نفس کی سستی اور کاہلی تھی کہ پابندی سے قرآن کریم اور تہجد کو ادا نہ کر سکا اور اسی کی شرمندگی کی وجہ سے حضرت کو خط بھی نہیں لکھا۔ اس غلطی پر بہت افسوس کرتا ہوں استغفار کرتا رہتا ہوں مگر نفس پر کوئی جرمانہ کرنا چاہتا ہوں تا کہ آئندہ ایسی سستی نہ ہو۔ اب حضرت سے درخواست ہے کہ اگر مناسب ہو تو کوئی جرمانہ تجویز فرمائیں تا کہ گذشتہ کا تدارک ہو سکے۔

تحقیق: بعض اوقات ایسے جرمانوں سے نفس کو اور بے فکری ہو جاتی ہے اگر ناغہ ہو گیا تو جرمانہ ادا کر دیں گے۔ اس لئے اصل علاج استغفار اور آئندہ عزم و ہمت ہے اور کسی خاص حالت میں مصلح کوئی خاص جرمانہ بھی تجویز کرتا ہے بہر حال وہ وقتی چیز ہے اصل علاج نہیں۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۶۲ھ)

تعلیم کی وجہ سے مقدار ذکر کم کر دینے میں مضائقہ نہیں

حال: اب کانپور آ کر اوراد متعینہ کی پابندی شروع کر دی ہے اسی طرح قصد السبیل سے دیکھ کر ذکر اللہ بھی شروع کر دیا ہے۔ یہاں کام زیادہ ہے۔ آج کل ۹ سبق پڑھانے پڑتے ہیں جن میں تین سبق حدیث شریف کے ہیں اور ہر سبق کے لئے مطالعہ ضروری ہے اس لئے وقت بہت کم ملتا ہے اگر حضرت اجازت دیں تو اسم ذات کا ذکر بجائے بارہ ہزار کے چھ ہزار کر لیا کروں۔ پھر انشاء اللہ آہستہ آہستہ بڑھا لوں گا۔

تحقیق: کچھ حرج نہیں بلکہ اگر اس پر بھی ہمیشگی کی امید غالب نہ ہو تو اس سے بھی کم معمول مقرر کر لیا جائے تا کہ اس مقدار پر ہمیشگی رہے اور جس وقت میں نشاط ہوا زیادہ کر لیا۔ خلاصہ یہ کہ لازمی تو کم رکھا جائے اور عمل جہاں تک ہو سکے زیادہ کا رکھا جائے۔

حال: قصد السبیل میں عالم مشغول کے دستور العمل میں بارہ ہزار سے چوبیس ہزار تک لکھا ہے۔ تلاوت قرآن پاک اور منزل مناجاۃ مقبول کا التزام بھی شروع کر دیا ہے۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ استقامت بخشیں۔

تحقیق: دل سے دعا ہے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

مختصر تسبیح ہاتھ میں رکھنا مذکر (یاد دلانے والا) ہے

حال: ہر وقت کے لئے کلمہ طیبہ جو حضرت نے تجویز فرمایا ہے اس کے بارے میں ایک بات پوچھنی ہے وہ یہ کہ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے تو ذکر کا خیال نہیں رہتا۔ جس وقت تنبہ ہوتا ہے اس وقت پڑھنے لگتا ہوں۔ ہر وقت یاد رکھنے کے لئے خیال تھا کہ تسبیح ہاتھ میں رکھا کروں تا کہ وہ مذکر (یاد دلانے) کا کام دے۔ مگر اس میں ریا کا شبہ

ہوتا ہے۔ اب حضرت ارشاد فرمائیں کہ کیا طریقہ اختیار کروں جس سے کسی وقت بھی ذکر اللہ سے غفلت نہ ہو سکے۔ اگر تسبیح رکھنا ہی مناسب ہو تو اس کا التزام کرلوں یا جو تدبیر حضرت ارشاد فرمائیں گے انشاء اللہ اس پر عمل کروں گا۔

تحقیق: اگر چھوٹی سی تسبیح مٹھی میں چھپی رہے کہ اس کا لمس مذکر ہے اور عدد مقصود نہیں اور چھپے رہنے سے احتمال ریا کا بھی نہ رہے گا تو جامع مصالح تدبیر ہے۔

حال: اخیر میں دعا کی درخواست ہے کہ اس گنہگار کے حق میں دعا فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنا قرب عطا فرمائیں۔

تحقیق: آمین۔ (النور، ربیع الثانی ۶۲؁ھ)

فارغ اوقات میں وہ ذکر مناسب ہے جس کی طرف قلب کا میلان ہو

حال: جواب اقدس نے سعادت بخشی میں نے عرض کیا تھا کہ خاص اوقات کے علاوہ دیگر یا فارغ اوقات میں بھی کلمہ طیبہ ہی کا ذکر مناسب ہوگا یا استغفار و درود شریف کا بھی۔ درود شریف کے لئے خصوصاً اس لئے استفسار کیا تھا کہ حضور ﷺ سے کچھ اتباع کا تعلق تو معلوم ہوتا ہے لیکن محبت کا تعلق بہت کم معلوم ہوتا ہے۔ حضرت نے تحریر فرمایا کہ "الكل سواء ويترجح احدهما على الاخر بفتوى القلب" (کہ دونوں جہتیں برابر ہیں (کوئی کم زیادہ نہیں ہے) دل کے بتانے سے ایک کی دوسرے پر ترجیح معلوم ہوتی ہے) حضرت والا! اپنے پاس نہ کافی علم نہ تقویٰ۔ ایسے قلب کا فتویٰ کیا قابل اعتماد ہوگا۔ میرے لئے تو بس جو کچھ حضرت فرما دیتے ہیں وہی قلب کا فتویٰ ہو جاتا ہے۔

تحقیق: فتویٰ سے مراد نتیجۂ اجتہاد نہیں بلکہ قلب کا میلان و رغبت و کشش ہے تو اس کا ادراک تو بدیہی اور وجدانی ہے۔ (النور، ربیع الثانی ۶۲؁ھ)

اسماء مفردہ کا ذکر تو کہیں کسی حجت سے منقول نہیں

حال: حدیث میں تو افضل الذکر لا الہ الا اللہ ہے لیکن کلام مجید میں اس کے بجائے ذات اور اسم کا ذکر آنا معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ علماء کی ایک جماعت اس کو غیر مسنون قرار دیتی ہے۔ پہلے مجھ کو بھی یہی حق معلوم ہوتا تھا۔ اب شبہ ہوتا ہے کہ "واذكروا الله كثيرا" اور "اذكر اسم ربك" کا کم از کم ایک مطلب تو اللہ اللہ کا ذکر بھی ہو سکتا ہے۔

تحقیق: اگر یہ ہوتا تو کہیں تو کسی حجت سے منقول ہوتا۔

حال: اسماء حسنی کے بارے میں "من احصاها دخل الجنة" (جس نے ان کو یاد کرلیا وہ جنت میں داخل ہوگا) کی روایت سے بھی اس کی تائید معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: قرآن اور حدیث میں ذکر کی ہیئت معلوم نہیں ہوتی اس لئے دوسری آیت و حدیث کی ضرورت ہے اس کے بعد خیال آیا کہ اسماء حسنی کے یاد کرنے والی حدیث میں تو وضاحت ہے ایسی ہیئت کی جس سے اسماء مفرد (اللہ تعالیٰ کے الگ الگ ناموں) کے ذکر کا احتمال ہی نہیں رہتا۔ حدیث "ورد فی الصحیین ...... بعد ذکر فضل الاحصاء" (کہ بخاری اور مسلم کی روایت میں اسماء حسنی کے یاد کرنے کی فضیلت کے بعد ہے) "هو الله الذی لا اله الا هو الرحمن الرحيم الخ."

حال: سوتے وقت اخلاص ومعوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) تین مرتبہ پڑھ کر دم کر لینے کی بھی عادت ہے اور جمعہ کے دن ہود اور کہف کی تلاوت کی ایسے ہی اسماء حسنی کے ذکر کی۔

تحقیق: سب ٹھیک ہے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

جس ورد کو ہمیشہ کرنے سے برکات ظاہر ہوں اس کو ترک کرنا خلاف ادب ہے

حال: اسم ذات یا اسماء مفردہ (اللہ تعالیٰ کے الگ الگ نام) کے متعلق حضرت کی خدمت میں لکھ چکنے کے بعد ہی خود یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ تسبیح وتحمید وغیرہ یا مختلف اوقات ومواقع کے اذکار مسنونہ سب دراصل ذکر اللہ ہی کے افراد (حصے) ہیں۔ یوں بھی محاورہ میں اگر کوئی کہے کہ مجھ کو یاد رکھنا، تو اس کا یہ مطلب لینا کہ میرا نام رٹنا عبادت ہوگی لہٰذا اب تو یہ جی چاہتا ہے کہ جمعہ کو اسماء مفردہ یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم وغیرہ ایک مرتبہ جو پڑھ لیا کرتا تھا وہ بھی ترک کر دوں۔

تحقیق: ایسا کرنا مناسب نہیں کسی ورد کو ہمیشہ کرنے سے اس کی مخصوص برکات مرتب ومجتمع ہو جاتے ہیں۔ شرعی ضرورت کے بغیر ان کو چھوڑنے سے ان سے اعراض کی صورت ہے جو خلاف ادب ہے۔ مفرد کو مرکب تام کا صیغہ بنالینا کیا مشکل ہے۔ خاص کر جب وہ صیغہ بھی منقول ہو خواہ "جزئيا يا كليا كما اشرت اليه فی المکتوب السابق غالبًا." (جزئی یا کلی جیسا کہ میں نے غالبًا اس سے پہلے خط میں اس کا اشارہ کیا تھا)۔

(النور، ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

زبانی ذکر ضرورت ہے

حال: نیز اللہ اللہ کے ساتھ پاس انفاس کی ابتدا میں مشق کی تھی۔ اور کبھی تنبہ ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ جاری ہے تو کیا اس کو روکنے کی کوشش کروں۔

تحقیق: نہیں۔ مگر اس کے ساتھ زبانی ذکر لسانی کو بھی ملا لیا جائے۔

حال: زبان کی حرکت کے بغیر بلکہ تسبیح کے بغیر اکثر غفلت بھی ہو جاتی ہے اس لئے اب کلمہ طیبہ کا ذکر بھی ہر وقت زبان کی حرکت کے ساتھ ہی کر لیا ہے۔ البتہ تسبیح کالج وغیرہ ہر جگہ لئے پھرنے میں حجاب سا معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ حضرت کے سامنے تک اس کی ہمت نہیں کرنے کا جی چاہتا البتہ بے تکلف احباب کے سامنے عادت کر لی ہے۔ یا جہاں ممکن ہوتا ہے جیب میں ہاتھ رکھتا ہے۔

تحقیق: جب وہ (تسبیح) یاد دلانے والی ہے تو ہاتھ میں رکھنا زیادہ احتیاط ہے اگرچہ کپڑے کے نیچے ہو۔

حال: اب اس کے بعد معمولات میں صرف دعائیں رہ جاتی ہیں۔ وہ بہت جمع ہوگئی ہیں۔ اور اکثر ہر وقت کی نماز کے بعد کرتا ہوں۔ عصر کے علاوہ اس وقت حزب البحر کا معمول ہے۔ دوسرے اذکار کی طرح یہ دعائیں بھی جلدی و وحشت ہی کے ساتھ پوری ہوتی ہیں۔ خیال ہوتا ہے کم کر دوں یا سب کا ہر وقت کی نماز میں التزام نہ کروں۔ مگر اندیشہ یہی ہے کہ چاہے جتنی کم کر دوں مگر ابتہال و تضرع ان میں بھی نصیب ہونا مشکل ہوگا یا زیادہ سے زیادہ دو چار دن کچھ اثر ہوگا۔ دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ تو کوئی کام ہوتا ہی نہیں۔

تحقیق: جب بندہ اس کا مکلف ہی نہیں تو پھر مشقت میں پڑنے کی کیا ضرورت ایسا نہ ہو کہ اس مشقت کو حاصل کرنے میں میں اصل ہی کی چھٹی ہو جائے۔

حال: کچھ لکھنے پڑھنے کے علاوہ کہ اس میں تو کچھ دل لگتا ہے باقی کسی کام میں دل نہیں لگتا ہے۔

تحقیق: یہ طبعی فرق ہے اب یہ فرق نہ رہے یہ عادت کے اعتبار سے ناممکن ہے اور اس فرق کا راز یہ ہے کہ لکھنا پڑھنا طبعی اور حسی طور پر توجہ کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور اوراد وغیرہ کے ہونے میں یہ توجہ کی شرط نہیں ہے (پس یہ ہی فرق ہے)۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

سوتے میں قلب سے آواز کا نکلنا اگر ماہر طبیب کوئی مرض تجویز نہ کرے تو یہ ذکر کا اثر ہے

حال: ضروری عرض یہ ہے کہ عرصہ سے ایک حالت پیدا ہوگئی ہے وہ یہ کہ جب میں پلنگ پر بائیں کروٹ لیتا

ہوں تو قلب سے ایک آواز محسوس ہوتی رہتی ہے۔ لیکن طبیعت پریشان سی ہو جاتی ہے اور بغیر کروٹ بدلے ہوئے سکون بھی نہیں ہوتا اور یہ حرکت بھی بند نہیں ہوتی مگر یہ حالت کبھی کبھی ہوتی ہے۔ تو کیا یہ حالت اختلاف قلب اور ضعف قلب کا اثر ہے یا ذکر کا اثر ہے۔

تحقیق: اگر ماہر طبیب اس کو کوئی مرض تشخیص نہ کرے تو ذکر کا اثر ہے "ولکن لا من حیث الذکر بل بواسطه الحرارة الناشئة من حرکات الذکر" (مگر یہ ذکر نہیں ہے بلکہ اس گرمی کی وجہ سے ہے جو ذکر کی حرکات کی وجہ سے ہے) مگر اس حالت میں بھی یہ مقاصد میں سے نہیں "فلا یلتفت الیه وفی امثال هذا قال الجنید رحمه الله تعالٰی تلك خیالات تربی بها اطافل الطریقة" (اس کی طرف توجہ نہیں کرنا چاہئے ان ہی جیسی چیزوں کے بارے حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "ان خیالات سے طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے") واللہ اعلم (النور، ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

ساتواں باب
خواب وکشف کے بیان میں

خواب

حال: ایک رات خواب میں معلوم ہوا کہ ایک آفتاب میرے سامنے ہے۔ اور اس کی شعاعیں اور روشنی میرے قلب پر پڑ رہی ہے اور قلب اس کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہو رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بدن سے نکلا جا رہا ہے۔ کافی حرارت، گرمی اور اس کا اثر قلب میں موجود ہے۔ اچانک خیال آیا کہ اب قلب پر کافی اثر ہو چکا ہے اپنی توجہ کو اب ادھر سے ہٹا لینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ برداشت نہ ہو سکے اور مر جائے۔ اس خیال کے آنے کے بعد قلب کو اس شمس کی طرف سے ہٹا لیا اور آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کھلنے کے بعد بھی معلوم ہوا کہ قلب پر اس حرارت کا اثر کافی موجود ہے۔

اس حقیر نے جہاں تک غور کیا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت ہی کا آفتاب قلب تھا جس کا اثر قلب میں ہو رہا تھا لیکن اشکال اس میں یہ ہوتا ہے کہ موت کے خیال کی وجہ سے حصول برکات میں محرومی ہوگئی اور یہ شیطان کا دھوکا تھا کہ بقاء اور زیادتی کے لئے رکاوٹ بنا اگر یہ خیال نہ آتا تو ممکن تھا کہ قلب کی کچھ اور اصلاح ہو جاتی۔ کیا یہ اشکال ان وجوہ کی وجہ سے صحیح ہو سکتا ہے۔

تحقیق: دھوکہ کا دھوکہ نہیں ہونا چاہئے وہ جو کچھ بھی تھا مقصود نہ تھا۔ طریقہ تھا اور اعمال اس سے زیادہ طریقہ ہیں۔ موت سے یہ زیادہ مفید طریقہ (اعمال) ختم ہونا ہے اس لئے توجہ ہٹا لینا غیر فضیلت والے طریقہ پر فضیلت والے طریقہ کو ترجیح دینا تھا۔ (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ)

خواب

حال: رمضان المبارک میں زمانۂ اعتکاف کا ایک واقعہ اطلاعاً پیش خدمت کرتا ہوں کہ زمانۂ اعتکاف میں تین دن کے بعد احقر کو سخت مرض لاحق ہوا جس کی وجہ سے دو روزہ بھی فوت ہوگیا۔ چونکہ اعتکاف میں نوافل واذکار کی تکثیر نظر کے سامنے ہوتی ہے اور مرض کی وجہ سے وہ فوت ہوگیا اور دل کی حالت یہ تھی کہ نہ بسط ہے نہ

انشراح۔ اس لئے دل بہت پریشان تھا آخری تاریخ شب جمعہ کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک عورت سفید کپڑے پہنے ہوئے میری ماں کی صورت میں ظاہر ہوئی اور خوب زور سے ایک اردو شعر کو زبان پر تکرار کر رہی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو ہر ایک دل خوش کرنا منظور نہیں۔ اگر ایسا ہی خدا چاہتے ہو تو دوسرا خدا تلاش کرو۔ یہ شعر سنتے ہی دل پر بہت زور سے چوٹ لگی کہ بے ساختہ روتا ہوا بیدار ہو گیا۔

تحقیق: یہ ہدایت کی گئی ہے۔ سرمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس رباعی میں یہی تعلیم کی ہے ؎

سرمد گلہ اختصار مے باید کرد ❁ یک کار ازیں دوکار مے باید کرد
یا تن بضائے دوست مے باید کرد ❁ یا قطع نظر زیار مے باید کرد

ترجمہ

1. سرمد! گلہ شکوہ چھوڑنا چاہئے دو کاموں میں سے ایک کام کرنا چاہئے۔
2. یا تو اس کی رضا کے حاصل کرنے میں جان دے دینی چاہئے یا تو یار ہی کو چھوڑ دینا چاہئے۔

اور ہدایت کبھی قہر (غصہ سے) ہوتی ہے کبھی لطف سے۔ یہ لطف سے تھی اسی لئے ماں کی شکل نظر آئی۔

(النور، صور ۲ ۱۳۵۲ھ)

ایک ایسا مراقبہ جس سے اپنے عیوب نظر آئیں

ایک شخص نے حضرت والا کو رقعہ میں یہ مضمون لکھ کر دیا کہ مجھ کو کسی تدبیر سے اپنا کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ اس کو زبانی جواب ایک تفصیلی تقریر میں دیا جس میں ایک مراقبہ بھی بیان کیا کہ اپنے افعال واقوال کے بارے میں سوچے کہ آیا یہ حق تعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہیں یا نہیں۔ پھر سب عیب نظر آنے لگیں گے۔ وہ شخص یہاں سے چلے گئے اور حسب ذیل خط بھیجا۔

حال: گذارش یہ ہے کہ جس روز سے میں تھانہ بھون سے آیا ہوں اس روز سے برابر غور و فکر کے ساتھ ہر کام میں اپنے نفس کے ساتھ محاسبہ کر رہا ہوں۔ جس مراقبہ کو جناب نے مجلس مبارک میں ذکر فرمایا تھا کہ یوں سوچے کہ یہ کام یا یہ بات حق تعالیٰ کے سامنے ہوں تو کر سکتا ہوں یا نہیں واس مراقبہ سے معلوم ہوا کہ میری جتنی باتیں اور کام ہیں سب بیکار ہیں۔ میری کوئی بات اور میرا کوئی کام اس قابل نہیں کہ باری تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے۔ پہلے سے جو اپنی غلطیاں نظر نہیں آتی تھیں تو اس کی وجہ صرف بے پروائی اور بے توجہی تھی۔ حضور کی تنبیہ سے پہلے میں اپنے قلب کو ایک ایسی صندوقچی کی طرح سمجھتا تھا جس پر وارنش کیا ہوا ہو اور جس کے اندر عجیب و غریب اشیاء رکھی ہوں۔ مگر جناب کی تنبیہ کے بعد جواب اس صندوقچی کو کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے

اندر تو پاخانہ اور پاخانہ ہو رہا ہے۔ لہٰذا احقر نے اپنے خیال سے کہ مجھ کو اپنا کوئی عیب نظر ہی نہیں آتا تھا۔ توبہ کی اور حضور کی تنبیہ کا یہ اثر ہوا کہ اب مجھ کو اپنے عیوب اس قدر صاف نظر آنے لگے ہیں کہ میں اپنے عیوب پر بڑی سے بڑی قسم کھا سکتا ہوں۔ اب اس کی اجازت چاہتا ہوں کہ میں اپنے عیوب پیش کر کے ان کے علاج دریافت کروں۔

تحقیق: مبارک ہو یہ پاخانہ خاکساری کی خاک سے مل کر کھاد کا کام دے گا اور ایسی اجناس پیدا ہوں گی کہ روحانی غذا ہو جائیں گے۔ دعا کرتا ہوں اور عیوب پیش کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ مگر ایک خط میں ایک بات سے زیادہ نہ ہو۔ (النور، شعبان ۱۳۵۳ھ)

خواب

حال: پرسوں شب کو خاکسار نے خواب میں حضرت کے سامنے پایا۔ میں دو زانو ہوں۔ اور حضرت بھی اسی ہیئت سے ہیں۔ اور یہ ناکارہ ہاتھ حضرت کے دست مبارک میں ہے حضرت نے حلقۂ ارادت میں داخل کیا۔ اسی اثنا میں ایک لڑکے نے کچھ خس وخاشاک سامنے ڈال دیئے میں نے ادباً اس کے ہٹانے کی جرات نہ کی۔ اس پر حضرت نے مجھ پر برہمی ظاہر فرمائی۔ میں نے مودبانہ معافی چاہی۔ اس کے بعد حضرت کسی سفر پر روانہ ہوئے اور مجھے ہمرکابی کا شرف بخشا۔ حقق اللّٰہ تعالٰی ذالک۔

تحقیق: ''لا یلتفت الی الرویا اذا رزق الرویۃ'' (خواب کی طرف توجہ نہ کی جائے جب زیارت حاصل ہو جائے)۔

؎ دست بوسی چوں رسید از دست شاہ
پائے بوسی اندراں دم شد گناہ

(النور، ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ)

ترجمہ: ''جب بادشاہ کے ہاتھ کو بوسہ دینا نصیب ہو جائے تو اب پاؤں کو بوسہ دینا بری بات ہے۔''
(یعنی جب حقیقت میں زیارت حاصل ہے تو خواب کی طرف توجہ بے کار چیز ہے)

آٹھواں باب

وساوس وخیالات کے بیان میں

حدیث النفس (جی کی بات) کا علاج

حَال: نماز کے اختیاری حقوق میں کمی نہیں کرتا ہوں مگر اکثر خیال یہ ہوا کرتا ہے کہ حدیث النفس تو اختیاری ہے اور اس میں خاصی کمی معلوم نہیں ہوتی۔ اس سے کبھی بہت قلق ہوتا ہے۔ حدیث النفس کے کمی کے بارے میں کوئی علاج ہوتو ارشاد فرمایا جائے۔

تحقیق: مقصود کی طرف توجہ ہی علاج ہے اس کے ساتھ اگر پھر حدیث النفس ہوتو آثار میں نہ ہونے کی طرح ہے۔ (النور، جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ)

وساوس شیطانی کا علاج توجہ نہ کرنا ہے

حَال: میں ایک قلبی مرض میں عرصہ سے مبتلا ہوں۔ میری حالت یہ ہے کہ جوکوئی ایسی کتاب کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعریف، نبوت کے ثابت کرنے کے دلائل اور اخلاق وعادت کے ہوتے ہیں مطالعہ کرتا ہوں تو فائدہ پہنچنے کے بجائے وساوس شیطانی پیدا ہوکر عدم یقین کے درجہ تک طبیعت کو پہنچا دیتے ہیں۔ اکثر اوقات بعد کے واقعات کے بارے میں بھی عدم یقین کے خیالات پیدا جاتے ہیں۔ ان ناقص خیالات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دراصل میں ناقص الایمان ہوں۔ جس وقت موت آنے کا خیال آتا ہے تو بہت ہی خوف معلوم ہوتا ہے کہ جب ایمان ہی درست نہیں تو کیا حشر ہوگا۔ کوئی نسخہ اس ناپاک طبیعت انسان کے لئے للہ تجویز فرمادیں کہ اللہ پاک اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں پختہ ہو جائے اور مذہب اسلام اور جملہ ارکان ورسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر معاملات پر یقین کامل کا درجہ حاصل ہو جائے۔

تحقیق: کتابیں اس ارادے سے نہ دیکھو کہ یہ وساوس دور ہوں گے اور نہ کتابوں کا مطالعہ اس خوف سے چھوڑو کہ کبھی وساوس بڑھ نہ جائیں بلکہ صرف عبادت سمجھ کر کتابیں دیکھو۔ اور وساوس کی پرواہ مت کرو۔ نہ ان کے آنے سے رنج کرو کیونکہ بلا اختیار آتے ہیں اور ان کو برا بھی سمجھتے ہو، اس طرح سے یہ خود بخود دور ہو جائیں

گے۔قلب کی طرف متوجہ ہوکر اللہ اللہ کا خیال رکھا کرو اور دو ہفتہ کے بعد اس خط کے ساتھ پھر اطلاع دو۔

(النور، صفر ۱۳۵۲ھ)

وساوس کا علاج

حَالؒ: حضور! نماز میں خیالات کا ہجوم اتنا ہو رہا ہے کہ رکعتیں بھول جاتا ہوں بہت چاہتا ہوں کہ معنی کی طرف توجہ کروں۔الفاظ کی ترتیب کی طرف کہ اب کیا آئے گا یا اب کیا کہوں گا۔خیالات کو پھیرتا ہوں۔ذرا سی دیر توجہ ہوئی پھر غائب۔ چاہتا ہوں کہ یہ سمجھوں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں وہ سن رہا ہے لیکن خیالات ہیں کہ امنڈے چلے آتے ہیں۔ بار بار کوشش کرتا ہوں لیکن ذرا سی دیر میں خیالات میں ڈوب جاتا ہوں مثلاً نماز پڑھ رہا ہوں اور کوئی خیال آیا اور فوراً ہی اس کو دور کر کے یہ خیال کیا کہ نماز کے معنی کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔بس پھر اس متوجہ ہونے کے سلسلہ ہی کے خیالات آنے شروع ہو جاتے ہیں اور انہیں میں ڈوب جاتا ہوں۔ یہاں تک کہ پھر خیال آتا ہے کہ کیا ہو گیا نماز کی طرف متوجہ ہو جا۔اب جو خیال کرتا ہوں تو سب بھول بھال گیا کہ کتنی رکعتیں پڑھی تھیں یا پہلی رکعت میں کیا پڑھا تھا کہ تعداد یاد کرلوں۔

نماز برابر پڑھتا رہتا ہوں اور یہ زیادہ تر جب ہوتا ہے کہ جب ترتیل کا خیال کر کے الفاظ کو خوب صاف صاف ٹھہرا ٹھہرا کر پڑھوں۔ ہاں اگر کبھی وقت کم ہوتا ہے یا جلدی جلدی قرات پڑھ لی اور رکوع سجود جلدی جلدی کر لیا خیالات کا ہجوم بھی کم ہوتا ہے اور رکعتیں بھی یاد رہتی ہیں۔ اکثر سوچ سمجھ کر پڑھنے میں خیالات کا ہجوم زیادہ ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلی رکعت میں بیٹھ گیا اور بالکل یاد نہیں آتا کہ پہلی ہے یا دوسری۔ بڑی مصیبت کا سامنا ہے۔اور اگر کہیں نماز سے پہلے کوئی فکر لاحق ہے یا کسی سے کسی معاملہ میں خواہ وہ معمولی ہی ہو موثر گفتگو ہوگئی ہے تو پھر کیا۔ وہی بحث ہوگی اور میرے خیالات کا طوفان ہوگا۔ حالت بہت خراب ہے للہ علاج فرمایئے اور دعا بھی فرمایئے۔

تحقیق: جیسے طبیعت کو آزاد چھوڑ دینا نقصان دہ ہے اسی طرح زیادہ مقید کرنے سے بھی تنگ ہو جاتی ہے۔بس نماز میں اتنی توجہ کافی ہے جیسے کسی کو کوئی سورت کچی یاد ہو اور سرسری طور پر سوچ کر پڑھتا ہے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ پھر اگر اس کے ساتھ بھی وساوس آئیں ذرا نقصان دہ نہیں۔ (النور، شعبان، رمضان، شوال ۱۳۵۲ھ)

وساوس کا علاج

حَالؒ: جواباً عرض ہے کہ وساوس کے بارے میرا عقیدہ تو یہی تھا اور ہے کہ ان میں گناہ نہیں ہے مگر ان کی کثرت

اورزیادتی سے اس کا استحضار باقی نہ تھا۔

تحقیق: اس میں بھی حکمت تھی کہ مجاہدہ کا ثواب دینا تھا۔

حال: حضور کے متنبہ فرمانے سے بحمد اللہ استحضار ہو گیا اور جس وقت والا نامہ فیض شمامہ صادر ہوا ہے حضور والا کی برکت وتوجہ سے الحمدللہ وساوس میں بہت کمی پاتا ہوں۔

تحقیق: بس وہی استحضار عہد کا وظیفہ ہے۔ اگر چہ وساوس بھی ختم نہ ہوں۔

حال: مجھ گنہگار نے حضور والا کے ارشاد کے مطابق بدنظر و بدخیال کو اختیار سے پاک کر دیا لیکن دل کی کمزوری کی وجہ سے ہمیشہ ثابت قدم رہنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق: اپنی طرف سے ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ سے دعائے استقامت کرتے رہو۔

حال: کبھی کبھی پکی توبہ یہاں تک کہ قسم بھی ٹوٹ جاتی ہے ازروئے مہربانی خواہش نفسانی سے نجات پانے کے علاج سے مشرف فرمائیے۔

تحقیق: کل کو حرام غذا سے توبہ کر کے دعا کرانا کہ بھوک ہی سے نجات ہو جائے۔ (یعنی جس طرح زندگی میں بھوک ہمیشہ ساتھ رہتی ہے۔ اسی طرح خواہش نفسانی ہمیشہ قائم رہتی ہے ضرورت صرف اسی کی ہے کہ بھوک اور خواہش نفسانی کی ضرورت کو جائز طریق سے پورا کیا جائے اور حرام سے پرہیز کیا جائے۔ فقط محمد عبدالسلام عفی عنہ ناقل مضامین) (النور، ذیقعد ۱۳۵۳ھ)

وساوس کا علاج

حال: جس وقت تہجد میں "تَبَّتْ یَدَا" پڑھتا ہوں تو خیال گزرتا ہے کہ حضور ﷺ کے چچا کا ذکر ہے شاید حضور کو ناپسند ہو۔

تحقیق: یہ خیال طبعی ہے محبت کے درجہ میں یہی ہونا چاہئے۔

حال: اور یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے اس کی آیت کے ساتھ اس قسم کا خیال کرنا گناہ نہ ہو طبیعت لرز جاتی ہے۔

تحقیق: یہ خیال عقلی ہے اعتقاد کے درجہ میں یہی ہونا چاہئے۔

حال: نماز میں خطرات بہت ہوتے ہیں۔ دور کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن کسی نہ کسی رکن میں بے خبری ہو جاتی ہے۔ اور بھول کا بہت غلبہ رہتا ہے دعا و تدبیر کا طالب ہوں۔

تحقیق: اپنی طرف سے کلمات واذکار کی طرف توجہ رکھنا چاہئے۔ پھر اگر آئیں تو نقصان دہ نہیں اگر وہ توجہ ہٹ جائے دوبارہ کر لی جائے اور اس توجہ کے ہٹ جانے پر افسوس نہیں کرنا چاہئے۔ (النور، صفر ۱۳۵۴ھ)

وساوس کا علاج

حال: اب ایسا ایک گندہ حال عرض کرتا ہوں جس کا اظہار عام مومنین سے بھی دور اور شرم کا سبب ہے۔ تاہم بمضمون۔

ع نتواں نہفتن درد از طبیباں

(کہ طبیبوں سے درد ہم چھپا نہیں سکتے)۔

مجبوراً اظہار کرتا ہوں وہ یہ کہ بہت دن سے احقر میں فلاسفہ کے خیالات مرکوز ہیں اور روز بروز ختم ہونے کے بجائے بڑھ رہے ہیں۔ قبر اور قبر کے بعد کے حالات سے ایک قسم کے انکار کا وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے مراقبہ سے کوئی اثر پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ حالت موت چونکہ مشاہد ہے لہٰذا اس کے مراقبہ ساتھیوں اور پڑوسیوں کی موت کے مراقبہ سے دل میں قوی اثر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ دنیا واسباب دنیا سے دل بالکل ٹھنڈا ہوگیا۔ اور یقینی طور پر یہ معلوم ہوگیا کہ یہ سب چند روزہ ہے۔ اور اس کے ساتھ مشغولی بے فائدہ ہے۔ البتہ جن امور کے ساتھ مشغولی کا شرعی حکم ہے ان میں اعتدال کا لحاظ رکھتا ہوں اگرچہ فلاسفہ کے برے خیالات کو فاسد جانتا ہوں اور یہ خیالات بے اختیار پیدا ہوتے ہیں نہ یہ مرض ہے اور نہ نقصان دہ ہے پھر بھی حالات میں کمی ضرور ہے۔ اور حالات اگرچہ مطلوب ومقصود نہیں محمود ومعین ضرور ہیں اور حالات اگرچہ اختیاری نہیں مگر ان کے اسباب اختیاری ہیں۔ حضرت والا احقر اس گندہ حالت کی وجہ سے بہت بے چین ہے۔

تحقیق: اور اگر بے چینی ہی مطلوب ہو۔

حال: خدا جانے خاتمہ کیسا ہو۔

تحقیق: یہ خوف تو اس وقت بھی ہے جب وساوس نہ ہوں۔

حال: ہمیشہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ خدایا! اس نالائق کو جس متبرک خاندان میں تو نے داخل کیا ہے اس خاندان کے بزرگوں کے طفیل سے اس نالائق کو گمراہی سے نجات دے۔ مگر قبولیت کا اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے۔

تحقیق: کیا قبولیت کی صورت ہی مقصود ہے۔

حال: ان تحریرات سے غرض یہ ہے کہ حضرت والا اپنی عام شفقت سے اس نالائق کی طرف توجہ فرما کر جو تدبیر

احقر کے حال کے مناسب ہو عنایت فرما کر اس بے کار کو گمراہی کے گڑھے سے ساحل ہدایت پر پہنچائیں۔

تحقیق: تدبیر شر سے خیر کی طرف لانے کی ہوتی ہے۔ پہلے شر ہونا تو ثابت ہو جائے۔ (النور، رجب ۱۳۵۴ھ)

دل افسردہ رہنے کا علاج

حال: دل ہر وقت افسردہ سا رہتا ہے۔

تحقیق: بلکہ افشردہ (نچوڑی ہوئی) رہنا چاہئے۔

حال: وہ حالت دعا والتجا کے وقت پہلی سی نہیں معلوم ہوتی بہت کوشش کرتا ہوں مگر نہیں ہوتی۔

تحقیق: تو دینی نقصان کیا ہے؟

حال: نماز وغیرہ میں بھی گرمی کی شدت کی وجہ سے خشوع وخضوع پہلے جیسا نہیں ہوتا۔

تحقیق: معذوری ہے۔ (النور، ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ)

تخیلات کا علاج

حال: (ایک اجازت یافتہ کی طرف سے)

گذشتہ مہینہ میں طبیعت پریشان رہی خط لکھتا مگر خدمت میں بھیجتا نہیں تھا۔ کیونکہ کچھ کا کچھ لکھ جاتا۔ پھر دوسرے وقت نہ بھیجنے کا فیصلہ طبیعت کرتی۔ پریشانی دراصل غیر معمولی تنگی سے ہے جو ساری تکالیف کا سبب معلوم ہوتی ہے۔ ایک ہفتہ بھر ذکر بالکل چھوٹ گیا۔ اب بحمد اللہ معمولات پورے ہو جاتے ہیں۔ مگر کسی وقت اللہ تعالیٰ سے تعلق بالکل فرضی سا معلوم ہونے لگتا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ بس عمر ضائع ہوگئی۔ اس خیال سے ہر وقت ایک نیا ہی رنج رہتا ہے کھانے پینے سے بھی وہ رغبت نہیں اور یہی سلسلہ تخیلات کا رہتا ہے۔

تحقیق: یہ سب مجاہدات ہیں۔

حال: نہ معلوم اس احقر کا کیا انجام ہوگا؟

تحقیق: جو مسلمانوں کا انجام ہوتا ہے۔

حال: کبھی طبیعت بالکل مغلوب الحال ہو جاتی ہے۔

تحقیق: تو منصور و شبلی بن جاتے ہیں۔

حال: مگر حضور والا کے طفیل سے ابھی تک بحمد للہ اور کسی خاص چاہت پر عمل نہیں صرف اس کے کہ گذشتہ ہفتہ ذکر کی ہمت ہی نہ رہی اور یا کوئی غیر معلوم گناہ ہوتے ہوں گے "وما ابری نفسی" (میں اپنے نفس کو پاک

نہیں کرتا)۔

تحقیق: (یہ) تو علاج نہیں استغفار سے علاج کرنا چاہئے۔ (النور، ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ)

ایمان میں وسوسہ

حال: (کاتب ایک مستورہ ہے)

میں ایمان اس کو سمجھتی ہوں کہ حضور سرور کائنات ﷺ کے ذریعہ جو باتیں ہم تک پہنچی ہیں ان کو سچ سمجھنا یہ ایمان ہے۔

تحقیق: ٹھیک ہے۔

حال: بس اس بات میں کبھی شبہات آتے ہیں۔

تحقیق: کیا بے اختیار شبہ آنا سچا سمجھنے کے خلاف ہے۔

حال: اس وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ جانے ایمان ہے یا نہیں۔

تحقیق: اوپر جواب دے دیا ہے۔

حال: اور میں یہ چاہتی ہوں کہ شبہے نہ آئیں۔

تحقیق: کل کو یہ تمنا کرنا کہ بخار نہ آئے۔

دوسرا خط اسی کاتبہ کا جو بعد میں آیا جواب کے ساتھ منقول ہے۔

خط

حال: حضور! اگر بے اختیار شبہے آئیں تو وہ سچا سمجھنے کے خلاف نہیں ہیں مگر اس میں ایسا ہی حرج پیدا کرتے ہیں جس طرح بخار جسم کی طاقت میں۔ اگر بخار آجائے تو اس کو دوا سے دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ازراہ کرم ان شبہات کے دور کرنے کی بھی دوا بتا دیجئے۔

تحقیق: مجھ کو صرف گناہوں کی دوا یاد ہے اس سے زیادہ سے میں جاہل ہوں اور کسی سے رجوع کرو۔

پھر تیسرا خط آیا جواب کے ساتھ منقول ہے۔

حال: جناب کے خط مبارک سے معلوم ہوا کہ شبہات کا آنا کوئی گناہ نہیں ہے جس کا علاج ہو اور علاج گناہوں کا ہوتا ہے۔ جو شبہات آئیں آنے دوں۔ اور اپنا کام کئے جاؤں میں حضور سے معافی کی خواستگار ہوں۔ میں نے ایسے فضول خط کو بھیج کر حضور کو پریشان کیا۔ ازراہ کرم معاف فرمائیے گا۔

تحقیق: تم کو ابھی عقل آئی نہیں ہاں آچلی ہے۔ جب تک پوری نہ آجائے خط وکتابت بند۔ تم میں اصل مرض اپنے کو عقل مند سمجھنے کا ہے۔ جو اعلیٰ درجہ کا خبث ہے۔ (النور، رجب ۱۳۵۴ھ)

علاج الخیال (یعنی خیال کا علاج)

تمہید

از خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری رحمہ اللہ تعالیٰ

جب تخیلات کی زیادتی ہو تو فوراً کسی نیک خیال کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے

(الحمد للہ) ایک طالبِ اصلاح ان گناہوں کے بارہ میں جو خیال کے متعلق ہیں سخت خلجان میں رہتے تھے یہاں تک کہ اپنے کو قریب قریب مردود ہی سمجھ لیا تھا اور برے خیالات کی زیادتی نے زندگی تلخ کر رکھی تھی۔ اپنی اصلاح سے تقریباً مایوس ہی ہو چکے تھے۔ پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ خیال ایک ایسی چیز ہے کہ غیر محسوس طور پر بہت ہی تیزی سے آن کی آن میں کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے۔ یہ فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ اس کے حدوث یا بقا (پیدا ہونے اور باقی رکھنے) کا کون سا درجہ تو اختیاری ہے اور کون سا غیر اختیاری ہے۔ ایسے ہی خیال کو دور کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ غرض عملی گناہوں سے بچنا جن کا جوارح (اعضا) سے تعلق ہے ان گناہوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ سہل ہے جن کا تعلق خیال سے ہے۔ پہلے (یعنی جوارح کے گناہوں کی) تشخیص بھی سہل علاج بھی آسان۔ دوسرے (یعنی خیال کے گناہوں کے نظر نہ آنے کی وجہ سے) تشخیص بھی دشوار علاج بھی مشکل۔

حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم کی خدمت میں انتہائی پریشانی کی حالت میں خط تحریر کیا گیا تو حضرت والا نے نہایت پیچیدہ حالت ہونے کے باوجود قلم برداشتہ ایسا اکسیر (مؤثر) علاج تجویز فرمایا کہ جس مرض کو پہاڑ سمجھ لیا گیا تھا وہ ہوا ہو گیا اور زندگی بالکل تلخ نظر آرہی تھی اس خلجان کے دور ہو جانے سے بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے خوشگوار ہو گئی کیونکہ ایسا سہل جامع اور کلی علاج تحریر فرمایا جس کو ہمیشہ کے لئے بہ آسانی دستور العمل بنایا جا سکتا ہے اور خیالی گناہوں سے مثلاً کبر، عجب، سوءِ ظن، خیالات شہوانی، حسد، کینہ وبغض وغیرہ وغیرہ سے بہت ہی سہولت کے ساتھ اپنے آپ کو بچایا جا سکتا ہے اس میں یہ بھی خوبی ہے کہ علاج بھی ہے اور معیار تشخیص بھی ہے۔ حضرت والا کی برکت سے اس علاج کو پڑھتے ہی خط لکھنے والے کے تخیلات ایسے ختم ہوئے جیسے تھے ہی نہیں۔

امید قوی ہے کہ جس کو ذرا بھی باطن کے راستے سے مناسبت ہوگی وہ اس کلیہ سے انشاء اللہ تعالیٰ اپنے جملہ امراض باطنی کا بسہولت علاج کر سکتا ہے۔ اس کی نافعیت اور جامعیت پر نظر فرما کر حضرت اقدس نے اس کا ایک مستقل نام تجویز فرما دیا ہے یعنی ''علاج الخیال'' اس کی نافعیت اسی سے ظاہر ہے کہ متعدد طالبین نے اس کی نقلیں لی ہیں۔

(طالب کے خط کا خلاصہ اور حضرت والا کا جواب بلفظ درج ذیل کیا جاتا ہے)۔

حَالؔ: احقر کی حالت اتنی الجھی ہوئی اور مشتبہ ہے کہ میں اکثر پریشان ہی رہتا ہوں اور حضرت والا سے عرض کرنے کے متعلق حیران ہی رہتا ہوں۔ اس حالت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے اندر جملہ رذائل (ساری بری عادتیں) پاتا ہوں۔ اور ایسی بری قسم کے کہ مجھ کو تقریباً یقین ہے کہ کسی انسان کے اندر نہ ہوں گے۔ مسلمان کا تو کیا ذکر ہے لیکن ساتھ ہی ملکات محمودہ (پسندیدہ پکی عادتوں) کا احساس بھی الحمد للہ اپنے اندر پاتا ہوں۔ غیر اختیاری کے مسئلہ نے میری کسی قدر ڈھارس بندھا رکھی ہے لیکن اس میں بھی سخت شبہ رہتا ہے کہ اس قسم کے تخیلات (خیالات) اختیاری ہیں یا غیر اختیاری۔ مجھ میں توت تخیل بلکہ فساد مخیلہ (قوت خیالیہ کی برائی) بہت ہی زیادہ ہے بہت سے خیالی گناہوں کا سبب ہوتا ہے۔ اگر چہ حضرت اقدس کے طفیل سے اس وقت جبکہ برائیاں ابھرتی ہیں فوراً احساس ہونے لگتا ہے اور عمل نہیں ہونے دیتا۔ لیکن خیال کے درجہ میں تو گناہ ہو ہی جاتا ہوگا بلکہ ہو جاتا ہے۔ ایسے خیالی گناہوں سے بچنا بہت ہی دور نظر آ رہا ہے جیسے کبر، عجب، سوء ظن شہوانی خیالات وغیرہ۔ کیونکہ ان میں یہی پتہ نہیں چلتا کہ یہ گناہ کی حد تک کب پہنچے ہیں اور کس حد تک گناہ ہی میں داخل نہیں ہوتے۔ جب خیالات فاسدہ کی زیادتی ہے تو بالکل مردود ہونے کا گمان ہونے لگتا ہے میرے باطن کی ایسی خراب حالت ہے کہ ہر بات میں منافقت ہی نظر آتی ہے اللہ تعالیٰ ہی آخرت میں شرم رکھے۔ اکثر حزن ہی طاری رہتا ہے اور ناامیدی کا غلبہ رہتا ہے ان سب ردی حالتوں کے باوجود حضرت والا کی توجہ کا بھی یقینی اثر محسوس کرتا ہوں۔ ذکر میں الحمد للہ انتہائی درجہ دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے مگر اس میں یہ شبہ رہتا ہے کہ یہ کیفیات تو مقصود ہی نہیں ہیں۔ جو مقبول نہ ہوں بلکہ کفار کو بھی حاصل ہو سکتی ہیں۔ غرض غالب حزن و ناامیدی ہی رہتی ہے لیکن اس لکھنے میں بھی متردد ہوں۔ کیونکہ اکثر استحضار حق و دلچسپی ذکر کی وجہ سے مسرور بھی رہتا ہوں کبھی ایسی اور کبھی اس کے خلاف رہنے کی حالت ہے۔ پس حضرت والا سے علاج چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے میری مدد فرمائیں اور ہلاکت سے بچائیں۔

تحقیق: اس کا تو آسان علاج یہ ہے کہ جب ایسے خیالات کی زیادتی ہو تو اپنے ارادے اور اختیار سے کسی نیک

خیال کی طرف فوراً متوجہ ہوجانا اور متوجہ رہنا چاہئے اس کے بعد بھی اگر خیالات باقی ہیں یا نئے آئیں ان کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے۔ کیونکہ مختلف قسم کے دو خیال ایک وقت میں اختیار سے جمع نہیں ہو سکتے۔ بس شبہ ختم ہوگیا اور اگر اختیار سے اچھے خیال کی طرف توجہ کرنے میں بھول ہو جائے تو جب بھول کا علم ہو تو استغفار سے تدارک کیا جائے اور پھر اس تدبیر پر استحضار سے کام لیا جائے۔

حَال: میری حالت بہت بدلتی رہتی ہے جب دماغ میں سکون ہوتا ہے تو قلبی سکون بھی محسوس ہوتا ہے اور سیدھا سچا مسلمان معلوم ہوتا ہوں اور جب خیالات کی زیادتی ہوتی ہے تو پھر شیطان (معلوم ہوتا ہوں)۔ غرض میں خود ہی اپنی حالت کو نہیں سمجھا۔ حضرت والا سے کیا عرض کروں مگر حق تعالیٰ نے حضرت والا کو نور بصیرت پورا پورا عطا فرمایا ہے اسی عرض حال سے انشاء اللہ تعالیٰ سب کچھ سمجھ لیں گے اور میرے لئے کوئی راہ نکالیں گے اور عمل کا طریقہ تجویز فرمائیں گے۔

تحقیق: عمل کا طریقہ اتنا آسان ہے کہ اس سے آسان کوئی چیز ہی نہیں جو اوپر مذکور ہوا بس اس کو دستور العمل بنا کر بے فکر ہو جانا چاہئے۔ (النور، رجب ۱۳۵۳ھ)

واہیات خیالات کا دفع تصور شیخ ہے بشرطیکہ اس (یعنی شیخ) کو حاضر ناظر نہ سمجھے

حَال: ضعف قلب کی وجہ سے تنہائی میں عجیب عجیب واہیات خیالات کی زیادتی ہوتی ہے جس کی وجہ سے تہجد یا ذکر وغیرہ میں جیسی یکسوئی ہونی چاہئے نہیں ہو پاتی۔ کبھی تو یہ خیال آتا ہے کہ شیطان کسی شکل میں میرے سامنے نہ آجائے۔ کبھی یہ کہ کوئی جن آکر میرے ساتھ نماز نہ پڑھنے لگے۔

تحقیق: ایسی حالت میں اپنے شیخ کا تصور ان پریشان خیالات کا ختم کرنے والا ہو جاتا ہے۔ مگر شیخ کو حاضر ناظر نہ سمجھے۔ (النور، شول ۱۳۵۳ھ)

برے خیالات کا علاج

حَال: حضور! نماز وغیرہ میں ارادے اور اختیار کے بغیر برے خیالات آتے ہیں۔

تحقیق: نقصان کیا ہے۔

حَال: اور نماز وغیرہ میں وہ لذت نہیں ہے کہ روز بروز بندگی میں زیادہ سے زیادہ تر شوق وخواہش بڑھ جائے اور طبیعت کو تسلی ہو۔

تحقیق: کیا ایسی لذت کے مطلوب ہونے کی کوئی دلیل ہے؟ (النور، صفر ۱۳۵۶ھ)

مومن نہ ہونے کے شبہ کا ازالہ

حال: اب تک حضور والا غفلت میں انہماک بہت تھا۔ اب روز بروز غفلت کا نشہ کم ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں نہ میں مومن ہوں نہ مسلم ہوں۔ نہ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ تعلق ہے نہ واسطہ۔ میرا ایمان اور اسلام صرف ایک رسم اتفاق قیل وقال اور ایک فرضی خیال اور دھوکہ ہے بلکہ حالت کو دیکھا جائے تو مجھ میں اور ایک دہریہ میں کچھ فرق نہیں۔

تحقیق: مریض کو اپنی صحت و مرض کی کیا تشخیص۔ یہ کام طبیب کا ہے اور مریض کا کام صرف طبیب پر اعتماد ہے۔ اگر میں طبیب ہوں تو تشخیص کر کے کہتا ہوں کہ یہ ایمان کامل کی علامات ہیں مگر ہیبت کے ساتھ جو ایک بلند حالت ہے اور صحابہ میں سے بعض کی یہی حالت تھی ان کی مشابہت مبارک ہو اور ایسے شخص کا خاتمہ بفضلہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ اس کے بعد آپ دیکھیں گے کہ ان کیفیات پر جو کہ مصائب کے حصے ہیں اتنا ملے گا کہ آپ تمنا کریں گے کہ کاش ان کیفیات میں اور زیادتی ہوتی۔ (النور، رمضان ۱۳۵۴ھ)

وہم اور خیالات کی زیادتی کا علاج کسی چیز کی طرف توجہ کرنا مفید ہے

حال: ایک طالب علم کو وہم و خیالات کی زیادتی بہت رہتی تھی۔ دماغی مرض بھی ساتھ ہے جس کا طبی علاج جاری ہے۔ اختیاری وغیر اختیاری کا فرق سمجھ کر غیر اختیاری پر عقلی پریشانی بھی نہیں ہوتی۔ مگر طبعی پریشانی کے ہر وقت موجود رہنے سے طبیعت ہر وقت مضمحل رہتی ہے۔ جس کے آثار ظاہری صورت پر بھی نمایاں ہوتے ہیں۔ (ان خیالات وغیرہ کی طرف) توجہ نہ کرنے کی بار بار ہدایت کی گئی ہے جس سے زیادتی کمی سے بدل گئی مگر حق تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں خیالات پریشان کرنے والے خیالات مسلسل موجود ہیں۔ اس کے بارے کوئی مفید تدبیر ارشاد فرما دی جائے۔

تحقیق: صرف توجہ نہ کرنا کافی نہیں ہے بلکہ کسی مفید چیز کی طرف کرنے کی ضرورت ہے اس کی وجہ سے نقصان دہ چیز کی طرف توجہ نہیں ہوگی یہ توجہ کرنا مراد ہے وہ مفید چیز خواہ کوئی ذکر ہو یا کوئی کتابی مضمون ہو یا مطالعہ یا کسی اچھی چیز کا تصور ہو مثلاً کعبہ معظّمہ کا یا کسی بزرگ کا اور اس کے بعد بھی اگر کچھ اثر رہے اس کا کوئی علاج نہیں نہ اس میں کسی نقصان کا احتمال ہے۔

حال: کیونکہ خوف ہے کہیں اس حالت کا سلسلہ (اللہ تعالیٰ کی) ذات وصفات کے انکار تک نہ لے جائے۔ والعیاذ باللہ۔

تحقیق: ہرگز خوف نہیں اوپر والی تدبیر کے ساتھ اس (انکار) کا ہونا ناممکن ہے۔ مگر اس تدبیر کو تدبیر کی نیت سے نہ کیا جائے نہ ثمرہ کا انتظار کیا جائے۔ نتیجہ سے نظر ہٹا کر ایک مستقل عمل سمجھ کر کیا جائے۔ (النور، شوال ۱۳۵۶ھ)

شبہ اور وسوسہ میں فرق

حال: کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ شبہ ہے وسوسہ نہیں ہے۔

تحقیق: یہ شبہ بالکل باطل ہے شبہ میں حزن نہیں ہوتا لہٰذا یقیناً یہ وسوسہ ہی ہے۔ ایک فرق تو دونوں میں یہ ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ شبہ اختیار سے ہوتا ہے اور یہ اختیار سے نہیں ہے ورنہ ختم کرنے کے ارادے سے ختم کیوں نہیں ہو جاتا۔

حال: وسوسہ کے بارے حضرت والا کے بہت سے ملفوظ یاد ہیں اور احقر نے بہت سے وسوسہ والوں کا علاج کیا اور ان کو شفا ہوئی مگر اپنے کام کچھ نہیں آتا۔ قدرت خدا نظر آتی ہے کہ وہ دل جس کو ہر چیز میں نور نظر آتا تھا اب ظلمت نظر آتی ہے۔

تحقیق: یہ ظلمت طبعی کدورت (گدلا پن) ہے نہ کہ اعتقادی ظلمت ہے۔

حال: جس چیز میں ہدایت تھی اس میں گمراہی ہے۔

تحقیق: اس کو گمراہی سمجھنا یہی غلطی ہے۔ غلطی کی وجہ سے ہر کدورت کو ظلمت سمجھنا ہے دونوں کے جدا ہونے کے باوجود جیسا کہ ہم نے ابھی کچھ پہلے ذکر کیا۔

حال: حضرت والا مدد فرمائیں۔

تحقیق: میں نے حقیقت ظاہر کر دی اس کا حقیقی وعین یقین کر لینا مدد کو لانے والا ہے۔ ''فاستودع اللّٰہ امانتکم وعملکم'' (کہ میں تمہاری امانت اور عمل کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں)۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ)

تسبیح پڑھنے میں شیطانی وسوسہ کا علاج

حال: ایک بات پوچھنی ہے کہ رات کو جب تسبیح لے کر پڑھنے بیٹھتی ہوں تو پانچ تسبیح آرام سے پڑھ لیتی ہوں۔ اس کے بعد شیطان یا نفس بڑے زور سے یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اب تسبیح کو ختم کر کے سو جا۔ مگر مجھے ضد ہو جاتی ہے کہ میں اپنے کام کو پورا کر کے اٹھوں گی اس کشمکش میں باقی وظیفہ پورا کرتی ہوں۔ حضور اس کے لئے کوئی تدبیر ارشاد فرمائیں کہ یہ وسوسہ مجھ کو نہ ستائے۔ فقط

تحقیق: اگر نیند کا غلبہ نہ ہو تب تو یہ صرف وسوسہ ہے جو غیر اختیاری ہے اور نقصان دینے والا نہیں ہے مگر اس پر

عمل نہ کیا جائے کہ وہ اختیاری ہے اور یہ ہی اس کا علاج ہے اور اگر واقعی نیند کا غلبہ ہو تو وسوسہ نہیں بلکہ طبعی ضرورت ہے جس پر مصلحت ہے یعنی سو جانا چاہئے۔ (النور، جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ)

وساوس کا علاج

حَال: مجھے نماز کا شوق بھی ہے اور برابر پڑھتا بھی ہوں لیکن پڑھنے کھڑا ہوتا ہوں تو خیالات منتشر ہو جاتے ہیں۔

تحقیق: اختیار اور ارادے سے یا بغیر اختیار اور بغیر ارادے کے۔

حَال: اور نفس یہ چاہتا ہے کہ جلدی جلدی ختم کر دے۔

تحقیق: اس چاہنے پر عمل ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو اختیار اور ارادے سے یا بغیر اختیار اور بغیر ارادے کے۔

حَال: لیکن میرا دل یہ چاہتا ہے کہ نماز میں دل لگے۔

تحقیق: دل لگنے کا حکم ہے یا لگانے کا خواہ لگے یا نہ لگے۔

حَال: اور جتنی دیر ہو اتنا ہی ذوق اور شوق بڑھے۔

تحقیق: کیا (ذوق وشوق کا بڑھنا) مقاصد میں سے ہے اور دلیل (کیا ہے)؟

(پھر دوسرا خط آیا جو اوپر کے خط کے بارے میں ہے)۔

حَال: اختیار ارادے کے بغیر۔

تحقیق: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اختیار ہو اور ارادہ نہ ہو۔ معلوم ہوتا ہے قصد واختیار کے معنی ہی نہیں سمجھے۔

حَال: قصد تو یہی ہوتا ہے کہ دل لگے۔

تحقیق: یہ بھی نتیجہ ہے اس نہ سمجھنے کا کیا دل لگنا اختیاری ہے جس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ (النور، ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ)

تخیلات ووساوس کا علاج

حَال: محترم مکرم حضرت مولانا صاحب زاد لطفہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مجھے دعا کی بے حد ضرورت ہے۔ میں دعا کا بہت ہی محتاج ہوں۔ بارگاہ عالی میں میرے لئے دل کی گہرائی سے دعا فرمائیں۔ قلب سعید، عقل سلیم، صحت کامل، دین ودنیا میں عافیت کی دعا فرمائیں۔ میرے قلب میں اللہ اور اس کے حبیب کی محبت و یاد کے علاوہ دوسری اور کوئی خواہش پیدا نہ ہو۔ اس وقت بھی فسق و فجور لہو ولعب اور انتہائی گناہ میں پھنسا ہوا

ہوں۔ جسمانی و رحانی، ظاہری و باطنی امراض میں مبتلا ہوں۔ اس وقت میری عمر ۴۲ سال کی ہے۔ لیکن ایک جاہل معمولی سے ذاکر کی آٹھ دس سال کی صحبت سے میرے قوی بیکار ہوگئے ہیں جواب دے چکے ہیں۔ صحت ردی ہوگئی ہے۔ روح پریشان ہوگئی۔ نیک خصائل بدی سے بدل گئے۔ اس شخص سے میرا بگاڑ ہوگیا۔ اس سے مجھے بے حد نفرت ہوگئی ہے۔ اس کی ہر حرکات و سکنات فعل و قول یاد آ کر طبیعت کو وحشت میں اور منتشر کرتے ہیں۔

وہ شخص میرے ساتھ نفس سے بغض سے غضب سے پیش آیا۔ حالانکہ میں قلب سے خلوص سے خدمت سے پیش آتا رہا۔ اس نے ٹیڑھی ترچھی زہر آلود نظریں ڈال ڈال کر میرے تمام جسم کو اعضاء کو چھلنی زخمی کر دیا۔ اعضاء رئیسہ کو خراب بیکار کر دیا۔ میرے معمول کو خراب کر دیا۔ اکھیڑ دیا۔ جسم کے اندر کی رگیں کٹ گئیں۔ ہر وقت جسم کے اندر جسم کے ہر حصہ میں برچھیاں تیر ٹیڑھے ترچھے پھرتے رہتے ہیں۔ بیقرار، بے تاب کرب کی حالت پیدا کرتے ہیں۔ میری حالت ہر لحاظ سے ردی نہ بیان کرنے والی ہوگئی ہے لفظوں میں بیان ہی نہیں کر سکتا۔

اس کے علاوہ دوسرے بہت سے امراض پیدا ہوجانے کی وجہ سے حالت بیان کرنے کے قابل نہیں ہے اور معصیت میں مبتلا ہو جانے کے برے خصائل پیدا ہوجانے کی وجہ سے طبیعت میں انتہائی انقباض، بخیلی، کج فہمی اور غمگین، بے ادبی، بد اخلاقی، ٹیڑھا پن، ذرا سا حسد اور کینہ پیدا ہوگیا ہے۔ سب سے زیادہ جو عرصہ دراز سے مجھ میں ایک مرض جس کو خوش ہونا کہتے ہیں بے حد بڑھ گیا جس کی مجھے بہت ہی تکلیف ہے جس نے میرا ناس کر دیا ہے اور ناس کر رہے ہیں۔ دل و دماغ، سینہ میں سرایت کرگئی ہے اچھی طرح گھر کرگئی ہے اس کے دور کرنے کے لئے ہر طرح کی تدابیر خود بھی کیں اور اہل فن کی طرف بھی رجوع ہوا۔

عرصہ دراز سے ہر وقت بلکہ ہر سانس کے ساتھ ہمہ تن اس شخص کے خلاف (یعنی جس کی صحبت سے مجھے نا قابل برداشت تکالیف اور دین و دنیا کا نقصان مالی اور جسمانی روحانی نا قابل تلافی نقصان ہوا) منصوبے سوچتا رہتا ہوں۔ قانون کی گرفت میں لانے کی تجاویز سوچتا رہتا ہوں۔ اس کو نفرت و حقارت سے دیکھتا ہوں۔ خاص عام میں اس کو پھیلاتا ہوں اس کے عیوب کھلم کھلا بیان کرتا ہوں۔ جو کہ خود بخود میرے سینہ میں چلے آ رہے ہیں۔ جو حقیقت ہیں سچے ہیں۔ بعض اوقات مبالغہ اور جھوٹ کے ساتھ فحش کے ساتھ بھی اس کی غیبت کرتا ہوں۔ ہر وقت اسی خیال میں رہتا ہوں کہ کسی نہ کسی طرح اس سے جائز ناجائز بدلہ لوں۔ اس کو نقصان پہنچاؤں۔ مارنے پیٹنے کے موقع کی تلاش میں رہتا ہوں۔ دوسروں کو بھی اس کے خلاف ابھارتا ہوں۔ بس اس کے سوا دنیا میں مجھے اور کوئی کام ہی نہیں رہا۔ میرے سینہ دماغ میں اس مضمون کے سوا اور کوئی مضمون ہی نہیں رہا۔ نہ پیدا ہوتا

ہے۔

غرضیکہ میری زندگی کا ایک ایک قیمتی سانس اس قضیہ میں برباد ہوگیا اور ہو رہا ہے اپنی ہمت اور سمجھ کے مطابق توبہ تائب سے استغفار لاحول سے ورد وظائف سے بھوک فاقہ وغیرہ سے تنہائی سے مجلس سے سیر وتفریح سے اوران خصلتوں کوان کے اضداد سے بدلنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن سب بے فائدہ۔ میری زندگی کا ایک مستقل شغل بن گیا۔ یہی میرا وظیفہ ہوگیا۔ ایک طرح کی طبیعت ثانی ہوگئی۔ اس شخص کے پاس بھی کئی بار جا کر کئی کئی دن رہا۔ اس سے معافی بھی مانگی لیکن جب گھر آیا تو مرض پہلے سے بھی زیادہ بڑھا ہوا پایا۔ عجب پیچ وخم ہوش اڑانے والے جادو میں پھنس گیا ہوں۔ اس بات کا بہت غم ہے کہ قبر میں بھی خدا نہ کرے یہی تخیل رہے۔ (یہ تو واقعات وحالات ہیں آگے درخواست ہے)۔

خدارا جلد میرا کوئی علاج کریں۔ میں تو تھک گیا ہوں۔ مایوس ہوگیا ہوں۔ چکنا چور ہوگیا ہوں برائے خدا ہمت کمر باندھ کر فیض کی نظر سے مجھے اس جھمیلے سے نکال دیجئے گناہ کے گڑھے سے باہر نکال دیجئے۔ اوپر ذکر کی گئیں تمام کمزوریاں تمام امراض کو صحت سے اخلاق حسنہ خلوص ادب سے نیک خصائل سے بدل دیجئے۔ دل کو باشریعت بنا دیجئے۔ اللہ کی طرف لگا دیجئے۔ دل کی بربادیاں پھر آباد کر دیجئے میرے دل کے سوکھے ہوئے باغ کو نظر فیض کا پانی دے کر دوبارہ ہرا بھرا کر دیجئے۔ مجھے دنیا میں رہنے کا ڈھنگ بتا دیجئے۔ یہ سب کچھ علاج سے کیجئے۔ یا دعا سے کیجئے یا دربار مصطفیٰ میں پیش کر کے کیجئے (اس کا جواب خصوصیت کے ساتھ آگے ہے) یا بارگاہ عالی میں التجا سے کیجئے۔ جس طرح بھی اور جو بھی جناب مدد کر سکتے ہیں مدد کیجئے۔ وقت مدد وقت دعا ہے۔ کیونکہ مجھ پر ایک عجیب آ کر وقت پڑا ہے۔ میں کسی امتحان کے قابل لائق نہیں ہوں۔ اس رحیم کریم کا انتہائی فضل چاہتا ہوں۔ کسی جگہ جانے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ آپ حکیم الامت ہیں۔ میں جناب سے علاج نہیں دریافت کرتا۔ نہ مرض تشخیص کراتا ہوں۔ میں نے اپنے تمام امراض عرض کر دیئے ہیں۔ ایک کایا کلپ اکسیر چاہتا ہوں۔ دعا کا ایک تیر چاہتا ہوں۔ فیض نظر لطف کی نگاہ چاہتا ہوں۔ ایسی اکسیر ایسی نگاہ چاہتا ہوں جو قبر میں کام آئے حشر میں کام آئے اور اس شخص کا پرتو اور اثر زائل کر دے (اس کا جواب بھی آگے مستقل ہے)۔

ایک دفعہ دوران صحبت میں اس شخص کی ایک حرکت دیکھ کر میرے دل میں خیال گذرا کہ یہ شخص بہت شاطر (یعنی شطرنج باز) خدا جانے اس میں کیا راز تھا کہ میرے دل میں اس کا خیال آنا اسی دن سے اسی وقت سے مجھے شطرنج کا بے حد شوق بندھ گیا۔ حالانکہ میں نے کبھی نہ شطرنج کھیلا نہ کھیلنا آتی تھی۔ لیکن خود بخود زبردستی ایسے اسباب پیدا ہوگئے کہ میں سارا وقت شطرنج کھیلنے لگ گیا۔ گھر پر سفر میں جس جگہ بھی جاؤں شطرنج کے اسباب پیدا

ہو جائیں۔ اب اس کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔ ملامت کرتا ہوں لیکن طبیعت کے ساتھ مل گیا۔ طبیعت ثانی بن گیا۔ کیا کروں میں انتہائی مایوس ہو گیا ہوں۔ تھک گیا ہوں۔ اصلاح کی یا کسی قسم کی ترقی یا صحت وغیرہ کی کوئی امید نہیں رہی جسے کوئی فن نہیں آتا وہ میں ہوں کوئی کل سیدھی نہیں رہی لیکن دل چاہتا ہے کہ کسی سے کچھ سیکھوں لیکن صلاحیت نہیں رہی نہ ہی طاقت رہی ہے کہ کسی کی خدمت میں جا کر رہوں۔ نہ مالی حالت اجازت دیتی ہے۔ طبیعت اتنی نازک ہوگئی ہے کہ چاہتا ہوں کہ طبیعت کو انتشار نہ ہو۔ میں کسی پر بار نہ ہوں۔ مجھ پر کوئی بار نہ ہو۔

کسی نے مجھے مشورہ دیا ہے اور میرے دل کو بھی پسند آیا ہے کہ آپ کا بچا ہوا پانی دیر تک استعمال کرتا رہوں۔ تو بہت فائدہ ہوگا اسی طرح کسی کھانے والی چیز پر آپ توجہ ڈال دیں یا کچھ پڑھ کر پھونک دیں۔ تو اس سے بھی بہت فائدہ ہوا۔ میرا دل کہتا ہے کہ آپ کے بچے ہوئے پانی وغیرہ سے اس شخص کا پرتو واثر تو ضرور ختم ہو جائے گا۔ (اس کا جواب بھی آگے مستقل ہے)۔

تحقیق: الجواب: السلام علیکم۔ پورا حال پڑھا۔ غالب یہ ہے کہ یہ سب فساد متخیلہ (قوت متخیلہ کی خرابی) ہے جس کو وسواس کہہ سکتے ہیں اور ضعیف احتمال یہ بھی ہے کہ اس شخص کے متخیلہ کا اثر ہو جس کو تصرف نفسانی کہہ سکتے ہیں۔ یہ تو واقعات کا حاصل ہے۔

آگے درخواست کے بارے عرض ہے کہ اس میں بعض اجزاء تو صرف ناواقفی سے تجویز کئے گئے ہیں۔ جیسے دربار نبوی ﷺ میں پیش کر دینا یہ کس کے اختیار میں ہے یا ایسے تصرف کی درخواست جس سے اثر ختم ہو جائے یہ موقوف ہے مشق پر جس سے میں عاری (خالی) ہوں۔ یا بچے ہوئے پانی وغیرہ کا استعمال کہ ایسی برکت مجھ میں کہاں ہے۔ پس یہ تو کاتب کے وہم ہیں۔

اب صحیح تدبیر یہ ہے کہ پہلے چندہ وغیرہ کر کے (جس میں میں بھی شریک ہو سکتا ہوں) اتنی رقم جمع کر لو کہ کم از کم دو ماہ تک تمہارے اور ایک رفیق کے ضروری اخراجات اور درمیانی درجہ کی دواؤں کے لئے کافی ہو۔ پھر ایسی جگہ قیام کرو جہاں طبیب حاذق (ماہر) ہو اور عامل بھی ہو۔ اور شیخ مصلح شفیق بھی ہو اور اس مصلح کی رائے سے سب معالجات ایک دم سے جاری کئے جائیں۔ اس کی پوری پوری اطاعت ہر امر میں کی جائے اور اپنی رائے کو یا شک وشبہ واعتراض کو بالکل دخل نہ دیا جائے۔ یہ تدبیر ہوگی اور ساتھ ہی دعا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ سب شکایات ختم ہو جائیں گی باقی مدت واخراجات ابھی تخمینی ہیں ممکن ہے کہ کچھ اضافہ کی ضرورت ہو سو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے سے امید ہے کہ ضرورت کے وقت اس کا بھی انتظام ہو جائے گا ؎

مراد ما نصیحت بود و گفتیم ❁ حوالت باخدا کردیم و رفتیم

ترجمہ: ”ہماری مراد نصیحت کرنا ہے جو ہم کر چکے تمہیں خدا کے حوالے کر کے جا چکے۔“

والسلام (النور، ذی الحجہ ۱۳۵۸، ۱۳۵۹ھ)

وساوس کا علاج

حال: اب اخیر عمر میں دل میں فتنہ پیدا ہوا ہے۔ وہ یہ کہ کبھی خداوند تعالیٰ و رسول اکرم ﷺ تک بے ادبی و سب و شتم (برا بھلا کہنے) کے وسواس آتے ہیں۔ اس میں اختیار کا بھی کچھ دخل سمجھتا ہوں۔ اگرچہ استغفار بھی کرتا ہوں اور عقلا بڑی برائی سمجھتا ہوں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بچائے۔ یہ شیطان نے میرے لئے کیا برائی پیدا کی ہے آخر عمر میں کیا نتیجہ پیدا ہوا۔ منافقت ہے یا نعوذ باللہ کوئی کفر کی حالت آنے والی ہے۔ علاج عطا فرمایا جائے اور دعا بھی کی جائے کہ مجھ کو نجات ہو۔

تحقیق: دعا تو ہر حال میں مطلوب ہے مگر یہ خیال کہ یہ وساوس اختیار سے ہیں یا نعوذ باللہ کفر و منافقت ہیں یہ خود ہی وسوسہ ہے جس کی طرف توجہ کرنا کوئی گناہ نہیں۔ مگر پریشانی کا سبب ہے۔ اگر علاج سے مراد گناہ سے بچنا ہے تو وہ اب بھی حاصل ہے اور اگر مراد ہے پریشانی سے بچنا تو اس کا طریقہ توجہ نہیں کرنا ہے (النور، ربیع الاول ۱۳۵۹ھ)

خیال ہونا اور عمل نہ ہونا اس کے لئے ہمت کی ضرورت ہے

حال: احقر میں ایک بڑا عیب یہ ہے کہ خیال و فکر تو ہر وقت اس بات کی رہتی ہے کہ آخرت کا سامان کرنا چاہئے لیکن صرف خیال ہی ہوتا ہے عمل نہیں ہوتا۔ اسی طرح اپنے عیوب کا احساس تو بہت زیادہ ہے لیکن ان کی اصلاح کی کوشش نہیں ہوتی۔

تحقیق: خیال عمل کی ابتدا ہے۔ ابتدا کی توفیق بھی نعمت ہے۔ نعمت کا شکر کرنے پر مزید وعدہ ہے اور اس مزید میں عمل بھی داخل ہے۔ مگر عمل چونکہ اختیاری ہے لہٰذا ہمت کے ملانے کی بھی ضرورت ہے۔ اس شکر کا اثر یہ ہوگا کہ اختیار کے استعمال میں سہولت ہو جائے گی مگر ارادے کے بغیر اس مزید کا وعدہ نہیں۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ)

وسوسہ کا علاج

حال: ذکر کے وقت جی یہ چاہتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کے علاوہ دوسرا کوئی کلمہ نہ پڑھوں۔ چنانچہ درمیان میں کبھی کبھی جب محمد رسول اللہ ﷺ پڑھتا ہوں تو ایک وسوسہ ہوتا ہے کہ ذات باری کی یاد و مشاہدہ میں کیوں حائل ہے۔ اس وسوسہ سے سخت کوفت ہوتی ہے علاج تجویز فرمایا جائے۔

تحقیق: جس وسوسہ سے کوفت ہو وہ معاف ہے۔ علاج اس (محمد رسول اللہ ﷺ کے کلمہ) کے معین ہونے کا اعتقاد و استحضار ہے اور اس کی چاہت پر عمل۔ یعنی کبھی کبھی اس کا تکرار معین ہونا ظاہر ہے۔ حضور ﷺ ہی کی بدولت تو توحید نصیب ہوئی۔

حال: صبح کی نماز کے بعد تلاوت کلام پاک کی عادت ہے مگر کچھ عرصہ سے نماز کے بعد گھر آ کر ذکر شروع ہو جاتا ہے اور پھر اس کو چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مجبوراً وقت کے خیال سے پاؤ یا آدھ پارہ پڑھ لیتا ہوں۔

تحقیق: کسی دوسرے وقت میں شمار کے قابل تلاوت کر لی جائے۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۹ھ)

وساوس کا علاج

حال: یہ عرض کرتے حیا بھی آتی ہے اور خوف بھی۔ حق تعالیٰ حضرت کے قدموں کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائیں کہ کچھ عرصے سے کبھی کبھی حق تعالیٰ کا وجود اور اس کی مشیت و ارادہ سب ہی مشکوک نظر آنے لگتا ہے۔ عقل اور دلیل سے نہیں بلکہ طبیعت اور وجدان کی وجہ سے۔ امر و مشیت اور قصد و قدرت کے تحت ہونے کے بجائے ایک عمومی حرکت طبعی و مادی اور محرکات اتفاقیہ سے زیادہ بڑی نہیں معلوم ہوتی۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔ لیکن اس کے باوجود گناہ کی بھی جرات نہیں۔ اس جرات کے نہ کرنے کا سبب صرف رسم و عادت اور قلبی ضعف معلوم ہوتا ہے۔ بے حد تاسف کے ساتھ خیال ہوتا ہے کہ اے خدایا جس ہستی کی رہنمائی نے نصف صدی تک امت مرحوم کے قلوب کو آپ سے جوڑا اور وہ جوڑا آگے پھیل کر وابستگی سے آگے بڑھ کر آفاق میں آج تک جاری ہے اور مخلوق کو آپ سے جوڑے ہوئے ہے "اراد به جده وكان كذالك" (اس سے اپنے دادا مراد ہیں وہ ایسے ہی تھے) آج کی اس اولاد کے لئے کیا ہونے والا ہے۔ اور وہ کس مرکز پر جا کر رکے گی۔ "اللهم ارحمنا واعف عنا واهدنا۔"

تحقیق: ایسے دشت پرخار (کانٹے بھرے صحرا) سے سب کو گزرنا پڑتا ہے اور جو مسافت کٹنے کی علامت ہے ورنہ گھر میں بیٹھے ہوئے کو محفوظ دیواروں کے علاوہ کیا نظر آئے گا مگر اس خارستان سے گزرنے والے کو یہ دیا جاتا ہے ؎

باغبان گر پنج روزے صحبت گل بایدش ❁ بر جفائے خار ہجران صبر بلبل بایدش

ترجمہ: "باغباں کو اگر پھول کے ساتھ رہنے کی خواہش ہے تو اس کو بلبل کی طرح ہجر کے کانٹوں پر

صبر کرنا چاہئے۔"

کیا احادیث میں حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسی طرح کے خیالات کے بارے میں یہ عرض نہ کیا تھا کہ جل کر کوئلہ ہوجانا ان کو زبان پر لانے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سختی کے بجائے ان کی آسانی کے لئے یہ نہ فرمایا تھا "الحمد لله الذی زد كيده الى الوسوسة" (اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے مکر کو وسوسے تک رکھا) اور "ذاك صريح الايمان" (یہ تو صاف ایمان ہے) اور کیا یہ تعلیم دفع الوقتی تھی یا مغز تحقیق تھی اور کیا وہ تحقیق منسوخ ہوگئی یا قیامت تک باقی ہے۔ پھر باقی رہنے کے بعد کیا سوال رہا۔ اگر اس سے زیادہ گندے وساوس غیر اختیاری زیادہ ہوں اور تصدیق کا اختیاری درجہ باقی ہو تو یہی فیصلہ ہوگا "لا يستوی الخبيث والطيب ولو اعجب كثرة الخبيث" مع انضمام قوله تعالیٰ ﴿وان جندنا لهم الغالبون﴾ (ترجمہ: ناپاک اور پاک چیزیں برابر نہیں ہوتی ہیں اگرچہ ناپاک چیزوں کی زیادتی آپ کو اچھی لگے...... اس ارشاد کے ساتھ...... کہ ہمارا لشکر ہی غالب ہوگا) بالکل بے فکر رہیں یہ سب خود ہوا ہوجائے گا۔

حال: ایسے اندھیرے حالات میں اپنی نظر صرف حضرت مدظلہ ہی پر جاتی ہے۔ کہ حضرت ہی مجھے اس دلدل سے نکالیں گے اور قلب کو شفا بخشیں گے ورنہ اپنا حال تو بد سے بدتر ہے۔

تحقیق: دلدل میں داخل ہی نہیں ہوئے جو نکلنے کی ضرورت ہو۔ قلب بیمار ہی نہیں ہوا جو شفا کی ضرورت ہو۔ آئینہ کے اوپر مکھی بیٹھ گئی اندر عکس نظر آنے لگا۔ آئینہ کی خاصیت معلوم نہ ہونے سے مکھی کو اندر سمجھ لیا۔

حال: حب دنیا اور افکار کا اتنا غلبہ ہے کہ اس انہماک سے کوئی وقت فارغ نہیں۔

تحقیق: ضرورت سے یا ضرورت کے بغیر پہلے میں انہماک نہیں۔ دوسرے کا ترک نقصان کا سبب نہیں۔

حال: اس جنگ ہی کے باعث "اذا دخل الملوك فی قرية افسدوها" کا خوف و مراقبہ سوہان روح ہے۔

تحقیق: اگر یہ بے اختیار ہے تو مجاہدہ ہے۔

حال: جی یہ چاہتا ہے کہ قلب ان سب ہی سے بے پرواہ اور بیگانہ ہوکر صرف ایک لگن میں ڈوب جائے۔

تحقیق: کیا ہر تمنا خیر ہی ہے۔

حال: جو اپنی حالت تھی وہ اپنے وسیلۂ یوم وغد (یعنی آج اور قیامت) کی خدمت میں کمی زیادتی کے بغیر عرض کر دی جو ارشاد ہوگا ایک ایک جزو کی تعمیل کروں گا۔ دعا فلاح دارین و عافیت کی التجا کرتا ہوں۔

تحقیق: دل و جان سے دعا کرتا ہوں مگر وہ اتباع سے بے پرواہ کرنے والی نہیں ہے۔

حال: دمہ کی پرانی شکایت کا سلسلہ تو دومہینہ سے چلا آرہا تھا اس طرف اسی سلسلہ میں بخار آ گیا اور دو ہفتہ قریبا بالکل فریش رہا۔ اب بفضلہٖ اچھا ہوں مگر کمزوری بہت ہوگئی ہے۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ قوت بخشے۔ (النور، شوال ۱۳۵۹ھ)

جنت میں وسوسہ محبت اور خشیت ہونے کا جواب

حال: دوسرا وسوسہ مجھے یہ ہوا کہ حضرت کے ارشاد کے مطابق جنت میں محبت کے ساتھ اہل ایمان میں خشیت بھی ہوگی تو اس کی موافقت آیۂ کریمہ ﴿لا خوف علیهم ولا هم یحزنون﴾ ﴿وغیرها من الایات الدالة علی عدم الخوف﴾ ترجمہ: ''(جنتیوں پر) نہ ہوگا نہ غم ہوگا'' اسی طرح دوسری آیات جو خوف نہ ہونا بتاتی ہیں سے کیسے ہوگی۔ اس کمتر کی کھوٹی سمجھ ہوگی۔ اس ناچیز کی فکر میں آتا ہے کہ خوف کا نہ ہونا جنت کی نعمتوں کے زائل نہ ہونے کا ہوگا اور خشیت جلال الٰہی سے ہوگی۔ (النور، ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ)

تحقیق: ماشاء اللہ صحیح سمجھے۔

وسوسہ کا علاج

حال: یہ تو عام حالت ہے اس کے علاوہ اکثر حضرت کی زیارت کا دل میں ایک ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ طبیعت چاہتی ہے کہ اسی وقت تھانہ بھون پہنچ کر حضرت کی زیارت کروں۔ اسی کے ساتھ ساتھ بعض ایسے ایسے وساوس آتے ہیں کہ زبان پر لاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ کبھی خیال آتا ہے کہ نہ معلوم اب حضرت کی زیارت نصیب ہوگی یا نہیں۔ کبھی گمان ہوتا ہے کہ میرے جیسے گنہگار اس قابل کہاں جو ایسے بزرگوں کی زیارت کریں بلکہ مجھ ایسوں کو دیکھ کر تو ان کے نورانی قلوب تکدر محسوس کرتے ہوں گے۔ کبھی خیال آتا ہے کہ حضرت اکثر علیل رہتے ہیں اور ضعف و اضمحلال اب زیادہ ہوگیا ہے۔ نہ معلوم میرے پیچھے ہی کیا ہو جائے۔ غرض اس قسم کے بیسیوں وسوسے آ آ کر پریشان کرتے ہیں۔ اور ایک بے خودی کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

کبھی تو روتے روتے ہچکیاں بندھ جاتی ہیں۔ ایک مرتبہ جب بہت ہی بے چین ہوگیا اور صبر مشکل ہوگیا تو مولوی عبدالصمد صاحب بنارسی (مجاز حضرت اقدس) کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے تسلی و تشفی چاہی۔ انہوں نے بہت کچھ تسلی فرمائی۔ دلاسے دیئے مگر اس وقت تو عارضی سکون ہوگیا پھر وہی وسوسے اور خدشے پیدا ہوکر ہوکر فکرمند بنائے ہوئے ہیں۔

تحقیق: کلیہ ہے کہ جو حالت بے اختیار ہو وہ محمود ہی ہے۔ خصوصاً غلبۂ محبت کی حالت کہ اس کے بعض حصے یا بعض آثار ناقص تو ہوسکتے ہیں مگر برے یا نقصان دہ نہیں ہوتے۔ اس سے بے فکر رہیں اور ناقص کامل کے مقابلے میں ہے۔ کامل حالت وہ ہے کہ یہ عمل پر غالب نہ ہو۔ ''کما کان علیھا الصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنھم'' (جیسے اس حالت پر صحابہ تھے) سواس کے لئے تدبیر دعا ہے کہ ہر حال میں طبع پر عقل اور دین غالب رہے۔ دستور العمل کے بعد اس پر اجماع ہے کہ ؎

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست ❁ بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

ترجمہ: ''راہِ سلوک سالک کو جو کچھ پیش آئے اس کے لئے خیر ہے اے دل! صراط مستقیم پر کوئی نہیں ہوسکتا ہے۔''

حال: چونکہ میں اس راستے کو بالکل نہیں جانتا ہوں اس لئے یہ بھی نہیں سمجھ سکتا کہ یہ حالت محمود ہے یا غیر محمود ہے۔ اگر محمود ہے تو اس کے استقرار و دوام کی دعا فرما دیجئے۔

تحقیق: اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ محمود ہے اگرچہ کسی خاص رنگ یا اثر سے ناقص ہو اس لئے بجائے ٹھہرے رہنے کے کمال کی دعا کرتا ہوں جو صحابہ کو عطا ہوا تھا۔

حال: اگر صرف قلب کی کمزوری اور بدگمانی ہو تو کوئی علاج ارشاد فرما دیجئے تا کہ اس پر عمل پیرا ہو کر اس قسم کے خطرات (خیالات) سے محفوظ رہ سکوں۔

تحقیق: کمزوری اور بدگمانی بھی ہو تو غایت مافی الباب خلاصہ یہ کہ کمی ہوگی لیکن بری یا نقصان دہ لیکن مذموم یا مضر نہیں۔ وقیل عشق است و ہزار بدگمانی۔ ترجمہ: عشق ہو تو ہزار بدگمانیاں ہوتی ہیں۔

حال: اسی طرح اس ناکارہ کے حق میں حب الٰہی اور محبوبان الٰہی کی محبت پیدا ہونے کی دعا فرما دیجئے۔

تحقیق: دل سے (دعا ہے)۔ (النور، صفر ۱۳۶۲ھ)

وساوس کا علاج

حال: بحمد اللہ حضرت والا کی دعا سے معمولات پر بدستور عمل ہے۔

تحقیق: بارک اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائیں)۔

حال: سفر نیز تبدیلی مقامات سے تقدیم و تاخیر ہو جاتی ہے وہ بھی جب بالکل مجبوری ہو جاتی ہے۔

تحقیق: ایسی تبدیلیوں سے اکابر بھی خالی نہیں اس میں بھی حکمت الٰہیہ ہے کہ اپنے ضعف و عجز کا مشاہدہ ہو جاتا

ہے۔

حال: خدا کا شکر ہے کہ ظاہری امراض میں واضح فرق ہوگیا ہے لیکن قلبی امراض کی حالت کچھ ایسی ہے کہ کمی و زیادتی کا فیصلہ بہت مشکل ہے۔ کبھی کسی مرض میں کمی ہوتی ہے اور کسی میں زیادتی۔

تحقیق: مثال (دیجئے)۔

حال: ۴۰ دن قیام تھانہ بھون کی واپسی کے بعد اسی طرح دوران قیام میں ہر حالت بہتر تھی۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد وہ حالت باقی نہیں رہی۔

تحقیق: مثال (دیجئے)۔

حال: ادھر وساوس کی زیادتی ہے۔ نیز مزاج کے خلاف کاموں پر قلب میں سخت چڑچڑا پن پیدا ہوتا ہے جس سے وساوس بڑھ جاتے ہیں۔

تحقیق: غیر اختیاری حالات پر ملامت ہی نہیں اور اختیاری سے بچنا اختیار میں ہے۔ اب کیا سوال رہا۔

حال: حضرت کا یہ ارشاد پہلے سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ طالب کے لئے محبت ضروری ہے عقیدت ضروری نہیں۔ میں حیران تھا کہ زبردستی کیسے محبت پیدا کی جاسکتی ہے۔ لیکن دو مرتبہ کی حاضری میں یہ معلوم ہوگیا کہ حضور والا خود ہی محبت پیدا کر دیتے ہیں نہ صرف محبت بلکہ عقیدت و اطاعت ہر چیز بحمد اللہ حضور کے قدموں کے نیچے حاصل ہو جاتی ہے۔

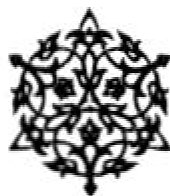
تحقیق: یہ تو مطلب پر مزید ہے ضرورت تو محبت عقلی کی ہے جو اختیاری ہے۔ اگر طبعی بھی ہو تو گویا چراغ میں ایک بتی اور چڑھ گئی۔

حال: اللہ تعالیٰ اس کو قائم رکھے میں تو ہر وقت ڈرتا رہتا ہوں اور ان کے قیام کی دعا کیا کرتا ہوں۔

تحقیق: اس راستے میں خوف ہی امن ہے۔ (النور، صفر ۶۲ ۱۳ھ)

ختم شد باب ہشتم

بعون اللہ الوہاب



نواں باب

متفرقات کے بیان میں

جائداد ملنے پر خوش ہونا یہ خوشی طبعی ہے

حَال: جائداد کے بارے میں چند باتیں پوچھنی ہیں جس وقت اس کا بیعنامہ ہوگیا تو بہت خوشی ہوئی حتیٰ کہ رفتار میں ایک قسم کا تکبر محسوس ہوتا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ خوشی (شرعی) حدود سے زائد ہے۔ اس واسطے ارادے سے اس رفتار کو بدلا اور وہاں جا کر دو نفل پڑھ کر دعا مانگی۔ ’’اللھم لا تجھد الدنیا اکبر ھمنا ولا مبلغ علمنا ولا غایۃ رغبتنا اور اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت‘‘ پھر کئی دن تک وہاں نہیں گیا۔ اس میں کیا بات اصلاح طلب ہے اور کیا اصلاح ہے۔ یہ خیال ہوا کہ اتنے کی زکوٰۃ اب نہ دینا پڑے گی۔ اس سے دل میں خوشی کا اثر محسوس ہوا۔ یہ حب مال ہے یا نہیں۔ یہ بھی ہوا کہ تقریباً ایک مہینہ کی کوشش کے بعد بیعنامہ ہوا تو دل میں جلدی تھی کہ زکوٰۃ کا وقت آنے سے پہلے بیعنامہ ہو جائے تو اچھا ہے۔ احقر زکوٰۃ کا حساب اخیر یوم ذی حجہ میں کرتا ہے۔ غور کر کے دیکھا تو یہ تو نہ تھا کہ اگر تاریخ زکوٰۃ کی آجائے اور بیعنامہ نہ ہوا ہو تو زکوٰۃ ادا کرنے میں طیب خاطر میں کچھ کمی ہو مگر کچھ جلدی ضرور تھی اور یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ تاریخ زکوٰۃ سے پہلے بیعنامہ ہو جائے یہ کیا ہے اس میں گناہ ہے یا نہیں۔ اور جیسے بیعنامہ ہوا ہے ایک قسم کا بھروسہ اس پر قلب میں ضرور محسوس ہوتا ہے اگرچہ اس پر بھی اطمینان ہے انشاء اللہ کہ اگر خدا تعالیٰ چاہیں تو اب بھی اس کا ہاتھ سے نکل جانا یا کرایہ پر نہ چلنا سب کچھ ممکن ہے۔ دراصل بندہ نے اس کو اس غرض سے خریدا ہے کہ نہ معلوم کیا اتفاق ہے اگر مجھے موت آجائے تو بال بچے کسی کے محتاج نہ ہوں۔ اور کچھ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب سے بیعنامہ ہوا ہے۔ مطب کی آمدنی کم ہوگئی۔ اس کی احقر کو پروا تو نہیں بلکہ یہ دعا مانگا کرتا ہے۔ ’’اللھم اکفنی کل مھم من حیث شئت ومن این شئت‘‘ صرف خیال یہ ہے کہ اس میں کوئی گناہ اور خرابی تو نہیں جس کا یہ اثر ہو۔

تَحقِیق: الحمد للہ اس میں نہ کوئی خرابی ہے نہ گناہ ہے۔ یہ سب مال کی محبت کے آثار تو ہیں مگر یہ محبت طبعی ہے جو کہ بری نہیں نہ کہ محبت اعتقادی یا عقلی محبت جو کہ بری ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فارس کے فتح ہونے اور

غنائم کو دیکھ کر یہی دعا کی تھی کہ اے اللہ آپ کا ارشاد ہے ﴿زین للناس حب الشھوات﴾ (الاٰیۃ) ﴿جعل المزین ھو اللّٰہ تعالٰی وھو واحد وجوہ﴾ الاٰیۃ (مزین کرنے والا اللہ تعالیٰ کو قرار دیا جو ایک وجہ ہے) جب آپ نے یہ حب پیدا کی ہے تو فطری ہوئی اس لئے ہم اس کے ازالہ کی درخواست نہیں کرتے کہ جبلیات (فطرتیں) بدلا نہیں کرتیں لیکن اس کی درخواست کرتے ہیں کہ اس محبت کو اپنی محبت میں معین فرما کہ یہ اسباب طاعت میں سے ہو جائے اور طاعت کی رکاوٹوں کے لئے (جیسے ناداری کی پریشانی وغیرہ) یہ رکاوٹ ہو جائے کہ جبلیات کا ان کے مصرف میں صرف ہونا یہی ان کی تعدیل اور اسی کا حکم ہے۔ دوسری آیت ﴿قل ان کان اباء کم وابناء کم﴾ الی قولہ تعالٰی ﴿احب الیکم من اللّٰہ ورسولہ﴾ (علق الوعید بالاحبیۃ لا بالحب) (وعید کو محبت کرنے پر معلق کیا نہ کہ محبت ہونے پر) لیکن اس حب طبعی کے آثار بعض اوقات بعض برائیوں کی طرف لے جانے والے ہو جاتے ہیں اس لئے اس کا وہی تدارک ہے جو آپ نے کرلیا ہے "فھنیا لکم العلم والحمد" (آپ کو علم و عمل مبارک ہو) واللہ اعلم۔ (النور، محرم ۱۳۵۱ھ)

امور دنیا میں تلون (غیر مستقل مزاجی) کا علاج

حَالؒ: حضرت والا! مجھ میں امور دنیا میں بھی تلون ہے لیکن احقر اپنی ناقص سمجھ میں اس کو اپنی ذات کے اعتبار سے تو نقصان دہ خیال نہیں کرتا اگر احقر کا یہ خیال صحیح ہے تو صحیح ورنہ مطلع فرمایا جائے تا کہ اس کی اصلاح کی بھی فکر کرے لیکن بظاہر یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ امور دنیا کا تلون پھر امور دینی کی طرف نہ لے جائے کیا احقر کا یہ خیال صحیح ہے۔

تحقیقؒ: مثالیں لکھو۔

اس کے بعد ذیل کا خط آیا

حَالؒ: والا نامہ حضرت والا کا صادر ہوا۔ آنجناب نے فرمایا ہے کہ امور دنیا کے تلون کی مثالیں لکھو چنانچہ احقر اس کی مثالیں عرض کرتا ہے۔

(اول): کسی کتاب کے مطالعہ کا کوئی وقت مقرر نہیں آج اس وقت ایک کتاب کا مطالعہ دیکھا تو دوسرے دن اس وقت دوسری کتاب کا مطالعہ دیکھوں گا۔

(دوم): احقر نے سوچا تھا کہ عصر کے بعد جنگل جایا کرے گا مگر کبھی تو مدرسہ ہی میں رہتا ہے اور کبھی بازار چلا جاتا ہے غرض ہمیشگی سے جنگل نہیں جاتا جیسا کہ ارادہ تھا۔

(سوم): ارادہ کیا تھا کہ اپنی چیزوں کو آٹھویں روز صاف کرلیا کروں گا۔ مثلاً لالٹین ہے اور کتابیں وغیرہ مگر کچھ ٹھیک نہیں کبھی تو آٹھویں، ہی روز اور کبھی اس سے زیادہ مدت میں اور کبھی دوسرے تیسرے دن۔ احقر کے ذہن میں اس وقت یہ تین مثالیں تھیں نمونہ کے لئے حسب ارشاد عالی عرض کردی ہیں۔ اب جیسا حضرت والا کا ارشاد عالی ہو عمل کرے۔

تحقیق: یہ نہ اپنی ذات کے اعتبار سے نقصان دہ ہے نہ دوسرے تلون کی طرف لے جانے والا ہے انشاء اللہ تعالیٰ "للفارق بینھما" (دونوں میں فرق کی وجہ سے) بلکہ کبھی ایسے امور میں انتظام کا اہتمام دنیاوی کاموں میں اہتمام کی کمی کی طرف لے جانے والا ہو جاتا ہے۔ ہاں جن دنیاوی کاموں کا تعلق دوسروں سے ان میں تلون ان کی اذیت کا سبب ہو جاتا ہے۔ ان کی اذیت کا ان میں انتظام کا اہتمام رکھنا ضروری ہے اور درحقیقت ایسے امور امور دینیہ ہی ہیں۔ باقی امور دینیہ کے لئے خود مستقل اہتمام کی ضرورت ہے ہی۔ (النور، صفر ۱۳۵۱ھ)

تنگی رزق کے لئے عوام کو وظیفہ جائز ہے

حال: چونکہ امداد المشتاق کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ مالی حالت کی تنگی کے لئے صبح کے فرض اور سنتوں کے درمیان فاتحہ شریف اپنے اکابر اس معمول کو اپنے لوگوں کو ارشاد فرماتے ہیں۔ بعض مواعظ سے معلوم ہوتا ہے۔ دنیا کے حصول کے لئے وظائف پڑھنا پسند نہیں فرماتے ہیں۔ کیا یہ پڑھنا خلوص اور رضا کے خلاف تو نہیں ہے۔

تحقیق: رضا ہر شخص کی جدا جدا ہے عوام کی رضا کا جو درجہ ہے یہ اس کے خلاف نہیں۔ (النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ)

جسم قلب کے لئے ایک طرح کا جیل خانہ ہے

حال: آج کل ذوقاً یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ جسم قلب و روح کے لئے جیل خانہ ہے کہ اس کے تعلقات قلب و روح کو وہاں پہنچنے سے روکتے ہیں جہاں وہ پہنچنا چاہتے ہیں۔

تحقیق: ہاں ایک طرح کا ہے ورنہ ایک طرح سے یہی وہاں تک لے جانا والا بھی ہے۔ عبادات جسمانیہ خود روح کی ترقی کے لئے شرط ہیں اور وہ جسمی تعلق پر موقوف ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر جسم کی مان کر چلیں تو اس کا رکاوٹ ہونا صحیح ہے اور اگر وہ روح کی مان کر چلے تو وہ مقصود تک پہنچنے میں مددگار ہے۔ (النور، محرم ۱۳۵۲ھ)

لوگوں سے تکلیف پہنچنے پر چین نہ آنا گناہ نہیں

حال: خاکسار کو ایک مرض ہے کہ اگر کوئی شخص مجھے کسی قسم کی تکلیف و نقصان پہنچائے جب تک اس سے انتقام نہ لوں تو چین نہیں آتا۔

تحقیق: چین نہ آنا گناہ نہیں صرف تکلیف ہے جس کو برداشت کرنا مجاہدہ ہے اور اجر کا سبب ہے تو چین نہ آنا نقصان دہ نہ ہوا بلکہ مفید ہوا باقی تکلیف کا علاج یہ معلم دین کا منصب نہیں لیکن بطور شفقت وہ لکھے دیتا ہوں کہ چند روز برداشت کرنے سے یہی عادت ہو جائے گی پھر اتنی تکلیف نہ ہوگی۔ (النور، صفر ۱۳۵۲ھ)

احباب واقارب سے تعلقات نہ ہونے کو خلاف سنت سمجھنا سنت نہیں ہے

حال: ایک صاحب نے لکھا تھا کہ احباب واقارب سے تعلقات ومحبت جیسے پہلے تھے اب نہیں۔ اس پر افسوس ظاہر کیا۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ حالت سنت کے خلاف معلوم ہوتی ہے یہاں سے یہ جواب دیا گیا۔

تحقیق: سب حالت ٹھیک ہے۔ یہ سنت خود مقصود نہیں مقصود تو حقوق کو ادا کرنا ہے وہ حاصل ہے۔ بعض طبعیتیں ایسی ہیں کہ (اگر وہ) اس سنت کا اہتمام کریں تو ان سے فرض ہی فوت ہو جائے یعنی اللہ تعالیٰ کا تعلق اس لئے ان کے حق میں یہی انفع واصلح (زیادہ مفید وبہتر) ہے جو پیش آ رہا ہے۔ (النور، صفر ۱۳۵۲ھ)

شاعری ترک کرنے کے متعلق ہدایات

حال: الحمد للہ حضرت کی توجہ ودعا کی برکت سے بدنگاہی کا مرض تو گویا عملاً بالکل ختم ہوگیا اگرچہ دل میں اب تک میلان موجود ہے۔ دعائے استقامت کی سخت ضرورت ہے جس کی نہایت عاجزی کے ساتھ التجا ہے۔ میلان کا بھی نہ رہنا اگرچہ مقصود نہیں لیکن اگر حق تعالیٰ اپنی محبت کو قلب میں غالب فرمادیں تو دسری طرف میلان بھی نہ ہو۔ اگر ہو بھی تو کم از کم پریشان کرنے والا تو نہ رہے۔

پچھلے خط میں عرض کیا تھا کہ اب شاعری بھی اسی طرح چھوڑوا دیجئے تو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ دو بوجھ نہیں اٹھتے ابھی تھوڑا ٹھہریئے۔ اگر اب وقت آ گیا ہو تو اس کا بھی خاتمہ کرا دیجئے۔ میرے اندر طبعی فطری جوش ہے وہی میلان حسن صورت وحسن صورت کا سبب ہے۔ جہاں گنگنانا شروع کیا۔ بس ایک جوش قلب میں پیدا ہو کر نفسانی ابھار پیدا ہو جاتا ہے اور بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور اس میں نفسانی شہوات کو بھی ابھار ہوتا ہے اگرچہ سننے والوں کو غالباً اچھے اشعار سے فائدہ پہنچتا ہے۔ مگر مجھے نقصان ہوتا ہے۔ لہٰذا میں اپنے لئے اس شغل کو بالکل حرام سمجھتا ہوں۔ جب اشعار کا مشغلہ ہوتا ہے تو ورد وظیفے سب چھوٹ جاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کیا نقصان ہوگا میں اس شغل کو چھوڑ دوں تو غالباً معمولات کی پابندی بھی آسان ہو جائے اور تعریف سے نفس خوش بھی ہوتا ہے یہ صاف جاہ طلبی ہے۔ میرا خیال قریب بہ یقین ہے کہ اگر زبان کی حفاظت ہو جائے تو میری بہت کچھ اصلاح ہو جائے۔

بس سب سے زیادہ دو چیزیں میرے لئے بہت ہی نقصان پہنچانے والی ہیں۔ آنکھ اور زبان۔ فضول باتوں کے علاوہ دوسرے زبانی گناہ بھی ہوتے رہتے ہیں مثلاً غیبت اگرچہ کم موقع ہوتا ہے لیکن ہوتا ہے اور غصہ بہت ہے۔ کسی کو نصیحت کرنے میں یا کسی سے بحث میں سہولت سے گفتگو مجھ سے ہوتی ہی نہیں اور طعن آمیز ہوتی ہے جس سے دوسروں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ غرض زبان کی حفاظت کی میں بہت ہی زیادہ ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔ للہ! اس امر میں میری اعانت فرمائیں اور کوئی موثر تدبیر ارشاد فرمائیں۔ شاعری چھوڑنا مشکل معلوم ہو رہا ہے۔ کیونکہ دل چسپی بھی ہے اور لوگوں کا اصرار بھی بہت ہوتا ہے اور اکثر ان کی خاطر شروع کرتا ہوں۔ پھر خود اتنی مشغولیت ہوتی ہے کہ بہت زیادتی ہوجاتی ہے۔ اگر بالکل شعر گنگنانا چھوڑ دوں تو طبیعت بالکل کند (مست) رہے لیکن بلا سے اس کی مجھے پرواہ نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کو کر بھی سکوں گا۔ دیندار حضرات بھی اپنے نفع کے لئے اس کی بہت فرمائشیں کیا کرتے ہیں اور بڑی دل چسپی سے سنتے ہیں۔

بعض ملنے والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے آنے پر اس کے علاوہ کہ اشعار سنائے جائیں کوئی اور گفتگو ہی نہیں سمجھ میں آتی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آیا اس کو بالکل بند کردوں۔ کہنا اور سنانا بلکہ خود گنگنانا بھی یا کچھ حدود ہوں۔ حدود کے اندر رہنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے اور بالکل بند کردینا بھی مشکل نظر آرہا ہے۔ اگرچہ دل میں مصلحت یہی سمجھتا ہوں کہ بالکل چھوڑ دینے پر اللہ تعالیٰ بطفیل حضرت قادر فرمائیں۔ ''وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ'' اور اپنے ذکر وفکر سے پوری دلچسپی عطا فرمائے۔

اس کی وجہ سے دنیاوی کام بھی پڑے رہتے ہیں۔ سرکاری کام چوپٹ پڑا رہتا ہے۔ غرض دین اور دنیا دونوں کی خرابی ہے۔ اگر یہ چھوٹ گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ معمولات کی پابندی نصیب ہو جائے گی۔ شاعری کے بجائے اگر حضرت کے مواعظ سنانے لگا کروں تو کیسا۔ اگر کسی کو دلچسپی نہ ہوگی آنا ہی چھوڑ دے گا اور یہ اور بھی اچھا۔ غرض جو حضرت ارشاد فرمائیں گے اور دعا وتوجہ سے مدد فرمائیں گے میرے لئے انشاء اللہ تعالیٰ اکسیر (موثر) ثابت ہوگا۔ اگرچہ یہ مرض آنکھ کے مرض سے بھی اس وقت سخت نظر آرہا ہے لیکن

ع با کریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ: ''کریموں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔''

اس وقت اس مصرعہ ہی کو گا کر پڑھنے سے ہیجان پیدا ہوگیا۔ گو شروع میں یہ ہیجان باطنی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ لیکن پڑھنے کے بعد نفسانی ہیجان سے مبدل ہو جاتا ہے۔

تحقیق: الحمد للہ اب اس کا بھی وقت آگیا مجھ کو اتنی تفصیل سے نقصان کا علم نہ تھا۔ حقیقت میں میں نے اس

میں تسامح (یعنی غلط) کیا اور جو کچھ کہا سرسری طور پر کہا۔ اب علم ہوا تو قابل اہتمام معلوم ہوا۔ اس میں بھی ویسے ہی القاء کا منتظر تھا اس لئے جواب میں کچھ دیر ہوئی اب جو کچھ لکھ رہا ہوں بصیرت سے لکھ رہا ہوں۔

شاعری کے دو درجے ہیں ایک تصنیف یعنی شعر گوئی (شعر کہنا) دوسرا درجہ نقل یعنی شعر خوانی (شعر پڑھنا) شعر گوئی تو چند روز کے لئے بالکل ہی چھوڑ دی جائے اس چند روز کی کوئی مدت معین نہیں۔ اس کی مختصر حد یہی ہے کہ اگر کبھی بہت ہی تقاضا ہو مجھ کو اطلاع کر کے مشورہ کر لیا جائے۔ اگر کسی خاص حدود و قیود سے اجازت مصلحت ہوگی تنگی نہ کی جائے گی اور خلاف مصلحت میں گنجائش نہ کیا جائے گا یہ تو شعر گوئی کے بارے میں ہوا ہاں اس وقت اگر کوئی غزل وغیرہ ناتمام ہو اس کو تمام کر لیا جائے۔

اب رہی شعر خوانی بطور مشغلہ کے اپنے مزے کے لئے تو بلا ضرورت تو اس سے بھی دوری ہی مناسب ہے۔ اگر کوئی ذی اثر اصرار کرے کہ جواب دینے سے طبیعت پر بوجھ ہو اس کے لئے ایک دستور العمل ٹھہرا لیا جائے وہ یہ کہ

❶ ایک دن میں آدھے گھنٹہ سے ایک گھنٹہ تک وقت دیا جائے۔ گھڑی پاس رکھ کر بیٹھا جائے اور صاحب فرمائش سے پہلے ہی کہہ دیا جائے کہ میرے مشیر نے میرے لئے یہ تجویز کیا ہے اگر منظور ہو تو اس قید کے ساتھ حاضر ہوں۔ پھر اس میں اپنی سہولت و مصلحت دیکھ کر اختیار ہے خواہ وہ گھنٹہ کوئی خاص ہو مثلاً فلاں وقت سے فلاں وقت تک۔ خواہ جس روز جب موقع اور ضرورت ہو۔ اگر دوسرے وقت کوئی فرمائش کرے عذر کر دیا جائے کہ کل کو وقت دے سکتا ہوں ایک روز میں دوبار کی اجازت نہیں ہے۔

❷ اس گھنٹہ میں سے دس منٹ اور اگر آدھا گھنٹہ ہو تو اس میں سے پانچ منٹ بچا کر کوئی وعظ ضرور پڑھ دیا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے ہی سے اس کی شرط بھی لگا لی جائے۔

❸ اس جلسہ کو لازمی طور پر دعا پر ختم کیا جائے کہ اس میں نفسانی شبہ اور کدورت ہوں اے اللہ ان کو معاف فرما۔

❹ جتنی دیر یہ مشغولی رہے اندازہ سے اتنی ہی دیر استغفار کا شغل رکھا جائے۔ اس کے لئے ایک جگہ بیٹھنے کی ضرورت نہیں نہ شمار کی ضرورت، متفرق اوقات میں اتنا وقت اندازے سے پورا کر دیا جائے۔

فی الحال یہ معمول ۱۳۵۲ھ کے ختم تک کے لئے ہے۔ رمضان میں نصف گھنٹہ سے زیادہ نہ دیا جائے۔ آخر شوال یا ابتدائے ذیقعدہ میں پھر مشورہ کر لیا جائے اور دوسرے زبانی گناہوں کو جو لکھا ہے کہ جس سے دوسروں کی دل آزاری ہوتی ہے تو اس کا علاج فی الحال یہ کافی ہے کہ ایسا ہو جانے کے بعد مخاطب کو خوش کر دیا جائے بڑے

سے معذرت کر کے اور چھوٹے کو کوئی احسان کر کے۔ (النور، جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ)

مبتدی کو کتاب دیکھ کر بیان کرنا چاہئے

حَال: گذشتہ خط میں میں نے مغرب کے بیان کے بارے میں پوچھا تھا کہ روزانہ تقریباً ۲۰ منٹ مغرب سے کچھ مسئلے وغیرہ بیان کیا کرتا ہوں۔ حضرت اجازت دیں تو یہ سلسلہ جاری رکھوں ورنہ بند کر دوں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جاری رکھو مگر جو بیان کرو بیان کے وقت کتاب دیکھ کر بیان کرو۔ اس نسخہ کی مجھے بڑی قدر ہوئی واقعی اکسیر (تیز اثر کرنے والا نسخہ) ہے۔ اس میں بڑے فائدے نظر آئے۔ بلاشبہ حضرت جیسے حکیم کا کام ہے ایسا نسخہ تجویز کرنا۔ برابر اس پر عمل کر رہا ہوں۔ حضرت ہمیشگی کے لئے دعا فرمائیں۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں۔ (النور، شعبان ۱۳۵۳ھ)

خلاف شرع میں مروت نہیں

حَال: مروت مجھ کو بہت ہے جس سے کبھی خلاف شرع کام بھی ہو جاتے ہیں۔ صرف اس خیال سے کہ دوسرے کا دل نہ دکھے انکار اتنا مشکل لگتا ہے کہ پسینہ آجاتا ہے۔

تحقیق: مشکل ہونے سے غیر اختیاری ہونا لازم نہیں آتا۔ جہاں مروت کرنا خلاف شرع نہ ہو اس مروت پر عمل جائز ہے اور جہاں خلاف شرع ہو وہاں جائز نہیں اگرچہ مشکل اور تکلیف ہو۔ اس تکلیف کو برداشت کرو اس کے سوا کوئی علاج نہیں۔ (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ)

قطع تعلق نہیں کرنا چاہئے

حَال: جی چاہتا ہے کہ گاؤں کو بیچ کر کاشتکاری دوسروں کے سپرد کر کے اور قطع تعلق کر کے اپنے اوقات کو عمل کے لئے مقصود کروں۔

تحقیق: کیا گاؤں اور زمین اور کاشت وغیرہ عمل میں رکاوٹ ہیں۔

حَال: والدہ صاحبہ مخالف ہیں لیکن جناب شیخ سعدی رَحِمَهُ اللهُ تَعَالیٰ کے قول ''تعلق حجاب است'' (غیر کا تعلق حق کے تعلق کے لئے پردہ ہے) کو اختیار کروں۔ اور والدہ صاحبہ کی رائے کے خلاف کروں۔

تحقیق: پھر اس آیت کے کیا معنی ہیں۔ ﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ﴾ (سورہ رعد: آیت ۳۸) (کہ ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کو بھیجا اور ان کو بیبیاں اور اولاد دی) خلاصہ یہ

ہے کہ کیا اس سے ہر تعلق اور ہر حالت میں مراد ہے جو کام کرو سمجھ کر کرو۔ (النور، ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ)

اپنے محسن بھائیوں سے نہ ملنا بے مروتی ہے

حَال: (ایک اجازت یافتہ کی طرف سے)

میرے دو بڑے بھائی ہیں انہوں نے مجھے اولاد کی طرح پالا ہے۔ سفر سے طبیعت کے اکتانے کی وجہ سے ان سے بہت کم ملتا ہوں جس کے وہ شاکی ہیں۔ یہ بے مروتی تو نہیں ہے؟

تحقیق: بے مروتی تو ہے جبکہ ملاقات سے کوئی شرعی رکاوٹ نہیں۔ (النور، محرم ۱۳۵۴ھ)

میونسپلٹی کی ممبری کو قبول کرنا جب تک نسبت مع الخالق نہ ہو اچھا نہیں

حَال: (ایک اجازت یافتہ کی طرف سے)

مجھ کو میری خواہش کے بغیر میونسپلٹی کا ممبر تجویز کر دیا ہے، مجھ کو سخت وحشت ہے۔ حکام ضد کر رہے ہیں آخر میں طے ہوا کہ اپنے پیر و مرشد سے پوچھ لو، ثواب کا کام ہے۔ لہٰذا حضرت اقدس تحریر فرمائیں تاکہ جان چھوٹے۔

تحقیق: جب تک اللہ تعالیٰ کے ساتھ نسبت مضبوط نہیں ہو جاتی اس وقت تک دنیاوی تعلقات ضرورت کے بغیر سارے کے سارے نقصان ہی ہیں اور جو فائدہ مخلوق کے حق کے ادا کرنے کا سوچا جاتا ہے وہ مخلوق کا واجب حق بھی جب ہی ادا ہوتا ہے جب خالق کے ساتھ نسبت مضبوط ہو جائے۔ ورنہ نہ خالق کا حق ادا ہوتا ہے نہ مخلوق کا حق ادا ہوتا ہے۔ یہ تجربہ ہے اور ایک کا نہیں بلکہ ہزاروں اہل بصیرت کا ہے کہ ہم سے اور آپ سے زیادہ اہل تمکین نے ایسے تعلقات کو چھوڑ دیا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ حضرت شاہ شجاع کرمانی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کے واقعات معلوم ہیں اور حضرات خلفائے راشدین رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمْ پر اپنے کو قیاس نہ کیا جائے۔

ع کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

ترجمہ: ''پاک لوگوں کے کاموں پر خود کو قیاس نہ کرو۔'' (النور، محرم ۱۳۵۴ھ)

دنیاوی نقصان پر طبیعت کا بے قرار رہنا گناہ نہیں

پہلا خط

حَال: اگر کوئی دنیاوی نقصان ہو جاتا ہے تو اس پر طبیعت بے قرار رہنے لگتی ہے اور میرا دل یوں چاہتا ہے کہ اگر

دنیاوی فائدہ ہوتو خوشی نہ ہواور اگر نقصان ہوتو غم نہ ہو۔ یہ ایک مرض ہے جو مدت سے احقر میں موجود ہے۔
تحقیق: مرض باطنی گناہ باطنی کو کہتے ہیں۔ کیا یہ حالت گناہ ہے؟

دوسرا خط

حال: عرض یہ ہے کہ طبیعت کا دنیاوی فائدہ پر خوشی اور نقصان پر غمگین ہونا ارادہ کے بغیر گناہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ رحیم ہیں نے اپنے بندوں کو جو وہ نہ کر سکیں اس کا حکم نہیں فرمایا۔ الحمد للہ صرف احسان الٰہی ہے میں نے جو اس کو مرض قرار دیا تھا اس لئے کہ حقیقت مرض معلوم نہ تھی۔ حضرت! یہ بات کبھی معلوم نہ ہوتی جو آپ نے احقر کے لئے تحریر فرمائی ہے۔ الحمد للہ آپ کی ایک ایک بات کا حق قیامت تک بھی ادا نہیں کر سکتا اور دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ دین میں سمجھ عطا فرمائیں۔
تحقیق: آمین (زبانی حاضرین مجلس سے فرمایا کہ دیکھئے اگر میں ایسا جواب نہ دیتا جس کو سختی کا جواب سمجھا جاتا ہے تو کیا یہ حقیقت ایسی آسانی کے ساتھ سمجھ میں آجاتی جن کے یہاں عرفی خوش اخلاقی ہے ان کے یہاں بھی کسی کی ایسی اصلاح ہوتی ہے وہاں اصلاح کرنا مقصود ہی نہیں ہوتا یہ غرض ہوتی ہے کہ ہمارا معتقد بنا رہے۔ ایسے لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم سختی کے ساتھ اصلاح کریں گے تو ہم سے سب لوگ بداعتقاد ہو جائیں گے اور ہم اکیلے رہ جائیں گے ۱۲)۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

معانی ایسے ہی ہوتے ہیں جن کا پتہ نہیں لگتا

حال: (ایک اجازت یافتہ کی طرف)
اگر کیفیات حاصل ہوں تو نور علی نور ورنہ مقصود تو حاصل ہے۔ مگر حضرت صورت ہی صورت ہے معنی کا کہیں پتہ نہیں ہے۔
تحقیق: معانی تو ایسے ہی ہوتے ہیں جن کا پتہ نہیں لگتا اور جن کو معانی سمجھا جاتا ہے یعنی کیفیات وہ صورت ہے اسی لئے وہ صورت کی طرح نظر آتی ہیں۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

اصلاح تو حق کی ناپسندیدہ کی ہوتی ہے

حال: جتنا قلب و دماغ کی نگرانی و حفاظت جلوت (لوگوں) میں ہو جاتی ہے اور نہ کسی قسم کی پریشانی ہوتی ہے اس درجہ خلوت (تنہائی) میں اطمینان معلوم نہیں ہوتا۔ یہ الٹ معاملہ کیوں ہے اصلاح کی درخواست ہے۔

تحقیق: اصلاح تو حق کی ناپسندیدہ چیز کی ہوتی ہے اس میں ناپسندیدگی کیا ہے؟ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

رشتہ داروں کی شکایت کی پروانہ ہونے سے ڈرنا یہ ایمان کی علامت ہے

ایک مجاز کا پہلا خط

حال: احقر کے قلب سے غیروں کے رنج اور محبت اور تعریف اور شکایت کا اثر تو اٹھ چکا ہے ان کا رنج اور محبت اور تعریف اور شکایت برابر ہے باقی جو اپنے متعلقین ہیں اگر وہ بندہ پر اظہار غصہ کریں تو رنج ہوتا ہے اور اگر محبت کریں یا مدح کریں تو طبیعت خوش ہوتی ہے۔ لہٰذا جی یہ چاہتا ہے کہ جس طرح غیروں کی رنج اور محبت اور تعریف اور شکایت کی پروانہیں اسی طرح متعلقین سے بھی ان کی رنج اور محبت اور مدح اور شکایت کا اثر نہ ہو۔ عنایت فرما کر اس کا علاج تحریر فرمائیں۔

تحقیق: "ام للانسان ما تمنی" (کیا جس کی انسان آرزو کرتا ہے وہ اسے ضرور ملتی ہے) کیا ہر جی چاہی چیز کی تحصیل واجب ہے جو اس کا علاج پوچھا جاتا ہے۔

دوسرا خط

حال: حضور نے جو ارشاد فرمایا ہے کیا ہر جی چاہی ہوئی چیز کو حاصل کرنا واجب ہے۔ جو اس کا علاج پوچھا جاتا ہے۔ بلاشک ہر جی چاہی چیز کو حاصل کرنا واجب نہیں ہے مگر یہ ڈر لگتا ہے کہ اس چاہت کا (یعنی اوروں کی شکایت سے رنج نہ ہونا اور اپنوں کی شکایت سے رنج ہونا) سبب کوئی باطنی برائی نہ ہو اللہ تعالیٰ کے غصہ کا سبب ہو ورنہ جاہ پرستی ہے۔

تحقیق: یہ ڈر ایمان کی علامت ہے مگر اس ڈر میں غلونہیں ہونا چاہئے جو احتمالات دلیل کے بغیر پیدا ہوں وہ توجہ کے قابل نہیں ہیں اگر زیادہ ڈر لگے حق تعالیٰ سے حفاظت کی دعا کی جائے خاص تدبیر کی ضرورت نہیں ہے۔

(النور، ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

جب خط لکھنے بیٹھتا ہوں تو سمجھ میں نہیں آتا تو علاج یہ ہے کہ سب برائیاں کاغذ پر لکھ لو

حال: عرض یہ ہے کہ مجھ میں ایک بڑا مرض یہ ہے کہ جب میں حضرت والا کو خط لکھنا چاہتا ہوں تو میری سمجھ میں

یہ نہیں آتا کہ کیا لکھوں۔ جب اپنی برائیوں پر نظر کرتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ حضرت والا کو لکھوں تا کہ اصلاح ہو تو اس وقت اس خیال میں پڑ جاتا ہوں کہ پہلے کس برائی کو لکھوں۔ اکثر اس میں خط لکھنا رہ جاتا ہے اور جب ایک برائی تجویز کر لیتا ہوں کہ اس کو لکھو تو یہ خیال آتا ہے کہ یہ تو خود بھی ذرا سی ہمت سے چھوڑی جا سکتی ہے۔ پہلے خود ہی چھوڑنے کی کوشش کر لی جائے۔ اگر کامیابی نہ ہو تو حضرت والا کو لکھا جائے۔

ان ہی خیالات میں الجھ کر خط لکھنا رہ جاتا ہے اور برائیاں ویسی کی ویسی ہی موجود رہتی ہے۔ بندہ کئی بار کوشش کرتا ہے لیکن کامیابی نہیں ہوتی۔ جتنا بھی پکا ارادہ کرتا ہے اتنا ہی جلدی ٹوٹتا ہے اس لئے بندہ اس پریشانی میں مبتلا ہے کہ میری اصلاح کیسے ہوگی۔ جب کسی امر پر ہمیشگی ہی نصیب نہیں ہوتی۔ اب عرض یہ ہے کہ اس مرض کے واسطے ازراہ کرم علاج تجویز ہو اور دعا بھی ہو کہ بندہ کو تمام رذائل سے نجات حاصل ہو جائے۔

تحقیق: علاج یہ ہے کہ ایک کاغذ پر اپنی سب برائیاں لکھ لو اور جو یاد آتی رہیں اس میں لکھتے رہو اور ان کا علاج بھی کرتے رہو اور علاج سے جو بالکل ختم ہو جائیں ان کا نام کاٹ دو۔ جو رہ جائیں پوری یا ادھوری ان کو لکھا رہنے دو پھر جب خط لکھنے بیٹھو ان برائیوں کی تعیین کے لئے قرعہ ڈال لو جس کا نام نکل آئے خط میں وہی لکھ دو۔ اگر اس کا کچھ علاج کیا ہو اس کی بھی اطلاع کر دو۔ بس اس طرح خط لکھتے وقت پریشانی نہ ہوگی۔ باقی دعا کرتا ہوں۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ)

لباس اچھا پہننا تذلل (حقیر سمجھے جانے) سے بچنے کے لئے مضائقہ نہیں

حال: اس وقت علاج کبر کا جاری ہے میں سرکاری عہدہ پر ہوں تنخواہ ۳۷۰ روپیہ ہے۔ ہر وقت کبر سے محفوظ رہنے کی غرض سے لباس معمولی پہنتا ہوں لیکن جب دورہ پر جاتا ہوں یا حکام سے ملنا ہوتا ہے تو لباس فاخرانہ پہننے کو جی چاہتا ہے اس وقت معمولی لباس نہیں پہنتا۔ فاخرانہ لباس سے مطلب یہ ہے کہ قیمتی کپڑا ہو اچکن پائجامہ ایک ہی رنگ کا ہو۔ ٹوپی بھی ترکی ہو۔ پیر میں موزہ بھی ہو۔ غرض یہ ہے کہ یہ ظاہر ہو کہ لوگ یہ سمجھیں کہ ایک حیثیت والا ہے۔ لیکن اتنا خیال رکھتا ہوں کہ غیر مشروع لباس نہ ہو لیکن نیت میری یہ نہیں ہے کہ لوگ میری تعظیم کریں اور سلام کریں بلکہ دل کی خواہش اتنی ہے کہ مجھے ذلیل نہ سمجھیں اور حکام حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں۔ آج کل یہی دیکھا جاتا ہے کہ ظاہر داری کے بغیر لوگ ذلیل سمجھتے ہیں۔ مجھے اس کا خوف ہے کہ میری یہ حالت کہیں کبر کی وجہ سے نہ ہو۔ حضور کا جیسا ارشاد ہوگا اس پر عمل درآمد ہوگا۔

تحقیق: ان مذکورہ حالتوں کے علاوہ دوسرے اوقات میں اگر یہ تکلف کا لباس نہ پہنا جائے تو تذلل سے بچنے

کی مصلحت سے مضائقہ نہیں۔ (النور، رجب ۱۳۵۶ھ)

چھٹی کی تنخواہ میں اگر تردد ہوتو ذوق سے ترجیح ہوتی ہے

حال: خدمت عالی میں یہ عرض ہے کہ وہ جو ایک ماہ ہمشیرہ کی تیمار داری میں تعلیمی کام انجام نہیں دیا اس کی تنخواہ ۲۵ روپیہ تحصیلدار صاحب نے بھیجی تھی اور احقر قاعدہ سے مستحق بھی تھا مگر حضرت لیتے ہوئے حجاب آتا تھا اندر سے جی رکتا تھا آنکھ جھکتی تھی۔ یہ بھی خیال ہوتا تھا کہ انہوں نے خود بھیجی ہے نعمت حق ہے لے لو کہیں ناشکرا بندہ نہ ٹھہروں۔ مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی خیال ہوتا تھا کہ بعض لوگ مروۃً ایسا کرتے ہیں نیز یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ ملا لوگ دوسروں کے تو نفع نقصان کا خیال نہیں کرتے اور ہم کوئی ایسی بات کر بیٹھیں تو ناگوار ہوگی مثلاً تنخواہ نہ دیتے تو ناگوار ہوتا۔ اور دی تو چپکے سے رکھ لی۔ اگرچہ ان کا یہ خیال نہ ہو۔ غرض کہ جی نے گوارا نہ کیا۔ اس وقت بس نہ لینے کو ہی دل نے گوارا کیا۔ احقر نے وہ تنخواہ واپس کر دی انہوں نے لے لی۔ حضور والا سے پوچھنا ہے کہ یہ خیالات اور یہ عمل نامناسب تو نہ ہوا۔ حضور کے ارشادات وتنبیہات کا بندہ ناکارہ سخت ترین محتاج ہے۔

تحقیق: ایسے امور میں ذوق سے ایک حصہ کو ترجیح ہوتی ہے اور وہ ذوق بھی مختلف اوقات میں مختلف ہوسکتا ہے۔ آپ نے ذوق حاضر پر عمل کیا اس وقت وہی مناسب تھا۔ (النور، ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ)

حضرت کسی وارد کے خط کا انتظار نہیں کرتے

حال: یہ احقر اس دفعہ بہت دیر کے بعد حاضر خدمت ہو رہا ہے جس کی وجہ مکروہات دنیا اور اس کے تعلقات کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس درمیان میں کئی مرتبہ ارادہ ہوا کہ خط ادب پیش کروں یا خود ہی حاضر ہوں مگر مسلسل حالات ورکاوٹوں نے اس عزم پر عمل کرنے نہ دیا۔ کچھ عرصہ تک مکان کی تعمیر میں مصروف رہا پھر ایک قریبی عزیزہ گاڑی الٹ جانے کی وجہ سے بہت زخمی ہوئیں حتیٰ کہ کلائی کی دونوں ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ میرے یہاں وہ مقیم تھیں ان کی تدبیر وتیمارداری میں پریشان رہا۔

تحقیق: اگر میں احباب کے خط کا منتظر بھی ہوتا تب بھی یہ عذر انتظار کے کافی جواب تھے مگر الحمدللہ مجھ کو اتنا احساس ہی نہیں کہ کسی محبوب سے محبوب کے خط کا بھی انتظار کروں جس کی وجہ محبت کی کمی نہیں بلکہ انتظار کی تکلیف سے خود بچنا اور انتظار کی تکلیف کے ظلم سے دوسروں کو بچانا ہے۔

حال: مگر ان سب کے باوجود قلب حضرت والا کے تصور وتخیل سے کبھی غافل نہیں رہا۔ الحمدللہ کہ پہلے سے زیادہ حضرت کا تعلق اپنے قلب میں پاتا ہوں۔

تحقیق:

ع ادائے حق محبت عنایتے است زدوست

ترجمہ: ''محبت کے حق کا ادا کرنا دوست کی طرف سے مہربانی ہے۔''

حال: یہ گذارش قریب ہونے کی غرض سے نہیں اگرچہ دل قریب ہونے کی تمنا سے خالی نہیں ہے کیونکہ اللہ والوں کے قریب ہونا دونوں جہاں کی نجات کا سبب ہے مگر یہ گذارش اپنی غرض کی وجہ سے ہے۔

تحقیق: پس میں ایسے ہی خلوص کا طالب ہوں۔

حال: اس درمیان میں کئی مرتبہ حضرت والا کی زیارت خواب میں ہوئی۔

تحقیق: میں اس پر مسرور ہوں کہ یہ آپ کی توجہ کی علامت ہے۔

حال: اور اپنی اس کوتاہی پر کہ نہ حاضری کا عزم مکمل ہوسکا نہ خط ہی پیش کرسکا ایک ندامت یہی مستقل رکاوٹ رہی بالآخر ''الدکا دك بالاسحار هیجتنی'' بصد ندامت اس طویل غیر حاضری کی معافی پیش کرتے ہوئے حاضری کی جرات کررہا ہوں۔

تحقیق: ندامت فطرت کی سلامتی کی دلیل ہے۔ لیکن مجھ کو اتنا بار بھی گوارا نہیں۔ لہٰذا اس کو بھی بے تکلفی کے ساتھ ملا دیجئے وہ بے تکلفی یہ ہے کہ حاضری کو مسلسل کردیجئے۔

حال: خانقاہ حاضر ہونے کو بے حد دل چاہ رہا ہے۔ ایک مرتبہ ارادہ بھی کیا مگر چونکہ والدہ صاحبہ محترمہ بھی حاضری کا ارادہ کررہی ہیں سردی زیادہ ہونے کی وجہ سے غور کررہی ہیں کہ ذرا موسم گرم ہوتو ساتھ ہی حاضر ہوں رک گیا۔

تحقیق: والدہ صاحبہ تو اپنی ہمشیرہ سے (مراد اشرف علی کے گھر میں سے) جو چاہیں معاملہ رکھیں مگر آپ کا آنا بے معنی نہ ہونا چاہئے کیا وہ معنی مجھ کو بتلائے جاسکتے ہیں۔

حال: حالات پہلے کی طرح ہیں۔ فرائض و واجبات و موکدات کا التزام بحمد اللہ اکثر رہتا ہے۔ قیام مسجد بھی بشغل درود رہتا ہے۔ تصور ذات حق سے الحمد للہ کوئی لمحہ فارغ نہیں ہوتا۔

تحقیق: بڑی دولت ہے۔ اللھم زد فزد۔

حال: مگر اس کے باوجود کوئی خوف وخشیت اور اس کی مرضیات پر کوئی اہتمام بھی محسوس نہیں ہوتا۔

تحقیق: خوف وخشیت و اہتمام بدرجہ خاص درجہ میں خود ان ہی مقاصد کی ابتدائی باتیں ہیں جس کو میں نے دولت سے تعبیر کیا ہے۔ مقاصد کا عطا ہونا ابتدائی چیزوں کی تمنا وطلب سے بے پرواہ کرنے والا ہوتا ہے۔

حال: تعجب اور افسوس ہے۔

تحقیق: تعجب تو حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے ہے اور افسوس خود مستقل مفید مجاہدہ ہے۔

حال: مراقبہ موت ابا جان رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد وفات ہی سے ہے اب یہ تصور بے اختیار زیادہ معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق: دولت والا جواب یہاں بھی ہے۔

حال: مگر اس میں رغبت وشوق بقا تو کیا ہوتا ایک فرار کی کیفیت سی محسوس ہوتی ہے اور پہلے امر کی طرح اس میں بھی کوئی طاعات پر اہتمام نہیں۔

تحقیق: وہی مقدمہ والا جواب یہاں بھی ہے۔

حال: بلکہ دنیا و متعلقین کی فکر زیادہ کارفرما نظر آتی ہے۔

تحقیق: اس کا درجہ جو نقصان دہ نہ ہو مقصود کے خلاف نہیں بلکہ اگر ادائے حقوق کے لئے ہو معین مقصود ہے۔

حال: اللہ ہی جانے یہ ضعف قلب ہے یا نفس کا دھوکہ کہ کیفیت بظاہر اچھی ہے اور نتیجہ یقینی طور پر برا ہے۔

تحقیق: اپنے نفس پر بدگمانی یہ خود ہمیشہ کے لئے اس سلوک کی چابی ہے۔

حال: حضرت ہی کچھ اس میں اصلاح فرمائیں گے۔

تحقیق: اوپر سب عرض کر دیا۔ (النور، صفر ۱۳۵۷ھ)

گذشتہ مصائب کا اثر ظاہر ہونے کا علاج زوال مصیبت کی دعا اور استغفار ہونا چاہئے

حال: قبلہ مولانا صاحب دامت برکاتہم آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کئی دن سے دل چاہتا تھا کہ اپنی حالت لکھوں مگر چونکہ حضرت والا کو اپنی تکلیفات سنانے سے تکلیف ہوتی ہے اس خیال سے رکتا رہا۔ اب مجبورا عرض کرتا ہوں اور اس کے علاوہ کوئی دوسری حالت ہی نہیں جس کو عرض کرسکوں۔ آج کل گذشتہ مصائب کے اثر ظاہر ہو رہے ہیں۔ کاروبار لمبی غیر حاضری کی وجہ سے خراب ہوگیا۔ بچوں کو کبھی امرتسر لاتا ہوں کبھی گھر چھوڑنے جاتا ہوں۔ خیر خواہ احباب نے اس پریشانی کو دیکھ کر نکاح کا مشورہ دیا۔ اس سوال کو جب سے زیر بحث لایا گیا تب سے پریشانی اور بڑھ گئی ہے۔ ہر روز نئی باتیں نئے اعتراضات سننے میں آتے ہیں۔ دماغ ہر وقت اسی دھیڑ بن میں مصروف رہتا ہے کہ کن کن اعتراضات کا کیا کیا جواب دیا جائے کہاں کہاں پیغام نکاح دیا جائے اور اس پریشانی کا علاج جو نکاح تجویز ہوا ہے اس کے شافی ہونے میں بھی شبہ رہتا ہے۔ اس سے طبیعت اور گھبراتی ہے

کہ نہ معلوم کیسی صورت بنے اچھی یا بری؟۔

معمولات بالکل ہی خراب حالت سے اور بے وقت ادا ہوتے ہیں۔ ذکر شغل میں طبیعت لگتی ہی نہیں۔ اختیاری حالات کو غیر اختیاری سے تمیز کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ میری مصیبت کا خاتمہ ہونا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں درخواستیں بہت ہیں مگر میں خالی ہی ہوں۔ حضرت والا سے درخواست ہے کہ آیا میری جیسی حالت کا علاج ہوسکتا ہے اور اطمینان قلب مجھ کو کبھی حاصل ہوگا یا نہیں۔ اگر یہ حالت کسی تدبیر سے درست ہوسکے تو للہ میری درخواست کو منظور فرما کر مجھے اس سے مشرف فرمایا جائے۔ تنگی اور مصائب کے دور ہونے کی دعا کے لئے درخواست کرتا ہوں۔

تحقیق: اس کا ارادہ ہی چھوڑ دیا جائے اور موجودہ پریشانی ہی کے لئے اپنے کو تیار کرلیا جائے بس دو چیزوں کا التزام کرلیا جائے۔ مصیبت کے ختم ہونے کی دعا اور استغفار اور نتائج کو آخرت میں سمجھا جائے۔ بس یہ علاج ام العلاج ہے۔ جس میں علاج ہی مقصود ہے صحت مقصود نہیں۔

دوسرا خط جو خط بالا کے بعد آیا

حال: آج اپنی بے چینی کی حالت میں ڈاک کا منتظر تھا۔ ڈاک آئی خط ملا۔ پڑھا۔ بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔ بار بار خط کو چومتا تھا اور ایسا معلوم ہوا جیسا کسی جلے ہوئے دل پر کافور رکھ دیا گیا اور دل سے بار بار دعا نکلنے لگی۔ اے اللہ جس طرح میرے رہبر نے میری مدد فرمائی ہے اے اللہ! آپ بھی ان پر رحمت فرمایئے۔ اب نہ وہ سستی ہے نہ وہ خدا تعالیٰ کی بے تعلقی کے وساوس آتے ہیں مگر وہ خط میرے پاس چھومنتر کا کام دیتا ہے فوراً ختم ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے فوری نفع ہوا میری جان کو گھن لگا ہوا تھا۔ شیطان میرا ساتھی بن گیا تھا۔ ہر وقت کہتا تھا دیکھو دنیا میں لوگ آرام سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو کیسا پھنسایا ہے بہر حال میں حضرت والا کا دل سے اس قدر شکریہ کررہا ہوں کہ قلم وزبان اس کے ادا کرنے سے قاصر ہیں۔

تحقیق: آپ کے سکون سے مسرت ہوئی اور دوبارہ دعا کی اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی مرضی کے موافق بنالے۔

(النور، جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ)

ایک جدید الاسلام نے بغرض تعلّم مشورہ لیا اس کو معذوری ظاہر کردی

سؤال: ایک دوسرے ملک کے جدید الاسلام صاحب نے ہندوستان میں احکام سیکھنے کی غرض سے قیام کرنے کے لئے معاش کا ذریعہ تجارت تجویز کرکے یہاں کے ایک قدیم التعلق صاحب کے واسطہ سے یہ مشورہ پوچھا

کہ یہاں کے متسبین صاحبوں سے اگر رقم کے بارہ میں امداد حاصل کی جائے تو خلاف مصلحت یا خلاف مزاج تو نہ ہوگا۔ ان کے دریافت کرنے پر یہاں سے جواب حسب ذیل گیا چونکہ اس واقعہ کا تعلق تربیت اخلاق سے ہے اس لئے نقل کیا جاتا ہے۔

جواب: وہ (مجوز صاحب) معذور ہیں انہوں نے آنکھ کھول کر ایک ہی رنگ دیکھا۔ اب میں دوسرے رنگ پر جو کہ میرا ہے مطلع کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہر شخص اپنے اہل زمان و اہل مکان اور تعلق والوں سے زیادہ واقف ہے۔ عام حالت یہ ہے کہ جس شخص پر یہ پورا اطمینان ہو کہ اس کو یا اس کے مخصوصین کو ہم سے کبھی مالی حاجت نہ ہوگی، اس سے دینی فوائد حاصل کر لیتے ہیں ورنہ دینی انتفاع کا سلسلہ بھی بند کر دیتے ہیں۔ اب اس حالت میں غور کر لیا جائے کہ آیا اس شخص کے دنیوی نفع کو مقدم سمجھوں یا جماعت کے بنی نفع کو یہ سچا عذر ہے نہ بہانہ ہے نہ دھوکہ ہے۔ باقی ان کے لئے بھی دعائے سہولت کرتا ہوں۔ (النور، محرم ۱۳۵۸ھ)

گذشتہ دنیوی ناکامیابی یاد آ کر دل کا برا رہنا نہیں

حال: بعض اوقات گذشتہ عمر کی ناکامیابی یاد آ کر دل پر برا اثر پڑتا ہے مثلاً فلاں وقت فلاں ملازمت کے لئے کوشش کی دعائیں بھی کیں پوری نہ ہوئیں یا مثلاً فلاں جگہ سے نفع کی امید تھی۔ مگر کوشش کرنے کے یا دعا کرنے کے باوجود نہ حاصل ہوا اسی طرح مثلاً فلاں جگہ نکاح کی سعی کی دعائیں کیں پوری نہ ہوئیں۔ جب یہ خیال آتا ہے تو ایک کے بعد دوسری ساری عمر کی ناکامیاں اور تکالیف کا ایک مضمون مستحضر ہو جاتا ہے اس سے دل پھیکا پڑ جاتا ہے۔ اعمال و معمولات کی چونکہ عادت ہے اس واسطے وہ جس طرح کے بھی ہوں ہو جاتے ہیں۔ بالفرض اگر عادت نہ ہو تو ان خیالات کے ہوتے ہوئے نماز و ذکر وغیرہ محال ہے۔ ان سے پریشانی رہتی ہے اور ہر وقت دل برا رہتا ہے۔ مختلف کتب کے مطالعہ یا قرآن مجید یا دیگر طریقوں سے یہ خیال دور نہیں ہوتا بلکہ کچھ دیر کے لئے سکون ہو کر پھر زیادہ لوٹ آتے ہیں تقریباً دو ہفتہ سے ان میں مبتلا ہوں ان کے لئے اگر کوئی تدبیر ہو تو مجھے اس سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔

تحقیق: تدبیر تو بری چیز کو ختم کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ نہ کہ اچھی چیز کو ختم کرنے کے لئے۔ کیا یہ حالت بری معلوم ہوتی ہے نہ قرآن و حدیث میں غور کیا نہ اللہ والوں کے احوال میں غور کیا ورنہ معلوم ہو جاتا ہے کہ دنیا کی ناکامیابی خود مقبولین کا شعار ہے اور مسلسل کامیابی خصوصاً گناہوں کے ساتھ مردود لوگوں کا شعار ہے۔ کیا حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے واقعات قرآن مجید میں نہیں پڑھے۔ سورہ بقرہ کی آیت ﴿ام حسبتم

ان تدخلوا الجنة ﴾ الآیة (کہ کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو گے) اور سورۃ احزاب کی آیت ﴿اذا جاء وك من فوقكم من اسفل منكم وامثالها﴾ (جب وہ تمہارے اوپر نیچے سے تم پر (چڑھ) آئے) اسی طرح کی اور مثالیں پڑھئے اور سمجھئے دنیوی کامیابی سے مقبولیت پر استدلال کفار کا طریقہ ہونا سورہ فجر میں منصوص ہے ﴿فاما الانسان اذا ما ابتلاه ربه﴾ (جب انسان کو اس کا رب آزماتا ہے) الخ مولانا رومی کے ارشاد کو دیکھئے ؎

زاں بلاہا کانبیاء برداشتند ❁ سر بہ چرخ ہفتمیں افراشتند

گر مرادت راںذاق شکر است ❁ بے مرادی نے مراد دلبر است

ترجمہ

❶ اگر تمہاری مراد کا مزہ میٹھا ہے تو کیا تمہارے محبوب کی مراد میٹھی نہیں ہے اس لئے اس سے گریز کیوں کرتے ہو۔

❷ جو بلائیں انبیاء (علیہم السلام) نے برداشت کی ہیں ان کی وجہ سے ان کے درجے ساری مخلوق سے بلند ہوگئے۔

ایسی یقینی بات میں کہاں تک تطویل کروں باقی دعا ہر حال میں کرنا سنت اور وظیفۂ عبدیت ہے۔ دعا کی برکت سے فہم اور رضا و تحمل سب نصیب ہو جاتے ہیں میں بھی دعا کرتا ہوں۔ (النور، محرم ۱۳۵۸ھ)

ایک طالب علم کا خط اور اس کا جواب

(تمہید): ایک صاحب علم نے تربیت کی درخواست کی تھی اس کے جواب میں معذرت کا پرچہ بھیج دیا گیا۔ انہوں نے دوبارہ اپنی درخواست پر اصرار کا خط لکھا وہ خط جواب کے ساتھ ذیل میں منقول ہے۔ چونکہ یہ بھی ایک خاص حالت کے اعتبار سے ایک قسم کی تربیت ہے اس لئے اس کو نقل کیا گیا۔

حَال: گذارش یہ ہے کہ والا نامہ سے حال معلوم کر کے تردد اور افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ جناب والا کے ذریعہ سے عرصہ دراز تک افادہ کا سلسلہ جاری رکھے۔ آمین۔ جناب والا کے ارشاد کے مطابق تعمیل حکم کے لئے کسی مجاز (حضرت کے اجازت یافتہ) سے رجوع کرنے میں تامل نہیں ہے مگر عرصہ کے استخارہ کے بعد قلب نے حضرت والا کی طرف رجوع کیا تھا۔ اور اب بھی وہی رجوع قلب موجود ہے اور استخارہ مسنونہ کے باوجود تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس لئے دوبارہ تکلیف دینے کی جرات کرتا ہوں۔ باعتبار فرصت جو کم از کم یا مختصر ترین ہدایت فرمائی جائے

گی اس پر پابندی اور عمل کی کوشش کی جائے گی اور جہاں تک ہوسکے زیادہ زحمت کا سبب بننے سے بچوں گا۔ رجحان قلب جناب والا ہی کی طرف ہو رہا ہے۔ دوسری طرف رجوع ہی نہیں۔ اگرچہ دوسرے حضرات مجازین بھی جناب والا کے معتقد ہیں مگر رجوع قلب کے بغیر استفادہ دشوار ہے۔ اس لئے اگر جناب والا مہربانی فرما کر جتنا زحمت کے بغیر ممکن ہو توجہ فرمائیں تو عنداللہ ماجور اور میری بہبودی کا انشاء اللہ سبب ہوں گے۔

تحقیق: ماشاء اللہ خوب فیصلہ کیا اگر ہر طالب استخارہ کے بعد یہی کہے تو میرا وہ عذر کس کے لئے ہوگا۔ کیا لغو ہوگا اور جو قواعد اس کی وجہ سے لکھے ہیں کیا میں ان قواعد سے ناواقف ہوں۔ اور اختصار تعلیم کے مضمون سے تو اپنے اناڑی ہونے پر پوری حجت قائم کر دی۔ اور اگر مختصر علاج کسی مرض کے لئے کافی نہ ہو۔ (النور، محرم ۱۳۵۸ھ)

پرانے تعلقات سے وحشت کا ہونا محمود ہے بشرطیکہ کسی کا حق ضائع نہ کیا جائے

حال: ایک نئی بات یہ پیش آ رہی ہے وہ یہ کہ احقر کے پرانے تعلقات بالکل ختم ہوگئے ہیں اگرچہ یہ تعلقات دینی طبقات سے تھے مگر اس رسوا کا اب دلی میلان ادھر بھی نہیں ہے۔ اگرچہ پہلے ایسا ہوتا تھا کہ رواداری اور غلط فہمی دور کرنے کی وجہ سے زبردستی اپنے کو مجبور کر کے مل لیتا تھا مگر اب جو غور کرتا ہوں تو معاشرت میں بڑا واضح فرق نظر آتا ہے جس کا مجھے تحمل نہیں۔ اس لئے سب تعلقات کٹ رہے ہیں۔ اس پر بھی اپنا فکر رکھتا ہوں۔ اور حسن ظن و تاویل سے اپنے کو سمجھاتا رہتا ہوں اور غور کرتا ہوں مگر دل ہے کہ اس قسم کی معاشرت اخلاق سے نفرت ہی کرتا رہتا ہے۔ نہ معلوم احقر کے نفس کا دھوکہ نہ ہو حضرت سلمہ جو ارشاد فرمائیں گے اس طریق پر عمل کروں گا۔

تحقیق: مخلوق سے وحشت کسی طبعی وجہ کے بغیر حق تعالیٰ کے ساتھ انس اس کا سبب ہے اور پسندیدہ حالت ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ کسی کا ضروری حق ضائع نہ کیا جائے۔ خواہ ظاہری حق ہو جس کو سب جانتے ہیں یا باطنی حق مثلاً کسی کو حقیر نہ سمجھا جائے۔ باقی طبعی غیر اختیاری گرانی پر ملامت نہیں۔ لیکن جہاں تک ہو سکے اس کا لحاظ رہے کہ دوسرے کو محسوس نہ ہو جس سے دل شکنی کا احتمال ہو لیکن جو وہم بغیر دلیل کے پیدا ہو اس میں مشغول نہیں ہونا چاہئے۔ اگر اس قسم کا وہم ہو تو اپنے لئے اور جس کی اذیت کا شبہ ہو اس کے لئے استغفار یعنی طلب مغفرت کافی ہے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ)

جہاں تعویذ گنڈے کا رواج ہو اس کو آہستہ آہستہ چھوڑایا جائے

حال: ایک عرض یہ ہے کہ میرے مکان سے ساڑھے پانچ میل کے فاصلہ پر بھد بھدا ایک مقام ہے جو شہر کے حصہ میں شمار ہوتا ہے۔ اس کے آس پاس تین مواضع ہیں۔ ان میں مسلمان بھی آباد ہیں۔ وہاں پر گاؤں کے

لوگوں نے اپنے چندہ سے ایک مسجد بنوائی جو برسرارہ ہے۔ دو سال پہلے وہاں جمعہ کی نماز ہوتی تھی۔ پھر مسجد بے چراغ ہوگئی۔ نماز نہ اذان۔

اب سال بھر سے وہاں کے لوگوں کے کہنے پر خادم جمعہ کو وہاں برابر جاتا ہے اور نماز پڑھا کر واپس آجاتا ہے۔ صبح ۹ بجے یا دس بجے گھر سے چلتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ میں وہاں پہنچتا ہے اور شام تک واپس آجاتا ہے۔ پہلے تو تین چار آدمی ہوتے تھے مگر اب ۲۴ یا ۲۵ آدمی ہو جاتے ہیں۔ اگر نہیں جاتا ہوں تو پھر وہ لوگ پریشان ہوتے ہیں گویا وہاں کی حاضری لازم ہوگئی ہے۔

اب ایک مشکل یہ پیدا ہوگئی ہے کہ وہاں ایک جاہل فقیر ایک جھونپڑی میں پڑا رہتا تھا۔ پہلے تو اس نے بہت ڈینگیں ماریں کہ میں ملاؤں کی نماز نہیں پڑھتا ہوں کہیں وہابی بتاتا کہیں گالیاں دیتا مگر آخر میں وہاں سے بھاگ گیا۔ وہ گاؤں کے لوگوں کو تعوذ گنڈے دیتا۔ کسی کو جھاڑتا۔ تعویذ پر جوتے مار کر باندھتا۔ غرض گاؤں کے لوگ اس کے معتقد تھے مگر خادم کے جانے کی وجہ سے لوگ اس نشیلے سے ناخوش ہوگئے اور وہ بھاگ گیا۔

اب یہ بلا میرے سر آئی بخار چڑھا ہے تعویذ دو۔ درد ہو رہا ہے گڑ پڑھو، میں کیا جانوں یہ کیا ہے نہ مجھے اس کی خبر نہ کبھی پرواہ ہوئی۔ اور نہ دل چسپی ہوئی۔ مگر اب جواب دیتا ہوں تو جمعہ کی نماز بھی چھوڑ دیں گے اور اگر اقرار کروں تو کیا لکھوں۔ اب جو حکم ہو تعمیل کی جائے۔

تحقیق: اصل تو یہی ہے کہ اس علت کو بالکل ختم اور روک دیا جائے۔ اور کسی کے جمعہ چھوڑ دینے سے کسی کا کیا نقصان ہے۔ لیکن اگر غلبۂ شفقت سے کسی مصلح شفیق کو یہ گوارا نہ ہو تو آہستگی سے کام لیا جائے۔ جس کا نظام یہ ہے کہ اس سلسلہ کو ظاہرا جاری رکھا جائے لیکن ہر طالب سے یہ بھی ضرور کہہ دیا جائے کہ میں اس کام کو نہیں جانتا مگر تمہاری خاطر سے کئے دیتا ہوں۔ چند روز کے بعد یہ سمجھایا جائے کہ لوگ اس کو جس درجہ کی چیز سمجھتے ہیں۔ یہ اس درجہ کی چیز نہیں پھر چند دن بعد ایسا کیا جائے کہ کسی کو دے دیا کسی سے عذر کر دیا مگر نرمی سے پھر بالکل حذف کر دیا جائے۔ (النور، رمضان ۱۳۵۹ھ)

مثنوی پڑھانے میں کلید مثنوی اوفق الشروح (سب سے موافق شرح) ہے

حال: کچھ مدرسہ کے طلبا نے اور دو ایک خاندانی مریدین نے مثنوی شریف کا ترجمہ پڑھانے کی خواہش کی۔ چونکہ کچھ سال پہلے بھی پڑھاتا تھا اس لئے منظور کر لیا اور یہ بھی خیال ہوا کہ اس بہانہ سے میرا بھی ورد ہو جائے گا۔ میری یہ غلطی ہے کہ حضرت والا کی اجازت کے بغیر میں نے درس شروع کر دیا۔ مگر یہ میں نے پڑھنے والوں

سے کہہ رکھا ہے کہ میں ہفتہ بھر غور کرنے کے بعد پھر اس ہمیشہ کرنے یا ترک کے بارہ میں طے کروں گا۔ اب حضرت والا جیسا ارشاد فرمائیں۔ اس سے پہلے کلید مثنوی حضرت والا کی شرح میرے پاس تھی لیکن آج کل نہیں ہے۔

تحقیق: اس کو تو پہنچانا نہایت ضروری ہے اس لئے نہیں کہ وہ افضل الشروح (سب سے افضل شرح) ہے بلکہ اس لئے کہ وہ ہمارے خاص تعلق کی وجہ سے آپ کی طبیعت کے زیادہ موافق شرح ہے۔

حال: دوسری بعض شرحیں ہیں اور محشی مثنوی جسے مطالعہ میں رکھتا ہوں مثلاً مولوی احمد حسن صاحب کانپوری نے شاید ایک مثنوی مطلی چھپوائی تھی جس میں حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض حواشی معلوم ہوتے ہیں حضرت والا کے ملاحظہ سے گزری ہوگی جو رائے عالی ہو۔

تحقیق: اوپر عرض کر چکا ہوں کہ کلید مثنوی سے گو دوسری سب شروح و حواشی افضل ہوں۔ مگر افضیلت زیادہ موافق ہونے کے لئے ضروری نہیں اس کا مشاہدہ دونوں کے مطالعہ سے ہوگا جیسے بادشاہوں کے نسخے دیہاتیوں کو موافق نہیں آتے۔ (النور، صفر و ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ)

مخالفین فتنوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں ان کا علاج ترک تعلقات یا صبر ہے

حال: گذشتہ تین سال سیاسی تحریک کی وجہ سے میرے مخالفین کو میرے خلاف غلط فہمیاں پھیلانے کا موقع بہت ملا۔ انہوں نے بہت حد تک مسلمانوں کے طبقہ کو میرے خلاف غلط فہمیوں میں مبتلا کیا۔ اب اگرچہ مجھ سے اس سلسلہ کی مخالفت نہیں کیونکہ میں اب ایک حد تک کانگریس سے بالکل علیحدہ ہوں جیسا حضرت والا کو علم ہے لیکن پھر بھی وہ تکلیف پہنچانے کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ اب اس مخالفین جماعت میں وہ لوگ بھی شامل ہو جاتے ہیں جو حضرت والا کی غلامی (اپنی آزاد خیالی اور بعض بدعی امور کی وجہ سے) میرے لئے پسند نہ کرتے تھے اور کچھ فتنوں کی صورتیں شروع کرنے کے ہمیشہ منصوبے باندھا کرتے ہیں مگر حضرت والا کی دعائیں ہمیشہ انہیں بہت زائد کامیاب نہیں ہونے دیتیں۔ مجھے ذاتی طور پر حضرت کے وسیلے کی وجہ سے کوئی خاص پریشانی نہیں مگر مسلمانوں کے بہت سے کام میرے سپرد ہیں جن کو نقصان پہنچتا ہے خود میرے مطب کو بھی نقصان پہنچ رہا ہے جس کو میں ذریعہ معاش بنانا چاہتا ہوں۔ ان تمام امور کو دیکھتے ہوئے پریشانی رہتی ہے۔

تحقیق: آپ کی شان حسبی و نسبی کے مناسب اور بالکل متعین جواب صرف یہ ہے ؎

سرمد گلہ اختصاری می باید کرد ❁ یک کار ازیں دوکار می باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد ❁ یا قطع نظر زیار می باید کرد

ترجمہ

❶ سرمد! گلہ شکوہ چھوڑنا چاہئے دو کاموں میں سے ایک کام کرنا چاہئے۔

❷ یا تو اس کی رضا کے حاصل کرنے میں جان دے دینی چاہئے یا تو یار ہی کو چھوڑ دینا چاہئے۔

خلاصہ یہ کہ میں دعا ہی کروں گا مگر آپ کی حالت کے مناسب یا ترک تعلقات ہے یا ان تعلقات کے نتائج پر صبر ورضا۔

حال: میں نے تجربہ کیا ہے کہ جب بھی میں نے حضرت کو اپنی پریشانی لکھی۔ حضرت کو خط پہنچنے کے دن سے اس میں کمی شروع ہوگئی۔ حضرت کی توجہ میرے یقین کے مطابق بالکل کافی ہے۔ اور اگر حضرت کوئی چیز اس سلسلہ میں ورد کرنے کو فرمائیں تو وہ بھی ممکن ہے بشرطیکہ حضرت والا مناسب خیال فرمائیں۔

تحقیق: وردان اغراض کے لئے کیا کیا جاتا وہ تو صرف بلاواسطہ آخرت کے لئے ہونا چاہئے "فاذکروا اباء کم ما صنعوا في امثال هذه الحوادث" (تم اپنے آباء کو یاد کرو کہ انہوں نے اس موقع پر کیا کیا تھا) لیکن اگر اس درجہ کا تحمل وجداناً محسوس نہ ہو پھر بتکلف اس کا ارادہ کرنا ابوالوقت (جو وقت کو اپنا تابع بنا کر کام کرے) ہونے کا دعویٰ ہے۔ اس لئے اپنے کو ابن الوقت (وقت کے مطابق کام کرنے والا) سمجھ کر وہی تجویز کیا جائے جو اس وقت تجویز کیا گیا۔ فقط (النور، صفر وربیع الثانی ۱۳۶۰ھ)

اگر بظاہر دوستی کا دعویٰ اور بباطن دشمنی ہو تو اس سے قصد واہتمام سے نہیں ملنا چاہئے

حال: آج کل احوال الصادقین ترجمہ تنبیہ المغترین دیکھ رہا ہوں نمبر ۳۴ میں منجملہ ان کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ جو لوگ بظاہر دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں اور باطن میں دشمن ہیں اور ان کا مقصود اختلاط سے یہ ہوتا ہے کہ اس کی کچی حالت پر مطلع ہو کر اس کو رسوا اور ہجو کر سکے ایسے لوگوں سے ملاقات میل جول رکھنے کو منع کیا گیا ہے۔ عبارت تو اس نمبر کی زیادہ تھی مگر احقر نے اپنی فہم کے موافق خلاصہ عرض کیا ہے۔ اس سے بھی حضرت والا سلمہ سے عرض کرنے میں احقر کا مقصود حاصل ہے۔ اس پر عرض ہے کہ میل جول کرنے یا بڑھانے کی الحمد للہ عادت نہیں اگر کوئی کرے تو ضروری ملاقات سے انکار نہیں۔ اس پر دوست دشمن سب برابر ہیں مخالف سے اتنا تو خوف اور احتیاط کرتا ہوں کہ احقر کو مالی بدنی نقصان نہ پہنچا سکے ورنہ اس کا وہم بھی نہیں ہوتا کہ میرا کچا چٹھا معلوم کر کے رسوا کرے گا بلکہ اس کے عیب جوئی کرنے سے کبھی یہ نفع ہوتا ہے وہ عیب واقع میں مجھ میں ہوتا ہے۔ اب میرا یہ

حال ان بزرگ کے مخالف تو نہیں۔ حضرت سلمہ امید کہ اس میں اصلاح فرمائیں۔

تحقیق: کچھ مخالف نہیں ان بزرگ کا مقصود یہ ہے کہ جب ایسے شخص کی غرض ملنے سے دین کے خلاف تو اس سے ارادے سے ملنا خلاف دین غرض کی اعانت ہے اور گناہ کی اعانت گناہ ہے۔ اس لئے منع کیا گیا اور آپ کا ملنا قصد و اہتمام سے نہیں صرف یہ ہے کہ نہ ملنے کا بھی قصد و اہتمام نہیں اور کسی کام کا قصداً اہتمام کرنا اور اس کی ضد کا اہتمام نہ کرنا یہ دونوں جدا جدا چیزیں ہیں پہلا ممنوع اور دوسرا آپ کا معمول ہے۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ)

قرآن مجید میں سے نقشہ نعل مبارک نکال لینا بے ادبی نہیں ہے

حال: (ایک مستورہ) ایک عرض ہے کہ کنیز کے قرآن مجید میں نقشہ نعال پاک حضرت سرور کائنات ﷺ ایک عرصہ سے رکھا ہوا تھا کبھی ایسا خیال نہیں پیدا ہوا۔ ابھی چند روز سے ایک بار تلاوت میں اس پر نظر پڑی تو خدا معلوم کیوں ایک دم سے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اس کے رکھنے سے قرآن کریم کی بے ادبی نہ ہوتی ہو۔ اور یہ خیال دل پر ایسا جما کہ کسی طرح دل نہ مانا۔ لہٰذا نقشہ شریف کو کلام مجید سے نکال کر ''حیات المسلمین'' میں رکھ دیا لیکن اب ہر وقت یہ خیال پریشان کرتا ہے کہ مجھے حضور ﷺ کی جناب میں تو بے ادبی کا گمان نہیں ہو گیا۔ توبہ توبہ لہٰذا التجا ہے کہ حضور والا صحیح طریقہ بتا کر کنیز کی پریشانی کو دور فرمائیں گے۔

تحقیق: ظاہر کہ نقشہ جو کہ نعل شریف کی تصویر ہے خود اصل نعل سے زیادہ متبرک و معظم نہیں۔ تو اگر اصل نعل کو اوراق محترمہ سے (نکال کر) ہٹایا جائے تو کیا اس میں حضور ﷺ کی شان مبارک میں بے ادبی کا گمان ہو سکتا ہے تو اس واقعہ میں یہ شبہ کیوں ہوا۔ مگر اس شبہ کا سبب بھی ادب ہی ہے لیکن قرآن مجید ادب کا بہت زیادہ مستحق ہے۔ فقط (النور، ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ)

فاقوں کا نازل ہونا مریدوں کی عید ہے کہ اگر فاقہ بلا اختیار پیش آئے تو مفید ہے

حال: ایک جگہ فرماتے ہیں فاقوں کا نازل ہونا مریدوں کی عید ہے۔ اکثر اوقات فاقوں میں معارف میں اتنی زیادتی ہوتی ہے نماز روزہ میں وہ زیادتی حاصل نہیں ہوتی۔ ملتمسانہ درخواست ہے کہ احقر اس عبارت کا حاصل نہیں سمجھا (کیا احقر کثرت سے روزہ رکھا کرے) امید کہ حضرت سلمہ اس عبارت کو آسان کر کے بیان فرمادیں کہ یہ کیسے حاصل ہو۔

تحقیق: یہ سوال ایسا ہے جیسے طاعون میں مبتلا ہو کر مرنے کی فضیلت اور اس سے درجہ شہادت حاصل ہونا سن کر سوال کیا جائے کہ یہ کیسے حاصل ہو۔ ہر سمجھ والا اس فضیلت کا محمل یہی سمجھے گا کہ مقصود یہ ہے کہ غیر اختیاری

طاعون سے گھبراؤ مت۔ اگر اس میں موت بھی آ گئی تو یہ فضیلت ہے یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ اپنے اختیار سے طاعون کے اسباب جمع کر کے طاعون میں مبتلا ہو اسی طرح یہاں بھی مقصود ہے کہ اگر اختیار کے بغیر فاقہ پیش آئے تو اس کے نفع کو دیکھ کر پریشان مت ہو یہ نہیں کہ قصداً فاقہ اختیار کرو۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ)

اگر ذلت سے بچنے کے لئے صاف کپڑے پہنے جائیں، یہ مکاری نہیں

حال: اگر کوئی بڑے گھر کی عورت یا اپنے ماں باپ کے گاؤں کی مجھ سے ملنے کے لئے آئے یا بلائے اور میرے کپڑے زیادہ گندے ہوں تو نفس اس بات کو برداشت نہیں کرتا کہ اس گندی حالت میں ملوں۔ زیادہ بن ٹھن کر تو نہیں ملتی لیکن صاف کپڑے پہن لیتی ہوں۔ نفس بہانہ بناتا ہے کہ ذلت سے بچنا تو جائز ہے اور نیت بھی ذلت سے بچنے ہی کی کرتی ہوں لیکن نیت میں کھوٹ کی ملاوٹ نظر آتی ہے۔

عام حالات میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ عزت کی خواہش نہیں۔ لیکن جب کوئی ایسا موقع ملنے ملانے کا آتا ہے تو نفس ذلت سے بچنے کی مکاری کر کے کپڑے زیادہ جیلے ہوں تو دھلے ہوئے پہنا دیتا ہے۔ کچھ پتہ نہیں لگتا کہ یہ ذلت سے بچنا ہے یا عزت کی خواہش ہے۔ حضرت اقدس! اگر میری یہ حالت بری ہو تو علاج ارشاد فرمائیں حضور کے ارشاد پر دل و جان سے عمل کروں گی۔

تحقیق: اگر زیادہ زینت کے کپڑے موجود ہوں جو مثلاً عیدوں میں پہنے جاتے ہیں اور اس کے باوجود پھر معمولی مگر صاف کپڑے پہنے جائیں تو یہ مکاری نہیں۔ اور سوال اسی حالت کا ہے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۶۲ھ)

شرعی حدود میں لباس کی تبدیلی جائز ہے

حال: جب سے حضرت کے یہاں سے واپسی ہوئی ہے میں نے عام طور پر شروانی اور عمامہ کا اور عادۃً ہفتہ میں تین بار تبدیلی کا اہتمام چھوڑ دیا۔ اس سے طبیعت میں شکستگی محتاجگی اور تواضع پیدا ہوئی مگر دوسری جانب یہ اثر پڑا کہ امرا اور ارباب مناصب کے سامنے میں اپنے آپ کو کچھ ذلیل سا سمجھنے لگا اور اس کا اثر میری ہمت و جرات پر پڑا تو میں نے بہ تکلف یہ نیت پیدا کی کہ لباس ولباس کی تبدیلی کا اہتمام اپنی ذات کی بجائے خدام علم کی عزت کی خاطر بحدود جائز کیا جائے۔

تحقیق: ”عَیْنُ الصَّوَابِ وَیُؤَیِّدُهٗ حَدِیْثُ مَشْوَرَةِ التَّجَمُّلِ لِلْوُفُوْدِ وَعَدْمُ النَّکِیْرِ عَلَیْهِ مِنْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ،، بالکل ٹھیک اس کی تائید حدیث سے ہوتی ہے کہ وفود سے ملنے کے لئے زینت اختیار کرنا اور حضور ﷺ نے اس کو منع نہیں فرمایا۔ (النور، ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

ذکر الٰہی

میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پر تیرا
شمس و قمر میں توہی تو بر و بحر میں توہی تو
قلب و نظر میں توہی تو ہر سو ہے فیض امر تیرا
میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پر تیرا
ذرّوں میں اور کرنوں میں قطروں میں اور جھرنوں میں
قوس و قزح کے رنگوں میں آتا ہے جلوہ نظر تیرا
میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پر تیرا
کوئی ہے اونچا تو کوئی نیچا کوئی ہے شاہ تو کوئی گدا
سارے جہاں کا ہے یہ تغیر سب کچھ زیر و زبر تیرا
میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پر تیرا
تجھ بن کہیں بھی جی نہ لگے اچھا تجھ سے کچھ نہ لگے
اب تو جی کو یہ ہی لگے تجھ بن نہیں گذر میرا
میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پر تیرا
سارے زمانے کی وسعت تیرے سامنے کو ہے تنگ
اک مومن کا دل ہی ہے ہوتا ہے یاں پہ بسر تیرا
میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پر تیرا
اٹھوں بیٹھوں جو بھی کروں یاد میں اے رب تجھ کو کروں
ذکر کسی کا میں نہ کروں لب سے اپنے مگر تیرا
میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پر تیرا
دل کو کیا ہے خالی سب سے تیری طلب ہے آگے سب سے
قلب و جگر کو بھرا ہے تجھ سے سانسوں میں ہے ذکر تیرا

میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پر تیرا

خوابوں میں ہے خیالوں میں تو ہی ہے میری باتوں میں
انگ انگ میں ہے سانسوں میں ایسا ہے مجھ پہ اثر تیرا
میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پر تیرا

تجھ سے جو نسبت ہے میری دونوں جہاں کی ہے عزت میری
ساری عمر کی ہے پونجی میری یہ ہی بنا ہے فخر میرا
میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پر تیرا

مجھ کو گناہوں سے اپنے ڈر ہے ہر دم مجھ کو اس کی فکر ہے
غفاری پر تیری نظر ہے ستاری ہے سپر سرا
میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پر تیرا

رس ہے ارشاد ہی یہ یارب اس کو اپنا بنا لے اے رب
دل کے ارماں پورے ہوں سب ہو جو کرم اس پر تیرا

